دلائل النبوة

ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

پانچ سو سے زائد احادیث کا مجموعہ، سیرتِ طیبہ اور معجزات و کمالاتِ محمدیہ پر
مستند ترین اور مشہورِ عالم کتاب کا رواں اور سلیس ترجمہ، سطر سطر خوشبو
محبتِ رسول سے معطر، صفحہ صفحہ گلہائے فضائلِ خیر الرسل کا حسین گلدستہ

دلائل النبوۃ (اردو)

امامِ کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ مہرانی اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۴۳۰ھ)

ترجمہ و حواشی

مولانا حافظ قاری محمد طیب صاحب فاضلِ علوم اسلامیہ فاضلِ عربی
فاضلِ قراءاتِ عشرہ، فاضل و سرپرست جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
و مہتمم جامعہ رسولیہ اسلامک سنٹر مانچسٹر انگلینڈ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	دلائل النبوۃ
مصنف	حضرت امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ قاری محمد طیب نقشبندی
	ناظم جامعہ رسولیہ مانچسٹر، انگلینڈ
نظر ثانی و تہذیب	جناب محمد عالم مختار حق
تعداد	ایک ہزار
اشاعت	جون 2001ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
قیمت	-/250 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فہرست مضامین

پیش لفظ

سیرت نگاری تاریخ و تحقیق کے آئینے میں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

سیرت نگاری کی ضرورت

اصلاح احوال و تعمیر کردار کے لئے جو ذرائع زیادہ تر استعمال ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف راغب کرنے کے لئے تقریر کا سہارا لیا جائے اور ان کے سامنے معروف کے فوائد اور منکر کے عوائب بیان کئے جائیں جس سے سامعین کے دلوں میں معروف سے محبت اور منکر سے نفرت پیدا ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس موضوع پر کتب تحریر کر کے عام کی جائیں تاکہ لوگ معروف کی اچھائی اور منکر کی برائی سے واقف ہو کر اپنی اور اپنے معاشرہ کی اصلاح کر سکیں تیسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ نیکی اختیار کرنے اور بدی سے بچانے کے لئے بجبرو زور کام لیا جائے۔

نفس انسانی کے اخلاق و تربیت کی تکمیل کا سب سے زیادہ موثر، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ تقریر سے کام لیا جائے نہ تحریر سے، اور نہ ہی جبرو زور کو استعمال کیا جائے بلکہ مکارم اخلاق کا ایک ایسا پیکر مجسم سامنے آجائے جو اول تا آخر اور سرتاپا مکمل طور پر آئینہ عمل ہو۔ جس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ہزارہا تصانیف سے بڑھ کر ہو۔ جس کا ایک ایک اشارہ ابرو حکم سلطانی کا کام دے۔ اور جس کی ہر ہر ادا اپنا لینے کو بے ساختہ دل مچلتا ہو۔ اس سے بڑھ کر تبلیغ و اصلاح کا اور کوئی ذریعہ اور طریقہ نہیں ہے۔

جب ہم کسی ایسی عظیم شخصیت کی تلاش شروع کرتے ہیں تو دنیا کا ہر فرد اپنے بانی مذہب کا پتا دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کرتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

لیکن یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی زندگیوں میں عفو و درگذر کے بارے میں کوئی واضح نمونہ عمل نہیں ملتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ حیات ارضی میں، حاکم و رعایا اور جہانبانی و جہانگیری سے متعلق فضائل اخلاق سے دامن خلق خالی نظر آتا ہے۔ ہندو مذہب کے بانیان کی زندگیاں ویسے ہی افسانہ طرازیوں کی نذر ہو چکی ہیں۔ کسی درست نظریہ تک پہنچنا، انسانی بس میں نہیں ہے۔

وہ ہستی جو ہمہ پہلو کامل و اکمل ہو، جو ہر کمال میں بے نظیر ولاجواب ہو۔ جو بیک وقت صاحب شمشیر بھی ہو اور صاحب نگین بھی۔ بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گوشہ نشین بھی۔ جو وسعت مال رکھتے ہوئے فخر فقراء بھی ہو اور مفلس و نادار کے لئے جائے پناہ بھی۔ جس نے دنیا کو اصول جہانگیری دیئے ہوں۔ جس نے رعایا کو صاحبان امر کی وفاداری و فداکاری کے جذبات سے روشناس کرایا ہو۔ جس کی زندگی میں ہر فرد بشر کے لئے دستور حیات ہو۔ جس کے ارشادات و فرامین پر عمل دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہو۔ وہ مصلح اعظم۔ وہ ہادی برحق، وہ نمونہ کامل، حضرت محمد رسول اللہ، حبیب خدا، محبوب کبریا، علیہ التحیتہ والثناء کی ذات بابرکات ہی ہے۔ ہر قسم کے فضائل اخلاق، زہد و تقویٰ، عصمت و عفاف، احسان و کرم، جود و سخا، عفوو درگزر، علم و حلم، عزم و ثبات، ایثار و وفا، اور غیرت و استغناء میں ہمہ گیر حیثیت کے حامل آپ ہی تو ہیں۔

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور مصلحین اقوام کی زندگیوں کے سچے اور مستند حالات کہیں سے میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات و واقعات کا زیادہ تر انحصار تورات پر ہے جو آپ کی وفات شریفہ سے کوئی تین سو سال بعد مرتب کی گئی اور پھر کئی مرتبہ صفحہ ارضی سے مٹی پھر مرتب کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی میں سے صرف تین سالہ زندگی کے حالات ملتے ہیں وہ بھی غیر مستند، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور باقی انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے حالات عام طور پر جو کتب میں ملتے ہیں ان کا مدار اسرائیلیات پر ہے۔ جن کی جانچ پرکھ کا کوئی قابل وثوق ذریعہ موجود نہیں۔

یہ امتیاز صرف اور صرف اہل اسلام ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کارنامہ زندگی اس طرح قلم بند کیا کہ ایک طرف تو صحت کا یہ انتظام و اہتمام تھا کہ کسی صحیفہ سماوی کے لئے بھی نہ ہو سکا۔ اور دوسری طرف وسعت و تفصیل کا یہ عالم کہ آپ کے اقوال و احوال، اعمال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت رفتار و گفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریقہ معاشرت چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ ہو گئی۔ اسی کو سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نام دیا جاتا ہے۔ اسی کے لئے فرمان خداوندی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" ۲۱، احزاب

"بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مقدس زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ حیات ہے۔"

اس اسوہ حسنہ سے نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان زندگی کے ہر موڑ کے لئے رہنمائی حاصل کر سکتا

ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو محفوظ کرنے کے لئے محدثین اور سیرت نگاروں نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ دور دراز کے سفر کی تکالیف کو برداشت کیا۔ اور جہاں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کوئی بات باوثوق ذرائع سے حاصل ہوئی۔ اسے کمال احتیاط کے ساتھ حیطہ تحریر میں لے آئے۔ آج مسلمان اس دعویٰ میں حق بجانب ہیں کہ وہ اپنے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہترین مخلوق اور سردار اولین و آخرین کہیں۔ آپ کی سوانح شریفہ کو ہر موافق و مخالف کے سامنے ظاہر کرنے میں اہل اسلام کو کوئی تامل نہیں۔ یہ ایک کھلا مضمون ہے جو دنیا بھر کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس کا دل چاہے، جس پہلو سے جانچے، پرکھے اور خوب غور و فکر کرے۔ ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ کوئی بھی مخالف اپنے بانی مذہب کی سوانح مقابلۃً پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا اور نہ ان شاء اللہ العزیز الی یوم القیامہ پیش کر سکے گا۔

مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات وواقعات کا ایک ایک حرف اس استقصاء کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات بھی آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہو سکے۔ نہ آئندہ ایسی توقع کی جا سکتی ہے۔ عجیب تربات یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال کی تحقیق کی غرض سے آپؐ کے دیکھنے اور ملنے والوں میں سے تقریباً (۱۳۰۰۰) تیرہ ہزار اشخاص کے اسماء اور حالات قلم بند کئے گئے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب تالیف و تصنیف کا آغاز ہو رہا تھا۔ طبقات ابن سعد، کتاب الاصابہ لابن السکن، کتاب لعبد اللہ بن علی بن جارود، کتاب العقیلی فی الصحابہ، کتاب ابن ابی حاتم الرازی، کتاب الارزق، کتاب الدولابی، کتاب البغوی، طبقات ابن ماکولا، اسد الغابہ، استیعاب، الاصابہ فی احوال الصحابہ، وغیرہا صرف ان ہی حضرات کے حالات و واقعات کے بارے میں لکھی گئی ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات حیات کو تحریری صورت دی ہے۔

اگرچہ بعض علماء کے نزدیک سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے الگ چیز ہے۔ لیکن ہم یہاں سیرت سے مراد لیتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال واقوال احوال واعمال، عادات وخصائل شکل وشباہت اور نشست وبرخاست وغیرہ۔ یعنی ہر وہ چیز جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو وہ سیرت النبی میں داخل ہے۔ یہی علماء متقدمین کی رائے بھی ہے۔

سیرت نگاری کی فضیلت

خوب کہا کسی عاشق صادق نے۔

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ یہ نبی الانبیاء، تاجدار دوسرا، محبوب خدا، حبیب کبریاء۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ذکر مبارک ہے۔ یہی ذکر بے قرار دلوں کا قرار، بے چین روحوں کا چین اور قلب بے سکون کے لئے دولت سکون و اطمینان ہے۔ لذت حیات اسی ذکر پاک سے نصیب ہوتی ہے۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن۔ روئے دل را جانب دلدار کن۔

یہی وہ ذکر جمیل ہے۔ جسے بار بار خود خلاق عالم نے اپنے لاریب کلام میں کہا ہے۔ کہیں فرمایا یا ایہا المزمل، تو کہیں یا ایہا المدثر کہیں طٰہٰ فرمایا تو کہیں یٰسین۔ کہیں یا ایہا الرسول فرمایا تو کہیں یا ایہا النبی۔ کہیں رؤف فرمایا تو کہیں رحیم و کریم۔

ایک مسلمان کے لئے کس قدر سعادت و خوش بختی ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں مشغول ہو اور وہ حضرات کس عظیم مقام و مرتبہ کے مالک ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اسی کار خیر میں بسر کیا۔ اور امت مسلمہ کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مہیا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج امت مسلمہ کسی طرح بھی ان مقدس ہستیوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ۔ اٰمِیْن

سیرت نگاری کی ابتداء

یہ کہنا کہ بعثت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے وقت عرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ تھا۔ روایات کا انحصار صرف حافظہ پر تھا نہ کہ تحریر پر، محض غلط، دھوکا اور تاریخی حقائق سے ناواقفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو حدیث و سیرت سے دور کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ عرب میں مدت سے پڑھنے لکھنے کا رواج تھا اگرچہ قدرے کم تھا۔ ایسی بہت سی دستاویزات محفوظ ہیں جو قبل اسلام عرب میں تعلیم و تعلم کا پتا دیتی ہیں۔ علامہ بلاذری نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف فتوح البلدان میں تصریح فرمائی ہے کہ طلوع اسلام کے وقت صرف قریش میں سترہ (۱۷) حضرات پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ جن میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابو عبیدہ، حضرت طلحہ ، حضرت زید، حضرت ابو حذیفہ حضرت ابو سفیان، حضرت شفاء

بنت عبداللہ وغیرھم شامل تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں میں جو لوگ فدیہ دینے کی استطاعت نہ رکھتے تھے، انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ دس دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں توانہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی تھے، نے اسی طرح پڑھنا لکھنا سیکھا تھا۔ معلوم ہو رہا ہے کہ سرزمین عرب خصوصاً مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں پڑھنے لکھنے کا رواج عام ہو چکا تھا۔ البتہ قابل غور امر یہ ہے کہ کیا اس وقت احادیث و روایات بھی قلمبند ہوتی تھیں یا نہیں اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی زمانہ اسلام میں احادیث کی تحریر سے منع فرمایا تھا جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی روایات میں مذکور ہے۔ تاہم بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تو یمن کے ایک شخص ابو شاہ نے عرض کی یہ خطبہ مجھے لکھوا دیا جائے۔ آپؐ نے لکھ کر دینے کا حکم دیا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ احادیث نہیں جانتا سوائے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ کیونکہ وہ حدیث سن کر لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھا نہیں کرتا تھا۔ صحاح میں یہ روایت بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موجود ہے فرماتے ہیں کہ میں احادیث لکھا کرتا تھا کچھ حضرات نے مجھے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غصہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ کبھی غم واندوہ کی حالت ہوتی ہے اور تم ہر بات لکھتے رہتے ہو۔ یہ درست نہیں۔ میں نے یہ بات بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے عبد اللہ! مجھ سے جو سنو لکھ لیا کرو خدا کی قسم اس منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

شروع میں تحریر سے منع کرنے کی بہت سی وجوہ علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً:۔ نمبرا ابتدائے اسلام میں قرآن نازل ہو رہا تھا اور تمام لوگوں میں قرآن و حدیث میں امتیاز کرنے کی صلاحیت موجود نہ تھی۔ فلہذا قرآن و حدیث کے مخلوط ہو جانے کے خدشہ کے پیش نظر کتابت حدیث سے منع فرما دیا گیا تھا۔ نمبر۲ ممانعت کا مطلب یہ تھا کہ قرآن و حدیث کو ایک ہی جگہ ایک ہی صفحہ پر یوں نہ لکھا جائے کہ التباس واقع ہو۔

نمبر۳ لوگ کتابت پر بھروسا کر کے قوت حافظہ کی دولت عظیمہ سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں، جب خطرہ التباس و اشتباہ دور ہو گیا اور اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ لوگ تحریر پر بھروسا نہیں کریں گے تو آپؐ نے کتابت کی اجازت دے دی۔

بہرکیف اس بات میں کچھ شک نہیں کہ زمانہ نبویؐ میں احادیث کو قلمبند کیا جاتا تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض حضرات نے احادیث نبویہؐ کو تحریر کیا اور مختلف مجموعہ ہائے حدیث مرتب کئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف تک مندرجہ ذیل تحریری سرمایہ جمع ہو چکا تھا۔

۱۔ وہ مجموعہ ہائے حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے قلمبند کئے۔ (بخاری جلد اول ص ۲۱۔۲۲)

۲۔ وہ تحریری احکام و فرامین اور معاہدات جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کو ارسال فرمائے (ابن ماجہ ص ۱۳۰ و ابو داؤد جلد اول ص ۱۵۵)

۳۔ خطوط جو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراؤ سلاطین کے نام جاری فرمائے (بخاری جلد اول ص ۵ اور ص ۱۵)

۴۔ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی (بخاری اول۔ باب الجہاد)۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس تحریری ذخیرہ کو بہت زیادہ ترقی ہوتی گئی۔

دور صحابہ و خلفاء راشدین میں سیرت و حدیث کی اشاعت کافی حد تک ہوئی اور بہت سے حلقہ ہائے درس قائم ہوئے۔ لیکن اس زمانہ میں زیادہ تر انحصار زبانی روایات پر تھا۔ بنوامیہ کے دور میں حکماً علماء سے تصانیف لکھوائی گئیں۔ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید ابن شریہ کو یمن سے بلوا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی۔ جس کا نام اخبار الماضین تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد عبدالملک بن مروان نے علماء کرام سے رابطہ کیا اور ہر فن میں مختلف تصانیف لکھوائیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے تفسیر قرآن لکھوائی جو شاہی کتب خانہ میں رکھی گئی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تو تالیف و تصنیف کے عروج کا زمانہ تھا۔ تمام اطراف حکومت میں حکم بھیجا گیا کہ احادیث نبویہؐ مدون و قلم بند کی جائیں۔ سعد بن ابراہیم جو بہت بڑے محدث اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ان سے دفتروں کے دفتر احادیث کے مرتب کروا کے ممالک مقبوضہ میں ہر طرف بھجوائے۔ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاد تھے۔ ان کو بالخصوص احادیث جمع کرنے کا حکم دیا گیا۔ (میزان الاعتدال)

حضرت عمرةؒ بنت عبدالرحمٰن ایک بہت بڑی محدثہ اور عالمہ تھیں، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص شاگردہ تھیں۔ ام المؤمنینؓ ہی نے ان کو اپنی آغوش تربیت میں پالا تھا، علماء کا اتفاق ہے کہ عمرہؒ سے بڑھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کا کوئی دوسرا عالم نہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر بن محمد کو خط لکھا کہ عمرہ کے تمام مسائل اور مرویات جمع کر کے دارالحکومت روانہ کریں (تہذیب التہذیب)

روایات حدیث کے ساتھ ساتھ مغازی و سیر وغیرہ کی طرف بھی توجہ دی گئی اور حکم جاری کیا گیا کہ غزوات نبویؐ کے خاص حلقہ ہائے درس قائم کئے جائیں۔ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؒ انصاری (المتوفی ۱۲۱ھ) فن مغازی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہیں حکم ملا کہ جامع دمشق میں مغازی و مناقب کا درس قائم کریں اور لوگوں کو سیرت و حدیث سے مستفیض و مستفید فرمائیں۔ (تہذیب التہذیب)

فن سیرت و مغازی کی ابتداء اور مشہور کتب

اسی زمانہ میں حضرت امام زہری نے مغازی پر کتاب لکھی جو اس فن مغازی میں سب سے پہلی کتاب تھی۔ ان کے بعد امام زہری کے دو مشہور شاگردوں موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق نے اس فن میں کتب تحریر کیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب اگرچہ آج کل نایاب ہے لیکن مؤرخین کئی مقامات پر اپنی اپنی تصانیف میں اس کتاب کے حوالہ جات دیتے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی کا ترجمہ شیخ سعدیؒ کے زمانہ میں ابو بکر بن سعد زنگی کے حکم سے فارسی میں ہوا تھا۔ جس کا ایک نسخہ الہ آباد کی لائبریری میں موجود ہے (سیرۃ النبی جلد اول شبلی نعمانی) یہ کتاب بہت زیادہ پھیلی۔ محدثین نے اس کے نسخے مرتب کئے۔ اسی کو ابن ہشام نے زیادہ تنقیح و اضافہ کے ساتھ پیش کیا جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور زمانہ ہے۔ ابن ہشام کا اصل نام عبدالملک ہے۔ نہایت ثقہ، نامور محدث اور مشہور مؤرخ تھے۔

مؤرخین اور سیرت نگاروں میں ایک معروف نام ابن سعد بھی ہے یہ واقدی کے شاگرد ہیں، مشہور محدث بھی ہیں۔ ان کی مشہور زمانہ تصنیف طبقات ابن سعد بارہ جلدوں میں ہے۔ پہلی دو جلدیں بالخصوص سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں اور باقی میں صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و واقعات ہیں۔ اس کتاب میں سیرت کا بہت زیادہ سرمایہ محفوظ ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فن میں تاریخ کبیر اور تاریخ صغیر کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ جن میں روایات کو بسند ذکر کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبریؒ کی تاریخ کبیر ہے۔ امام طبری کے فضل و کمال، وسعت علم اور وثوق کے تمام محدثین معترف ہیں۔ ان کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ ان کی کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قریب قریب تمام مفصل و مستند تواریخ مثلاً تاریخ کامل ابن الاثیر، ابن خلدون اور ابو الفدا وغیرہ اسی کتاب سے ماخوذ اور اسی کا خلاصہ ہیں۔

کچھ اور عمائدین فن اور ان کی تصانیف

۱۔ عروہ بن زبیرؒ حضرت زبیرؓ کے بیٹے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تربیت فرمائی۔ سیرت و مغازی میں ان کی روایات بکثرت ملتی ہیں۔ بعض کے نزدیک فن مغازی کی سب سے پہلی تالیف ان ہی کی ہے۔ ان کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی۔

۲۔ عمر بن راشد الدزدی المتوفی ۱۵۰ھ امام زہری کے شاگرد اور علم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے ان کی کتاب "کتاب المغازی" ہے۔

(۳) عبد اللہ بن جعفر بن عبد الرحمٰن المخزومی المتوفی ۱۷۰ھ فن حدیث و سیرت نبوی کے اکابرین میں سے تھے۔

(۴) عبد الملک بن محمد:۔ حدیث و سیرت میں ان کا خاندانی شہرہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے حکم سے جو سب سے پہلے حدیث لکھی گئی وہ ان کے دادا ابو بکر بن عمرو انصاری کی تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے قاضی بھی تھے۔ ان کی تصنیف کتاب المغازی ہے۔ ۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

(۵) ولید بن مسلم القرشی:۔ شام کے رہنے والے تھے۔ بڑے محدث اور قوی الحافظہ تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ستر کے قریب بتائی جاتی ہے۔ جن میں ایک کتاب المغازی بھی ہے۔ سن وفات ۱۹۵ھ ہے۔

(۶) محمد بن عمر الواقدی الاسلمی:۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی دو مشہور کتابیں کتاب السیر اور کتاب التاریخ فی المغازی والمبعث ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ان کی تمام کتب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ اکثر بے سروپا روایات انہی کی کتب میں ملتی ہیں البتہ ان کے شاگرد ابن سعد کو قابل استناد سمجھا جاتا ہے۔ واقدی کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی۔

(۷) علی بن محمد المدائنی:۔ تاریخ و انساب عرب میں خاص شہرت کے حامل تھے محدثین میں شمار نہیں کئے جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ان کی تصنیف نہایت مبسوط ہے۔ ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

(۸) عمر بن شبہ البصری:۔ حدیث، تاریخ، ادب، لغت، شاعری اور نحو کے امام مانے جاتے ہیں، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کی تواریخ لکھی ہیں۔ فن سیرت میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔ حدیث میں ابن ماجہ اور تاریخ میں بلاذری اور حافظ ابو نعیم کے شاگرد ہیں۔ وفات ۲۶۲ھ میں پائی۔

(۹) امامؒ محمد بن عیسیٰ ترمذی:۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ترمذی شریف، جو صحاح میں تیسرے درجہ

کی کتاب ہے۔ انہی کی ہے۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا ایک خاص رسالہ "کتاب الشمائل" ہے۔ اسے شمائل ترمذی بھی کہتے ہیں یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حالات و واقعات اور اخلاق کا تذکرہ شریفہ ہے۔ تمام روایات معتبر اور صحیح ہیں بڑے بڑے علماء اسلام نے اس پر متعدد شروح و حواشی لکھے ہیں امام ترمذی کی وفات ۲۷۹ھ میں ہے۔

(۱۰) ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم :۔ اکابر محدثین میں شمار ہیں۔ "مسند صحابہؓ" ان کی تالیف ہے۔ وفات ۲۸۵ھ میں ہے۔

(۱۱) ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ بغدادی :۔ حدیث میں امام احمد بن حنبل اور ابن معین کے شاگرد ہیں، تاریخ و سیرت کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کی تالیف "تاریخ کبیر" ہے۔ ۲۹۹ھ میں فوت ہوئے۔

ان کے علاوہ بھی بے شمار ائمہ فن نے سیرت کا قیمتی سرمایاہ فراہم کیا۔ بخوف طوالت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ یہ مختصر تذکرہ علماء متقدمین کا تھا۔ علماء متاخرین نے بھی اس میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ لہٰذا چند ایک معروف علماء متاخرین کا تعارف بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

علماء متاخرین اور ان کی تصانیف

(۱) عبدالرحمٰن سہیلی :۔ بہت بڑے محدث اور سیرت نگار ہیں بعد کے تقریباً تمام مصنفین سیرت کی تحقیقات و معلومات میں انہیں سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی کتاب "روض الانف" ہے۔ یہ سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے۔ اس کے دیباچہ میں مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کی تالیف میں ایک سو بیس (۱۲۰) کتب سے مدد لی ہے۔ وفات ۵۸۱ھ میں ہوئی۔

(۲) حافظ عبدالمومن دمیاطی المتوفی ۷۰۵ھ :۔ ان کی کتاب کا نام "سیرت دمیاطی" ہے۔ اس کا اصل نام "المختصر فی سیرۃ سید البشر" ہے۔ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) علاء الدین علی بن محمد خلاطی حنفی المتوفی ۷۰۸ھ :۔ ان کی کتاب "سیرت خلاطی" کے نام سے مشہور ہے۔

(۴) شیخ ظہیر الدین علی بن محمد گازرونی :۔ ان کی کتاب "سیرت گازرونی" ہے۔ ان کی وفات ۶۹۴ھ میں ہے۔

(۵) ابن سید الناس اندلسی :۔ اندلس کے نامور عالم ہیں۔ ۷۳۴ھ میں وفات پائی۔ تصنیف کا نام "عیون الاثر" ہے۔ جامع اور مستند کتاب ہے۔ معتبر کتب کو اس کا ماخذ قرار دیا گیا ہے۔

(۶) ابراہیم بن محمد :۔ "نور النبراس فی سیرۃ ابن سید الناس" ان کی کتاب ہے۔ محققانہ طریق پر

لکھی گئی ہے یہ کتاب گراں بہا معلومات کا خزانہ ہے دو جلدوں میں ہے۔

(۷) شارح بخاری قسطلانی:۔ مصنف مذکور حافظ ابن حجر کے ہم رتبہ تھے۔ انہوں نے "مواہب لدنیہ" تحریر کی، بڑی مشہور اور متاخرین کی ماخذ کتاب ہے۔ مفصل ہے مگر ضعیف و موضوع روایات بھی کثرت سے ہیں۔ "زرقانی علی المواہب" اسی کی شرح ہے۔ جو نہایت معتبر اور جامع کتاب ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں ہیں۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت شریف کے تقریباً سو برس بعد قلم اٹھایا گیا۔ جبکہ مصنفین کا انحصار زیادہ تر زبانی روایات پر تھا۔

دیگر اقوام و ملل میں جب بھی کبھی ایسا ہوا کہ انہوں نے عرصہ بعد اپنے کسی رہنما کے حالات زندگی قلم بند کئے تو ہر طرح کے جھوٹے سچے واقعات کو جمع کر لیا۔ اور ہر قسم کی بازاری افواہوں کو اکٹھا کر کے سوانح عمری کا نام دے دیا گیا۔ حالانکہ ان فواہوں کے راویوں کے نام تک معلوم نہیں۔ ان کی ثقاہت و عدالت کا کچھ پتا نہیں۔ یعنی ان کے صدق و کذب کی جانچ پرکھ کا کوئی ممکنہ طریقہ و ذریعہ نہیں ہے۔ بعد میں یہی خرافات ایک دلچسپ ہسٹری کہلانے لگتی ہیں۔ ہنود و یہود اور اہل مغرب کی تاریخی تصنیفات کا بھی یہی حال ہے۔

لیکن آفرین ہے مسلمانوں پر کہ انہوں نے جو معیار سیرت قائم کیا۔ اور اصول و ضوابط ترتیب دیئے وہ اس سے کہیں بہتر اور بلند و بالا تھے۔ اہل اسلام کے سوا تمام دنیا کی تاریخ ان سے تہی دامن ہے۔ ان میں سب سے پہلا اصول تو یہ ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ اس شخص کی زبان سے ہو جو خود اس واقعہ میں شریک تھا اور اگر ایسا نہیں تو شریک واقعہ شخص تک تمام راویوں کا نام بالترتیب بتایا جائے۔ اس بات کی تحقیق بھی کی جائے کہ جن لوگوں کا ذکر سلسلہ روایت میں آیا ہے۔ وہ کون اور کیسے تھے؟۔ ان کا پیشہ، مشغلہ، چال چلن، حافظہ اور سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل؟ کس قدر کٹھن اور تکلیف دہ کام تھا جسے محدثین کرام نے اپنا سرمایہ حیات صرف کر کے سرانجام دیا۔ شہر بشہر اور کوچہ بکوچہ پہنچے۔ رواۃ حدیث سے ملاقاتیں کیں، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات حاصل کیں اور جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔ ان کے دیکھنے والوں سے ان کے حالات دریافت کئے پھر دیکھنے والوں اور اپنے سے پہلے رواۃ کے حالات بتانے والوں کا بھی تجزیہ کیا گیا۔ کسی کے مقام و مرتبہ کی پروا نہیں کی گئی۔ بڑے سے بڑا بادشاہ، مقتدا، محدث اور عالم کو جرح و تعدیل کی چھلنی سے گزرنا پڑا۔

اس تحقیق و جستجو کے نتیجہ میں اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن معرض وجود میں آیا جس سے دنیائے تاریخ نا آشنا تھی۔ اس فن میں سینکڑوں کی تعداد میں کتب تصنیف کی گئیں۔ اس سلسلہ کی چند

مشہور کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

○ کتاب الجرح والتعدیل:۔ احمد بن عبداللہ العجلی المتوفی ۲۶۱ھ کی تصنیف ہے۔

○ رجال امام عبدالرحمٰن بن حاتم الرازی:۔ بہت ضخیم کتاب ہے۔ بے شمار معلومات کا گنجینہ ہے۔ مصنف نے ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

○ رجال امام دار قطنی:۔ خاص ضعیف الروایت راویوں کے بیان میں ہے۔ مشہور محدث امام دار قطنی نے تحریر فرمائی۔

○ کامل ابن عدی:۔ اس فن کی سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے متاخرین نے اس کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا کتب آج کم ہی دستیاب ہیں۔ لیکن ان سے ماخوذ کتب جو بعد میں لکھی گئیں۔ عام طور پر مل جاتی ہیں۔

○ تہذیب الکمال:۔ سب سے زیادہ جامع اور مستند کتاب جسے علامہ یوسف بن زکی نے تحریر کیا جن کی وفات ۷۴۲ھ میں ہوئی۔ علاء الدین مغلطائی نے تیرہ جلدوں میں اس کا تکملہ لکھا۔

○ تہذیب التہذیب:۔ حافظ ابن حجرؒ نے محولہ بالا تمام کتب سے اخذ کر کے اس کتاب کو لکھا بڑی ضخیم کتاب ہے بارہ جلدوں میں ہے۔ مصنف نے خاتمہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کو لکھنے میں آٹھ سال صرف ہوئے۔ حافظ صاحب مذکور کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی۔

○ میزان الاعتدال:۔ علامہ ابو عبداللہ شمس الدین محمد ذہبی کی نہایت ہی متداول اور مستند کتاب ہے۔ الذہبی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہے۔

○ لسان المیزان:۔ امام ذہبی کی میزان الاعتدال پر حافظ ابن حجر کا اضافہ ہے۔

علاوہ ازیں بے شمار کتب اس بارے میں تحریر ہوئیں ہم نے اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر نہیں کیا۔

اس سلسلہ کا دوسرا اصول:۔ اصول درایت ہے۔ یعنی اس بات کی تحقیق کہ جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، عقلی شہادت کے مطابق بھی ہے کہ نہیں، تدوین حدیث کے ساتھ ہی محدثین نے اصول و ضوابط روایت بھی منضبط کئے۔ ہم یہاں "فتح المغیث لابن جوزی اور موضوعات لملا علی قاری سے چند اہم اصول ذکر کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ حدیث و سیرت کا جو سرمایہ ہم تک پہنچا ہے، کس قدر باوثوق اور قابل استناد ہے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں روایت ناقابل اعتماد ہوگی۔ روایان حدیث چاہے کیسے بھی ہوں۔

۱۔ وہ روایت جو قرآن حکیم، حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو۔

۲۔ وہ روایت جو اصول مسلمہ کے خلاف ہو۔

۳۔ محسوسات و مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۴۔ عقل کے خلاف ہو۔

۵۔ معمولی کام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہو۔

۶۔ معمولی بات پر بہت بڑے عذاب کی وعید ہو۔

۷۔ وہ روایت جو رکیک المعنی ہو۔

۸۔ ایک راوی ایسی روایت بیان کرے جو کسی اور نے نہ کی ہو اور روای، مروی عنہ سے ملا بھی نہ ہو۔

۹۔ ایسی روایت کہ تمام لوگوں کا اس سے واقف ہونا اس زمانہ میں ضروری ہو لیکن راوی مذکور کے علاوہ کسی نے اس کو روایت نہ کیا ہو۔

۱۰۔ ایسی روایت کہ جس میں کسی ایسے اہم واقعہ کا ذکر ہو کہ اگر وہ وقوع پذیر ہوتا تو سینکڑوں لوگ اس سے واقف ہوتے بایں ہمہ صرف ایک راوی نے اس کو روایت کیا ہو۔

۱۱۔ ایسی فضول باتیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے نہیں نکل سکتیں۔

۱۲۔ وہ روایات جو انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام مبارک سے مشابہت نہ رکھتی ہوں۔

۱۳۔ وہ روایت جس کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہوں۔ (فتح المغیث لابن جوزی صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ لکھنؤ۔ موضوعات لملا علی قاری صفحہ ۹۲ مجتبائی دہلی)

یہ اصول ابن جوزی یا ملا علی قاری کے قائم کردہ نہیں بلکہ ان بزرگوں نے محدثین کے اصولوں کو یکجا اپنی کتب میں تحریر کیا ہے۔

ان اصول و ضوابط کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اسلامی فن روایت، عقل و روایت کی رو سے کس قدر بلند پایہ ہے؟ علمائے حدیث نے کتنی محنت، جانفشانی، دیدہ ریزی اور دقت رسی صرف کی ہے؟ دنیا کی دیگر اقوام کے سرمایہ تاریخ و روایت میں اس اہتمام و اعتناء کا ایک ذرہ نشان بھی موجود نہیں ہے۔

افسوس یہ ہے کہ جس قدر علمائے حدیث نے عرق ریزی سے کام لیا ہے اور اصول و قواعد کو درج روایت کے وقت مدنظر رکھا، سیرت نگاروں نے اسی قدر سہل پسندی سے کام لیا۔ یہی وجہ ہے کہ کتب سیرت کا ذخیرہ مجموعی طور پر، کتب حدیث کا ہم پلہ نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تحقیق و تنقید کی ضرورت صرف ان احادیث کے ساتھ مخصوص کر دی گئی جو احکام و عقائد کے متعلق تھیں اور جو روایات سیرت و فضائل کے متعلق تھیں، ان میں تشدد و احتیاط کی زیادہ ضرورت محسوس نہیں کی

گئی۔ اسی لئے مناقب و فضائل اعمال میں بہت سی ضعیف روایات شائع وضائع ہو گئیں۔ اور بڑے بڑے علماء نے ان کو اپنی کتب میں درج کرنا جائز رکھا۔ یہاں تک کہ حافظ ابو نعیم، ابن عساکر، خطیب بغدادی، حافظ عبدالغنی وغیرہ جیسے ائمہ حدیث و روایت نے اپنی کتب میں اِس قسم کی روایات کو بکثرت روایت کیا ہے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ کسی بھی زیر بحث واقعہ کو ہم سب سے پہلے قرآن مجید میں تلاش کریں پھر احادیث صحیحہ پھر عام احادیث اور سب سے آخر میں کتب سیرت کی طرف رجوع کریں۔ روایات سیرت باعتبار صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر اور محتاج تنقیح ہیں۔ ان کی اسناد کی تنقید لازم ہے لہٰذا بصورت اختلاف، ہمیشہ حدیث کی سند و روایت کو ترجیح دی جانی چاہئے۔ ارباب فقہ و اجتہاد کی روایات دوسروں کی روایات پر ترجیح رکھتی ہیں۔ علاوہ ازیں سلسلہ علت و معلول کی تلاش، واقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے معیار شہادت، اصل واقعہ اور راوی کا اپنا ذاتی فہم و رائے اور اسباب خارجی کا اثر بھی قابل غور و فکر امور ہیں۔

حافظ محمد علی صابر (ایم۔ اے)
خطیب مکہ مسجد بولٹن انگلینڈ یو۔ کے)
۱/۱۰/۸۸

صاحبِ کتاب امام ابو نعیمؒ کا تعارف

نام ونسب

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران مہرانی اصفہانی، آپ کے اجداد میں سب سے پہلے مہران نے اسلام قبول کیا۔ مہران، حضرت عبد اللہ بن جعفر کے غلام تھے، حافظ ابو نعیم کے نانا۔ محمد بن یوسف البناء بھی بہت بڑے عالم دین، عابد و زاہد اور ولی کامل تھے، بے شمار علماء و زہاد نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ بلاد اسلام میں ان کی بڑی شہرت تھی۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، ماہ رجب ۳۳۶ھ کو ایران کے مشہور شہر اصفہان میں پیدا ہوئے۔ کم عمری ہی میں لیاقت و صلاحیت نمایاں تھی۔ اور ہونہاری کے آثار ہویدا تھے۔ وہاب ازلی نے قوت حافظہ، ذکاوت ذہن، اور غیر معمولی فہم و ادراک کی دولت گراں بہا ودیعت فرمائی تھی۔ حصول مقصد میں مگن رہنے کی عادت تھی۔ بدیں وجہ والد محترم نے انہیں علوم دینیہ کی طرف متوجہ کیا۔ ابتدأ ہی امام ابو نعیم نے علماء و محدثین کی محافل و مجالس میں حاضر ہونا اور سماع حدیث شروع کر دیا تھا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ علماء و محدثین عصر میں ان کے چرچے ہونے لگے۔ اور بلاد و امصار اسلام میں عام شہرہ ہو گیا۔ حد یہ ہے کہ چھ برس کی عمر میں انہیں محدثین نے روایت حدیث کی اجازت عنایت فرمادی۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی صفہ ۱۰۹۲ جلد سوم)

دنیائے اسلام کے جن جلیل القدر علماء حدیث نے انہیں روایت حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان میں واسط سے معمرؒ عبد اللہ بن عمر بن شوذب، نیشاپور سے ابو العباسؒ الاصم، شام سے خیثمہؒ بن سلیمان۔ اطرابلس اور بغداد سے جعفرؒ الخلدی اور سہیلؒ بن زیاد وغیرھم شامل ہیں۔ تذکرہ نگاروں کے مطابق اس قدر علماء و مشائخ نے اجازات عطا کیں کہ اس حیثیت سے حافظ ابو نعیم دنیا میں منفرد شخصیت کے حامل ہیں۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد سوم صفحہ ۱۰۹۲ پر رقم طراز ہیں۔

أَجَازَةٌ طَائِفَةٌ تَفَرَّدَ فِي الدُّنْيَا بِإِجَازَتِهِمْ

اتنے عظیم گروہ نے انھیں اجازت روایت فرمائی کہ وہ اس حیثیت سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔

تکمیل علوم و فنون کے بعد ابو نعیم ہمیشہ تعلیم و تدریس اور تحریر و تصنیف میں ہمہ تن مصروف و مشغول رہے۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا کھانا پینا اور اوڑھنا بچھونا ہی علوم کی نشر و اشاعت اور تالیف و تصنیف تھا۔ خدائے وہاب نے ان اسباب رئیسہ کو ان میں مجتمع فرما دیا تھا جو کسی انسان کو مراتب علیا تک پہنچانے کا زینہ ثابت ہوا کرتے ہیں ذہانت و فطانت، استغراق فی المطالعہ اور استمرار علی العمل میں آپ ؒ یکتائے روزگار تھے۔ ذہنی استعداد کا اس امر سے اندازہ فرمائیں کہ صرف چھ سال کی عمر میں دنیا کے معروف علماء و محدثین نے تدریس و تحدیث کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اپنے زمانہ میں اعلیٰ علمی مراتب پر فائز ہوئے۔ اپنے دور میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

شیوخ

امام حافظ ابو نعیم اوائل عمر ہی سے طلب علم میں جت گئے تھے اور بہت جلد تکمیل علم کر لی تھی۔ آپ ان معدودے چند علماء میں سے ہیں جن کے شیوخ بھی بہت ہیں اور ان شیوخ سے ان کی ملاقات بھی کثرت سے ہے۔ حافظ صاحب نے ان لوگوں سے بھی حدیث روایت کی ہے، جن سے دوسرے کسی محدث نے اخذ حدیث نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی احادیث کی جانچ پرکھ اور مرتبہ کے تعین میں بہت دقت پیش آتی ہے۔ ابو نعیم نے جن محدثین سے سماع حدیث کیا ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں۔ احمد بن معبد السمسار ، احمد بن بندار العشار، عبد اللہ بن حسن بن بندار. ابو بکر بن ہیثم . ابو بکر بن خلاد النیصیبی ، حبیب القزار، معمر ابی محمد بن فارس، ابو احمد العسال، احمد بن محمد القصار، ابو بکر الجعابی، ابو بکر الاجری، ابو علی بن صواف، عبد اللہ بن جعفر جابری، ابو بحر بن کوثر. ابو القاسم طبرانی، ابراہیم بن عبد اللہ بن ابی الغرائم کوفی احمد بن حسن المکی، فاروق الخطابی، ابو الشیخ بن حیان وغیرھم۔

تلامذہ

ابو نعیم کے ہاں طلبائے حدیث کی کثرت تھی۔ لاتعداد حضرات کے اسماء تذکروں میں ملتے ہیں جو ان کے تلامذہ میں شامل تھے۔ جن میں زیادہ مشہور یہ حضرات ہیں کوشیار بن لیالیزور الجیلی ، ابو بکر بن علی الذکوانی، ابو سعد المالینی. ابو علی الوخشی، الخطیب ، ابو صالح المؤذن، ابو بکر محمد بن ابراہیم العطار، سلیمان بن ابراہیم، ، ہبۃ اللہ بن محمد الشیرازی، محمد بن حسن البکری، ینجیر بن عبد الغفار، ابو بکر بن محمد سباسی القاضی، ابو بکر الارموی، ابو بکر سمنطاری، ابو عمرو بن قنابط، نوح بن

نصر الفرغانی، یوسف بن حسن التفکری، ابو الفضل حمد الحداد وغیرہم۔

ابو نعیم کے بارے میں جلیل القدر علمائے حدیث و اسمائے رجال کی آراء

حافظ ابو نعیم کا مذہب کیا تھا؟ جنبلی تھے یا اشعری، شیعہ تھے یا سنی؟ اور محدثین کے نزدیک روایت حدیث میں ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا؟ یعنی ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ اس بارے میں ہم بلا نقد تبصرہ چند علمائے حدیث و اسمائے رجال کی آراء نقل کر رہے ہیں۔ قارئین فیصلہ خود کر لیں گے۔

خطیب بغدادی

لَمْ اَرَ اَحَدًا اُطْلِقَ عَلَیْہِ اِسْمُ الْحِفْظِ غَیْرَ اَبِیْ نُعَیْمٍ وَّ اَبِی الْحَازِمِ الْعَبْدَوِیِّ

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی صفحہ ۱۰۹۳ جلد سوم)

میں نے ابو نعیم اور ابو حازم عبدوی کے علاوہ کوئی شخص نہیں دیکھا جس پر "حفظ" کا اطلاق ہو سکتا ہو۔

حافظ علی بن مفضل

لَمْ یُصَنَّفْ مِثْلُ کِتَابِہٖ "حِلْیَۃِ الْاَوْلِیَاءِ" (حوالہ مذکورہ صفحہ ۱۰۹۴)

ابو نعیم کی کتاب "حلیۃ الاولیاء جیسی کوئی کتاب تحریر نہیں ہوئی۔

احمد بن محمد بن مردویہ

کَانَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِیْ وَقْتِہٖ مَرْحُوْلًا اِلَیْہِ لَمْ یَکُنْ فِیْ اُفُقٍ مِّنَ الْاٰفَاقِ اَحَدٌ اَحْفَظَ مِنْہُ وَلَا اَسْنَدَ مِنْہُ کَانَ حُفَّاظُ الدُّنْیَا قَدِ اجْتَمَعُوْا عِنْدَہٗ .... لَمْ یَکُنْ لَہٗ غِذَاءٌ سِوَی التَّسْمِیْعِ وَالتَّصْنِیْفِ (حوالہ مذکورہ، صفحہ ۱۰۹۴)

ابو نعیم اپنے دور کے مرجع خلائق تھے۔ دنیا میں ان سے زیادہ کوئی حافظ تھا نہ کوئی مستند۔ دنیا بھر کے حافظان حدیث کا ان کے پاس اجتماع رہتا تھا۔ ان کی غذا ہی سماع حدیث اور تصنیف و تالیف تھی۔

حمزہ بن عباس علوی

كَانَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ يَقُوْلُوْنَ بَقِيَ الْحَافِظُ (اَبُوْ نُعَيْمٍ) اَرْبَعَ عَشْرَةَ (سَنَةً) بِلَا نَظِيْرٍ لَا يُوْجَدُ شَرْقًا وَلَا غَرْبًا اَعْلٰى اَسْنَادًا مِّنْهُ وَلَا اَحْفَظَ مِنْهُ (حوالہ و صفحہ مذکورۃ الصدر)

علماء حدیث کہا کرتے تھے کہ حافظ ابو نعیم کا چودہ برس تک کوئی ثانی پیدا نہیں ہوا تھا اور مشرق و مغرب میں ان سے مستند اور ان سے بڑھ کر کوئی حافظ نہ تھا۔

امام شمس الدین محمد الذہبی

اَلْحَافِظُ الْكَبِيْرُ مُحَدِّثُ الْعَصْرِ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ....
رَحَلَتِ الْحُفَّاظُ اِلٰى بَابِهٖ لِعِلْمِهٖ وَحِفْظِهٖ وَعُلُوِّ اَسَانِيْدِهٖ۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد سوم صفحہ ۱۰۹۲)

حافظ کبیر، محدث عصر، احمد بن عبد اللہ (ابو نعیم) ان کے دروازے پر حفاظ کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ ان کے علم، حفظ اور علو اسناد کی وجہ سے تھا۔

ابو الفداء حافظ ابن کثیر

اَبُوْ نُعَيْمٍ الْاَصْبَهَانِيُّ، اَلْحَافِظُ الْكَبِيْرُ، ذُوالتَّصَانِيْفِ الْمُفِيْدَةِ الْكَثِيْرَةِ الشَّهِيْرَةِ
(البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد بارہ صفحہ ۴۵)

ابو نعیم اصفہانی، حافظ کبیر، بہت سی مشہور اور مفید کتب کے مصنف تھے۔

ابن جوزی

سَمِعَ الْكَثِيْرَ وَصَنَّفَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ يَمِيْلُ اِلٰى مَذْهَبِ الْاَشْعَرِيِّ فِي الْاِعْتِقَادِ مَيْلًا كَثِيْرًا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد بارہ صفحہ ۴۵)

(ابو نعیم نے) بہت زیادہ سماع حدیث کیا اور بہت سی کتب تصنیف کیں، اور اعتقاداً اشعری مذہب کی طرف بہت زیادہ میلان رکھتے تھے۔

شمس الدین ابن خلکان

اَبُوْنُعَیْم ....، کَانَ مِنْ اَعْلَامِ الْمُحَدِّثِیْنَ وَاَکَابِرِالْحُفَّاظِ الثِّقَاتِ اَخَذَعَنِ الْاَفَاضِلِ وَاَخَذُوْاعَنْهُ وَانْتَفَعُوْابِهٖ ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان جلد اوّل صفحہ ۹۱)

حافظ ابو نعیم جلیل القدر محدثین اور اکابر ثقہ حفاظ میں سے تھے۔ انہوں نے فاضل علماء سے علم پڑھا اور ان سے پڑھنے والے بھی فاضل تھے اور ان پر متفق تھے۔

حافظ ابو نعیمؒ سے بایں مقام و مرتبہ کچھ تساہل بھی سرزد ہوا۔ علماء کرام نے اس پر گرفت بھی کی ہے۔ ان کی تصانیف میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں۔ جو انتہائی ضعیف بلکہ موضوع تک ہیں۔ اس قسم کی روایات کو نقل کرتے وقت، حافظ صاحب وضاحت نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ کسی کتاب کے معتبر اور مستند ہونے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ انہی روایات کی بناء پر بعض علماء کرام نے انہیں شیعہ علماء میں شمار فرمایا ہے۔ خود شیعہ مؤرخین نے بھی وضاحت کی ہے کہ ابو نعیم مسلک شیعہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ ابو نعیم سے کیا تساہل ہوا۔ کہاں ہوا؟ اس بارے میں بھی عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ رواۃ حدیث میں حافظ صاحب کی پوزیشن واضح ہو سکے۔

قَالَ الْخَطِیْبُ، قَدْرَاَیْتُ لِاَبِیْ نُعَیْمٍ اَشْیَآءَ یَتَسَاهَلُ فِیْهَا مِنْهَا اَنَّهٗ یَقُوْلُ فِی الْاِجَازَةِ اَخْبَرَنَامِنْ غَیْرِاَنْ یُّبَیِّنَ ۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد سوم صفحہ ۱۰۹۶)

خطیب بغدادی کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا ابو نعیم بعض موقعوں پر تساہل سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً وہ اجازت شدہ احادیث میں "اخبرنا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کی کوئی وضاحت بھی نہیں کرتے۔

خطیب بغدادی ہی کا قول ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔

کَانَ اَبُوْنُعَیْمٍ یَخْلِطُ الْمَسْمُوْعَ لَهٗ بِالْمُجَازِ وَلَایُوْضِحُ اَحَدَهُمَامِنَ الْاٰخِرِ

(البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ صفحہ ۴۵)

ابو نعیم، اپنی مسموع روایت کو اجازت شدہ کے ساتھ خلط کر دیتے ہیں۔ اور ایک کو دوسری سے واضح نہیں کرتے۔ (جس سے حدیث کے تعین میں مشکل پیش آتی ہے)

لسان المیزان میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

لَآاَعْلَمُ لَهُمَا ذَنْبًا اَکْبَرَمِنْ رِّوَایَاتِهِمَا الْمَوْضُوْعَاتِ سَاکِتَیْنِ عَنْهَا وَهُمَا عِنْدِیْ مَقْبُوْلَانِ (میزان الاعتدال جلد اوّل صفحہ ۵۲)

میں ان دونوں (ابو نعیم و ابن مندہ) کا اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں جانتا کہ وہ دونوں موضوع روایات بیان کرتے ہیں اور وضاحت سے خاموش رہتے ہیں۔ تاھم میرے نزدیک دونوں مقبول ہیں۔

ابو نعیم کا مسلک

قارئین کرام نے حافظ ابو نعیم کے بارے میں کتب اسماء الرجال کے حوالہ جات کی روشنی میں یقیناً معلوم کر لیا ہو گا کہ وہ کس پایہ کے محدث ہیں۔ بایں ہمہ حافظ صاحب کی تصانیف میں ایسے حوالہ جات موجود ہیں۔ جن سے بظاہران کا شیعہ ہونا مترشح ہوتا ہے۔ نمونہ از خروارے۔ ابو نعیم کی تصنیف "حلیۃ الاولیاء" جلد دوم صفحہ ۵۱ پر مندرجہ ذیل روایت موجود ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا طَلَّقَ رَسُوْلُ اللهِ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَبَلَغَ ذَالِكَ عُمَرَ فَوَضَعَ التُّرَابَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَجَعَلَ يَقُوْلُ مَا يَعْبَأُ اللهُ لِعُمَرَ بَعْدَ هٰذَا۔ (حلیۃ الاولیا لابی نعیم جلد دوم صفحہ ۵۱)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی (ارادہ طلاق فرمایا) تو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی توانہوں نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہنے لگے کہ اس کے بعد اللہ کو عمرؓ کی کوئی پروا نہیں ہے۔

اہلِ تشیع اس قسم کی روایات کو جواز ماتم کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور شدومد کے ساتھ کہتے ہیں۔ دیکھو اہلسنت کی معتبر کتب میں ماتم کا جواز موجود ہے۔ مگر بھول جاتے ہیں کہ خود اہلِ تشیع کے مورخین و مصنفین نے حافظ ابو نعیم کو اپنے شیعہ محدثین میں شمار کیا ہے۔ بنابریں ایسے حوالہ جات اہل سنت کے لئے حجت نہیں ہو سکتے۔ علمائے شیعہ حافظ ابو نعیم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

اہلِ تشیع کی معتبر کتاب "الذریعہ" میں ہے۔

وَهُوَ الْجَدُّ الْاَعْلٰى لِلْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَحُكِيَ فِي (الرَّوْضَاتِ) عَنِ الْاَمِيْرِ مُحَمَّدْ حُسَيْنِ الْخَاتُوْنَ آبَادِيْ اَلْجَزْمُ بِتَشَيُّعِهٖ نَقْلًا عَنْ اٰبَائِهٖ عَنْهُ۔ (الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد سوم صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

اور وہ (حافظ ابو نعیم) علامہ مجلسی کے جد اعلیٰ ہیں اور الروضات (نام کتاب) میں امیر محمد حسین خاتون آبادی سے روایت کی گئی ہے کہ ابو نعیم بالیقین اہلِ تشیع میں سے ہیں اور ان کا شیعہ

ہونا، انکے آباؤ اجداد سے منقول ہے۔

"اعیان الشیعہ" بھی شیعوں کی خاصی مقبول کتاب ہے۔ اس میں مذکور ہے۔

عَنْ رِيَاضِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ اَبَا نُعَيْمٍ هٰذَا الْمَعْرُوْفَ اَنَّهٗ كَانَ مِنْ مُحَدِّثِيْ عُلَمَاءِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَلٰكِنْ سَمَاعِيْ مِنَ الْاُسْتَاذِ مُحَمَّدْ بَاقِر مجلسى اَنَّ الظَّاهِرَ كَوْنُهٗ مِنْ عُلَمَاءِ اَصْحَابِنَا وَفِيْ رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ فِيْ بَعْضِ فَوَائِدِ سَيِّدِنَا الْاَمِيْرِ مُحَمَّدْ حسين خَاتُوْنَ آبَادِيْ سِبْطِ الْعَلَّامَةِ مُحَمَّد باقر مجلسى قَالَ وَمِمَّنِ اطَّلَعْتُ عَلٰى تَشَيُّعِهٖ مِنْ مَشَاهِيْرِ عُلَمَاءِ اَهْلِ السُّنَّةِ هُوَ الْحَافِظُ اَبُوْ نُعَيْمٍ اَلْمُحَدِّثُ بِاَصْبِهَانَ صَاحِبُ كِتَابِ حِلْيَةِ الْاَوْلِيَاءِ وَهُوَ مِنْ اَجْدَادِ جَدِّيْ الْعَلَّامَةِ ضَاعَفَ اللّٰهُ اِنْعَامَهٗ وَقَدْ نَقَلَ جَدِّيْ تَشَيُّعَهٗ عَنْ وَالِدِهٖ عَنْ اَبِيْهِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَلِذَا تَرٰى كِتَابَهُ الْمُسَمّٰى بِحِلْيَةِ الْاَوْلِيَاءِ يَحْتَوِيْ عَلٰى اَحَادِيْثِ مَنَاقِبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّا لَا يُوْجَدُ فِيْ سَائِرِ الْكُتُبِ وَلَمَّا كَانَ الْوَلَدُ اَعْرَفَ بِمَذْهَبِ الْوَالِدِ مِنْ كُلِّ اَحَدٍ لَمْ يَبْقَ شَكٌّ فِيْ تَشَيُّعِهٖ - (اعیان الشیعہ جلد سوم صفحہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ریاض العلماء سے منقول ہے کہ حافظ ابو نعیم اہل سنت کے محدثین میں سے تھے لیکن میں نے اپنے علماء سے سنا ہے کہ وہ (ابو نعیم) ہمارے علماء میں سے تھے اور روضات الجنات میں ملا باقر مجلسی کے نواسے محمد حسین خاتون آبادی نے اپنے بعض فوائد میں لکھا ہے کہ مشہور علماء اہل سنت میں سے جن کے شیعہ ہونے پر میں مطلع ہوا، ایک محدث ابو نعیم اصفہانی ہیں۔ جن کی کتاب حلیۃ الاولیاء ہے۔ ابو نعیم میرے دادا کے اجداد میں سے ہیں۔ میرے دادا نے ابو نعیم کا شیعہ ہونا ان کے والد اور دادا سے نقل کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابو نعیم تک سب کو شیعہ کہا ہے، انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ تم انکی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ایسی احادیث پاتے ہو جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں ہیں یہ احادیث کسی اور مصنف کی کتاب میں نہیں مل سکتیں۔ اور جب بیٹا اپنے باپ کے مذہب میں سب سے زیادہ معرفت رکھتا ہے تو پھر ابو نعیم کے شیعہ ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ انتہیٰ

یہاں ہم بڑے ادب سے یہ بات کہیں گے کہ ابو نعیم کا اپنی کتب میں امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں احادیث جمع کرنا ان کی کتب میں جواز ماتم کی روایات کا پایا جانا اور اہل تشیع کا انہیں اپنے علماء میں شمار کرنا، ایسے امور سے ابو نعیم کا شیعہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں احادیث و روایات تو تمام محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں جمع کی ہیں۔ حالانکہ ان کے شیعہ ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ ان کی

کتب میں ایسی روایات ہیں جو جواز ماتم پر دلالت کرتی ہیں اور دیگر کتب میں نہیں پائی جاتیں تو اس بارے میں عرض ہے کہ جو شخص بہت کچھ لکھتا ہے۔ عام طور پر اس کی تصانیف میں کہیں نہ کہیں ایسی بے احتیاطیاں مل جاتی ہیں اور ایسے کئی مصنف مثال کے طور پر ذکر کئے جاسکتے ہیں۔ ابو نعیم کی ایسی ہی بے احتیاطی کے بارے میں آپ حضرات گذشتہ صفحات میں لسان المیزان کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ۔

لَآ اَعْلَمُ لَهُمَا ذَنْبًا اَكْبَرَ مِنْ رِوَايَاتِهِمَا الْمَوْضُوْعَةِ سَاكِتَيْنِ عَنْهَا۔ (لسان المیزان صفحہ ۲۰۱ جلد ۱ ' میزان الاعتدال صفحہ ۵۲ جلد ۱)

ان دونوں (ابو نعیم اور ابن مندہ) کا میرے نزدیک سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ان دونوں نے موضوع روایات اپنی تصانیف میں ذکر کیں اور پھر ان سے خاموشی اختیار کر لی۔

اس سے ابو نعیم کا تساہل، غیر محتاط اور سہل پسند ہونا تو ثابت ہو سکتا ہے، شیعہ ہونا نہیں، پھر ابو نعیم کی مشہور زمانہ کتاب "الامامہ فی الرد علی الرافضہ" جو مذہب شیعہ کے رد میں لکھی گئی ہے، کے ہوتے ہوئے، اہل تشیع کس طرح انہیں اپنے اصحاب میں شمار کر سکتے ہیں؟۔ اور دنیائے اہلسنّت کو کیونکر فریب دے سکتے ہیں؟ (واللہ اعلم بالصواب)

تصانیف

حافظ ابو نعیم نے چونکہ اپنی زندگی درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں گذاری۔ اس لئے بہت سی کتب ان سے یادگار ہیں۔ جن سے حافظ صاحب کی جلالت علمی، وسعت مطالعہ اور مخارج حدیث پر قوت اطلاع کا پتا چلتا ہے۔ زیادہ شہرت مندرجہ ذیل کتب کو نصیب ہوئی۔

۱۔ **حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء**:۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس میں وہ احادیث و روایات جمع کی گئی ہیں جو مختلف صحابہ کرام تابعین اور دیگر صلحاء امت کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ اس میں وہ روایات بھی ہیں۔ جو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں ہیں اور یہی وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے اپنوں اور بیگانوں نے ابو نعیم کو اہل تشیع میں شمار کیا ہے۔

۲۔ **کتاب دلائل النبوہ**:۔ دو جلدوں میں ہے۔ زیر نظر ترجمہ اسی کتاب کا ہے۔ اس میں نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل و معجزات کا بیان ہے۔

۳۔ **معجم الصحابہ**:۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و فضائل میں لکھی گئی ہے۔

۴۔ طبقات المحدثین والرواۃ:۔

۵۔ کتاب، ذکر اخبار اصفہان:۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اس میں اصفہان کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

۶۔ کتاب الشعراء:۔

۷۔ کتاب صفۃ الجنۃ :۔

۸۔ کتاب الطب النبوی ﷺ:۔

۹۔ المستخرج علی البخاری:۔

۱۰۔ المستخرج علی مسلم:۔

حافظ ابو نعیمؒ نے اور بھی کئی مفید کتب تحریر فرمائیں۔ جن کا ذکر بخوف طوالت نہیں کیا گیا۔

دلائل النبوہ نام کی کتب کئی دوسرے علماء و محدثین نے بھی تحریر فرمائی ہیں جیسے کہ ۱۔امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب "سنن ابی داؤد" انہی کی ہے۔

۲۔ ابو عباس جعفر ابن محمد المعروف با لمستغفری الحنفی المتوفی ۴۳۲ھ۔

۳۔ ابو بکر احمد بن حسین بن امام حافظ علی بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ ان کی دلائل النبوہ آٹھ جلدوں میں ہے۔ مترجم قاری محمد طیب اس کا بھی ترجمہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۴۔ عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہؒ المتوفی ۲۶۸ھ۔

۵۔ ابو قاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی المعروف بقوام السنہ۔ المتوفی ۵۳۵ھ۔

۶۔ ابو بکر محمد بن حسن المعری المعروف النقاش الموصلی المتوفی ۸۵۱ھ۔ (کشف الظنون جلد اول صفحہ ۷۶۰)

ان سب حضرات کی کتب میں حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوہ کو خصوصی قبول عام حاصل ہوا۔ اس سے قبل یہ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔

وفات

حافظ ابو نعیم علیہ الرحمہ نے چورانوے سال کی طویل عمر پائی۔ چند ابتدائی سالوں کے علاوہ پوری زندگی درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں بسر کی۔ دنیائے اسلام کا یہ عظیم انسان ۴۳۰ھ ماہ محرم الحرام بروز پیر اس دنیائے دوں سے انتقال کر گیا۔ لیکن اپنی یادیں ہمیشہ کے لئے قلوب اہل اسلام میں چھوڑ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

تذکرہ حضرت مترجم

برادر مکرم حضرت مولانا علامہ الحاج الحافظ القاری صاحب زادہ محمد طیب صاحب مدظلہ العالی، استاذی المکرم، سیدی و مرشدی حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب مدظلہ العالی و دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج لاہور کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ آپ ۱۹۵۹ مورخہ بروز بدھ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں کے ایک دور افتادہ گاؤں "حاجی محمد" میں پیدا ہوئے چونکہ ۱۹۶۳ء میں آپ کے والد گرامی نے لاہور میں مذکورہ جامعہ کی تاسیس کر دی تھی اس لئے آپ کا بچپن عظیم علمی و روحانی مرکز دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ میں گذرا۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن حکیم کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اپنے ہی جامعہ میں درسی تعلیم کا آغاز کیا۔ درس نظامی کا اکثر حصہ اپنے والد محترم جامع معقول و منقول بحرالعلوم۔ قاطع شرک و بدعت فاتح شیعیت حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب مدظلہ العالی سے پڑھا۔ اس شعبہ میں آپ نے حضرت مولانا علامہ محمد شرف الدین صاحب مدرس شعبہ درس نظامی جامعہ رسولیہ شیرازیہ و خطیب مسجد شام نگر چوبرجی لاہور، حضرت مولانا علامہ مفتی احمد حسین صاحب بانی و ناظم اعلیٰ جامعہ حسینیہ صدیقیہ نارووال اور حضرت مولانا علامہ محمد انوار الاسلام صاحب مالک مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور سے بھی اکتساب علم کیا۔

۱۹۷۷ء میں دورہ حدیث شریف جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں بحرالعلوم، علامۃ الدہر جامع معقول و منقول حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی شیخ الحدیث و التفسیر شارح بخاری مدظلہ العالی فیصل آبادی سے کیا۔ ان مراحل کو طے کرنے کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی مدظلہ العالی کے زیر سایہ اپنے ہی جامعہ میں باقاعدہ طور پر آغاز تدریس کیا۔ اور تقریباً آٹھ نو برس تک موقوف علیہ تک تمام کتب نہایت جانفشانی سے پڑھاتے رہے۔ دوران تدریس ہی آپ نے فاضل عربی اور تنظیم المدارس کے امتحانات اچھے نمبروں سے پاس کئے۔ بحمد اللہ راقم الحروف ان تمام امتحانات میں حضرت قاری صاحب کے ساتھ رہا اور اپنے مرشد کامل مدظلہ العالی کی نظر عنایت کے صدقہ میں یہ تمام امتحانات اچھی پوزیشن میں پاس کئے۔

بعد ازیں راقم تو علوم عصریہ کی تحصیل میں مصروف ہو گیا اور الحمد للہ ایم۔ اے تک پہنچنے میں کامیاب ہوا، اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب میدان تجوید و قرات میں کود گئے اور ایسے کودے کہ قرات سبعہ عشرہ کی تکمیل کے بعد لوٹے، حجتہ الخلف بقیہ السلف، سید القراء، شیخ

المقرئین حضرت قاری محبوب عالم صاحب گولڑہ شریف اور سند القراء حضرت مولانا علامہ الحاج الحافظ القاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمیہ و خطیب جامع مسجد کریمیہ کریم پارک بلال گنج لاہور اس میدان میں آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

آپ کے والد گرامی سیدی و مرشدی حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا علامہ الحاج الحافظ محمد علی صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں یہ موصوف کی ہی ہمت و جرأت ہے کہ "تحفہ جعفریہ، عقائدہ جعفریہ اور فقہ جعفریہ" جیسی ضخیم کتب جن کی جلدیں مجموعی طور پر پندرہ سے متجاوز ہیں تحریر فرما کر دنیائے شیعیت کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ رد روافض اور شان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ کتب عظیم تحقیقی شاہکار ہیں اور آج تک کوئی شیعہ ذاکر، مولوی، عالم یا مجتہد ان کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ اپنے ہی نہیں بیگانے بھی داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ بطور ثبوت دوسرے مسالک کے جرائد و رسائل کے تبصرے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ زیر نظر ترجمہ اسی نامور محقق باپ کے سعادت آثار فرزند، برادرم مولانا قاری محمد طیب صاحب کا کیا ہوا ہے۔ مولانا محمد طیب صاحب نے بہت سی کتب عربیہ کے تراجم کے علاوہ مختلف فنی موضوعات پر کئی کتابیں اور رسائل بھی تحریر فرمائے ہیں۔ جن میں حق تحقیق ادا کر دیا ہے۔ قاری کو عظیم باپ کے تبحر علمی کا عکس ہونہار بیٹے کی تحریروں میں جھلکتا نظر آئے گا۔ مولانا کو اس کم عمری میں یہ مقام بلند حاصل ہو جانا، والد محترم مدظلہ العالی کی تربیت، شفقت اور محنت کا نتیجہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ قلم و قرطاس کو ترش و تلخ و بازاری الفاظ سے آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ مخالف کو جواب دیتے وقت بھی آپ کو قلم پر پورا قابو رہتا ہے۔ آپ خشک ملا نہیں بلکہ نہایت متواضع، خلیق، ملنسار، مخلص دوست اور بہترین مہمان نواز ہیں۔ جب تک آپ جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور میں مدرس رہے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ والد گرامی کے ساتھ جامعہ کے انتظامی امور میں شریک مشورہ رہے اور آج کل آپ دیار فرنگ میں علمی گوہر لٹا رہے ہیں۔ آپ نے مانچسٹر انگلینڈ میں جامعہ رسولیہ اسلامک سنٹر کے نام سے دینی ادارہ قائم کر کے دیار کفر میں شمع اسلام روشن کی ہے، جہاں ایک سو سے زائد طلباء قرآن کریم حفظ و ناظرہ، تجوید، درس نظامی اور اسلامک سٹڈیز کلاسز میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اب تک متعدد دفعہ حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

بیعت

مولانا صاحب کو شرف بیعت بھی اپنے والد محترم سے حاصل ہے جو قدوۃ السالکین حضرت مولانا خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اس نسبت سے آپ نقشبندی ہیں۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات موسم گرما میں میں اپنے مکان کی چھت پر سو رہا تھا کہ اچانک والد محترم نے طلب فرمایا، میں حاضر ہوا دیکھا کہ والد صاحب حسب معمول نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد جائے نماز پر بیٹھے ہوئے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ ہچکیاں لے رہے ہیں آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہتے جانا۔ پھر آپ نے ان الفاظ کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی "اے مالک الملک، اے مقلب القلوب، جس طرح میں نے خواب میں دیکھا ہے اسی طرح اس فرزند کو بنادے۔" اسی طرح دیگر دینی و دنیوی امور میں بلندی درجات کی دعا فرمائی اور سلسلہ ہائے عالیہ نقشبندیہ و قادریہ میں داخل فرماکر اوراد و وظائف تعلیم فرمائے۔ خواب کے بارے میں دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ پنجاب پاکستان میں اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوں اور حیران کن امر یہ ہے کہ میاں صاحب کے مزار شریف کے ساتھ غوث صمدانی، شہباز لامکانی، قطب ربانی، شیخ سید عبدالقادر جیلانی، غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبوب داور، شفیع محشر، نبی مکرم، شفیع معظم، رسول اعظم، رحمت عالم، نور مجسم فخر آدم و بنی آدم، سید العرب والعجم، صاحب الجود والکرم، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مزارات مقدسہ بھی نظر آ رہے ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ میں مزارات پر حاضر ہوں مگر باہر دروازے پر بہت سے لوگ کچھ دور ہٹ کر مشتاق زیارت کھڑے ہیں مگر کسی کو آگے آنے کی اجازت نہیں۔ پہرہ داران موجود ہیں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ برخوردار محمد طیب آگے آنا چاہتے ہیں مگر پہرہ داران آنے نہیں دیتے میں ان پہرے داروں کو ان کے آنے کے لئے عرض کرتا ہوں تو انہیں اجازت مل جاتی ہے۔ پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے، بیدار ہونے پر میں نے سمجھ لیا کہ یہ نسبت نقشبندی اور قادری کا اثر ہے، اور محمد طیب کو ان سلاسل میں داخل کرنے کا اشارہ ہے۔ راقم بھی اسی سلسلہ سے شرف نسبت رکھتا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم

اخی مولانا محمد طیب صاحب مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی خدمت کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت سی کتب عربیہ کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے فنون پر بھی قلم اٹھایا ہے۔

آپ کی کچھ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب یہ ہیں۔

۱۔ ترجمہ "الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرہ۔"

علامہ محب الدین الطبری کی عربی تصنیف لطیف ہے۔ جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل و مناقب بیان فرمائے گئے ہیں۔ مترجم نے ترجمہ کے

ساتھ ساتھ احادیث کی تخریج بھی فرمائی ہے۔

۲۔ ترجمہ "دلائل النبوۃ"۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی کی پیش نظر کتاب جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل و معجزات اور آپ کی نبوت عامہ کے دلائل کا بیان ہے۔ اس وقت آپ اسی کتاب کے ترجمہ سے لطف اندوز ہو رہے ہیں فاضل مترجم نے احادیث کی تخریج بھی کی ہے اور تشریحی نوٹ بھی تحریر کئے ہیں۔ جن سے مترجم کی قابلیت واستعداد علمی کا پتا چلتا ہے۔

۳۔ نماز حنفی:۔ فقہ حنفی کے مطابق مسائل نماز اور قرآن و حدیث سے ان کے دلائل مختصر اور محقق انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

۴۔ میلاد النبی۔ از روئے قرآن و حدیث:۔ میلاد النبی ﷺ منانے اور اس کے جواز پر قرآن حکیم، احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محدثین و فقہائے کرام کے دلائل و اقوال سے مزین تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی شاہکار۔

۵۔ شرح الشاطبیہ:۔ علم قرأت کی مشہور زمانہ کتاب "حرز الامانی" المعروف "الشاطبیہ" کی عام فہم اردو شرح ہے۔ علم قرأت سبعہ میں ایک گراں قدر کارنامہ اور مدرسین و طلبہ اور علماء کرام کے لئے بیش قیمت تحفہ ہے۔

۶۔ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ:۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مولانا موصوف نے دعا بعد از جنازہ کے دلائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ قلم بند فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث سے استدلال و استشہاد کے ساتھ ساتھ مانعین دعا بعد از جنازہ کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں۔ اعتراضات کے الزامی و تحقیقی جوابات بھی خوب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منصف مزاج قاری کو اس کے مطالعہ کے بعد اس موضوع پر کسی اور کتاب کی طلب باقی نہیں رہتی۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

۷۔ نبی رحمت اور عقائد اہل سنت:۔ اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے علم، اختیار اور نورانیت وغیرہ امور پر مختصر اور مدلل انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے

۸۔ ختم نبوت اور مرزائیت:۔ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کو آیات و احادیث، اقوال صحابہ و آئمہ دین اور دلائل عقلیہ کی روشنی میں ذکر کرنے کے بعد مرزائیت کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

۹۔ سیرت خلفاء راشدین:۔ خلفاء راشدین سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے مکمل حالات زندگی، ان کے حق میں وارد آیات واحادیث، ان کے کارہائے نمایاں اور ان پر رافضیوں اور خارجیوں کے اعتراضات مفصل لکھے گئے ہیں۔ اپنے موضوع پر معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔

۱۰۔ فضائل صحابہ اور مسئلہ امامت:۔ اس کتاب میں شیعہ کتب کی روشنی میں شیعوں کو دعوت حق دی گئی

ہے۔

مولانا محمد طیب صاحب کو وہاب ازلی نے علمی سرمایہ کے ساتھ ساتھ حسن لہب و لہجہ اور دولت لحن و آہنگ بھی وافر مقدار میں عطا فرمائی ہے۔ آپ تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر بھی کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں انداز نہایت ہی دلنشین اور شستہ ہے۔ دوران تقریر قرآن خوانی میں تو آپ کو کمال حاصل ہے۔ مجمع پر چھا جانے اور سامعین پر کیف و وجد طاری کر دینے کا فن آپ کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔

راقم کے خیال میں یہ فن تقریر اور یہ انداز تحریر، اور دیگر علمی و عملی خوبیاں، سب کچھ آپ کے والد اور ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا علامہ مناظر اہل سنت الحافظ الحاج محمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت و شفقت کا اثر ہے۔

خداوند ذوالجلال والاکرام برادرم محمد طیب صاحب کو مزید عملی، دینی اور دنیوی ترقیاں نصیب فرمائے۔ آمین

بحرمتہ طٰہٰ و یٰسین۔ وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

راقم الحروف
حافظ محمد صابر علی صابر رضوی ایم۔اے
خطیب مکہ مسجد بولٹن، انگلینڈ۔ یوکے

کچھ پیش نظر کتاب کے بارہ میں

سبب تالیف کتاب

محدث ابو نعیمؒ سے ان کے بعض طلاب نے تقاضا کیا کہ آپ ہمیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و کمالات مختلف اوقات میں سناتے رہتے ہیں۔ اگر آپ انہیں ایک کتابی شکل میں یکجا تحریر فرمادیں۔ تو یہ ایک عظیم دینی خدمت ہوگی کتاب کے مقدمہ میں آپ خود فرماتے ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ : فَقَدْ سَئَلْتُمْ عَمَّرَ اللّٰهُ بِالْبَصَائِرِ الْجَمِيلَةِ طَوِيَّاتِكُمْ وَنَوَّرَ فِى الْيَقِينِ الخ

اما بعد، تم نے مجھ سے تقاضا کیا اللہ تمہاری طبائع کو دینی بصائر سے آباد کرے اور تمہارے قلوب و نیات کو اپنی رضاجوئی کے نور سے منور فرمائے، کہ میں شان نبوت دلائل و معجزات اور سید عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کی بکھری ہوئی روایات و احادیث کو روشن تر ترتیب اور مفید تر اسلوب میں یکجا جمع کر دوں جس سے سعید روحیں فائدہ اٹھائیں اور منکرین رسوا ہوں۔ تو میں اللہ سے اعانت اور توفیق تکمیل چاہتے ہوئے قلم اٹھا رہا ہوں اسی کی سب طاقتیں ہیں اور وہی سب پر غالب ہے۔

انداز تحریر

امام ابو نعیم سیوطی یا ہندی کی طرح احادیث کے ناقل یا جامع نہیں کہ مختلف کتب احادیث سے معجزات کے بیان پر مشتمل احادیث چن کر آپ نے کتاب بنالی ہو۔ بلکہ آپ ایک عظیم محدث ہیں آپ ایک حدیث کو پیش کرنے سے پہلے اسکی صحابی یا تابعی تک اپنی سند پہنچاتے ہیں کہ میں نے فلاں سے سنا اس نے فلاں سے سنا اور ...... اور ...... اور اس نے فلاں صحابی سے سنا کہ ہم نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے یا کر رہے تھے۔

آپ کا سلسلہ سند روایت چلتا چلتا راہ میں اکثر مقامات پر دیگر محدثین کے ساتھ مل جاتا ہے بیش تر اسانید میں آپ امام بخاری کے اساتذہ سے جا ملتے ہیں۔ اس عاجز نے حاشیہ میں جا بجا ضروری مقامات پر احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔ جسے پڑھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دلائل النبوۃ میں صحیح بخاری کی احادیث کا ایک معتدبہ ذخیرہ موجود ہے۔

تاہم دلائل النبوۃ کی احادیث کا تقریباً ۴/۱ حصہ وہ بھی ہے جو صرف اسی کتاب میں پایا جا سکتا

ہے۔ وہ احادیث کسی دوسرے محدث نے روایت نہیں کی ہیں۔ اس سے اس کتاب کی افادیت اور مصادر علم سیرت میں اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یہی وہ خوبی ہے جس کی طرف پچھلے صفحات میں برادر مکرم علامہ محمد صابر علی نے اشارہ کیا ہے کہ فن سیرت نگاری کا یہ المیہ رہا ہے کہ سیرت نگاروں نے اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و معجزات کو بہتر سے بہتر اور دل نشیں انداز میں پیش کیا اور ان کی نیات سراپا خلوص تھیں۔ تاہم انہوں نے صرف احادیث کی عبارت ہی اور وہ بھی اپنے الفاظ میں لکھنے پر اکتفا کیا یا انہوں نے یہ کوشش نہ کی کہ احادیث کی اسناد بھی پیش کریں جو کہ محدثین کا طریقہ کار تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیرت نبوی ایسے واقعات کا مجموعہ بن گئی جس کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ واقعات ہم تک کیسے پہنچے ہیں کس نے روایت کئے ہیں۔ آیا وہ معتبر راوی تھے یا ناقابل اعتبار۔ اور یوں ضعیف غیر معتبر بلکہ موضوع واقعات بھی آئے جو سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف و شفاف پانی کو داغدار کرنے لگے۔

محدث ابو نعیم اور ان کے ہم طرز چند دیگر محدثین کا امت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ معجزات و دلائل نبوت پر ناقلانہ نہیں محدثانہ قلم اٹھایا ہے اور احادیث کو مع اسناد پیش کیا ہے تاکہ جہاں امت کو معجزات رسول یکجا لکھے ہوئے مل جائیں وہاں یہ بھی معلوم ہو سکے کہ ان کا راوی کون ہے آیا وہ قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

دلائل النبوۃ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ محدث ابو نعیم کسی موضوع مثلاً جانوروں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اور آپ کا جانوروں کی گفتگو کو سمجھ لینا وغیرہ، پر اولاً متعدد احادیث پیش کرتے ہیں ثانیاً ثابت کرتے ہیں کہ ان احادیث سے آپ کی شان اعجاز کیسے ظاہر ہوتی ہے اور یہ امر کیوں کر معجزہ ہے اس طرز تحریر کا نمایاں فائدہ یہ ہے کہ قاری کے ذہن پر احادیث کا اپنے موضوع پر انطباق واضح ہو جاتا ہے کہ ہاں واقعی ان احادیث سے ایسا امر ثابت ہو رہا ہے جو بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔ یہ طرز تحریر دیگر محدثین کے ہاں نادر الوقوع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں مضمون حدیث کا قرآن کریم سے بظاہر تعارض نظر آ رہا ہو یا کوئی دوسرا شبہہ وارد ہو رہا ہو تو وہاں آپ علمی رنگ میں اس کا ازالہ بھی کرتے ہیں تاکہ قاری کا ذہن شبہات سے پاک رہے۔ تاہم بعض مقامات ایسے تھے جہاں شبہات وارد ہوتے تھے مگر بوجوہ انہیں زیر بحث نہ لایا گیا تھا وہاں اس عاجز مترجم نے حاشیہ میں ان کا ازالہ کر دیا ہے۔

مضامین کی ترتیب

مضامین کی ترتیب کے لئے دو اسلوب اختیار کئے گئے ہیں۔

۱۔ مضامین کے اعتبار سے، مثلاً آپ ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔ "وہ واقعات جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے کھانے سے ایک بڑی جماعت کو سیر شکم کروا دیا۔" یا "تھوڑے سے پانی سے ایک لشکر کو سیراب کر دیا۔" اسی طرح آپ عنوان قائم کرتے جاتے ہیں اور اس عنوان کے متعلقہ احادیث وارد کرتے جاتے ہیں۔ ایسے کثیر التعداد عنوان سے کتاب بھری پڑی ہے۔ اس اسلوب کا یہ فائدہ ہے کہ قاری کو وہ تمام معجزات اکٹھے مل جاتے ہیں جو ایک موضوع سے متعلق ہوں۔ یہ اسلوب خصوصاً مبلغین اور علماء کے لئے پر کشش ہے۔

۲۔ مواقع و موارد کے اعتبار سے۔ مثلاً آپ عنوان قائم کرتے ہیں۔ "وہ معجزات جو سفر ہجرت میں ظاہر ہوئے۔" یا "وہ معجزات جو واقعہ بدر میں ظہور پذیر ہوئے۔" ایسے عنوانات کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ اس اسلوب کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جب کسی معجزہ کو ان واقعات و احوال کے تناظر میں دیکھا جائے جن میں وہ وقوع پذیر ہوا تھا تو اس کے مضمرات قاری پر کھل کر سامنے آ جاتے ہیں اور اس کی اہمیت قاری کے ذہن میں کہیں بڑھ جاتی ہے۔

اور حیران کن امر یہ ہے کہ مذکورہ دونوں اسالیب کو ایک ساتھ نبھانے کے باوجود کتاب میں احادیث اور واقعات کا تکرار پیدا نہیں ہوا ہر واقعہ اپنی جگہ منفرد ہے اس سے آپ کے وسعت مطالعہ اور تبحر علمی کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔

کیا موجودہ دلائل النبوۃ مکمل کتاب ہے یا اصل کا خلاصہ ہے؟

کتاب کا سرورق دیکھ کر تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکمل دلائل النبوۃ نامی کتاب ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آج وہ مکمل دلائل النبوۃ جو محدث ابو نعیمؒ نے تین حصوں میں لکھی تھی کہیں موجود نہیں موجودہ نسخہ اصل کتاب کا منتخب خلاصہ ہے جس میں اصل کتاب کے ہر باب کی چیدہ احادیث لے کر باقی کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اسے دلائل النبوۃ نہیں "منتخب دلائل النبوۃ" کہنا چاہئے یہ اصل کے مقابلہ میں ۱/۳ ہے۔ البتہ حلب سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہونے والے نسخہ کے دیباچہ میں بتلایا گیا ہے کہ قاہرہ (مصر) کے دارالکتب المصریہ میں اصل دلائل النبوۃ کا پہلا حصہ موجود ہے جو فصل نمبر ۱۳ تک ہے۔ اس قلمی نسخے کا سن کتابت ۷۳۱ھ جبکہ دوسرے دونوں حصے وہاں بھی موجود نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر علماء مثلاً امام سیوطی خصائص کبریٰ میں اور علامہ قسطلانی فتح الباری میں دلائل النبوۃ لابی نعیم کے حوالے سے متعدد احادیث پیش کرتے ہیں مگر وہ موجودہ دلائل النبوۃ میں غیر موجود ہیں۔

یہ خلاصہ کس نے تیار کیا؟ اس بارہ میں کسی کو کچھ معلوم نہیں بعض کا خیال ہے کہ خود ابو نعیمؒ نے پہلے مفصل دلائل النبوۃ لکھی تھی اور ایک ایک حدیث کو متعدد طرق سے لکھا مگر بعد ازاں سہولت کے لئے اسے مختصر کر دیا اور حدیث کے متعدد طرق میں سے زیادہ واضح اور صحیح تر طریق کو لے کر باقی کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ دیگر کئی مصنفین نے بھی اپنی کتابوں کو مختصر کیا ہے جیسے علامہ تفتازانی نے علم بیان و معانی پر اپنی کتاب المطول کو مختصر کر کے مختصر المعانی کے نام سے لکھا اور علامہ ابن حزم نے الایصال کو المحلی کے نام سے مختصر کر دیا مگر وجدان سلیم کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جن مصنفین نے اپنی کتب کا خلاصہ خود لکھا تھا ان کی اصل کتاب اور خلاصہ دونوں معروف ہوئے ہیں۔ مگر یہاں اصل دلائل النبوۃ کا وجود ہی مفقود ہو گیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی اور شخص نے کتاب کو آسان کرنے کی غرض سے اس میں سے منتخب احادیث کو لے کر باقی کو اڑا دیا ہے تاکہ تکرار طرق سے قاری کبیدہ خاطر نہ ہو اور کتاب کی افادیت بڑھ جائے۔ اگرچہ اس شخص کا نام معلوم نہیں ہو سکا تاہم یہ پتا چلتا ہے کہ یہ خلاصہ ۶۰۳ھ سے پہلے یعنی محدث ابو نعیم کی وفات سے ۱۷۳ سال بعد یا اس سے کم و بیش عرصہ میں وجود پذیر ہو گیا تھا۔ کیونکہ پٹنہ (ہندوستان) میں خان بہادر خدا بخش کی لائبریری میں جو قلمی نسخہ موجود ہے جس کا لائبریری نمبر ۲۲۴۶ ہے اس پر سن کتاب ۶۰۳ھ لکھا ہوا ہے۔ اس میں اور آج کی موجودہ دلائل النبوۃ کتاب میں کچھ فرق نہیں۔

کتاب کی سابقہ طباعتیں

بہر حال ۱۳۲۰ھ میں دائرۃ المعارف (حیدر آباد دکن ہند) نے پہلی مرتبہ پٹنہ کے مذکورہ نسخہ سے نقل لے کر یہ کتاب شائع کی پھر ۱۳۶۹ھ میں اسی ادارہ نے دوبارہ اسے طبع کروایا۔ بعد ازاں حلب کے المکتبۃ العربیہ نے ۱۳۹۰ھ میں اسے آفسٹ پیپر پر ٹائپ رائٹنگ سے جلی حروف کے ساتھ لکھوایا۔ اور شروع میں کویت کے شیخ الفقہ علامہ محمد قلعجی کی بیش قیمت تقدیم کا اضافہ بھی کیا۔

چونکہ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی اہم کتاب تھی اور اردو داں طبقہ اس سے استفادہ نہ کر سکتا تھا، بنابریں اس عاجز مترجم کو خیال ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے چنانچہ مجھے حادثاتی طور پر ۱۹۸۷ء کے اواخر میں عازم انگلینڈ ہونا پڑا وہاں آٹھ ماہ قیام رہا۔ تو وہاں کی فرصت و فراغت وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور تقریباً پانچ ماہ میں یہ ترجمہ تکمیل آشنا ہوا۔ فالحمدللہ۔

اردو ترجمہ کی اشاعت

ترجمہ کی تکمیل کے بعد اس کی اشاعت کی فکر دامن گیر ہوئی تو مکتبہ ضیاء القرآن کے نیجر صاحبزادہ سید حفیظ البرکات شاہ صاحب سے بات ہوئی آپ ایک جاندار دینی اشاعتی ادارہ سے متعلق ہونے کے ناطے اسلامی لٹریچر اور مسلمانوں کے دینی ورثے کی اشاعت کے لئے ہمہ وقت مصروف کار رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اس ترجمہ کی اشاعت ہمارے لئے باعث ثواب و افتخار ہو گی" چنانچہ ان کی کاوش سے یہ ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اردو ترجمہ کی چند خصوصیات

۱۔ ترجمہ لفظی کم اور بامحاورہ زیادہ ہے۔ احقر راقم الحروف نے کوشش کی ہے کہ حدیث کا مفہوم اپنے الفاظ میں قاری تک پہنچاؤں۔ مگر ایسی آزادی کے ساتھ نہیں کہ اصل مفہوم تھوڑا رہ جائے اور اپنی طرف سے ڈالا جانے والا مفہوم زیادہ ہو جائے۔ اور اس کے بھی کچھ اسباب ہیں سب سے اہم یہ ہے کہ امام ابو نعیم نے اس کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کی سیرت کو بعض سیرت نگاروں کی طرح اپنے الفاظ میں نہیں لکھا۔ بلکہ صرف احادیث کو یکجا کر دیا ہے اس لئے اگر ترجمہ میں محض اردو ادب کی چاشنی بھرنے کی خاطر اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ الفاظ داخل کئے جاتے تو یقیناً جابجا بیان حدیث میں خیانت لازم آتی۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مترجم اور دیگر مترجمین میں یہی بڑا فرق ہے کہ قرآن و حدیث کے مترجم کو دیگر اہل تراجم جیسی آزادی نہیں ہوتی آجکل لوگوں نے اسے جتنا آسان سمجھ رکھا ہے یہ اتنا ہی مشکل ہے۔

۲۔ احادیث کی اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک عام قاری کو ان میں دلچسپی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کیلئے ایک بوجھ ثابت ہو سکتی ہے۔ جسے اسناد مطلوب ہوں وہ اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

۳۔ جابجا عنوانات اور سرخیاں بڑھائی گئی ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے کی دلچسپی بڑھے، اور محدثین کا بھی معمول رہا ہے کہ وہ احادیث کو مختلف عنوانات کے تحت لاتے ہیں۔

۴۔ جہاں بھی کوئی تشنہ و تشریح مقام تھا ذیل میں اس پر مختصر حاشیہ لکھا گیا ہے اور ہر ایک فصل کے حاشئے ترتیب وار نمبروں سے لائے گئے ہیں۔ اور جب نئی فصل شروع ہوتی ہے تو نمبر بھی نئے سرے سے شروع ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے آئندہ اشاعت میں اس کے اندر تبدیلی کرنا پڑے اور مزید حواشی بڑھائے جائیں۔

۵۔ جہاں امام ابو نعیم کسی مخصوص غزوہ کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات بیان کرتے ہیں۔ وہاں

حاشیہ میں اس غزوہ کا اجمالی خاکہ پیش کر دیا گیا ہے تاکہ قاری معجزات نبویہ کو ان احوال کے آئینے میں دیکھ سکے جن میں ان معجزات کا ظہور ہوا تھا۔ اس طرح قاری کے ذہن میں ان معجزات کی اہمیت و معنویت دوچند ہو جاتی ہے۔

۶۔ جابجا مناسب مواقع پر احادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ یہ چیز بھی یقیناً قارئین کی دلچسپی میں اضافہ کا باعث بنے گی۔

آخر میں راقم الحروف اہل علم سے درخواست کرے گا کہ اگر کسی جگہ میں نے ترجمہ کرنے میں غلطی کا ارتکاب کیا ہو تو وہ اپنا دینی فرض سمجھتے ہوئے مجھے اس پر ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ اشاعت میں ایسی اغلاط دور کر دی جائیں۔ میں دین کا ایک ادنیٰ ترین طالب علم ہونے کی حیثیت سے ان کا بے حد ممنون ہونگا۔ اور قارئین کرام سے یہ گذارش بھی ہے کہ کتاب سے استفادہ کریں تو مصنف رحمہ اللہ اور احقر مترجم غفرلہ کے حق میں اور کتاب کی اشاعت میں جملہ معاونین کے حق میں دعا خیر کرنا نہ بھولیں۔

وماتوفیقی الا باللہ۔ علیہ توکلت والیہ انیب

احقر مترجم: محمد طیب غفرلہ
نائب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور۔

حال مقیم سنہری جامع مسجد
راچڈیل انگلینڈ
فون: 0706-48681

GOLDEN MOSQUE
LOWER SHERIFF ST
ROCHDALE ENGLAND
OL12 6TG

مقدمہ

مصنف کے قلم سے

سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں۔ کون اللہ! جو بے پایاں اور عظیم نعمتیں دریا کی طرح بہائے ہوئے ہے، واضح تر دلائل سے اپنی خدائی منوائے ہوئے ہے، زمین و آسمان کی شاہی بنائے ہوئے ہے، رنگارنگ صناعتوں کا کارخانہ قدرت لگائے ہوئے ہے اور مخلوق کو رزق بہم پہنچانے کے لئے گوناگوں نباتات و ثمرات اگائے ہوئے ہے۔

اس کی آیات ان لوگوں پر ظاہر ہیں جنہیں عقل سلیم اور نظر عمیق حاصل ہے۔ جو صنعت ہائے قدرت میں پائی جانے والی طبعی اور حسین ترتیب و تدریج کو سمجھ سکتے اور اجرام و اجسام میں پے بہ پے دیکھی جانے والی تبدیلیوں کے مربوط قدرتی نظام کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

کون اللہ! جو مدبر کائنات ہے۔ عالم حکیم اور قادر رحیم ہے جس کی قدرت باہرہ کے دلائل باطل خداؤں کی جھوٹی عظمت کے قلعے مسمار کر رہے ہیں اور منکرین کی ناحق سرکشی کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

کون اللہ! جس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور انہیں معجزات اور آیات بنیات سے نوازا چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۔ (سورہ حدید آیت ۲۵)

ترجمہ:۔ اور تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور پیمانہ حق نازل کیا۔ تاکہ لوگوں میں عدل قائم ہو۔

اور اسی کا یہ ارشاد بھی ہے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔

ترجمہ:۔ وہ رسل جو بشارت سنانے والے اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے ہیں۔ تاکہ رسولوں کے آجانے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی دلیل باقی نہ رہے (کہ ہمیں بتلایا نہ گیا تھا)

تو خدا نے رسول بھیج کر حجت تمام کر دی اور راہ حق واضح کر دیا تاکہ انہیں ماننے والوں کی

سعادت بھی ایک دلیل سے ہو اور نہ ماننے والوں کی ہلاکت بھی ایک دلیل سے۔
اور اللہ درود بھیجتا ہے خیر مبعوث خاتم النبیین سید الاوّلین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جن پر رسالت ختم ہو گئی۔ اللہ نے شرافت و نجابت کا حصول ان کی تصدیق پر موقوف فرما دیا ہے ان کا نام ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے اور اپنے ذکر کے لئے ان کا ذکر بلند کیا ہے۔
امابعد! اے عزیز تلامذہ! اللہ دینی بصائر سے تمہارے قلوب کی دنیا آباد کرے۔ اور تمہاری طبائع و نیات کو اپنی رضاجوئی کے نور سے منور کرے۔ تم نے مجھ سے تقاضا کیا کہ شان نبوت دلائل و معجزات اور خصائص محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق روایات و احادیث کو روشن تر اور دل نشین انداز میں ایک جگہ جمع کر دوں۔ جس سے سعادت مندوں کی دلی مراد پوری ہو اور منکرین غیظ میں جل جائیں۔ تو اللہ ہی سے مدد اور توفیق تکمیل چاہتے ہوئے قلم اٹھا رہا ہوں۔ اسی کی سب قوت ہے اور وہی غالب ہے
یاد رکھو!۔ اللہ تمہیں توفیق دے۔ کہ خلاق علیم نے اپنی مخلوق مختلف صورتوں متنوع جواہر اور گوناگوں طبائع و مزاج پر پیدا فرمائی ہے۔ ان کے طبائع اور بدنی قویٰ بھی باہم متفاضل ہیں اور سیرت و کردار کے پیمانے بھی مختلف ہیں۔ کوئی معتدل مزاج والا ہے جسے طب و جراحت سے چنداں سروکار نہیں تو کوئی دائم المرض ہے۔ کوئی قناعت پسند ہے جسے حقیر مال بھی کفایت کرتا ہے تو کوئی ایسا ساقط و رزیل ہے جسے دولت کے انبار بھی ناکافی ہیں۔
یہی حال ارواح کا ہے۔ کچھ پاکیزہ روشن دماغ ارواح ہیں جو علم و حکمت کی دل دادہ اور حصول سعادت کے درپے رہتی ہیں۔ اور کچھ گندی اور کند خیال ارواح ہیں جنہیں معارف و بصائر سے کچھ سروکار نہیں۔ اور آیات و عبر سے کچھ لگاؤ نہیں وہ ناعاقبت اندیشی کے قعر مذلت میں گرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ جب کہ ان کے درمیان بعض متوسط ارواح بھی ہیں جو جہالت و نجاست کے درجہ سے تو فائق ہیں مگر نجابت و ذکاوت کا مقام بھی انہیں حاصل نہیں۔
تو اجسام و رواح کے اسی اختلاف کی بناء پر ان کے اقوال و نظریات میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ پاکیزہ روحیں ہمیشہ ارباب روحانیت کی طرف جو سکان عالم بالا ہیں، مائل رہتی ہیں نجس روحیں ہمیشہ بہائم کی طرح نجاست و ظلمت کی طرف راغب دکھائی دیتی ہیں۔
چنانچہ جب انسانوں کے قویٰ اور مزاج متنوع اور مختلف ہیں تو جو شخص جسم و روح کے اعتبار سے مربوط ترتیب اور پاکیزہ ترکیب پر پیدا کیا گیا ہے وہی خدا شناسی اور خود شناسی کی راہ اپناتا ہے۔ وہی نبوت کے دو انوار، بشارت و نذارت کا حامل ہوتا ہے اور مکرم فرشتے اس پر وحی لاتے ہیں اور اس پر خدائی انعامات و اکرامات کی بارش ہوتی ہے (یعنی مقام نبوت پاتا ہے)
پھر اس کی اطاعت کرنے والی صالح ارواح سعادت پاتی ہیں اور اس کی مخالفت کر کے اندھے

منکرین محروم سعادت بنائے جاتے ہیں۔ تو یہی وہ اولیاء وانبیاء ہیں جنہیں دنیا کی قیادت وہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

نبوت کیا ہے

نبوت اللہ تعالیٰ اور ذی عقل مخلوق کے درمیان سفارت کا نام ہے۔ اسی لئے اس کو پیغام بری اور بعثت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں نبوت کا مطلب یہ ہے کہ ارباب عقل میں سے بعض سعادت مندوں کی عقلوں پر پڑے ہوئے حجابات اٹھا دیئے جائیں اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے بارے میں ان کی عقول پر انکشافات ہونے لگیں اسی لئے نبوت کو ہمیشہ حجت وہدایت کا نام بھی دیا جاتا رہا ہے کیونکہ جب ان انبیاء کے ہاں عقلی حجابات نہیں رہتے تو ان پر راہ ہدایت متعین ہو جاتی ہے۔

نبی کا لغوی معنی

لفظ نبی نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر اور نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی علم حاصل کر کے اہل جہان کو خبر عطا کرنے والا ہوتا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں لفظ نبی نبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جائے بلند اور نبی واقعتاً رفعت کی اعلیٰ تر قسم سے سرفراز ہوتا ہے اور اسے اللہ اور مخلوق کے مابین سفیر بنایا جاتا ہے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے نبوت اور رسالت کے مفہوم میں کچھ فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ رسول بروزن فعول کا معنی ہے مرسل یعنی بھیجا ہوا (کیونکہ فعول بمعنیٰ مفعول اکثر استعمال ہوتا ہے) اور بھیجے جانے سے مراد یہی ہے کہ اسے بذریعہ وحی علم دے کر باخبر بنایا جائے اور یہی نبی کا معنی ہے۔

وحی کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لفظ وحی وحیٰ سے نکلا ہے جس کا معنی عجلت ہے چونکہ رسول اللہ کی طرف سے ملنے والے پیغام کو سمجھنے اور اسے لوگوں تک پہنچانے میں سرعت سے کام لیتا ہے اس لئے اس کے پیغام کو وحی کہا گیا۔

اصطلاحی مفہوم محتاج وضاحت نہیں، اور اس کے اعتبار سے وحی کی چند صورتیں اور اقسام ہیں۔

۱۔ فرشتہ نبی کے پاس آئے اور بول کر اسے پیغام سنائے جسے وہ سن لے

۲۔ نبی کے دل میں خدا اپنا پیغام القا کر دے۔ اللہ فرماتا ہے۔

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (سورہ شوریٰ، آیت ۵۱)

ترجمہ۔ کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے۔ مگر یہ کہ اس پر وحی کی جائے۔ یا پردے کے پیچھے سے بات کی جائے یا اللہ اس کی طرف اپنا فرستادہ بھیجے تو وہ اللہ کے اذن اور منشاء سے اسے وحی دے۔

مطلب یہ کہ نبی کو یا تو بذریعہ فرشتہ خطاب کیا جاتا ہے جس کا مفہوم اس کے دل میں اتار دیا جاتا ہے اور وہ اسے دل میں حفظ اور ضبط کر لیتا ہے۔ اور یا خطاب اور کلام کے بغیر ہی براہ راست اس کے دل پر الہام و اطلاع وارد ہوتی ہے چنانچہ آیات قرآنیہ "اور ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی" سورہ نحل آیت ۶۸ یا "ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو وحی کی" سے وحی کا یہی دوسرا معنی مراد ہے۔

نبوت کی شرائط

جیسا کہ ابھی پیچھے گزرا ہے کہ نبوت بمعنی سفارت بھی ہے اور نبوت کا یہ معنی بھی ہے کہ بعض اہل عقل کے عقلی حجابات اٹھا دیئے جائیں اور انہیں غیبی ادراکات ہونے لگیں۔ تو یاد رہے خدا تعالیٰ کے سفیر کے لئے ضروری ہے کہ خدا اسے چار خصوصیات (خصوصی انعامات) سے نوازے تاکہ وہ سفارت کا حق ادا کر سکے۔ اسی طرح عقلی حجابات بھی اس وقت تک نہیں اٹھ سکتے جب تک چار آفات و امراض سے سلامتی حاصل نہ ہو اور ان دونوں امور کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یعنی مذکورہ چار خصوصی انعامات کا حامل سفیر یقیناً مذکورہ چار آفات سے محفوظ بھی ہو گا مگر آفات سے سلامتی ان خصوصی عطاؤں کے حصول کی ضامن نہیں۔

وہ چار خصوصی انعامات یہ ہیں۔ بدنی انعام۔ تشریفی انعام۔ علمی انعام اور تہدیدی انعام۔ اور چار آفات یہ ہیں، ذات خدا کا کفر، اللہ کے متعلق جھوٹ بولنا (کہ اس نے مجھے یہ الہام کیا ہے یا مجھے رسول بنایا ہے حالانکہ ایسا نہ ہو)، احکام خداوندی کو بجا نہ لانا اور الٰہی اوامر سے ناواقف ہونا۔

بدنی عطا کا معنی یہ ہے کہ آداب شہنشاہی میں اس امر کو ہمیشہ سے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے کہ شہنشاہ اپنی طرف سے سفارت کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کو سونپا کرتے ہیں جو مضبوط اعصاب کا مالک اور عالی ہمت ہو۔ اس کی سابقہ کارگزاری اس کے اعلیٰ کردار کی ضامن ہو اور عقل گواہی دے رہی ہو کہ یہ شخص اس ذمہ داری کو بخوبی سرانجام دے سکتا ہے۔

تو خداوند تعالیٰ جو حکیم ازلی ہے، اس امر کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اپنی رسالت کے لئے ایسے ہی شخص کو منتخب فرمائے جو اپنی ساری قوم سے برگزیدہ ہو اور تمام محامد کا جامع ہو اسی لئے آج تک ایسا کوئی نبی نہیں آیا جس کے بدن میں نمایاں خامی ہو عقل میں نقص ہو، نسب میں خرابی ہو یا اخلاق میں کمزوری ہو۔ اور یہ آیت مبارکہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۔ (انعام آیت ۱۲۴)

ترجمہ۔ اللہ جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔

تشریفی عطا کا معنی یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجتے ہیں تو روانہ کرتے وقت اسے خصوصی عزت و تکریم سے نوازا کرتے ہیں تاکہ اس میں مضبوط قوت ارادی پیدا ہو اور وہ پہلے کی نسبت آنے والے حالات کا بخوبی مقابلہ کر سکے۔

اسی طرح خدائے رؤف و رحیم بھی جب اپنے نبی کو اپنا نمائندہ بناتا ہے تو اسے ایک مضبوط دل، بلند ہمت، اخلاق حمیدہ اور مضبوط قوت فیصلہ بھی عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کو تاج نبوت پہناتے ہوئے ان کی زبان پر پڑے ہوئے نقص کو دور کر دیا گیا اور ہارون علیہ السلام کو ان کا معاون اور شریک کار مقرر کیا گیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔

فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ (سورہ قصص آیت ۳۴)

ترجمہ۔ تو اے اللہ اسے میرے ساتھ میری مدد کو بھیج تاکہ وہ میری تصدیق کرے، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو یوں قبول فرمایا

قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی

اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ کی تمنا پوری کر دی گئی ہے۔

علمی عطا کا معنی یہ ہے کہ ملوک جب کسی کے متعلق یہ خیال کر لیتے ہیں کہ وہ ان کا نمائندہ بن سکتا ہے تو پھر وہ اسے سفارت سے متعلق تمام آداب و ہدایات سے بخوبی آگاہ کر دیتے ہیں۔ اور خصوصی علوم و معارف سے نوازتے ہیں۔

یونہی حق تعالیٰ جب کسی کے گلے میں سفارت نبوت کا ہار پہناتا ہے تو اسے علم و حکمت کے خزانے بھی عطا فرماتا ہے۔ یہی اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ علوم اسے بتانے سے ہی آ سکتے ہیں اور مخلوق کے عمومی مصالح خدا کے آگاہ کرنے سے ہی اسے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے ارشاد ربانی ہے۔

وَکَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ (سورہ فرقان آیت ۳۲)

اور یہ امر اسی طرح ہے تاکہ ہم اس سے آپ کا دل مضبوط کریں۔

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (اسرا آیت ۷۴)

اور اگر ہم آپ کا دل مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ مائل ہو جاتے
اور تہدیدی عطایہ ہے کہ ہر فرمانروائے مملکت چاہتا ہے کہ اس کا سفیر دیگر رعایا سے بڑھ کر اس کا مطیع ہو۔ چنانچہ اگر وہ اس کی طبیعت میں کوئی جھول دیکھتا ہے تو اسے معمولی خطا پر بھی سخت تر تہدید کرتا ہے تاکہ وہ خوگر اطاعت ہو جائے اور اس کا عہدہ دائمی بن جائے۔ فرمانروا کو خبر ہوتی ہے کہ اگر اس کا سفیر ایک معمولی سے امر میں اس کی مخالفت سے ڈرے گا تو کسی بڑے امر میں اس کی مخالفت کیسے کر سکے گا۔

تو اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر مہربان ہے اور اپنے دوستوں کی تائید و نصرت فرماتا ہے، اپنے نبی کو بھی اس امر سے محروم نہیں رکھتا کہ اسے نبوت جیسی عظیم تر ذمہ داری کے تحمل کے لائق نہ بنائے اور انبیاء کو مناسب تہدید و تنبیہ (جو حقیقتاً محبت پر مبنی ہوتی ہے) سے نہ نوازے۔ چنانچہ درج ذیل آیات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں

حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ

ترجمہ۔ تو تم مجھ سے وہ سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلین میں سے نہ بنو۔

داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا۔

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ۔ (ص آیت ۲۲)

ترجمہ:۔ آپ ہمارے ساتھ انصاف سے فیصلہ فرمایئے اور بے انصافی نہ کیجئے۔

وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۔ (ص آیت ۳۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک مردہ جسم ڈال دیا پھر وہ رجوع لائے۔

اور نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔ سورہ ہود آیت ۱۱۲۔ جیسے آپ کو حکم ہوا ہے سیدھی راہ پر چلیں

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورہ انفال آیت ۶۸)

ترجمہ۔ اور اگر اللہ کی طرف سے تحریر لکھی نہ جا چکی ہوتی تو جو کچھ تم نے مال قبول کیا ہے اس کے عوض تمہیں دردناک عذاب آ لیتا۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ الخ (سورہ انعام آیت ۳۵)

اور اگر آپ پر کفار کا منہ پھیر لینا شاق گزرتا ہے تو پھر الخ

ان مذکورہ آیات میں انبیاء کرام کو معمولی سی باتوں پر سخت تر تہدید کی گئی ہے۔ اور یہ ان کے لئے خصوصی عطا ہے۔

تو یہ چار خصوصی عطائیں کوئی انسان ذاتی جدوجہد سے حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ خدائی انعامات ہیں۔ اللہ صاحب خلق و امر جب چاہتا ہے اپنے خاص بندوں کو خاص اوقات میں ان سے متشرف فرماتا ہے۔ انسانوں کے ناقص عقول اور محدود قوی اس عطاء خسروانہ کی کنہ بھی نہیں پا سکتے چہ جائیکہ انہیں حاصل کر سکیں۔ یہ آیات یہی مضمون بیان کرتی ہیں

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورہ آل عمران ۱۶۹)

ترجمہ۔ اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا نہیں لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس امر کے لئے چن لیتا ہے۔

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

ترجمہ (انبیاء نے کہا) ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے یہ اکرام فرماتا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمہ۔ غیب داں خدا اپنے غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول پر وہ چاہے

۱ یاد رہے معجزات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ عدد سے نا آشنا ہیں اور اعانت سند سے بے نیاز ہیں۔ آپ کے معجزات میں سے عظیم تر معجزہ جس کا آج تک معارضہ و انکار نہیں ہو سکا قرآن کریم ہے۔ ملحدین اور فلاسفہ نے اگرچہ اپنی بساط کے مطابق اس بارہ میں طعنہ زنی کی کوشش کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے مسلمان بیٹوں اور مسلم علماء کو توفیق دی تو انہوں نے طبیعیات میں تحقیق کر کے ملحدین کی آراء کا بطلان پیش کیا۔ اور بعثت مرسلین کا امکان مضبوط عقلی دلائل سے ثابت کر دکھایا۔
مگر ہم اس موضوع پر عقلی بحث نہیں چھیڑیں گے یہ متکلمین اہل نظر کا کام ہے جو انہوں نے بخوبی انجام دیا ہے۔ ہم تو اس موضوع پر بکھری ہوئی روایات و آثار کو یکجا کر رہے ہیں۔ اور منتشر احادیث و اخبار کو ترتیب دے رہے ہیں۔ اس کے لئے ہم نے چند فصول مقرر کی ہیں تاکہ مضمون کو ضبط کرنا آسان ہو جائے اور اذہان میں معجزات کی ایک ترتیب قائم ہو جائے تو اللہ ہی توفیق تکمیل دینے والا ہے اور اسی کی بارگاہ میں ہماری سب التجائیں ہیں۔

الحافظ ابو نعیم الاصبہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل اوّل

قرآن در مدح حبیب رحمان صلی اللہ علیہ وسلم

فضیلت نمبر ا:۔ آپ رحمت ہر عالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کو تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

ترجمہ: "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔" (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات ظاہرہ میں آپ کے دشمنوں کو بھی عذاب سے امن دے دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

"اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جب آپ ان میں موجود ہیں۔" (سورہ انفال آیت ۳۳)

اللہ تعالیٰ نے کفار کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں) عذاب نہ دیا حالانکہ وہ عذاب کے جلد آ جانے کی خواہش کر رہے تھے کیونکہ اس نے اپنے حبیب سے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ جب آپ اپنے رب کی طرف چلے گئے تو اللہ نے ان پر عذاب نازل کر دیا۔ یعنی قتل اور گرفتاری وغیرہ (۱)

---

(۱) لیکن اگر سوال کیا جائے کہ قتل و گرفتاری کی سزا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں ہی کفار پر جاری ہو چکی تھی جیسا کہ غزوات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل سے ظاہر ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ رب کی طرف چلے جانے سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال فرمانا نہیں بلکہ مکہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا مراد ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے ارض

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ

"تو یا ہم آپ کو لے جائیں گے تو پھر ہم ان سے انتقام لیں گے۔" (زخرف آیت ۴۱)

(۱)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔" ☆

(۲)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ مشرکین کے لئے بد دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ نِعْمَةً وَلَمْ أُبْعَثْ عَذَابًا

"مجھے نعمت بنا کر بھیجا گیا ہے عذاب بنا کر نہیں بھیجا گیا۔" (۱) ☆☆

مقدس کی طرف ہجرت کرتے وقت فرمایا إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ صافات ۹۹۔ چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کفار کے لئے قتل و گرفتاری کی سزا کا دور شروع ہوا تو اللہ نے فرمایا۔

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ انفال ۳۴۔ اور کیا ہے انہیں جو اللہ انہیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

یہاں سے ایک فائدہ مستنبط ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی برکت سے ان پر عذاب نہ کیا۔ یہ کفار کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا حصہ تھا۔ اور گناہگار مسلمانوں کے لئے تو آپ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تو روز محشر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے گناہ گار مسلمانوں میں موجود ہوں گے تو کیوں نہ اللہ کا دریائے رحمت جوش میں آئے گا اور آپ کی شفاعت سے ہم مجرموں کی بگڑی سنور جائے گی۔ شیخ سعدیؒ کا یہ شعر یہاں کتنا صادق ہے..؟

اے کریمے کہ از خزانہ غیب   گبرو ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم   تو کہ با دشمناں نظر داری

☆ (تخریج) یہ حدیث صرف ابو نعیم نے ہی روایت کی ہے البتہ امام سیوطی نے جامع صغیر جلد اول میں حدیث نمبر ۱۷۰۲ کے عنوان میں تقریباً اسی مضمون کی ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں ان اللہ تعالیٰ بعثنی رحمۃ مہداۃ، بعثت برفع قوم وخفض آخرین

☆☆ (تخریج) مسلم شریف جلد دوم ص ۳۲۳ کتاب البر والصلہ

۱۔ یاد رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے دعا کی اللھم انما انا بشر فای المسلمین لعنتہ او سببتہ فاجعلہ لہ زکوۃ واجرا (ترجمہ) اے اللہ میں ایک بشر ہوں۔ اگر میں کسی مسلمان کو برا بھلا کہہ دوں تو اس شخص کے لئے اسے کفارہ گناہ اور اجر و ثواب بنا دے۔ (مسلم جلد دوم ص ۳۲۳)

فضیلت نمبر ۲:۔ دیگر انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو نام لے کر نہیں پکارا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت قدر اور رفعت و عظمت پر ہمیں متنبہ کیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں آپ کو ہر جگہ صفت نبوت و رسالت کے ساتھ ہی پکارا گیا ہے یا آپ کے متعلق کوئی خبر دی گئی ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر قابل فخر اور عظیم تر کوئی صفت نہیں۔ جب کہ دیگر انبیاء کرام اور ان کی قوموں کو ان کے ناموں سے پکارا گیا یا ان کا حال بیان کیا گیا۔ اور جہاں کہیں انہیں صفت نبوت سے یاد کیا گیا ہے وہاں ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور شامل ہیں خواہ وہ حالت خطاب ہو یا حالت خبر۔ لیکن انفرادی طور پر ہر نبی کا ذکر اس کے نام کے ساتھ ہی کہا گیا ہے۔

یاد رہے کہ نام لئے بغیر صفت سے پکارا جانا ایک معزز و مکرم مخاطب کے لئے انتہائی تعظیم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب کسی کو مقام غایت تعظیم پر پہنچانا مقصود ہو تو اسے صفت سے پکارا جاتا ہے بادشاہ ہو تو کہا جاتا ہے اے سلطان! گورنر ہو تو اے گورنر! خلیفہ ہو تو اے خلیفہ وقت! اور عالم دین ہو تو اے جبر! اے شیخ! اے عالم! اور اے فقیہ! وغیرہ کہا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت رفعت اور عظمت کے سب سے بلند تر مقام پر کھڑا کر کے ارشاد فرمایا۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا

"اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ اور بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا۔" (احزاب ۴۵)

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ

"اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے۔" (انفال ۶۵)

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ۔

"اے رسول آپ کو کفر میں جلدی کرنے والوں کی وجہ سے غمزدہ نہیں ہونا چاہئے۔" (مائدہ ۴۱)

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔

"اے رسول پہنچا دیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے۔" (مائدہ ۶۷)

ایسے ہی دیگر کئی آیات ہیں جب کہ آدم علیہ السلام اور ان کے بعد والے دیگر انبیاء کو قرآن میں اللہ نے ان کے نام کے ساتھ پکارا اور نام لے کر ہی ان کے احوال بتلائے چنانچہ فرمایا۔

يَاٰدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔

"اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں ٹھہریں۔" (بقرہ ۳۵)

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔

"آدم نے اپنے رب کی بات پوری نہ کی اور راہ سے ہٹے۔" (طٰہٰ ۸)

يَا نُوْحُ اهْبِطْ	"اے نوح اتر جائیے"
وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ	"اور نوح نے اپنے رب کو پکارا"
يَآ اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا	"اے ابراہیم اس بات سے روگردانی کریں"
وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ ۔	"اور جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے"
يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ	"اے موسیٰ میں نے آپ کو لوگوں پر فضیلت دے دی"
فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ	"اس (قبطی) کو موسیٰ نے مکہ مارا تو اس کا کام تمام کر دیا"
يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ ۔	"اے عیسیٰ ابن مریم یاد کریں میری نعمت جو آپ پر ہے"
وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	"اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل!"

اسی طرح دیگر انبیاء کرام کا حال ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا هُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ	"اے ھود تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے (کفار نے کہا)"
يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ	"اے صالح ہم پر اللہ کا عذاب لے آ"
يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ ۔	"اے داوٗد ہم نے آپ کو زمین میں نائب بنا دیا"
وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ	"اور ہم نے سلیمان کو آزمایا"
يَا زَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ ن اسْمُهٗ يَحْيٰى ۔	"اے زکریا ہم آپ کو بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہے"
يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ط	"اے یحیٰی یہ کتاب پکڑلیں مضبوطی سے"

ان سب انبیاء کو ان کے اسماء گرامی کے ساتھ پکارا گیا ہے

قرآن میں چار جگہ آپ کو نام محمد کے ساتھ کیوں یاد کیا گیا؟

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں آپ کا نامِ نامی اسمِ سامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا ہے وہاں صفت رسالت بھی ساتھ بیان کی گئی ہے ارشاد باری ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

"اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں مگر رسول۔ آپ سے پہلے کئی رسول گزر گئے۔" (آل عمران ۱۴۴)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" (فتح ۲۹)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں۔" (احزاب ۴۰)

وَاٰمَنُوْا بِمَآ نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

"اور وہ ایمان لائے اس کتاب پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔" (سورہ محمد ۲)

ان مقامات پر آپ کا نام لیا گیا تاکہ آپ کے منکر کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہے وہ رسول جس کا کام اور کتاب سب حق ہے۔ اور اس لئے بھی کہ کفار آپ کو اسی نام سے پہچانتے تھے۔ اگر آپ کا نام نہ لیا جاتا تو قرآن کریم سے آپ کا نام نہ معلوم ہوتا اور (آپ کی طرف قرآن کی نسبت واضح نہ ہوتی) اسی طرح دیگر انبیاء کا نام نہ لیا جاتا تو قرآن سے ان کے اسماء گرامی معلوم نہ ہوتے اور ان کے کارناموں کا ان کی طرف انتساب واضح نہ ہو پاتا۔

اشتقاق نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ سب کچھ آپ کی جلالت اور شان اور رفعت و عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ کیونکہ آپ کا نام اللہ کے نام سے مشتق ہے (اللہ کے نام سے آپ کے نام کا معنی اخذ ہوتا ہے) جیسا کہ آپ کے چچا نے آپ کی یوں تعریف کی ہے۔(۱)

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

(۱) امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ صغیر میں اس شعر اور اس کے ساتھ والے دو شعروں کو علی بن زید کی سند کے ساتھ ابو طالب سے منسوب کیا ہے۔ مگر اکثر محدثین اسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام قرار دیتے ہیں۔ دو شعر جو اس شعر سے پہلے ہیں درج ذیل ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترجمہ:۔ اور اللہ نے اپنے نبی کی عزت افزائی کیلئے اپنے نام میں سے اس کا نام نکالا ہے۔ چنانچہ عرش والے کا نام محمود ہے اور یہ (نبی ﷺ) محمد ہیں۔(۱)

حبیب و خلیل

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل اور حبیب دونوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے مگر خلیل کو نام سے یاد کیا ہے اور حبیب کو صفت نبوت سے اشارہ فرمایا۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ۔

ترجمہ:۔ "سب سے زیادہ ابراہیم کے قریب وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور یہ نبی (ﷺ) ہیں۔"

(آل عمران ۶۸)

یہاں بھی آپ کا نام اس لئے نہ لیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی شرافت اور علو مرتبت واضح ہو جائے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُوْرٍ يَلُوْحُ وَيَشْهَدُ

ترجمہ "آپ معزز ہیں آپ کی پشت مبارک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نورانی مہر نبوت ہے جو چمکتی اور شہادت دیتی ہے۔"

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اِسْمِهٖ اِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

ترجمہ:۔ "اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا کر رکھا ہے۔ جب مؤذن پانچوں نمازوں پر اشہد کہتا ہے۔"

(۱) بعض علماء نے یہاں ایک اور نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ محمود میں بھی دو میم ہیں اور محمد میں بھی دو میم، محمود میں بھی ایک حاء ہے اور محمد میں بھی ایک حاء، اور محمود میں بھی ایک دال ہے اور محمد میں بھی ایک دال۔ البتہ محمود میں واؤ ہے جو محمد میں نہیں۔

واؤ حرف علت ہے۔ علت بیماری کو کہتے ہیں اور سب سے بڑی بیماری کفر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے نام میں حرف علت کے موجود ہونے اور نام محمد ﷺ میں اس کے غیر موجود ہونے سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ماننے والے اہل کفر بھی ہو سکتے ہیں مگر رسالت محمدی کو ماننے والے صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں کفار نہیں۔ چنانچہ کئی غیر مسلم اقوام ہیں جو الوہیت خداوندی کی قائل ہیں بلکہ توحید پرست بھی ہیں مگر رسالت محمدی ﷺ کے قائل نہیں جیسے عیسائیوں کا جیہوز و ٹنس فرقہ ہے۔ مگر کوئی ایسی غیر مسلم قوم نظر نہ آئے گی جو رسالت محمدی ﷺ کی قائل ہو اور الوہیت خداوندی یا توحید خداوندی کی قائل نہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو ماننے والے قیامت کے منکر ہو سکتے ہیں اور ہیں۔ مگر رسالت محمدی ﷺ کو ماننے والے منکر قیامت نہیں نظر آتے۔

آپ کی خلقت بھی سب سے پہلے اور ذکر بھی سب سے پہلے

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے انبیاء سے آپ کا ذکر مقدم رکھا ہے ارشاد ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (الیٰ قولہٖ) وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔

"بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے نوح اور ان کے بعد والے انبیاء کی طرف کی۔ اور ہم نے وحی کی ابراہیم اسماعیل اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کی طرف .... اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔" (نساء ۶۳)

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ ۔

"اور جب ہم نے انبیاء سے ان کا وعدہ لیا اور آپ سے اور نوحؑ سے۔" (احزاب ۷)

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت واذ اخذنا من النبیین الخ کے متعلق ارشاد فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث۔ میں پیدا کئے جانے میں سب انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے بعد۔ ☆

فضیلت نمبر ۳:۔ آپ کو نام لے کر پکارنا امت کے لئے ممنوع ہے

آپ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے آپ کو نام کے ساتھ پکارنے کی ممانعت کر دی ہے اور بتلایا ہے کہ سب امتیں اپنے انبیاء و رسل کو نام لے کر پکارا کرتی تھیں مگر تمہیں ایسا کرنا جائز نہیں ذیل کی آیات میں پہلی امتوں کے اقوال یوں ہیں۔

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ ۔

"اے عیسیٰ ابن مریم کیا آپ کا رب یہ طاقت رکھتا ہے (کہ آسمان سے ہم پر خوان نعمت نازل کر

☆ (تخریج) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور دیلمی نے بھی اپنی مسند میں اسے روایت کیا ہے جب کہ طبقات ابن سعد میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

"میری پیدائش سب انسانوں سے پہلے ہے اور بعثت سب کے بعد۔"

امام سیوطی نے جامع صغیر میں اسے درج کر کے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے اسی لئے تو ہم کہتے ہیں۔

فتح باب نبوت پہ بے حد درود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

دے)" (مائدہ ۱۱۲)

يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ ۔

"اے ہود تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے۔" (ہود ۵۳)

يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ

"اے صالح ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔"

لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو ارشاد فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

"رسول کے لئے ایسی پکار نہ بناؤ جیسے باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔" (نور ۶۳)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صفت نبوت و رسالت کے ساتھ ہر جگہ خطاب کر کے لوگوں کو بتلا دیا کہ آپ کو پکارنے کے کیا آداب ہیں آپ کی منزلت و مرتبت کو بلند و برتر کرنے کے لئے ایسا انداز اختیار کیا گیا یہ فضیلت اللہ نے تمام انبیاء میں سے آپ ہی کو عطا فرمائی۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد خداوندی لا تجعلوا دعآء الرسول کے متعلق روایت ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے یا محمد یا ابا القاسم، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا مقام بلند کرنے کے لئے لوگوں کو یوں پکارنے سے روک دیا اور فرمایا کہ یوں کہا کرو یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ لا تجعلوا دعآء الرسول کے متعلق فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص آپؐ کو دور سے چیخ کر یوں نہ کہے یا ابا القاسم بلکہ یہ حالت ہونی چاہئے جو اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔

"بے شک جو لوگ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اللہ کے رسول کے پاس۔"

فضیلت نمبر ۴۔ راعنا کہنے کی ممانعت

پہلی امتیں اپنے انبیاء و مرسلین سے کہا کرتی تھیں راعنا سمعک (ہماری رعایت کریں ہم آپ کی بات مانیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے رسول کے لئے ان الفاظ کے استعمال سے منع کر دیا ہے کیونکہ ان میں تنقیص و توہین کا پہلو بھی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا

"اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور کہو انظرنا یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نظر رحمت فرمایئے۔"

(٦) ابن عباس رضی اللہ عنہ لاتقولو راعنا کے متعلق فرماتے ہیں کہ لفظ "راعنا" لغت یہود میں گالی ہے اور "انظرنا" کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی بات سنایئے۔ تو اس آیت کے نزول کے بعد مومنین باہم کہتے تھے جو شخص تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ "راعنا" کہتا نظر آئے گا اسے قتل کر دو چنانچہ پھر یہود اس لفظ کے استعمال سے باز آ گئے۔

فضیلت نمبر ۵:۔ اپنے حبیب کی طرف سے اللہ تعالیٰ خود کفار کو جواب دیتا ہے۔

پہلے انبیاء پر کفار جب پاگل پن گمراہی اور جھوٹ وغیرہ کا الزام لگاتے تو انبیاء اپنا دفاع خود کیا کرتے تھے مگر اپنے حبیب کی طرف سے اللہ نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا چنانچہ قوم نوح علیہ السلام نے کہا۔

اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

"ہم تجھے کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں"

حضرت نوح نے اپنا دفاع کرتے ہوئے فرمایا۔ (اعراف ٦٠)

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ

"اے میری قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں۔" (اعرف ٦١)

ہود علیہ السلام سے کہا گیا۔

اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاهَةٍ

"ہم تجھے حماقت میں دیکھتے ہیں"

آپ نے اسکی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (اعراف ٦٥)

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ

"اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں"

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا

"اے موسیٰ میں تجھے جادو زدہ سمجھتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب دیا۔

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا

"اور اے فرعون میں تجھے ہلاکت زدہ سمجھتا ہوں۔"

مگر اپنے حبیب کی قدر و منزلت کو انتہائی بلند کرتے ہوئے کفار کے اعتراضات کے جواب میں اللہ نے اپنے حبیب کے متعلق فرمایا۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔

"آپ اپنے رب کی نعمت کے سبب پاگل نہیں ہیں۔"

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ

"اور نہ ہم نے آپ کو شعر سکھلایا ہے اور نہ آپ کے لائق ہے۔"

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

"تمہارے صاحب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نہ گمراہ ہوئے نہ راہ سے ہٹے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ پر جادوگر نجومی اور پاگل وغیرہ ہونے کے الزامات کا یوں جواب دیا

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ

"تو جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو اور اس دلیل کو اللہ کی طرف سے آیا ہوا شاہد (رسول) پڑھے۔"

جب ایک کافر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے دوسرے کافروں سے کہا

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

"کیا میں تمہیں ایسے شخص (نبی علیہ السلام) کے متعلق بتلاؤں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے زندہ کئے جاؤ گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ۔

"بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔"

فضیلت نمبر ۶ : شان داؤدی لاتتبع الھوی اور شان محبوب وما ینطق عن الھوی

اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

"اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے تو آپ لوگوں میں سچائی کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہش نفس کی مت پیروی کریں یہ آپ کو راہ خدا سے پھسلا دے گی۔"

مگر جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو اللہ نے پہلے ستاروں کے گرنے اور قرآن کے اترنے کی قسم اٹھائی اور پھر فرمایا کہ آپ تو خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں، ارشاد فرمایا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

"اور آپ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے اور آپ کی کلام تو اتاری ہوئی وحی ہے۔"

فضیلت نمبر ۷ :۔ کوئی لغزش بتلائے بغیر سب لغزشوں کی معافی

اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء کے لئے معافی کا ذکر کیا مگر اس کے ساتھ لغزش بھی بتلائی گئی چنانچہ قصہ موسیٰ علیہ السلام میں ہے۔

رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

"اے اللہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔" (قصص ۳۳)

اور فرمایا گیا۔

إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ

"بے شک میں نے خود پر زیادتی کی تو اے اللہ مجھے معاف کر دے اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔" (قصص ۱۶)

توان آیات میں صاف بتلایا گیا ہے کہ ان سے یہ لغزش ہوئی انہوں نے معافی مانگی اللہ نے معاف کر دیا۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کا وہ واقعہ بتلایا گیا جب ان کے پاس اچانک دو فرشتے نمودار ہو گئے تھے۔ اللہ فرماتا ہے۔

إِنَّ هٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ

"یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانویں بکریاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بکری۔" (ص ۲۳)

اب آگے لغزش کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔

"تیرے بھائی نے تیری بکری کو اپنی بکریوں کے ساتھ شامل کرنے کا سوال کر کے تجھ پر زیادتی کی ہے۔ اور اکثر اکٹھا کام کرنے والے ایک دوسرے پر زیادتی کر دیتے ہیں۔" (ص ۲۴)

اس کے بعد آپ کی اس لغزش کی معافی کا یوں ذکر کیا گیا۔

وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ۔

"اور سمجھ لیا حضرت داؤد نے کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو وہ اپنے رب سے معافی مانگنے لگے اور رکوع میں جھک گئے اور خدا کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تب ہم نے انہیں معافی دے دی اس کام کی۔ اور بے شک انہیں ہمارے ہاں قرب اور اچھا انجام حاصل ہے۔" (ص ۳۸) (۱)

---

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانویں بیویاں تھیں ایک اور عورت کو بھی آپ نے پیغام نکاح بھیج دیا جب کہ اسے پہلے سے ایک مرد نے پیغام بھیج رکھا تھا اب ظاہر ہے اس عورت کے گھر والے آپ کو چھوڑ کر اس مرد کو کب قبول کر سکتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے آپ کے پاس انسانوں کی شکل میں بھیج دیئے ان میں سے ایک نے کہا میری صرف ایک بکری ہے اور میرے اس ساتھی کی ننانویں۔ یہ مجھ سے میری ایک بکری بھی لینا چاہتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام فوراً سمجھ گئے کہ یہ میری طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اللہ نے مجھے اس پیغام سے روکنے کے لئے فرشتے بھیجے ہیں۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

یونہی کئی انبیاء کی لغزشیں اور ان کی معافیاں بیان ہوئیں مگر جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو کسی لغزش کا ذکر کئے بغیر ہی محض آپ کی عزت افزائی کے لئے ارشاد فرمادیا۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔

"تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں بخش دے۔" (فتح ا) (۱)

فضیلت نمبر۸:۔ ہر نبی سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی غلامی کرنے کا وعدہ لیا گیا

وَمِنْ فَضَآئِلِهٖ اَخْذُ اللّٰهِ الْمِيْثَاقَ عَلٰى جَمِيْعِ اَنْبِيَآئِهٖ اِنْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ "اٰمَنُوْا بِهٖ وَنَصَرُوْهُ"، فَلَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَ اَحَدٌ مِّنْهُمُ الرَّسُوْلَ اِلَّا وَجَبَ عَلَيْهِ الْاِيْمَانُ وَالنُّصْرَةُ لِاَخْذِ اللّٰهِ الْمِيْثَاقَ مِنْهُ فَجَعَلَهُمْ كُلَّهُمْ اَتْبَاعًا لَهٗ يُلْزِمُهُمُ الْاِنْقِيَادَ وَالطَّاعَةَ لَهٗ لَوْ اَدْرَكُوْهُ ۔ منہ

"اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے مضبوط وعدہ لیا کہ اگر ان کے دور میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو انہیں آپ پر ایمان لانا ہو گا اور آپ کی مدد کرنا ہو گی تو اگر کوئی بھی نبی آپ کا زمانہ پالیتا تو آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی مدد کرنا ضروری ہو جاتا کیونکہ اس سے یہ وعدہ لیا جا چکا تھا۔ گویا اللہ نے تمام انبیاء کو آپ کا پیرو کار بنا دیا ہے جن پر آپ کی غلامی اور

آپ نے فوراً استغفار و توبہ کی اللہ نے اعلان معافی کر دیا۔

حقیقتاً یہ کوئی گناہ نہ تھا جس پر شرع کی زد آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نبی جیسی مقدس ذات کے لئے ایسا عمل بھی پسند نہیں رکھتا۔

(۱) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی گناہ کا صدور بھی نہ ہوا اور نہ ہی اس سورہ فتح والی آیت کے نزول کے بعد آپ سے گناہ کا صدور ممکن تھا کیونکہ عصمت انبیاء پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے باوجود اس اعلان مغفرت کا مقصد یہ تھا کہ مژدہ مغفرت عامہ سنا کر حضور کے قلب انور کو مطمئن کر دیا جائے اور آپ کے مقام و مرتبہ میں اور اضافہ کر دیا جائے جیسے بادشاہ اپنے کسی انتہائی باوفا اور باکردار وزیر کی عزت و توقیر میں اضافہ کے لئے کہہ دیتا ہے کہ "تمہارے سات خون معاف" حالانکہ اس نے کوئی خون نہیں کیا ہوتا اور اس کے مقام و مرتبہ اور سیرت و کردار کو دیکھ کر نہ ہی آئندہ اس سے ایسے فعل کے صدور کی امید ہوتی ہے۔ لیکن عزت افزائی کے لئے بادشاہ اسے مژدہ مغفرت دے دیتا ہے۔ یہی صورت حال یہاں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کے لئے یہ مژدہ ارشاد فرمایا۔ دیکھئے جواہر البحار

اس آیت لیغفر لک اللہ کے تحت مفسرین نے متعدد معانی بیان کئے ہیں ایک تو ابھی گزرا ایک یہ بھی ہے کہ (ذنبک) آپ کے گناہ سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں دیکھئے خازن روح البیان وغیرہ

طاعت لازم ہے۔" (۱)

(۷) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میرے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جو میں نے کسی اہل کتاب سے لی تھی ۔ آپ نے ارشاد فرمایا

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ مُوْسٰی کَانَ حَیًّا مَّا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ

"اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔" ☆

☆ (تخریج) مجمع الزوائد جلد اول (۱۷۴ کتاب العلم باب لیس لاحد قول مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِھَا بَیْضَاءَ نَقِیَّۃً لَا تَسْئَلُوْھُمْ عَنْ شَیْءٍ فَیُخْبِرُوْکُمْ بِحَقٍّ۔

"اے ابن خطاب اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم یہ دین نہایت صاف اور پاکیزہ صورت میں حاصل کر چکے ہو، اس لئے اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر وہ حق کہیں تو تم تصدیق کرو اور باطل کہیں تو انکار کرو، اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام تم میں زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔"

(۱) یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔

"اور یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول (معظم) آجائے جو تمہاری ہر چیز کی تصدیق کرنے والا ہے تو تم نے ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔" (آل عمران:۸۱)

تفسیر طبری جلد ۳، ص ۲۳۶، طبع بیروت اور تفسیر درمنثور جلد ۲، ص ۴۷، طبع بیروت میں اس آیت کے تحت یہ الفاظ ہیں۔

عن عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ لَمْ یَبْعَثِ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِیًّا اٰدَمَ فَمَنْ بَعْدَہٗ اِلَّا اَخَذَ عَلَیْھِمُ الْعَھْدَ فِیْ مُحَمَّدٍ لَئِنْ بُعِثَ وَھُوَ حَیٌّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ وَلَیَنْصُرَنَّہٗ وَیَاْمُرُہٗ فَیَاْخُذُ الْعَھْدَ عَلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الخ

"حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء سے یہ وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیات (ظاہرہ) میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو انہیں آپ پر ایمان لانا ہوگا اور آپ کی مدد کرنا ہوگی اور ہر نبی کو یہ بھی حکم ہوا کہ ہر نبی اپنی امت سے بھی ایسا ہی وعدہ لے۔ (الخ)

آگے لکھا ہے کہ اس حدیث کو احمد ابو یعلی اور بزاز نے روایت کیا ہے۔

فضیلت نمبر ۹:۔ آپ ؐ کی اطاعت ایک مستقل اور مطلق فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے تمام جہان پر اپنی اطاعت کی طرح آپ ؐ کی اطاعت فرض عام قرار دی ہے جس میں کوئی شرط ہے نہ استثناء ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں دے دیں لے لو اور جس کام سے روکیں رک جاؤ۔" (حشر ۷)

اس آیت میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ نبی کی اطاعت میری اطاعت کی وجہ سے یا میری وحی اور حکم سے کرو بلکہ آپ کی حدیث سے حاصل ہونے والے امر و نہی کو قرآن کی طرح تمام مخلوق پر مطلقاً فرض قرار دیا ہے (۱) اسے نہ روکا جا سکتا ہے اور نہ ہی محل مناظرہ میں اتارا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل مانگی جا سکتی ہے جیسا کہ قوم موسیٰ نے کہا تھا۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ۔

"(اے موسیٰ) ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے تا آنکہ اللہ کو کھلے طور پر دیکھ لیں۔" (بقرہ: ۵۵)

---

(۱) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے "اطیعوا" کا صیغہ علیحدہ اور آپ کے لئے علیحدہ ارشاد فرمایا، مگر اولی الامر کے لئے یہ صیغہ علیحدہ نہیں ارشاد ہوا فرمان ربی ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔"

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل حکومت کی اطاعت میں جہاں یہ فرق ہے۔ وہاں دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ اہل حکومت کی اطاعت مطلقاً فرض نہیں کہ جو بھی وہ حکم دے دیں اسے مان لینا ضروری ٹھہرے بلکہ حدیث میں ہے۔

لَا طَاعَةَ لِلْخَلْقِ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ

"خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔" مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی مطلقاً فرض ہے۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اولوالامر یعنی صاحبان اقتدار بسا اوقات خواہش نفس کے تحت بھی حکم صادر کر سکتے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔

فضیلت نمبر ۱۰: ۔ پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰ کا

اللہ تعالیٰ جب اپنی اطاعت معصیت فرائض احکام اور وعدہ وعید ذکر فرماتا ہے تو اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ملا لیتا ہے ارشاد ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ	"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔"
اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔	"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔"
وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓىٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۔	"اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی انہی لوگوں پر اللہ ضرور رحمت کرے گا۔"
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔	"مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔"
اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ	"حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا۔"
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔	"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔"
اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں۔"

ان سب احکام و احوال میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے رسول کا نام اس لئے رکھا ہے تاکہ ان کی شان بلند سے بلند تر دکھائی جائے۔[1]

---

(۱) یہاں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار جو پیچھے گزر چکے ہیں کیا خوب صادق آتے ہیں۔

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ　　اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ　　فذوا العرش محمود وہذا محمد

اور یہ اشعار کیا خوب صادق آتے ہیں

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو !　　پس ذکر حق ذکر ہے مصطفےٰ کا
کہ پہلے زبان حمد سے پاک ہو لے　　تو پھر نام لے وہ حبیب خدا کا

مولانا حسن رضا بریلوی

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (براءت: ۳) "اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔"

وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً (براءت: ۱۶) "اور نہ بنایا انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے مقابلہ میں کوئی دوست۔"

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (براءت: ۶۳) "کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرے۔"

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مائدہ: ۳۳) "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ الخ۔"

وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ "اور جو کام اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے۔"

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حشر: ۴) "اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔"

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال: ۲) "فرما دیں غنیمتیں اللہ اور رسول کے لئے ہیں۔"

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء ۵۸) "(جب تم کسی معاملہ میں جھگڑ پڑو) تو اسے اللہ اور رسول کے پاس لے آؤ۔"

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ براءت ۵۹ "اور کیا بہتر ہوتا اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے دیئے پر راضی ہو جاتے اور کہہ دیتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے ضرور دے گا۔"

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ انفال ۴۱ "(جو تمہیں مال غنیمت ملے) تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔"

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ براءت ۷۵ "اور انہیں کیا برا لگا؟ مگر یہ کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے مالدار کر دیا ہے۔"

وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (براءت: ۹۱) "اور بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ کہا۔"

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ (احزاب: ۳۷) "اس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا۔"

آپ خلق آدمؑ سے پہلے بھی نبی تھے
احادیث کی روشنی میں

(۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا

بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ وَنَفْخِ الرُّوْحِ فِیْہِ

"جب حضرت آدمؑ پیدا ہو رہے تھے اور ان میں روح پھونکی جارہی تھی۔"

(۹) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ

"بے شک میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب حضرت آدم اپنی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے۔"

بُصریٰ کے کلیسا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور ابوبکر صدیق کی تصویر

(۱۰) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا میں شام کے سفر پر نکلا تھا میں بصریٰ پہنچا تو عیسائیوں کی ایک جماعت میرے پاس آئی کہنے لگے تم اہل حرم سے ہو؟ میں نے کہا ہاں کہنے لگے تمہارے ہاں جس شخص نے اعلان نبوت کیا ہے تم اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں تو وہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے اپنے گرجا میں لے گئے وہاں بت اور تصاویر تھیں انہوں نے پوچھا تمہیں نئے مبعوث ہونے والے اس نبی کی صورت یہاں نظر آتی ہے؟ مجھے وہاں آپ کی تصویر نظر نہ آئی میں نے کہا ان کی تصویر یہاں نہیں۔

وہ مجھے اس سے بڑے گرجا میں لے گئے وہاں پہلے سے زیادہ بت اور تصاویر تھیں کہنے لگے اب دیکھو کیا اس کی تصویر ہے؟

فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِصِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصُوْرَتِہٖ وَاِذَا اَنَا بِصِفَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَصُوْرَتِہٖ وَھُوَ اٰخِذٌ بِعَقَبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ۔

"میں نے دیکھا وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر موجود تھی اور اس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑا ہوا تھا۔"

انہوں نے سوال کیا تمہیں اس نبی کی تصویر مل گئی ؟ میں نے کہا ہاں میں نے کہا پہلے یہ بتلاؤ تم کہنا کیا چاہتے ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے کیا یہ اسی نبی کی تصویر ہے ؟ میں نے کہا بخدا ہاں ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں ۔ کہنے لگے تم اسے جانتے ہو میں نے کہا ہاں ۔

قَالُوْا اِنِّیْ نَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمْ وَاَنَّ هٰذَا الْخَلِيْفَةُ مِنْۢ بَعْدِهٖ

"تو اس پر انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارا رسول ہے اور یہ اس کے بعد اس کا خلیفہ ہے۔"

ہرقل شاہِ روم نے صحابہ کرام کو نبی علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کی تصاویر دکھائیں

(۱۱) موسیٰ بن عقبہ قرشی سے روایت ہے کہ ہشام بن عاص نعیم بن عبداللہ اور ایک دوسرا آدمی دور ابی بکر میں شاہ روم کی طرف سفیر بنا کر بھیجے گئے کہتے ہیں ہم جبلہ بن ایہم (ایک عیسائی سردار) کے پاس پہنچے وہ دمشق سے باہر باغ میں رہتا تھا اس نے سیاہ کپڑے پہنے تھے اور آس پاس کی ہر چیز سیاہ رنگ تھی ہم میں سے ایک ساتھی نے کہا ہشام ! اس سے بات کرو۔ ہشام نے اس سے بات کی اور اللہ کی طرف بلایا۔ اور پھر پوچھا یہ سیاہ کپڑے کیا ہیں ؟ اس نے کہا میں نے انہیں بطور نذر پہنا ہے اور جب تک میں تم (مسلمانوں) کو سارے شام سے نکال نہیں دیتا انہیں نہیں اتاروں گا ۔ ہم نے کہا قسم بخدا ہم تجھ سے اور تیرے بادشاہ سے یہ ملک چھین کر رہیں گے ان شاءاللہ ۔ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بشارت دی ہوئی ہے ۔ کہنے لگا پھر تو تم سامری قوم ہو (جن کے بعض عقائد یہود سے ملتے ہیں اور بعض نہیں) مگر تم سامری نہیں ہو سکتے ۔ ہم نے کہا سامری کون ہوتے ہیں ؟ کہنے لگا جو دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے ہیں ہم نے کہا ہم ایسا ہی کرتے ہیں بخدا، اس نے سوال کیا تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے ؟ ہم نے اپنے روزہ کے متعلق بتلایا ۔ کہنے لگا تمہاری نماز کیسی ہوتی ہے ہم نے نماز کا طریقہ بھی بتلایا۔

خدا جانتا ہے یہ سنتے ہی اس کا چہرہ پہلے سے جل بھن کر لٹکنے والی ہانڈی کی طرح سیاہ ہو گیا۔ کہنے لگا

اب تم چلے جاؤ اور اسنے حکم دیا کہ انہیں بادشاہ کے پاس لے جایا جائے ۔ ہم چلے شہر کے دروازہ پر ہمیں ایلچی ملا کہنے لگا اگر تم چاہو تو تمہارے لئے خچر یا گھوڑا لے آئیں ؟ ہم نے کہا نہیں۔ ہم اسی حالت میں جائیں گے اس نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے اس نے جواب دیا انہیں یونہی آنے دو چنانچہ ہم عمامے باندھے تلواریں حمائل کئے اونٹوں پہ بیٹھے اندر داخل ہو گئے جب ہم فرماں روائے روم کے دروازے پر پہنچے تو وہ ایک بلند بالکونی میں بیٹھا ہمیں دیکھ رہا تھا ہم نے اپنے سر اٹھا کر کہا لاالہ الا اللہ ۔ اللہ جانتا ہے ہماری آواز سے اس کی بالکونی یوں تھرتھرا اٹھی جیسے تیز ہوا میں کھجور کا درخت لہرا جاتا ہے ۔ اسنے ہمیں پیغام بھجوایا کہ اس طرح مجھ پر اپنے دین کو ظاہر کرنے کا تمہیں حق نہیں۔

پھر ہمیں اندر بلایا گیا ہم داخل ہوئے تو شاہ روم چھت تک بلند ایک تخت پہ بیٹھا تھا اس نے سرخ کپڑے پہن رکھے تھے اور آس پاس کی ہر چیز سرخ تھی سرداران روم بھی اس کے پاس موجود تھے ۔ اس نے چاہا کہ ہم سے اپنے نمائندہ کے ذریعہ گفتگو کرے ہم نے کہا ہم نمائندے سے بات نہیں کریں گے۔

ہمیں تو شاہ روم کی طرف بھیجا گیا ہے اگر وہ چاہتا ہے تو ہم سے بات کر لے چنانچہ ہم اس کے نزدیک جا بیٹھے (ہماری جرأت دیکھ کر) وہ ہنس پڑا ہم نے محسوس کیا کہ وہ بہترین عربی بولتا ہے، تو ہم نے کہا لاالہ الا اللہ اللہ جانتا ہے کہ اس آواز سے اس کی چھت لرز اٹھی شاہ اور اس کے ساتھیوں نے گھبرا کر سر اٹھایا، شاہ نے کہا تمہارے پاس بڑی طاقتور کلام ہے ؟ ہم نے کہا یہ کلمہ ہے کہنے لگا اس سے قبل بھی تم نے کلمہ ہی پڑھا تھا ؟ (۱) ہم نے کہا ہاں ۔ اس نے سوال کیا۔ جب تم اپنے دشمن کے ملک میں اسے پڑھتے ہو تو ان کی عمارتیں لرزنے لگتی ہیں ؟ ہم نے کہا نہیں اور نہ ہم نے کبھی پہلے لرزتی دیکھی ہیں یہ صرف تمہارے لئے ایسا ہوا ہے ۔ شاہ نے کہا کیسی سچی بات کرتے ہو !! بتلاؤ تم شروع کرتے ہوئے کیا کہتے ہو ؟ ہم نے کہا ہم کہتے ہیں لاالہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے لگا جیسے تم آپس میں سلام کہتے ہو تم نے مجھے ایسے کیوں نہیں سلام کہا ؟ ہم نے کہا یہ تمہارے لئے حلال نہیں اور تمہارا اسلام ہمارے لئے حلال نہیں پوچھنے لگا تمہارا اسلام کون سا ہے ہم نے کہا اہل جنت والا شاہ نے کہا اپنے نبی کو بھی تم یہی سلام کیا کرتے تھے ؟ ہم نے کہا ہاں پھر اس نے پوچھا تمہارا وارث کون بنتا ہے ۔ ہم نے کہا جو قریبی رشتہ دار ہو۔ کہنے لگا تمہارے فرمانرواؤں کے بھی یونہی وارث ہوتے ہیں ؟ ہم نے کہا ہاں ۔

چنانچہ اس گفتگو کے بعد اس کے حکم پر ہمیں ایک خوبصورت اور بڑے وسیع مکان میں لے جایا گیا۔ ہم اس میں تین دن ٹھہرے رہے ۔ پھر بادشاہ نے ہمیں ایک رات اپنے پاس بلوایا ہم گئے۔ اس

---

(۱) یعنی جب میری بالکونی لرزنے لگی تھی اس وقت بھی تم نے یہی کلمہ پڑھا تھا؟

وقت اس کے پاس کوئی دوسرا نہ تھا اس نے پھر وہی سوالات کئے جو پہلے کر چکا تھا ہم نے وہی جواب دیئے اس کے پاس ایک بڑا سا سنہری اور مربع تابوت سا پڑا تھا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا اور سیاہ ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک سفید تصویر تھی تصویر میں ایک لمبا اور گھنے بالوں والا آدمی تھا کہنے لگا تم اسے جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ آدم علیہ السلام ہیں پھر اس نے تصویر واپس وہیں رکھ دی اور دوسرا دروازہ کھولا ایک سیاہ ریشم نکالا جس میں سفید تصویر تھی ایک آدمی جس کا بڑا سر۔ لمبے بال بھاری سرین اور سرخ آنکھیں تھیں کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں اس نے پھر تصویر وہیں رکھ دی اور ایک دوسرا دروازہ کھولا سیاہ ریشم نکالا جس پر سفید تصویر تھی ایک آدمی جس کا سر اور داڑھی سفید ہے مسکرا رہا ہے۔ کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر تصویر وہیں رکھ دی۔

وَفَتَحَ بَابًا اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ حَرِيْرَةً سَوْدَآءَ فِيْهَا صُوْرَةٌ بَيْضَآءُ قَالَ قُلْنَا اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"اور ایک دوسرا دروازہ کھولا۔ ایک سفید تصویر والا ریشم نکالا۔ ہم نے دیکھتے ہی کہا یہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

شاہ روم کہنے لگا بخدا واقعی یہ محمد رسول اللہ ہیں وہ کھڑا ہو گیا اور پھر بیٹھتے ہوئے بولا تمہیں اپنے خدا اور اپنے دین کی قسم ہے بتلاؤ کیا یہی تمہارا نبی ہے ہم نے کہا ہمیں اللہ اور اپنے دین کی قسم یہ ہمارے نبی ہیں ہم انہیں یوں دیکھ رہے ہیں جیسے ان کی حیات (ظاہرہ) میں دیکھا کرتے تھے کہنے لگا میں نے یہ تصویر آخری دروازے میں رکھی تھی مگر اس لئے جلدی نکال لی تاکہ تم سے اس بارہ میں پوچھ سکوں پھر اس نے وہ تصویر اپنی جگہ رکھ دی۔

پھر ایک اور دروازہ کھولا ایک سفید تصویر والا سیاہ کپڑا نکالا تصویر میں آدمی تھا جس کے ہونٹ کھلے ہوئے آنکھیں گہری۔ دانت جڑے ہوئے اور داڑھی گھنی تھی مسکرا رہا تھا شاہ روم کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں بولا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تصویر میں ایک اور آدمی بھی تھا جس کی شکل بھی ویسی ہی تھی مگر آنکھیں اور سر ذرا گول تھا شاہ نے کہا یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں پھر اس نے وہ تصویر اٹھالی۔

اب اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور سفید تصویر والا سیاہ کپڑا نکالا تصویر میں ایک آدمی تھا گھوڑے پر سوار لمبے پاؤں اور چھوٹی گردن والا کہنے لگا اسے پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر تصویر وہیں رکھ دی پھر اس نے اور دروازہ کھولا اور سفید تصویر والا سیاہ کپڑا نکالا وہ ایک نوجوان آدمی کی تصویر تھی جس کا زرد رنگ کشادہ جبین خوبصورت داڑھی اور ہر عضو مناسب تھا کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں پھر

اس نے تصویر وہیں رکھ دی اور اس کے حکم سے وہ مربع تابوت اٹھالیا گیا۔

ہم نے اس سے پوچھا ہم نے اپنے نبی کی تصویر تو پہچان لی کیونکہ ہم نے انہیں دیکھا ہوا تھا۔ مگر باقی تصویروں کے صحیح ہونے پر ہم کیسے یقین کر سکتے ہیں ؟ کہنے لگا حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ انہیں ہر ہر نبی کی صورت دکھلائی جائے اللہ نے ایک جنتی ریشم پر تمام تصاویر انہیں عطا فرمائیں پھر ذوالقرنین کو غروب آفتاب والی جگہ سے خزانہ آدم علیہ السلام ملا اس میں سے یہ تصاویر بھی مل گئیں پھر دانیال علیہ السلام نے ان سے مزید تصویریں بنالیں ۔ تو یہ بالکل اصل تصاویر ہیں۔ ا۔ قسم بخدا اگر مجھے اپنے ملک سے بھاگ جانے پر جان کا خطرہ نہ ہو تو میں بلا تکلف ایک غلام کی طرح ملک کی خدمت کروں مگر ممکن ہے مجھے اس کا موقعہ مل ہی جائے ۔ چنانچہ اس نے ہمیں بہتر نذرانہ دے کر رخصت کیا

شرجبیل کی روایت میں ہے کہ شاہ نے ایک اور دروازہ کھولا اور ایک سفید ریشم نکالا اس میں صورت آدم سے مشابہ ایک تصویر تھی لمبے بال درمیانہ قامت حسین اور غضبناک چہرہ ۔ کہنے لگا اسے پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ لوط علیہ السلام ہیں پھر تصویر اپنی جگہ رکھ دی، ایک اور دروازہ کھولا سفید ریشم نکالا جس پر ایک آدمی کی تصویر تھی جسکا رنگ سفید و سرخ پشت کچھ ٹیڑھی۔ رخسار ہلکے اور چہرہ خوبصورت تھا کہنے لگا اسے جانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔

پھر اس نے اور دروازہ کھولا سفید ریشم نکالا اور صورت اسحاق سے مشابہ ایک تصویر دکھلائی البتہ اس کے نچلے ہونٹ پر تل کا داغ تھا بولا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں پھر اور دروازہ کھولا اور سفید ریشم پر ایک تصویر نکالی جس کا رنگ سفید چہرہ خوبصورت لمبی پتلی ناک اور حسین قامت تھی چہرے پر نور روشن تھا اور عاجزی نمایاں کہنے لگا اسے جانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ اسماعیل علیہ السلام ہیں تمہارے نبی کے جد اعلیٰ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا ایک سفید ریشم

ا۔ یاد رہے ہمیں کوئی ایسی روایت یا دلیل نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ پہلی شریعتوں میں بھی تصویر بنانا حرام تھا بلکہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ بعض انبیاء تصویریں بنواتے تھے۔

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۔

"وہ (جن) سلیمان علیہ السلام کیلئے بناتے تھے جو آپ چاہتے ۔ پختہ عمارتیں ۔ تصویریں حوضوں جیسے بڑے بڑے لگن ۔ اور بڑی دیگیں جو چولہوں پر جمی رہتیں۔ "

اس آیت کے تحت بہت سے مفسرین نے تماثیل سے مراد مجسمے لئے ہیں اور وضاحت کی ہے کہ اس شریعت میں یہ امر حرام نہ تھا ۔ بہرحال ہماری شریعت میں تصویر یا مجسمہ بنانا حرام ہے خواہ وہ تصویر کسی ولی کی ہو یا نبی کی۔ بلکہ ایسی مقدس ہستیوں کی تصاویر بنانا زیادہ گناہ ہے۔

نکالا جس پر آدم علیہ السلام کی شکل پر ایک تصویر تھی جس کا چہرہ آفتاب کی طرح دمک رہا تھا کہنے لگا اسے جانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ یوسف علیہ السلام ہیں شرجیل نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ اضافہ بھی کیا کہ جب ہم خلیفۃ المسلمین ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور ساری سرگزشت سنائی تو ابو بکر رو پڑے کہنے لگے۔ مسکین!! اگر اللہ اس کے لئے بھلائی چاہتا تو وہ ایسا کر دیتا۔ ا۔

پھر فرمایا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا یہود اپنی کتابوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کا تذکرہ پاتے ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ (اعراف)

"اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔"

شیخ (ابو نعیم) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس قصہ سے پتا چلا کہ اہل کتاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدوخال نام اور بعثت وغیرہ سب امور سے واقف ہیں اور صدائے لا الہ الا اللہ پر شاہ روم کے محلات کے لرز جانے سے معلوم ہوا کہ جیسے انبیاء کا زمانہ بعثت قریب آ جانے پر ان سے معجزات صادر ہوتے ہیں تاکہ انہیں نبی تسلیم کیا جائے اسی طرح ان کے وصال کے بعد بھی ان کے معجزات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ شاہ روم کے محلات کے لرزنے کا یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دور صدیقی میں وقوع پذیر ہوا ہے۔

---

(۱) یعنی اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ شاہ روم دائرہ اسلام میں ضرور آ جاتا۔ مگر اسے تائید ایزدی حاصل نہ تھی یاد رہے علامہ ابن حجر نے فتح الباری جلد نمبر ۹ ص ۲۸۵ پر شاہ ہرقل کی تصاویر والا واقعہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابو نعیم کے علاوہ شیخ محاملی نے بھی اپنی امالی میں ہشام بن عروہ سے یہ واقعہ روایت کیا ہے۔

دوسری فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کی طہارت وعصمت

سید الانبیاء اپنے نسب کی طہارت بیان فرماتے ہیں

(۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰى اَنْ وَّلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ لَمْ يُصِبْنِیْ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَیْءٌ

"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرا جوہر ولادت نکاح سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے زنا سے نہیں تا آنکہ مجھے میرے والدین نے جنا۔ جاہلیت کے زنا کا مجھ تک کچھ اثر نہیں پہنچ سکا۔" ☆

پاک نبی کا پاک نسب

(۱۳) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے آباؤ اجداد میں کبھی کوئی مرد و عورت زنا پر جمع نہیں ہوئے۔

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُنْقِلُنِیْ مِنْ اَصْلَابٍ طَيِّبَةٍ اِلٰى اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِيًا مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا كُنْتُ فِیْ خَيْرِهِمَا۔

"ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا۔ میں پاک اور مطہر پیدا ہوا ہوں جب بھی نسل انسانیت کے دو حصے ہوئے اللہ نے مجھے بہتر حصہ میں رکھا۔"

(۱۴) عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قریش کی ایک مجلس ہوئی ہے جس میں انہوں نے اپنے اپنے حسب و نسب بیان کئے اور آپ کی مثال کھجور کے اس

☆ (تخریج) ۔ امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کی تخریج کامل ابن عدی اور طبرانی اوسط سے کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے جبکہ آپ ہی نے خصائص میں اسے مسند عدنی اور ابن عساکر سے لیا ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

درخت سے دی ہے جو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا پھر اس نے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جانیں پیدا کیں تو مجھے ان کے درمیان سب سے بہتر جان بنا دیا پھر گھر بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھر دیا تو میں خاندان اور جان کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔

(۱۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت قرآنیہ وتقلبک فی الساجدین (اور ہم آپ کو سجدہ کرنے

یاد رہے اس آیت کی متعدد تفاسیر بیان کی گئی ہیں (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنے والے یعنی نماز پڑھنے والے صحابہ کے ساتھ قیام رکوع اور سجود وغیرہ ارکان نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کیونکہ پوری آیت یوں ہے۔ انہ یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔ (۲) نماز تہجد کی فرضیت ختم ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت صحابہ کے گھروں کا چکر لگایا تاکہ پتا چلے کہ فرضیت ختم ہونے کے باوجود بھی یہ لوگ تہجد کے لئے اٹھتے ہیں یا میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حضور جس بھی صحابی کے گھر گئے وہاں سے تلاوت قرآن اور ذکر کی آوازیں آرہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا وتقلبک فی الساجدین۔ (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق پرست اور در توحید پہ سجدہ ریزیاں کرنے والے لوگوں کی پشتوں میں منتقل ہو کر پیدا ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نہ صرف آپ کے موجودہ زمانے کے ہر قیام وقعود کو دیکھ رہا ہوں بلکہ جب آپ اپنے آباء میں پشت در پشت منتقل ہوتے آرہے تھے میں اس وقت بھی آپ کی طرف متوجہ تھا اور دیکھ رہا تھا یعنی آپ کا لمحہ لمحہ میری حفاظت میں ہے۔ میں نے آپ کی نسل پاک میں سب عابدین ساجدین رکھے ہیں جن میں بہت سے انبیاء بھی تھے جیسے اسماعیل علیہ اسلام۔ ابراہیم علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام۔ شعیب علیہ السلام اور آدم علیہ السلام وغیرہ۔

اکثر علماء اہل سنت نے اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے باایمان ہونے پر استدلال کیا ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں زور دار الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں

"تقلب فی الساجدین کو اصلاب طاہرات میں منتقل ہونے پر محمول کرنا جائز ہے۔ ساجدین سے مراد مومنین ہوں۔ اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کے بہت سے جلیل القدر علماء اس طرف گئے ہیں۔"

اس کے بعد علامہ آلوسی ملا علی قاری کے اس موضوع پر مشہور مشرب کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ فِيْهِمَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عَلِيِّ الْقَارِيْ وَاَضْرَابِهٖ۔

"جو آدمی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے عدم ایمان پر بحث کرتا ہے مجھے اس پر خوف کفر ہے جیسے ملا علی قاری اور ان کے ہم مشرب ہیں۔"

احقر العباد مترجم کہتا ہے کہ زیر بحث آیت وتقلبک الخ میں ساجدین سے مراد مومنین لینے کی ایک زبردست تائید اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جرأت مفسر قرآن صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی تفسیر کر رہے ہیں۔

والوں کی پشتوں میں منتقل کرتے رہے ہیں) کی تفسیر میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب انبیاء میں منتقل ہوتے رہے تا آنکہ آپ کی والدہ نے آپ کو جنم دیا۔ لہ

اللہ نے اپنے حبیب کے لئے ہمیشہ بہتر مقام کا انتخاب کیا

(۱۶) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے سب سے اوپر والے میں خود ٹھہرا (۲) اور تمام آسمانوں میں جس مخلوق کو چاہا ٹھہرایا پھر سات زمینیں بنائیں اور سب سے اوپر والی میں جو مخلوق چاہی ٹھہرائی۔ پھر مخلوق میں سے بنی آدم کو عزت بخشی پھر بنی آدم میں سے عرب کو افضل کیا۔ عرب میں سے مضر کو عظمت دی مضر میں سے قریش کو شان بخشی۔ قریش میں سے بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں سے مجھے سب سے زیادہ معزز بنایا تو میں ہر بہتر سے بہتر ہوں۔ تو جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور عرب سے عناد رکھنے والے نے مجھ سے عناد رکھا

ا۔ علاوہ ازیں اسی فصل میں مذکور حدیث نمبر ۱۳ سے بھی والدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی طرف دو طریقے سے اشارہ مل رہا ہے۔ نمبر ا حضورؐ فرماتے ہیں میں پاک پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں جب کہ ارشاد خداوندی ہے انما المشرکون نجس۔ توبہ آیت نمبر ۲۸۔ بے شک مشرکین ناپاک ہیں۔ نمبر ۲ حضورؐ فرماتے ہیں جب بھی نسل انسانی دو حصوں میں بٹی میں بہتر حصے میں آیا جب کہ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔

"بے شک کفار جیسے اہل کتاب اور مشرکین ہیں ہمیشہ نار جہنم میں رہیں گے۔ یہ سب مخلوق سے برے ہیں"۔ تو ماننا پڑے گا کہ آپ کے تمام آباء واجداد کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک رہے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور تمام شبہات کا خوب رد پیش کیا ہے۔ الحاوی للفتاوی کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۔ یہ امر متشابہات میں سے ہے اور قرآن کریم کے عین مطابق ارشاد باری ہے الرحمٰن علی العرش استوی۔ طٰہٰ ۵ رحمٰن نے عرش پر قرار کیا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

تیسری فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ۔ آپ کے اسماء گرامی کی روشنی میں

(۱۷) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے کچھ نام ہیں ۔ میں محمد ہوں ۔ میں احمد ہوں ۔ میں ماحی ہوں ۔ جس کی برکت سے کفر محو کر دیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں جس کے پیچھے لوگ روز قیامت قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں عاقب ہوں یعنی سب سے پیچھے آنے والا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۱۸) ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے ہاں میرے دس نام ہیں [۱] ابو طفیل کہتے ہیں مجھے ان میں سے آٹھ یاد رہے ۔ محمد احمد ابو القاسم فاتح خاتم عاقب حاشر ماحی ۔ ابو یحیٰی کہتے ہیں بقول سیف ابو جعفر نے کہا باقی دو نام یہ ہیں طٰہٰ یٰسین ۔

۱۔ یاد رہے یہ دس نام آپ کے صفاتی ناموں میں سے بطور مثال ہیں ۔ دس سے زائد کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا ورنہ علماء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ کے اسماء گرامی بہت زیادہ بیان کئے ہیں چنانچہ مواہب لدنیہ میں حروف تہجی کی ترتیب پر آپ کے چار سو سے زائد نام لکھے گئے ہیں بلکہ خصائص کبری جلد اول میں امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار نام گنوائے ہیں کچھ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اور کچھ کتب سابقہ میں ذیل میں ہم بھی حصول برکت کے لئے چند اسماء گرامی نقل کر رہے ہیں۔

(الف) الاجود ۔ الاخر ۔ الاسلم ۔ الاصدق ۔ الاکرم ۔ الامام ۔ الآمر ۔ الامن ۔ الامین ۔ الامی ۔ الاول ۔

(ب) البار ۔ الباسط ۔ الباطن ۔ البر ۔ البرھان ۔ البینۃ ۔ البشیر ۔

(ت) التالی ۔ التذکرہ ۔ التقی ۔ التنزیل ۔ التھامی ۔

(ث)

(ج) الجبار ۔ الجد ۔ الجامع ۔

(ح) الحاشر ۔ الحافظ ۔ الحفیظ ۔ الحبیب ۔ الحکیم ۔ الحلیم ۔ الحی ۔ الحامد ۔ الحنیف ۔

(خ) خاتم النبیین ۔ الخازن ۔ الخاشع ۔ الخاضع ۔ خطیب الانبیاء ۔ الخلیل ۔ الخلیفتہ ۔ خیرالانبیاء ۔ الخبیر ۔
(د) الداعی ۔ دعوہ ابراہیم ۔ دلیل الخیرات ۔
(ذ) الذاکر ۔ الذکر ۔ ذوالحوض ۔ ذوالوسیلہ ۔
(ر) الرافع ۔ الرحیم ۔ رحمتہ للعالمین ۔ رسول الرحمتہ ۔ رسول اللہ ۔ الرشید ۔ الرفیع ۔ الرؤف ۔ الرقیب ۔ روح القدس ۔
(ز) الزاہد ۔ الزکی ۔ زعیم الانبیاء ۔
(س) السابق ۔ الساجد ۔ السراج ۔ السعید ۔ السمیع ۔ السلام ۔ سیدالمرسلین ۔ سیدولد آدم ۔
(ش) الشارع ۔ الشافع ۔ المشفع ۔ الشاکر ۔ الشاہد ۔ الشکور ۔ الشہید ۔
(ص) الصابر ۔ الصبور ۔ الصدق ۔ الصادق ۔ الصفوۃ ۔ الصفی ۔ الصاحب ۔ الصالح ۔
(ض) الضحاک ۔
(ط) الطاہر ۔ الطیب ۔ طہٰ ۔ طس ۔ طسم ۔
(ظ) الظاہر ۔ الظفرور ۔
(ع) العابد ۔ العادل ۔ العظیم ۔ العاقب ۔ العالم ۔ العربی ۔ عبداللہ ۔ العزیز ۔ العطوف ۔ العفو ۔
(غ) الغالب ۔ الغفور ۔ الغنی ۔ الغیث ۔ الغوث ۔ الغیاث ۔
(ف) الفاتح ۔ الفاروق ۔ الفتاح ۔ الفخر ۔ الفرط ۔ الفصیح ۔
(ق) القاسم ۔ القاضی ۔ القرشی ۔ القریب ۔ القیم ۔ القائم ۔
(ک) الکفیل ۔ الکامل ۔ الکریم ۔
(ل) اللسان ۔
(م) الماجد ۔ المبین ۔ المتین ۔ المتوکل ۔ المجتبیٰ ۔ المعطی ۔ المزمل ۔ المدثر ۔ المختار ۔ المشفع ۔ المصدق ۔ المصباح ۔ المعصوم ۔ المکرم ۔ المومن ۔ المبشر ۔ المنذر ۔
(ن) الناسخ ۔ الناصح ۔ الناطق ۔ الناہی ۔ نبی الحرمین ۔ نبی الرحمتہ ۔ النعمتہ ۔ النور ۔ النقیب ۔
(و) الواسط ۔ الواسع ۔ الواصل ۔ الواضع ۔ الواعظ ۔ الوسیلہ ۔ الولی ۔ الوفی ۔
(ھ) الھادی ۔ الھاشمی ۔ الہدیٰ ۔
(ی) یثربی ۔ یٰسین ۔

حوالہ کے لئے دیکھئے مدارج النبوۃ جلد اول ص۴۵۱ باب ہفتم خصائص کبریٰ جلد اول (اردو) ص۱۸۷ اور مواہب لدنیہ حقیقت تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان گنت صفات و محامد عطا فرمائے ہیں اور ہر صفت کے اعتبار سے آپ کا علیحدہ نام ہے اس لئے آپ کے ناموں کی گنتی ہی نہیں ۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے ۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے ۔۔۔ باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
ترے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری ۔۔۔ حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
(اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ)

چوتھی فصل

چند خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی زندگی کے لمحے لمحے کی قسم اٹھاتا ہے۔

(۱۹) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی جان پیدا نہیں کی جو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر محبوب ہو اللہ نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی شخص کی ساری زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

"قسم ہے آپ ﷺ کی زندگی کی بے شک وہ (قوم لوطؑ) اپنی مستی میں مدہوش پھرتے تھے۔"

(۲۰) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد خداوندی لعمرک انہم الخ کی تفسیر یوں مروی ہے وحیاتک یا محمد اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کی زندگی کی قسم

شیخ (ابو نعیم) نے کہا کسی ذی عقل پر مخفی نہیں کہ قسم اس ذات کی اٹھائی جاتی ہے جو از حد معظم معزز اور مکرم ہو تو اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جلالت و قدر واضح ہوتی ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ آپ ﷺ کی زبان سے نکلا جس طرح آپ ﷺ نے لوگوں کو دعوت ایمان دی اور اپنی نبوت و رسالت کو جیسے نبھایا یہ سب امور انتہائی قابل تعظیم ہیں کیونکہ ساری زندگی کی قسم ان سب کو شامل ہے۔

بزم محشر میں ان کی شان محبوبی

☆ (۲۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔ میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ بارگاہ خدا میں پیش ہوں گے۔ ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے ان کی شفاعت کروں

☆ ۲۱ (تخریج) اس حدیث کو مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کیا ہے۔ جب کہ ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد لکھا ہے حسن غریب۔ علاوہ ازیں سنن دارمی جلد اول ص ۳۰ اور سنن بیہقی جلد نمبر ۳ ص ۲۲۲ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

گا جب وہ گرفتار بلا ہوں گے انہیں خوشخبری سناؤں گا جب وہ خوف زدہ ہوں گے ۔ کلید ہائے جنت اور عزت و حمد کا پھریرا میرے ہاتھ میں ہو گا ۔ میں رب کے ہاں ساری اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں گا چھپے انڈوں یا بکھرے موتیوں جیسے خوبصورت ایک ہزار خدام میرے آس پاس گھومتے ہوں گے

(۲۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے تمام جن و انس اور ہر سرخ و سیاہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے ۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا جو کسی نبی کے لئے نہ کیا گیا تھا ۔ میرے لئے سب زمین پاکیزہ اور مسجد بنا دی گئی ۔ ایک مہینہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ۱؎ ۔ مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں جو عرش کے خزانوں میں سے ہیں ۔ اور یہ آیات صرف مجھے ہی دی گئی ہیں مجھے تورات کی جگہ سورہ فاتحہ انجیل کی جگہ سورہ مائدہ اور زبور کی جگہ حوامیم ۲؎ دی گئیں مجھے مفصل سورتوں کی عطا سے بھی فضیلت بخشی گئی ہے ۔ میں دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں مگر مجھے فخر نہیں ۔ سب سے قبل میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی مگر فخر نہیں ۔

روز قیامت علم حمد میرے ہاتھ میں ہو گا مگر کوئی فخر نہیں آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء اس علم کے نیچے ہوں گے ۔ کلید ہائے جنت میرے پاس ہوں گی مگر فخر نہیں ۔ میں ہی شفاعت کا آغاز کروں گا مگر فخر نہیں ۔ خلق خدا کو جنت کی طرف میں ہی لے جاؤں گا مگر فخر نہیں ۔ میں ان کا امام ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے ہو گی ۔

(۲۳) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں زمین سے باہر آؤں گا ۔ پھر ابو بکرؓ پھر عمرؓ اور پھر اہلِ بقیع (۳) ۔ یہ لوگ میرے ساتھ اٹھیں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور میں حرمین کے درمیان اٹھایا جاؤں گا ۔

(۲۴) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اور فخر نہیں ۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے قبل میری ہی

---

۱ ۔ یعنی دشمن جب میری طرف آتا ہے تو ایک مہینہ کی مسافت پر ہی اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے ۔ پھر وہ لڑتا بھی ہے تو مرعوب ہو کر ۔

۲ ۔ یہ قرآن کریم کی سات سورتیں ہیں جن کے شروع میں حم آتا ہے غافر ۔ فصلت ۔ شوری ۔ زخرف ۔ دخان ۔ جاثیہ ۔ احقاف ۔ اور "مفصل" سے مراد سورہ حجرات سے لے کر قرآن کی آخری سورت تک کا حصہ ہے ۔ اسے مفصل کہنے کی متعدد وجوہ علماء نے بیان کی ہیں ایک یہ کہ باقی قرآن کریم کی نسبت اس حصہ میں چھوٹی سورتیں ہیں یعنی بسم اللہ شریف کے ساتھ زیادہ فصل کیا گیا ہے ۔ دوسری یہ کہ اس حصہ میں منسوخ آیات کم ہیں

۳ ۔ مدینہ منورہ کے قبرستان کا نام بقیع ہے ۔ حدیث کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ حرمین کے لوگ اٹھیں گے اور میں انہیں ساتھ لے کر میدان حشر کی طرف جاؤں گا ۔

شفاعت قبول ہو گی۔ مگر فخر نہیں۔ روز قیامت علم حمد میرے ہاتھ میں ہو گا مگر فخر نہیں۔ اور جنت میں سب سے پہلے میرے پاس فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گی۔ اس امت میں ان کی مثال یوں ہے جیسے بنی اسرائیل میں حضرت مریم کی۔

(۲۵) ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت لوگ بیہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہو گا۔

(۲۶) ام کرز رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ میں مومنوں کا سردار ہوں گا جب وہ اٹھائے جائیں گے اور ان سے آگے ہوں گا جب وہ بارگاہ صمدیت میں پیش ہوں گے۔ اور انہیں بشارت دوں گا جب وہ مارے دہشت کے خاموش ہوں گے ان کا امام ہوں گا جب وہ سجدہ کریں گے۔ اور سب سے زیادہ اللہ کے قریب میری جگہ ہو گی۔ جب وہ اللہ کے ہاں اکٹھے ہوں گے میں بات کروں گا تو اللہ میری تصدیق کرے گا شفاعت کروں گا تو وہ قبول کی جائے گی اور سوال کروں گا تو وہ پورا کر دیا جائے گا۔ ☆

☆ اس حدیث اور اس مضمون کی حامل جتنی احادیث پیچھے گزری ہیں ان سب کی تشریح کا صحیح نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہوا ہے۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
خاک افتادو بس ان کے آنے ہی کی دیر ہے
خود وہ گر کر سجدے میں تم کو اٹھاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلی رحمۃ اللہ)

وہ چھ صفات جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا کی گئی ہیں

(۲۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ صفات کے ساتھ سب انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے۔ (۱)
رعب سے میری مدد کی گئی خواب میں مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ مجھے سب لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا اور مجھ پر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ مجھے امت محمدیہ سے بنا دے۔

(۲۸) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس میں اس امت (محمدیہ) کا تذکرہ پایا عرض کیا اے اللہ اس کتاب میں میں نے ایک امت کا تذکرہ پایا ہے۔ جو پیدا تو آخر زمانہ میں ہوں گے اور جنت میں سب سے پہلے جائیں گے۔ اے اللہ انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا یہ تو امت محمد (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہے عرض کیا اے رب میری کتاب میں ایک امت کا ذکر ہے جن کی شفاعت سب سے پہلے ہوگی۔ انہیں میری امت بنا دے۔ فرمایا یہ امت محمدیہ ہے۔ پھر عرض کیا اے اللہ! میری کتاب میں ایک ایسی امت بھی مذکور ہے جو دعا کریں گے تو فوراً قبول ہوگی انہیں میری امت بنا دے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ عرض کیا اے اللہ میری کتاب میں ایک ایسی امت کا تذکرہ بھی ہے جو اپنی کتاب کو سینوں میں محفوظ کیے ہوں گے۔ اور اسے بلا تکلف پڑھ لیا کریں گے انہیں میری امت بنا دے۔ فرمایا یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ عرض کیا اے اللہ

۱۔ جوامع الکلم میں اضافت صفت الی الموصوف ہے جیسے کہتے ہیں جامع المسجد اصل میں تھا۔ الکلم الجوامع۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اللہ نے ایسی بنائی ہے کہ جامع کلمات پر مشتمل ہے لفظ کم اور معنی بہت زیادہ جیسے

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اَلدِّيْنُ نُصْحٌ لِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّغَيْرَهَا

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہر آدمی کو اپنی نیت ملے گی۔ ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا تم میں سے ہر کوئی چرواہا ہے۔"

میری کتاب میں ایک وہ امت بھی ہے جو مال فئے کھائیں گے۔ (۱)
انہیں میری امت بنا دے۔ فرمایا یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ہی خاصہ ہے۔
عرض کیا اے پروردگار! میری کتاب میں ایک ایسی امت کی نشان دہی بھی ہے جو صدقات کھائیں گے اور اس پر ثواب پائیں گے انہیں میری امت بنا دے۔ جواب آیا اے موسیٰ یہ بھی امت محمدیہ ہی کی شان ہے۔ عرض کیا اے الہ! میری کتاب ایک ایسی امت کا بھی پتہ دیتی ہے کہ وہ اگر نیکی کا ارادہ کر کے نیکی کر نہ سکیں گے تو بھی انہیں اس کا ثواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہ نیکی کر لیں گے تو اس کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب پائیں گے۔ اے اللہ انہیں میری امت بنا دے۔ ارشاد ہوا یہ بھی امت محمدیہ کا اعزاز ہے۔ عرض کیا اے اللہ میری کتاب میں ایک ایسی امت کا ذکر آیا ہے جو گناہ کا ارادہ کر کے اسے عمل میں نہ لائیں گے تو وہ گناہ لکھا نہیں جائے گا اور اس پر عمل کر لیں گے تو ایک ہی گناہ لکھا جائے گا اے خدا انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا یہ بھی امت محمدیہ ہی کی خصوصیت ہے۔

عرض کیا اے خدا میری کتاب میں ایک ایسی امت کا حال بھی لکھا گیا ہے جنہیں پہلا اور پچھلا (یعنی سارا) علم دیا گیا ہے۔ بد صورت دجال کی گمراہی کے دور میں قتل کیے جائیں گے اے اللہ انہیں میری امت بنا دے فرمایا یہ بھی امت محمدیہ ہی کا امتیاز ہے۔

قَالَ يَارَبِّ فَاجْعَلْنِيْ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُعْطِيَ عِنْدَ ذٰلِكَ خَصْلَتَيْنِ فَقَالَ

تب حضرت موسیٰ گویا ہوئے کہ اے اللہ پھر مجھے بھی امت محمدیہ کا ایک فرد بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال پر انہیں دو عظمتیں عطا فرما دیں جن کا تذکرہ قرآن میں یوں ہے۔

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۔

اے موسیٰ میں نے آپ کو سب لوگوں پر اپنی پیغمبری اور ہم کلامی کے ساتھ فضیلت دے دی، جو میں تم کو دے دوں لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔

---

(۱) یاد رہے کفار کی جن املاک پر اہل اسلام قابض ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں اگر جنگ وجدال اور لشکر کشی کے بعد کفار شکست سے دوچار ہو جائیں اور ان کی املاک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے تو اسے مال غنیمت کہتے ہیں اور اگر وہ لڑائی کے بغیر ہی اطاعت پذیر ہو جائیں اور مسلمانوں نے ان کی املاک پر قبضہ کر لیا تو وہ مال فئے کہلاتا ہے۔ پہلی قسم کا بیان سورہ انفال آیت ۴۱ میں ہے اور دوسری کا سورہ حشر آیت نمبر ۷ میں۔ مگر زیر بحث حدیث میں فئے بول کر دونوں قسم کے اموال مراد ہیں کیونکہ غنیمت اور فئے دونوں امت محمدیہ ہی کے لئے حلال کیے گئے ہیں۔ اور چونکہ فئے کا لغوی معنی ہے لوٹ کر آنے والی چیز جیسے سایہ کو فئے کہتے ہیں۔ اور یہ معنی مال غنیمت میں بھی ہے اس لئے لفظ فئے لغاً مذکورہ دونوں اقسام کو شامل ہو سکتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ میں راضی ہو گیا۔ (۱)
شیخ (ابو نعیم) کہتے ہیں یہ حدیث محدث سہیل کی غریب احادیث میں سے ہے۔ اس کی مرفوع سند صرف یہی پیش نظر ہے۔

---

(۱) آج بھی تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیش گوئی موجود ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر واشگاف الفاظ میں دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ تورات کی پانچویں کتاب، کتاب استثناء باب ۱۸ آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔"

اسی طرح لندن بائبل سوسائٹی سے ۱۹۲۸ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے چھپنے والی انگلش بائبل کے الفاظ یہ ہیں۔

17- And the Lord said unto me they have well spoken that wich they have spoken.
18- I will raise them up a Prophet from among their brethren, like unto thee, and will put my words in his mouth, and he shall speak unto them all that I shall command him.

اب اس فرمان موسوی میں تین ایسے لفظی قرائن موجود ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد "انہی کے بھائیوں میں سے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ آنے والا نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے پیدا ہو گا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد رشتے میں بنی اسرائیل کے بھائی لگتے ہیں۔ اور یہ حقیقت بھی کسی ذی عقل سے مخفی نہیں کہ نسل اسماعیل علیہ السلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں آیا۔

(۲) "تیرے مانند ایک نبی پیدا کروں گا۔" یہ الفاظ بجا طور پر عیسائیوں کے اس دعویٰ کی تردید کرتے ہیں کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ وہ آنے والا نبی موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام سے جو مشابہت مماثلت اور یکسانیت ہے اس کے مقابلہ میں عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کے مابین کوئی بھی خاص مماثلت نہیں دیکھئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام دونوں ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، دونوں کی شریعتوں میں جہاد ہے، جرائم پر سزائیں ہیں۔ اور دونوں دنیا سے اوجھل ہو کر زمین میں مدفون ہوئے ہیں مگر حضرت عیسیٰ میں ان میں سے کوئی بھی بات موجود نہیں۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔

(۳) "اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا" یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان مبارک وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کی طرف واضح اشارہ کر رہے ہیں۔

پانچویں فصل

گزشتہ آسمانی کتابوں میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۹) حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت اشتعیاء (۱) علیہ السلام پر وحی اتاری۔ کہ آپ قوم میں کھڑے ہو کر وعظ کریں آپ کی زبان پر وحی بولنا شروع ہو گی۔ آپ کھڑے ہوئے تو اللہ نے آپ کی زبان پر وحی جاری کر دی۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا اور تقدیس و تہلیل کے بعد فرمایا اے آسمان سن اے زمین خاموش ہو جا اے پہاڑو توجہ کرو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل کی عظمت ختم کر دے۔ انہیں اللہ نے اپنی نعمتوں میں پالا اپنے لئے چنا اور کرامت بخشی مگر انہوں نے سمجھا کہ ہم شیطانوں اور نجومیوں کے ذریعہ غیب پر اطلاع پا سکتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ شیطانوں کی باتیں سینوں میں چھپا کر رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں معلوم بھی ہے کہ زمین و آسمان کا غیب صرف میں جانتا ہوں اور میں ان کے ظاہر و باطن سے واقف ہوں۔ میں نے زمین و آسمان کے پیدا کرتے ہی ایک اٹل فیصلہ کیا تھا اور وقت مقرر پر وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اگر یہ غیب پر اطلاع پانے میں سچے ہیں تو بتلائیں وہ فیصلہ کب پورا ہو گا۔ اگر یہ اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ تو پھر ایسی قدرت لائیں جس کے ساتھ میں نے وہ تقدیر لکھی اور ایسی حکمت لائیں جس کے ساتھ میں تدبیر نظام کائنات کرتا ہوں۔

میں نے خلق ارض و سماء کے دن لکھ دیا تھا کہ نبوت بنی اسرائیل میں ہمیشہ نہ رہے گی۔ اور بادشاہت بھی ان سے چھین کر چرواہوں کو دے دی جائے گی۔ ناتوانوں کو عزت کمزوروں کو قوت فقیروں کو تونگری جاہلوں کو علم اور ان پڑھوں کو حکمت کے خزانے دے دیئے جائیں گے۔ کم تعداد والوں کو کثرت بخشی جائے گی جنگلوں میں شہر آباد ہوں گے اور صحراؤں میں قلعے تعمیر ہو جائیں گے۔ ان بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ایسا کب ہو گا کون کرے گا اور کس کے ہاتھ پر میری یہ قدرتیں ظاہر ہوں گی اور ان کے ساتھی کون ہوں گے۔ کیا یہ جانتے ہیں؟ (نہیں جانتے)

---

(۱) آپ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے وصال اور بخت نصر کے ظہور کے درمیانی دور میں تشریف لائے اور بنی اسرائیل کو ان کی بدکاریوں پر سرزنش کی۔ مگر جب وہ باز نہ آئے تو ان پر بخت نصر خدا کا عذاب بن کر نازل ہوا۔ اور ان کا اقتدار ختم ہو گیا۔ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی کئی بشارتیں دی ہیں جو دوسری کتب میں مذکور ہیں۔ مترجم

آخری نبی اور آخری امت کی شان بزبان اشعیاء علیہ السلام

(۳۰) وھب بن منبہ ؒ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ جس میں یہ زائد مضمون بھی ہے۔

اللہ فرماتا ہے۔ میں اس کام کے لئے نبی امی کو مبعوث فرمانے والا ہوں۔ جس کے ذریعے بہرے کان مقفل دل اور اندھی آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ اس کی ولادت مکہ میں ہوگی ہجرت سوئے مدینہ اور حکومت شام میں ہوگی۔ یہ میرا بندہ متوکل برگزیدہ عظیم المرتبت محبوب سے محبوب تر اور پسندیدہ سے پسندیدہ تر ہے۔ برائی کا بدلہ عفو و درگزر سے دے گا۔ مومنوں پر رحیم ہوگا۔ طاقت سے زیادہ بوجھ تلے دبے ہوئے جانوروں کو دیکھ کر دلگیر ہو جایا کرے گا۔ بے سہارا عورت کی گود میں کسی یتیم کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پرنم ہو جائیں گی۔ درشت مزاج اور بد خلق نہ ہوگا۔ بازاروں میں شور و غل کرنے سے کوسوں دور اور بد کلامی سے پاک ہوگا۔

میں اسے اعمال حسنہ اور اخلاق کریمانہ سے آراستہ کروں گا۔ طمانیت و وقار اس کا لباس نیکی اس کا شعار تقویٰ اس کا ضمیر حکمت اس کی فراست، صدق و وفا اس کی طبیعت۔ عفو و درگزر اور بھلائی اس کا خلق عدل اس کی سیرت۔ حق اس کی شریعت۔ ہدایت اس کی کتاب اسلام اس کا دین اور احمد اس کا نام ہوگا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اس کی برکت سے جاہلوں کو علم ناکسوں کو عظمت گم ناموں کو شہرت کم تعداد والوں کو کثرت فقیروں کو تونگری اور نفرت و عداوت کی وجہ سے بکھرے اور پراگندہ دلوں کو دولت اتحاد و اتفاق دے دوں گا۔ اس کی امت کو سب سے بہتر امت بناؤں گا جو لوگوں کو نیکی کرنے برائی سے رکنے، مجھے ایک ماننے میرے لئے ایمان و اخلاص رکھنے اور سب رسولوں پر ایمان لانے کی تبلیغ کرے گی۔ پابندی وقت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے ان کی نگاہیں سورج پر لگی رہیں گی۔ ایسے دلوں چہروں اور جانوں کو مبارک ہو جو میرے لئے اخلاص رکھتے ہوں گے۔

میں انہیں توفیق دوں گا کہ اپنی مساجد مجالس آرام گاہوں کاروباری اداروں اور گزرگاہوں میں میری تسبیح و تکبیر اور تحمید و توحید کے ڈنکے بجائیں گے۔ اور مسجدوں میں یوں صف آراء ہوں گے جیسے فرشتے میرے عرش کے گرد صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ میرے دوست اور مددگار ہوں گے۔

میں ان کے ذریعے اپنے بت پرست دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔ قیام و قعود اور رکوع و سجود سے نماز ادا کیا کریں گے۔ اپنے شہروں اور مال و متاع کو چھوڑ کر میری رضا کے لئے (ہجرت اور جہاد کی راہ پر) لشکر در لشکر نکل پڑا کریں گے۔ اور میدان جنگ میں دشمن کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن جایا کریں گے۔ ان کی کتاب سے پہلی کتابیں ان کی شریعت سے پہلی شریعتیں اور ان کے دین سے پہلے سب

ادیان منسوخ ہو جائیں گے۔ جو شخص ان کا زمانہ پائے اور ان کی کتاب و شریعت پر ایمان نہ لائے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ مجھ سے بری ہے۔ میں انہیں امت وسطیٰ بناؤں گا۔ تاکہ وہ (روز قیامت) لوگوں پر گواہ بنے۔

وہ حالت غضب میں میری تہلیل حالت ابتلاء و امتحان میں میری تکبیر اور حالت تنازع میں میری تسبیح بلند کیا کریں گے۔ چہرے اور اعضاء دھویا کریں گے۔ (وضو کیا کریں گے) کمر پر تہبند باندھے نشیب و فراز میں میری تکبیر و تہلیل کرتے پھریں گے (حالت احرام کی طرف اشارہ ہے) خون سے قربانی کریں گے اللہ کی کتاب سینوں میں محفوظ رکھیں گے رات کو عبادت اور دن کو جہاد کرنا ان کا شیوہ ہو گا۔ ان کی صدائے اذان سے فضاء آسمان کا سینہ چاک ہو جایا کرے گا۔ مسجدوں میں ذکر الٰہی کرتے ہوئے شہد کی مکھی جیسی بھینی بھینی آواز ہوگی۔ مبارک ہے اس کے لئے جو ان میں سے ہو گیا۔ ان کا دین اور ان کی شریعت و طریقت اپنالی۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دے دیتا ہوں۔ میں بڑے فضل والا ہوں۔

حضور کی ولادت سے قبل ایک یہودی عالم آپ کی آمد پر خطبہ دے رہا تھا۔

(۳۱) سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ بنی عبدالاشہل سے ایک یہودی (مدینہ منورہ میں) ہمارا پڑوسی تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک بار وہ اپنے گھر سے ہمارے پاس آیا اور بنی عبدالاشہل کی مجلس میں آ کھڑا ہوا۔ میں ان دنوں بہت چھوٹا تھا۔ اپنے گھر سے باہر چادر لپیٹے بیٹھا تھا۔ اس نے قیامت حشر حساب میزان اور جنت و نار کا تذکرہ کیا۔

اس کے مخاطبین سب اہل شرک بت پرست تھے۔ مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ان کا اعتقاد نہ تھا۔ کہنے لگے عقل سے کام لے! کیا کوئی ایسا جہان ہے جس میں جنت و نار ہو اور لوگ وہاں اپنے اعمال کی جزا سزا حاصل کریں؟ کہنے لگا اس ذات کی قسم جس کی قسم ساری دنیا اٹھاتی ہے اس آگ کا عالم یہ ہے کہ اگر تم اپنے گاؤں کے سب سے بڑے تنور کو شعلہ بار کرو پھر مجھے اس میں پھینک کر اوپر سے منہ بند کر دو اور اگلے دن نکال لو تو میں جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے ایسے تنور کی آگ برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کہنے لگے تیرا بھلا ہو۔ اس بات کی کوئی دلیل؟ اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس طرف سے ایک نبی مبعوث ہو گا۔ لوگوں نے کہا ہم اسے کب دیکھیں گے؟ اس نے مجھے اپنے گھر سے باہر چادر میں لپٹے دیکھا تو میری طرف اشارہ کر کے بولا اگر عمر اس بچے کی وفا کرے تو یہ اسے دیکھ سکے گا۔

سلمہؓ فرماتے ہیں نظام شب و روز چلتا رہا تا آنکہ اللہ نے اپنا حبیب مبعوث فرما دیا۔ اب وہ ہمارے درمیان موجود ہیں بحمد اللہ ہم ان پر ایمان لے آئے اور وہ یہودی بغض و حسد کی آگ میں جلتا رہ گیا۔ اور ایمان نہ لایا۔ ہم نے اسے کہا او فلاں! تم ہی وہ شخص ہو جس نے فلاں دن ہمیں یہ سب کچھ کہا تھا؟ کہنے لگا ہاں۔ مگر "یہ وہ نبی نہیں۔" اس یہودی کو یوشع کہتے تھے۔

طلوع نجم نبوت اور یہود کا شور و غل

(۳۲) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں سات آٹھ سال کا نوخیز لڑکا تھا۔ ان دنوں میں جو بات سن لیتا اسے یاد رکھتا تھا۔ ایک روز میں نے ایک یہودی کو مدینہ کے قلعہ پر چڑھ کر یہ چیخ و پکار کرتے سنا۔ اے یہود! اے یہود! لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے کہنے لگے تیری خرابی ہو کیا ہے تجھے؟

قَالَ طَلَعَ اللَّيْلَةَ نَجْمُ اَحْمَدَ الَّذِيْ وُلِدَ بِهٖ۔

"کہنے لگا آج رات وہ ستارا طلوع ہو گیا ہے جسے احمد کی ولادت پر طلوع ہونا تھا۔"

عبدالرحمان بن یزید بن جاریہ کہتے ہیں میں نے حضرت حسانؓ سے سنا آپ اپنی وفات سے تقریباً ایک مہینہ پہلے فرما رہے تھے بخدا میں اس وقت سات سال کی عمر میں اپنے گھر میں والد کے پاس بیٹھا تھا میری حالت یہ تھی کہ جو دیکھتا یاد رکھتا اور جو سنتا محفوظ کر لیتا تھا۔ اتنے میں ایک نوجوان ثابت بن ضحاک ہمارے ہاں آیا! اس نے بتلایا کہ بنو قریظہ سے ایک یہودی نے مجھ سے لڑتے ہوئے کہا کہ وہ نبی پیدا ہونے والا ہے جو ہماری کتاب جیسی کتاب لائے گا۔ اور تمہیں قوم عاد کی طرح قتل کرے گا۔

حسان کہتے ہیں چند دن بعد میں وقت سحر اپنی چھت پر تھا کہ میں نے ایک بڑی تیز آواز سنی ایک یہودی مدینہ طیبہ کے ایک قلعہ پر ہاتھ میں مشعل لئے کھڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے تیری بربادی ہو تجھے کیا ہے؟ کہنے گا۔

هٰذَا كَوْكَبُ اَحْمَدَ قَدْ طَلَعَ هٰذَا كَوْكَبٌ لَا يَطْلُعُ اِلَّا بِالنُّبُوَّةِ وَلَمْ يَبْقَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اَحْمَدُ۔

"یہ دیکھو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ یہ کسی نبی کی ولادت پر ہی طلوع ہوا کرتا ہے۔ اور احمد کے سوا اب کوئی باقی نبی نہیں رہا۔"

لوگ اس کی اس حرکت پر ہنسے اور تعجب کرتے ہوئے چل دیئے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔

عبداللہ بن ابی بکر بن حزم کہتے ہیں جب یہودی نے آواز لگائی تھی کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ ان دنوں بنو عدی بن نجار سے ایک شخص ابو قیس راہب بنے، راھبانہ لباس میں رہتا تھا۔ میں نے اسے کہا ابو قیس! اس یہودی کی بات سنی ہے تم نے وہ کیا کہہ رہا ہے؟ ابو قیس نے کہا میں بھی اسی نبی کے انتظار میں یہ حالت بنائے پھرتا ہوں کہ وہ آئیں تو میں ان کی تصدیق و اتباع کروں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اس نے آپ کی تصدیق کی مگر مکہ کو جا نہ سکا۔ بوڑھا آدمی تھا

(۳۳) حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم اور یہودی (مدینہ طیبہ میں) باہم تذکرہ کیا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں ایک نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام کا مبعوث ہو گا۔ اب وہی ایک نبی باقی رہ گیا ہے۔ اس کے متعلق ہماری کتابوں میں ہم سے ایمان لانے کے وعدے لئے گئے ہیں اور اس کی صفات یہ ہیں۔

میں ان دنوں بچہ تھا مگر جو سنتا دیکھتا اسے یاد کر لیتا تھا میں نے ایک دن بنی عبدالاشہل کی طرف سے تیز آواز سنی دوسرے لوگ بھی آواز سن کر خوف زدہ ہو گئے۔ کہ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ آواز کچھ دیر کے لئے تھم گئی۔ پھر آواز بلند ہوئی اب ہم صاف سن رہے تھے کوئی کہہ رہا تھا اے یثرب والو! یہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس نے ولادت احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر طلوع ہونا تھا۔ ہم یہ سن کر بڑے حیران ہوئے۔

اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا۔ ہمیں وہ واقعہ بھی بھول گیا۔ کئی لوگ مر گئے اور ان کی جگہ دوسرے آ گئے۔ میں بوڑھا ہو گیا۔

فَاِذَا مِثْلُ ذٰلِكَ یَا اَھْلَ یَثْرِبَ قَدْ خَرَجَ اَحْمَدُ وَجَآءَ النَّامُوْسُ الْاَکْبَرُ الَّذِیْ کَانَ یَاْتِیْ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

"ایک دن اچانک اس پرانی آواز کی طرح پھر آواز آئی۔ اے اہل یثرب! احمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے انہوں نے اعلان نبوت کر دیا۔ ان کے پاس وہ ناموس (۱) اکبر آتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔" چند ہی دن بعد میں نے سن لیا کہ مکہ میں ایک شخص نے اعلان نبوت کیا ہے۔ ہماری قوم میں سے کئی آدمی وہاں گئے اور کچھ رہ گئے ہمارے نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا مگر میں اسلام نہ لا سکا۔ تا آنکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے (اور میں اسلام لایا)

(۳۴) ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے باپ اور اپنے چچے ابو یاسر کو بہت پیاری ہوتی تھی میں جب بھی دونوں کے بچوں کے ساتھ ہوتی۔ دونوں مجھے اٹھا لیتے اور کسی کو نہ

---

(۱) اس سے مراد سب سے بڑا فرشتہ حضرت جبریل امین ہیں۔

اٹھاتے۔ فرماتی ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور بنی (۱) عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے۔ میرا والد اور چچا دونوں اندھیر منہ آپ کی طرف گئے۔ اور دن ڈھلے واپس لوٹے۔ وہ سخت تھکے ہوئے آدمی کی طرح پاؤں گھسیٹتے اور گرتے پڑتے آئے۔ اور اندر چلے گئے۔ میں ان کی طرف حسب معمول دوڑی آئی مگر دونوں میں سے کسی نے میری طرف توجہ نہ دی کیونکہ دونوں بڑے غمگین تھے۔ میں نے سنا میرا چچا میرے باپ سے کہہ رہا تھا "کیا یہ وہی ہے؟" اس نے کہا ہاں بخدا۔ چچا نے کہا کیا تم اسے پہچانتے ہو اور یقین سے کہہ رہے ہو؟ کہنے لگا ہاں۔ چچا نے پوچھا تو پھر تمہارے دل میں اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ اس نے کہا مرتے دم تک عداوت (۲)"

سابق یہودی عالم مخیریق کا قبول اسلام اور راہ حق میں شہادت

(۳۵) محمد بن اسحاق نے مخیریق نامی یہودی عالم کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ بڑا مال دار شخص تھا اس کے پاس کھجوروں کا باغ تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سے خوب واقف تھا اور اسے آپ کے دین سے محبت بھی تھی۔ جنگ احد تک اس کی یہی حالت رہی (ایمان نہ لایا) ایک بار ہفتے کا دن تھا کہ وہ کہنے لگا اے گروہ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ تم پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت فرض ہے۔ کہنے لگے یہ تو ہفتے کا دن ہے۔ (۳)

اس نے کہا آج کے بعد میں کوئی ہفتہ نہیں دیکھوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے ہتھیار لئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا (اسلام لے آیا) آتے ہوئے اپنی قوم سے کہہ آیا کہ اگر آج میں قتل ہو جاؤں (نام نبی پر قربان ہو جاؤں) تو میرا سارا مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو گا۔ وہ جیسے چاہیں کریں گے۔ جنگ شروع ہوئی تو وہ پیش پیش تھا۔ چند کفار کو واصل جہنم کیا اور

---

(۱) یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت مدینہ طیبہ سے باہر مقام قباء پر آباد تھا۔

(۲) انہی لوگوں کے متعلق اللہ فرماتا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۔ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

اور ان واقعات سے اس ارشاد ربانی کی تائید ہوتی ہے

بقرہ

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ لوگ اس طرح یقیناً جانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔ اور ایک فریق ان میں سے حق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں (کہ حق یہی ہے۔)

(۳) یعنی ہماری عبادت کا دن ہے۔ ایسی فضول بات کر کے ہماری عبادت میں خلل نہ ڈالو۔

لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخیریق خیر یہود سب یہود سے بہتر مخیریق ہے۔ آپ نے اس کے اموال پر قبضہ کیا۔ اور مدینہ شریف میں آپ کے اکثر صدقات (اموال موقوفہ) اسی سے ہیں۔

آپکی آمد سے قبل سب یہودی آپ کے منتظر تھے مگر بعد میں حسد کرنے لگے

(۳۶) ابی نملہ سے روایت ہے کہ بنی قریظہ کے یہود اپنی کتب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ پڑھا کرتے اور بچوں کو آپ کی صورت و سیرت اور ہجرت سوئے مدینہ کے متعلق بتلایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کا ظہور ہوا تو بغض و حسد کی آگ میں جل کر انکار کرنے لگے۔

(۳۷) ابو سعید خدری اپنے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن عبدالاشہلی کے ہاں آیا۔ ان دنوں ہم جنگ و جدال سے کنارہ کش تھے۔ میں نے وہاں یوشع یہودی کو یہ کہتے سنا "اس نبی کا وقت ظہور قریب آگیا ہے۔ جسے احمد کہتے ہیں۔ وہ حرم سے ظاہر ہو گا۔" ایک شخص خلیفہ بن شعلبہ اشہلی نے اس سے از راہ مذاق پوچھا اس کا حلیہ کیسا ہو گا۔ کہنے لگا۔ میانہ قد ہو گا زیادہ چھوٹا نہ زیادہ لمبا۔ آنکھوں میں سرخی ہو گی کملی زیب تن ہو گی۔ خچر پر سوار کندھے پر تلوار اور مدینہ اس کا دار قرار ہو گا۔ مالک کہتے ہیں میں وہاں سے محو حیرت ہو کر اپنی قوم بنی خدرہ میں آیا۔ وہاں ایک شخص نے مجھ سے کہا یوشع اکیلا تو نہیں کہتا یثرب کا ہر یہودی یہی کہتا ہے۔ میں وہاں سے بنی قریظہ میں آیا وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر چھیڑے بیٹھے تھے۔ اور زبیر بن باطا کہہ رہا تھا "وہ سرخ ستارا طلوع ہو گیا ہے جو کسی نبی کی ولادت پر ہی طلوع ہوتا ہے۔ اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ یہ شہر (مدینہ) اس کی ہجرت گاہ ہے" ابو سعید فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو میرے والد نے آپ کو سارا قصہ سنایا۔ آپ فرمانے لگے اگر یہ زبیر (یہودی) اور اس جیسے دیگر سرداران یہود ایمان لے آئیں تو سب یہود ان کی پیروی کریں گے۔

ایک گستاخ یہودی کے لئے آپ کی دعا

(۳۸) محمد بن جعفر سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے قبل وہاں ایک راہب ابو عامر بن عبد عمرو بن صیفی بن نعمان بن صبیعہ بن زید رہتا تھا بڑا صاحب علم تھا اوس و خزرج میں اس سے بڑھ کر اوصاف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واقف نہ تھا یہود سے اس کی دوستی تھی۔ اور وہ ان سے آپ کے بارہ میں معلومات لیتا رہتا تھا۔ پھر

وہ شام چلا گیا۔ وہاں اسے عیسائیوں سے بھی آپ کے بارہ میں کافی معلومات ہوئیں وہاں سے لوٹتے ہوئے ابو عامر کہہ رہا تھا میں دین ابراہیمی پر ہوں۔ وہ ایک عرصہ راہبانہ طرز زندگی اختیار کیے بزعم خویش منتظر ظہور نبوت رہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اعلان حق فرمایا تو وہ آپ کے پاس نہ گیا تا آنکہ آپ مدینہ طیبہ میں جلوہ فرما ہوئے تو آپ سے آکر کہنے لگا یہ تم کون سا دین لے کر آئے ہو؟ آپ نے فرمایا دین ابراہیمی! کہنے لگا میں بھی اسی دین پر ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ دین نہیں ہے۔ کہنے لگا کیوں نہیں؟ کیا تم نے دین حنفیت میں کچھ اضافہ کر لیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ نہایت پاکیزہ اور بے داغ دین ابراہیمی لایا ہوں۔

ابو عامر نے کہا اللہ جھوٹے کو بے کس اور بے بس کر کے مارے۔ یہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بزعم خویش طنز کیا تھا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجَلْ فَمَنْ کَذَبَ فَفَعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ بِہٖ

آپ نے اسے جواب دیا۔ ہاں! "اللہ جھوٹے کے ساتھ یقیناً ایسا ہی کرے گا" اس کے بعد وہ دشمن خدا مکہ چلا گیا۔ جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو طائف چلا گیا۔ جب طائف والے لوگ داخل اسلام ہو گئے تو وہ شام کو ہو لیا اور وہاں اس حالت میں مرا کہ کوئی اس کا پرسان حال تک نہ تھا۔ (حضور کا یہ قول پورا ہو گیا کہ "اللہ جھوٹے کے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔")

اپنے دور کا ولی کامل آمد رسول کی بشارت دیتا ہے

(۳۹) عاصم بن عمرو بنی قریظہ (۱) کے ایک بوڑھے شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو ثعلبہ بن سعنہ۔ اسید بن سعنہ اور اسد بن عبید جو دور جاہلیت میں بنو قریظہ کے ساتھ تھے اور اسلام میں ان کے سردار بنے، کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا شام کا ایک یہودی ابن الہیبان ظہور اسلام سے چند سال قبل ہمارے پاس (مدینہ طیبہ) آیا وہ یہاں رہنے لگا ہم نے کسی اور کو اس سے بہتر پانچ نمازیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ جب قحط پڑتا تو ہم اسے دعا کرنے کو کہتے۔ وہ جواب دیتا کہ پہلے ہر شخص ایک (۲) صاع کھجور اور ایک مد جو صدقہ کرے۔

۱۔ مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یہود کے دو قبائل آباد تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر

☆ (۳۹) (تخریج) طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۶۰ میں سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۱۳۔ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ جب کہ خصائص میں اسے بیہقی سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

(۲) صاع ایک پیمانہ ہے۔ جو تقریباً ساڑھے چار سیر کے مساوی ہوتا ہے اور مد دو پاؤنڈ کے برابر ایک پیمانہ ہے۔

جب ہم صدقہ دے دیتے تو وہ ہمارے ساتھ میدان میں نکلتا اور دعا مانگ کر اٹھتا بھی نہ تھا کہ بادل اندھیرا کر دیتے۔ یہ ایک بار نہیں کئی بار ہوا۔

جب اس کی موت قریب آئی تو کہنے لگا اے گروہ یہود! تم جانتے ہو میں شام جیسا امیر و کبیر ملک چھوڑ کر یہاں افلاس زدہ علاقہ میں کیوں آبسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہنے لگا میں یہاں اس لئے آیا تھا تاکہ اس نبی کا انتظار کروں جسکا ظہور اب قریب ہے۔ اس شہر کی طرف وہ ہجرت کرے گا۔ میری آرزو تھی کہ اس کا دیدار کروں۔ (مگر پیمانہ حیات لبریز ہو گیا) اب تمہیں وہ دور ملنے والا ہے اے یہود اس رسول پر ایمان لانے میں کوئی قوم تم سے پہل نہ کر جائے۔ اسے اجازت ہو گی کہ اپنے مخالفوں کا خون بہا دے۔ بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لے۔ اس لئے ایمان لانے میں دیر نہ کرنا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور بنی قریظہ کا محاصرہ ہوا تو ان نوجوانوں (ثعلبہ بن سعنہ وغیرہ) نے چیخ کر کہا اے بنو قریظہ! یہ وہی رسول ہے۔ جس کے متعلق ابن الہیبان نے پیش گوئی کی تھی یہود کہنے لگے یہ وہ نہیں۔ تو ان نوجوانوں نے کہا بخدا یہ وہی رسول ہے چنانچہ یہ اپنے قلعے سے اتر کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ اور یوں اپنے خون اور مال و اولاد کو محفوظ کر لیا۔

برکت نام محمد قبل ظہور اسلام

(۴۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود آپ کے وسیلہ سے اوس و خزرج (۱) پر فتح مانگا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ نے آپ کو عرب سے ظاہر کیا تو وہ آپ کے منکر ہو گئے۔ ایک مرتبہ بنو سلمہ کے معاذ بن جبل اور بشر بن براء بن معرور نے انہیں کہا اے یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ جب ہم اہل شرک تھے تو تم نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم پر فتح مانگا کرتے تھے۔ آپ کی بعثت اور سیرت کو ہم پر پیش کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر سلام بن مشکم نے کہا یہ وہ نبی نہیں جس کا ہم ذکر کرتے تھے اور جو صفات ہم بیان کیا کرتے تھے وہ اس میں نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالی نے اس پر یہ آیت اتاری۔

---

(۱) مدینہ شریف میں مشرکین اور بت پرستوں کے دو قبیلوں کے نام ہیں جو ایمان لا کر انصار رسول بن گئے۔ اور یہود جو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع دیا کرتے تھے حسد میں مبتلا ہو کر دولت ایمان سے محروم رہ گئے۔

امام سیوطی لباب النقول فی اسباب النزول ص ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ اسے محدث ابن ابی حاتم نے سعید اور عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔

اور اس سے پہلے وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب ان کے پاس ان کی پہچانی ہوئی چیز آ گئی تو اس کا انکار کرنے لگے۔ تو کفار پر اللہ کی لعنت ہے۔ سورۂ بقرہ آیت ۸۹

نبی کی شان بے مثال۔ بزبان حضرت دانیال علیہ السلام

(۴۱) کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ارض بابل سے بنی اسرائیل کے نکالے جانے کا سبب بخت (۱) نصر کا خواب تھا۔ اس نے ایک بار بڑا خوفناک خواب دیکھا۔ نجومیوں اور جادوگروں کو بلایا۔ خواب سے پیدا ہونے والی اپنی بے چینی ان کے سامنے رکھی۔ اور کہا کہ مجھے اس کی تعبیر بیان کرو نجومی کہنے لگے پہلے وہ خواب تو سناؤ۔ کہنے لگا وہ تو میں بھول گیا ہوں۔ مگر مجھے اس کی تعبیر چاہیے۔ نجومیوں نے کہا خواب سنے بغیر ہم اس کی تعبیر کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ اس پر وہ بپھر گیا اور کہنے لگا میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس خواب کا مقصد بیان کر دو ورنہ تمہاری گردنیں اڑوا دوں گا۔ یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔ حضرت دانیال علیہ السلام کو بھی جو ان دنوں پس زنداں تھے یہ خبر پہنچی آپ نے داروغہ جیل سے کہا جو آپ سے محبت رکھتا تھا "کیا تم بادشاہ کے ہاں میرا ذکر کر سکتے ہو میں اس کا خواب بیان کر سکتا ہوں۔ اس طرح ممکن ہے تجھے بادشاہ کی مزید قربت میسر آ جائے اور مجھے عافیت" داروغہ نے کہا مجھے ڈر ہے کہیں سطوت سلطانی کی آگ تمہیں جلا کر بھسم نہ کر ڈالے۔ شاید تم جیل کی سختی سے تنگ آ کر اپنی رہائی کا راستہ نکالنا چاہتے ہو؟ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ بادشاہ کی پریشانی اگر کوئی ختم کر سکتا ہے تو وہ تم ہو حضرت دانیال نے فرمایا تم میرے متعلق نہ ڈرو میرا وہ خدا ہے جو میری چاہت پر بقدر حاجت مجھے آئندہ کی اطلاع دیتا ہے۔

داروغہ نے جا کر بخت نصر کو یہ بات پہنچائی۔ اس نے آپ کو بلوالیا۔ آپ اس کے پاس پہنچے مگر اسے سجدہ نہ کیا۔ حالانکہ وہاں پر آنے والا سجدہ کرنے کا پابند ہوتا تھا۔ سلطان نے دربار میں موجود

---

(۱) یہ ایک کافر بادشاہ گزرا ہے۔ بابل اس کا پایہ تخت تھا۔ اس نے اگست ۵۸۷ قبل مسیح میں بیت المقدس پر چڑھائی کی۔ اور یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بنی اسرائیل کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ یہودی مرد و زن اور پیر و جواں کو جانوروں کی طرح ذبح کر دیا گیا اور باقی ماندہ کو بابل میں لا کر غلام بنا لیا گیا۔ مگر ۵۳۹ قبل مسیح میں حالات نے کروٹ بدلی اور شاہ فارس سیرس دوم نے بابل پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اور سلطنت بابل مٹ گئی۔ یہ بخت نصر کی موت کے بعد کا واقعہ ہے۔ سیرس نے دوبارہ بیت المقدس کو آباد کیا اور یہود کی حکومت از سر نو قائم کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ان کی بدعنوانیوں اور زناکاریوں کا بدلہ خوب چکھا دیا تھا۔

تمام لوگوں کو نکل جانے کو کہا۔ جب دربار خالی ہو گیا تو اس نے حضرت دانیال کو کہا تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا میرے اللہ نے مجھے یہ علم اسی شرط پر دیا ہے کہ کسی اور کو سجدہ نہ کروں۔ مجھے ڈر ہے اگر میں نے تجھے سجدہ کیا تو وہ علم جاتا رہے گا اور تم میرے علم سے کچھ استفادہ نہ کر سکو گے۔ نتیجتاً مجھے قتل ہونا پڑے گا۔ تو قتل سے بچنے کے لئے سجدہ نہ کرنا بہتر ہے۔ اور میں نے سجدہ نہ کر کے تم پر عنائت کی ہے تاکہ تمہاری پریشانی ختم ہو سکے۔

بخت نصر نے کہا میں نے تم سے بڑھ کر اپنے خدا کا باوفا بندہ کوئی نہیں دیکھا اور میں ایسے شخص کو بڑا محبوب رکھتا ہوں۔ اب تم میری خواب اور اس کی تعبیر بیان کرو گے؟ آپنے فرمایا ہاں۔ تم نے خواب میں ایک عظیم بت دیکھا ہے۔ جس کے پاؤں زمین میں تھے اور سر آسمان میں۔ اس کا اوپر والا حصہ سونے کا درمیانہ چاندی کا اور نچلا تانبے کا تھا۔ جب کہ پنڈلیاں لوہے کی اور پاؤں پتھر کے تھے۔ تم اسکی قامت اور پختگی کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں اللہ نے اس پر آسمان سے ایک پتھر پھینکا جو اس کے سر پر پڑا اور اسے پیس کر رکھ دیا۔ اس کا سونا چاندی تانبا لوہا اور پتھریوں باہم مل گئے کہ تمہارے خیال کے مطابق تمام جن و انس مل کر انہیں جدا جدا نہیں کر سکتے۔ پھر تم نے دیکھا کہ وہ پتھر بڑا ہوتا اور پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ تا آنکہ ساری زمین اس سے بھر گئی۔ اب صرف تمہیں وہ پتھر اور آسمان ہی نظر آ رہا تھا۔ بخت نصر نے کہا سچ کہتے ہو۔ میں نے یہی خواب دیکھا ہے۔ مگر اس کی تعبیر کیا ہے؟

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا بت سے مراد مختلف زمانوں میں مختلف امتیں ہیں۔ سونے سے مراد موجودہ زمانہ ہے جس میں تم رہ رہے ہو۔ چاندی سے مراد تمہارا بیٹا ہے جو تمہارے بعد بادشاہ ہو گا۔ تانبے سے مراد روم کی طرف اشارہ ہے۔ لوہا فارس ہے اور پتھر سے مراد دو امتیں ہیں جن پر دو عورتیں حکومت کریں گی۔ ایک مشرقی یمن میں اور دوسری غربی شام میں۔ جو پتھر اس بت پر پڑا وہ دین الہٰی ہے۔ جو آخر زمانہ میں ظاہر ہو گا اللہ تعالی عرب سے ایک امی نبی بھیجے گا جس کی وجہ سے دوسرے تمام ادیان و امم کا وہ حشر ہو گا جو اس بت کا ہوا ہے۔ وہ دین اس پتھر کی طرح پھیلتا جائے گا اور ساری زمین پر غالب آ جائے گا۔ یوں باطل کی جگہ حق اور گمراہی کی جگہ ہدایت آ جائے گی۔ جاہل لوگ علم کی دولت سے تونگر ہو جائیں گے ضعیفوں کو قوت ناکسوں کو عزت اور بے کسوں کو نصرت دے دی جائے گی۔

بخت نصر نے کہا جب سے میں نے تخت حکومت سنبھالا ہے آپ سے بڑھ کر کسی نے مجھ پر ایسا غلبہ حاصل نہیں کیا۔ یقیناً آپ سے زیادہ میرا محسن کوئی نہیں۔ میں آپ کے احسان کا بدلہ دینا چاہوں گا۔ کعب الاحبار نے سارا واقعہ سنایا۔

مقوقس شاہ اسکندریہ در مدح رسول خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴۲) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ وہ بنی مالک کے ساتھ مقوقس (۱) کے پاس گئے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ درمیان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی بھی تو تھے؟ (۲)

انہوں نے کہا ہم براستہ سمندر آئے ہیں۔ اگرچہ ہمیں راستے میں ان کا ڈر بھی تھا مقوقس نے کہا تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت پر کیا رد عمل ظاہر کیا ہے۔ کہنے لگے ہم میں سے تو کسی نے اسے نہیں مانا۔ کہنے لگا کیوں؟ انہوں نے کہا وہ کوئی نیا دین لایا ہے۔ جو ہمارے باپ دادا نے بھی نہیں سنا۔ اور نہ ہی وہ سلطان یعنی مقوقس کا دین ہے۔ اس نے کہا اس کی قوم کا کیا رد عمل تھا۔ انہوں نے کہا چند نوجوانوں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس کا اپنی قوم اور دیگر قبائل عرب کے ساتھ چند مرتبہ مقابلہ ہوا ہے۔ کبھی انہیں ہزیمت اٹھانا پڑتی ہے تو کبھی اسے۔ مقوقس نے کہا مجھے سچ سچ بتلاؤ وہ کس بات کی دعوت دیتا ہے۔ کہنے لگے اس کی دعوت یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ ہمارے باپ دادا جن بتوں کو پوجتے آئے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ وہ نماز اور زکوٰۃ کی دعوت دیتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا نماز و زکوٰۃ کیا ہوتی ہے۔ کیا ان کا وقت اور تعداد مقرر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دن اور رات میں پانچ نمازیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک کا خاص وقت اور مقرر تعداد ہے۔ ہر بیس مثقال سونے میں سے ایک مثقال اور ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری راہ خدا میں دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ اور اسی طرح اور بھی ان کے صدقات ہیں۔ کہنے لگا کچھ جانتے ہو کہ وہ نبی یہ زکوٰۃ وصول کر کے کہاں خرچ کرتا ہے؟ کہنے لگے فقیروں میں بانٹ دیتا ہے۔ صلہ رحمی اور وفاء عہد کا حکم دیتا ہے۔ سود زنا اور شراب سے منع کرتا ہے۔ غیر خدا کے نام پر ذبح کردہ گوشت نہیں کھاتا۔

مقوقس نے یہ سن کر کہا وہ ساری نسل انسانیت کا رسول ہے۔ اگر قبط اور روم اس کی دعوت

۱۔ یہ دور نبوی میں مصر اور اسکندریہ کا حکمران تھا۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو بڑا ادب و احترام بجالایا مگر ایمان قبول نہ کیا سیرت و تاریخ کی کتب تو اس کے ایمان کی شہادت نہیں دیتیں۔ البتہ ایک عرصہ کے بعد اس کے خزانے سے وہ خط بر آمد ہوا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھیجا تھا۔ اب اس خط کی فوٹو تمام عالم اسلام میں گھر گھر پہنچ گئی ہے۔ تو مقوقس کا اس خط کو سنبھال کر اپنے خفیہ خزانے میں نہایت حفاظت و تکریم کے ساتھ رکھنا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شائد وہ آپ کی نبوت کا قائل تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے اس آدمی کی طرح جو فرعون کے ڈر سے اپنا ایمان ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اس نے بھی خوف سے ایمان ظاہر نہ کیا ہو۔

(۲) کیونکہ مغیرہ بن شعبہ جو ابھی اسلام نہ لائے تھے مکہ سے مصر پہنچے تو شاہ مصر نے سوال کر ڈالا کہ راستے میں مدینہ منورہ بھی آتا ہے اور تم اہل مدینہ کے کھلے دشمن ہو پھر تم یہاں کیسے صحیح سلامت پہنچ گئے۔

سن لیں تو اس کے پیرو کار بن جائیں گے۔ کیونکہ انہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے یہی حکم دیا ہے۔ جو کچھ تم نے اس کی صفات بیان کی ہیں پہلے انبیاء بھی انہی صفات سے متصف تھے۔ انجام کار وہی غالب آئے گا۔ کسی کو اس سے تاب مقابلہ نہ رہے گی۔ اس کا دین سمندروں کے سینے چاک کرتا ہوا ہر طرف پھیلتا جائے گا۔ اس کی مخالف قوم ہی اپنے نیزوں سے اس کا دفاع بھی کرے گی۔

مغیرہ کہتے ہیں ہم نے کہا اگر سب دنیا اس کے ساتھ ہو جائے تب بھی ہم اس کا ساتھ نہ دیں گے۔ کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیرانی سے اپنا سر ہلاتے ہوئے بولا۔ تم ابھی تک اسے کھیل سمجھ رہے ہو۔ یہ بتلاؤ اس کا نسب کیسا ہے۔ ہم نے کہا سب سے بہتر نسب ہے۔ کہنے لگا حضرت مسیح اور تمام انبیاء کا نسب بھی ایسا ہی رہا ہے۔ یہ بتلاؤ اس کی گفتگو میں صداقت کس قدر ہوتی ہے؟ ہم نے کہا صدق سے تو وہ امین کہلاتا ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر تم اپنے معاملہ میں غور سے کام لو اگر وہ تم سے جھوٹ نہیں بولتا تو اللہ کی طرف جھوٹ کیسے منسوب کر سکتا ہے۔ یہ بتلاؤ اس کے ساتھی کیسے ہیں ہم نے کہا نوجوان طبقہ ہے۔ مقوقس نے کہا مسیح کی قسم انبیاء کے پیرو کار ایسے ہی رہے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا یثرب کے یہود نے اس سے کیا معاملہ کیا ہے؟ وہ تو اہل تورات ہیں؟ ہم نے کہا انہوں نے مخالفت کی ہے۔ جنگیں ہوئی ہیں اور اس نے انہیں قتل بھی کیا ہے اور گرفتار بھی۔ اور یہودی وہاں سے تتر بتر ہو گئے ہیں۔ کہنے لگا وہ حسد میں مر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اسے ہماری طرح خوب پہچانتے ہیں۔

مغیرہ کہتے ہیں ہم وہاں سے لوٹے تو اس کی کلام نے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گرویدہ کر دیا تھا۔ ہم نے کہا شاہان عجم دور رہتے ہوئے بھی اس کی تصدیق کرتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور ہم اس کے رشتہ دار اور پڑوسی ہوتے ہوئے بھی اس کا ساتھ نہیں دیتے! جب کہ وہ ہمیں دعوت دینے ہمارے گھر پر آیا ہے. ہم اپنے وطن کو لوٹے راستے میں میں اسکندر یہ ٹھہرا ہر گرجا میں گیا وہاں کے قبطی اور وصی علماء سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں معلومات لیتا رہا وہیں ایک قبطی عالم ابی غنیم سے جو سب سے بڑا عیسائی اسقف (پوپ) تھا اور میں نے اس سے بہتر کسی کو پانچ نمازیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ میری ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کیا اب کسی نبی کی آمد باقی رہ گئی ہے کہنے لگا ہاں۔

وَهُوَ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اَحَدٌ وَهُوَ نَبِيٌّ قَدْ اَمَرَنَا عِيْسٰى بِاِتِّبَاعِهٖ وَهُوَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ ۔ الخ

وہ آخر الانبیاء ہے اس کے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی اور نہیں ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی امی عربی ہے۔ اس کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ قامت زیادہ لمبی ہو گی نہ زیادہ چھوٹی۔ آنکھوں میں سرخی ہو گی رنگت زیادہ سفید ہو گی نہ

گندمی۔ دراز زلفیں اور سادہ کپڑے اس کی پہچان ہو گی۔ وہ نبی روکھی سوکھی کھا لیا کرے گا۔ تلوار کندھے پر رکھے گا۔ بذات خود شریک جہاد ہو گا اس کے ساتھی اس پر جان چھڑکتے ہوں گے۔ اپنی اولاد اور والدین سے زیادہ اسے چاہتے ہوں گے وہ پتھروں والے علاقہ سے ظاہر ہو گا حرم سے حرم کی طرف ہجرت کرے گا۔ دین ابراہیمی کا حامل ہو گا۔

قَالَ مُغِيْرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ زِدْنِي مِنْ صِفَتِهٖ قَالَ يَأْتَزِرُ عَلٰى اَوْسَطِهٖ وَ يَغْسِلُ اَطْرَافَهٗ وَيُخَصُّ بِمَا لَمْ يُخَصَّ بِهِ الْاَنْبِيَآءُ قَبْلَهٗ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ وَيُبْعَثُ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً وَجُعِلَتْ لَهُ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا اَيْنَمَا اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ تَيَمَّمَ وَصَلّٰى۔

مغیرہؓ کہتے ہیں میں نے اسے کہا اس نبی کا اور ذکر کرو۔ کہنے لگا کمر پر تہبند باندھے گا اعضاء دھویا کرے گا۔ اور وہ عظمتیں لے کر آئے گا جو پہلے انبیاء کو عطا نہیں کی گئیں تھیں۔ ہر نبی اپنی قوم کے لئے بھیجا گیا مگر وہ تمام نسل انسانیت کا رسول ہو گا۔ اس کے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ کر دی جائے گی۔ جہاں چاہے گا تیمم کر کے نماز پڑھے گا جب کہ اس سے پہلے انبیاء پر پابندیاں تھیں وہ عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

مغیرہؓ کہتے ہیں میں نے یہ ساری باتیں یاد رکھیں پھر سیدھا نبی علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ میں نے شاہ مقوقس اور قبط و روم کے عیسائی علماء کی باتیں آپ کے گوش گزار کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں بڑی پسند آئیں اور اپنے صحابہ کو سنائیں اور میں تین دن تک صحابہ کرام کو یہ باتیں سناتا رہا۔

شیخ ابو نعیم کہتے ہیں سب آسمانی کتب اور یہودی عیسائی راہبوں اور پادریوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں حد سے زیادہ ہیں۔ انہیں آپ کی صداقت پر پورا پورا یقین ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام آپکی بشارت دیتے رہے اور اپنی امتوں کو آپ پر ایمان لانے کی وصیت کرتے رہے اس لئے ان کے پاس ایسے عہد نامے اور تحریرات ان گنت ہیں۔ (۱)

---

(۱) آج بھی جب کہ تورات و انجیل میں تحریف کی انتہا ہو چکی ہے۔ ہم ان کتب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں موجود پاتے ہیں۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لندن ۱۹۲۸ء کی مطبوعہ انجیل میں انجیل یوحنا کے چند اقتباسات کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

(۱) "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۱۶۔ ص ۸۵۷

(۲) اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہو جائے تو تم یقین کر سکو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ یوحنا باب

۱۴۔ آیت ۲۹اور ۳۰ ص ۸۵۷

(۳) لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ ۔ یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۷۔ ص ۸۵۸

(۴) لیکن جب سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۱۳۔ ص ۸۵۸

اصل انگریزی عبارات درج ذیل ہیں۔ جو یونانی زبان کا ترجمہ ہیں۔

(1) And I will pray the father, and he shall give you another comforter, that he may abide with you for ever.

(2) And now I have told you before it come to pass, that when it is come to pass, you might believe here after I will not talk much with you for the prince of this world cometh and hath nothing in me.

(3) Nevertheless I tell you the truth, it is expedient for you that I go away, for if I go not away the comforter will not come unto you but if I depart, I will send him unto you.

(4) Howbeit when he, the spirit of truth, is come, he will guide you in it all truth; for he shall not speak of himself; but what so ever he shall hear , that shall he speak. And he will shew you things to come.

کعب بن لوئی (۱) اور شوق دیدار نبی

(۴۳) ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوفؓ سے روایت ہے کہ کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک روز جمعہ کو جسے قریش عربہ کہتے تھے اپنی قوم کو جمع کیا کرتا اور ان سے یوں خطاب کیا کرتا تھا۔

اے قوم! سنو اور جان لو۔ سمجھو اور خبردار ہو جاؤ۔ رات تاریک ہے اور دن روشن۔ زمین بچھونا ہے اور آسمان چھت پہاڑ اس زمین کی میخیں اور ستارے راہ نما ہیں۔ پہلے لوگ پچھلوں کی طرح تھے۔ مرد عورت اور ہر جوڑا فنا کی راہ پر گامزن ہے۔ صلہ رحمی کرو۔ قرابت کی حفاظت کرو۔ اپنے مال بڑھاؤ۔ کیا کبھی مرنے والا پلٹا ہے۔ کوئی مردہ قبر سے اٹھا ہے؟ آخرت تمہارے سامنے ہے جس کے متعلق تمہارا گمان حقیقت پر مبنی نہیں۔ اپنے حرم کو مزین کرو۔ اس کی تعظیم کرو۔ بہت جلد حرم کے لئے ایک عظیم خبر آنے والی ہے اور نبی کریم کی ذات تشریف لانے والی ہے۔ پھر وہ یہ شعر پڑھتا۔

نَهَارٌ وَّلَيْلٌ كُلٌّ اَوْبٍ بِحَادِثٍ   سَوَآءٌ عَلَيْهَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

دن اور رات کا ہر چکر پہلے سے مختلف ہے۔ اس میں دن اور رات ایک ہی جیسے ہیں۔

لَوْ وَبَانِ بِالْاَحْدَاثِ حِيْنَ تَاَوَّبَا   وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سُتُوْرُهَا

ان کا ہر پھیرا نئے سے نئے حادثات رونما کر رہا ہے۔ مگر ہم پر زمانے نے عظیم الشان نعمتوں کے پردے ڈال رکھے ہیں۔

عَلٰى غَفْلَةٍ يَاْتِى النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ   فَيُخْبِرُ اَخْبَارًا صُدُوْقٌ خَبِيْرُهَا

اچانک نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ جو ایک نہایت سچے مخبر کی طرح ہمیں خبریں پہنچائیں گے۔

پھر وہ کہتا۔ بخدا! اگر میں اس وقت تک سننے دیکھنے اور چلنے پکڑنے کی صلاحیت رکھتا (زندہ رہتا) تو ان کی امت کے لئے اونٹ کی طرح مشقت برداشت کرتا اور ایک جلد منزل مقصود پر پہنچنے والے نوجوان کی طرح تیزی دکھاتا پھر وہ یہ شعر کہتا۔

يَا لَيْتَنِيْ شَاهِدٌ فَحْوَآءَ دَعْوَتِهٖ   حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِى الْحَقَّ خِذْلَانَا

اے کاش میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا۔ جب قبیلہ (قریش) حق کو سرنگوں کرنا چاہے گا۔

---

(۱) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں آٹھویں نمبر پر آتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اس طرح ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ آگے عدنان چند واسطوں سے اسماعیل علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔

(۴۴) قیس بن طلق ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ ہم نے آپ کو بتلایا کہ ہمارے ہاں ایک گرجا ہے۔ پھر ہم نے آپ سے آپ کے وضو کا دھون حاصل کرنا چاہا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا وضو فرمایا اس سے کلی کا پانی لیا اور ایک برتن میں پانی ڈال کر فرمایا یہ پانی لے جاؤ۔ واپس وطن پہنچ کر وہ گرجا گرا کر جگہ صاف کر دو۔ اور وہاں اس پانی کا چھڑکاؤ کرو۔ پھر وہاں مسجد تعمیر کرو۔ ہم نے عرض کیا وطن بہت دور ہے۔ گرمی سخت ہے اس لئے پانی خشک ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا اور پانی ڈال لو کیونکہ اس طرح برکت بھی مزید ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم روانہ ہوئے۔ تو پانی والا برتن اٹھانے میں ہم نے (بوجھ کی وجہ سے) دقت محسوس کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری باری مقرر کر دی ہر شخص کے ذمہ ایک دن رات پانی اٹھانا لازم کر دیا۔ یوں ہم وطن پہنچے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورا کیا ان دنوں گرجے کا راہب بنی طے سے تھا۔ ہم نے وہاں اذان دی راہب نے اذان سن کر کہا بخدا یہ دعوت حق ہے۔ یہ کہہ کر وہ پہاڑوں کی طرف روپوش ہو گیا اور پھر کبھی نظر نہ آیا۔

زید بن سعنہ ؓ کا عجیب تر واقعہ قبول اسلام

(۴۵) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں ہے کہ وہ کہا کرتے تھے میں نے رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ علامات نبوت دیکھ لی تھیں۔ البتہ ابھی تک دو علامتیں نہ دیکھ پایا تھا۔ کتابوں میں ہے کہ آخری الزماں رسول کے پاس جہالت کی جگہ علم ہو گا۔ اور جاہلوں کی سختیوں سے اس کا حلم مزید بڑھے گا۔

زید بن سعنہ کا بیان ہے کہ میں آپ کے قریب رہنے لگا تاکہ یہ دو علامات بھی دیکھ سکوں۔ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے ساتھ اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے۔ اتنے میں ایک بدوی جو اونٹ پر سوار تھا آ پہنچا۔ اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ فلاں قبیلہ اسلام لے آیا ہے۔ میں نے انہیں بتلایا تھا کہ اسلام لانے سے رزق میں بے حد برکت ہو گی۔ مگر وہ تو (اسلام لانے کے بعد) شدت و قحط میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یا رسول اللہ مجھے ڈر ہے کہ وہ بد دل ہو کر اسلام چھوڑ دیں گے کیونکہ وہ ایک طمع پر اسلام میں آئے تھے اگر آپ ان کی کچھ مالی معاونت کریں تو یہ بہتر رہے گا۔ آپ نے حضرت علی کی طرف دیکھا وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اب تو کچھ مال باقی نہیں رہا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں میں یہ سن کر قریب ہوا اور عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا

ایسے ممکن ہے کہ آپ فلاں قبیلہ کے باغ میں مجھے کھجوریں بیچ دیں۔ رقم اب لے لیں؟ آپ نے فرمایا اے یہودی! میں ایک مدت تک کھجوریں دینے کا وعدہ کر کے تم سے بیع کر لوں گا مگر فلاں قبیلے کے باغ والی شرط نہ ہوگی (۱)

میں نے کہا ٹھیک ہے بیچ دیں۔ چنانچہ میں نے اپنی پیسوں والی تھیلی کا منہ کھولا اور سونے کے اسی (۸۰) مثقال گن کر پیش کر دیئے۔ آپ نے وہ رقم اس بدوی کو تھماتے ہوئے فرمایا لو جلدی جاؤ اور انہیں جاکر تقسیم کر دو۔

زیدؓ کہتے ہیں ابھی مدت مقررہ ختم ہونے میں دو تین دن رہتے تھے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک انصاری مرد کے جنازہ کے لئے نکلے اور صحابہ بھی ساتھ تھے۔ جنازہ پڑھ کر آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھنے لگے کہ اوپر سے میں آ گیا۔ اور آتے ہی آپ کے پہلو میں ہاتھ ڈال کر تہبند اور قمیص کو پکڑ لیا اور آپ کی طرف شدت غضب سے دیکھتے ہوئے بولا۔ اے محمد میرا حق کب دو گے؟ بخدا میں تم بنی عبدالمطلب کو شروع سے جانتا ہوں تم وقت پر وعدہ وفا نہیں کرتے! عمر فاروق نے میری طرف دیکھا ان کی آنکھیں شدت غضب سے گھوم رہی تھیں اور وہ کہنے لگے او دشمن خدا! ہمارے سنتے دیکھتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سلوک کر رہا ہے؟ اس خدا کی قسم جس نے ان جیسا رسول بھیجا اگر مجھے پاس ادب نہ ہوتا تو تیرا وجود اب تک سر سے بے نیاز ہو چکا ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے وقار و طمانیت سے عمر فاروق کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکراتے ہوئے گویا ہوئے ۔ اے عمر مجھے اور اس یہودی کو تمہاری اس گفتگو کی ضرورت نہ تھی۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے جلد وعدہ وفا کرنے اور اسے نرم برتاؤ کرنے کے لئے کہتے۔ اب جاؤ اور اسے

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن سعنہ کے درمیان جو بیع ہوئی تھی اسے فقہ کی زبان میں بیع سلم کہا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ خریدار مجلس عقد میں ہی رقم ادا کر دے جبکہ بائع (بیچنے والا) کہہ دے کہ میں فلاں وقت تک مال خرید ادا کر دوں گا۔ چنانچہ گندم کی فصل اگنے سے پہلے معاہدہ ہو جاتا ہے خریدار رقم ادا کر دیتے ہیں اور فصل آنے پر مقررہ گندم خریداروں کو دے دی جاتی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایات کے مطابق صحابہ کرام بکثرت بیع سلم کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قواعد بھی مقرر فرما دیئے ہیں۔ جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔
بیع سلم میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ خریدار یہ شرط نہیں لگا سکتا کہ مجھے فلاں کھیت کی گندم یا فلاں باغ کا پھل دیا جائے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے اس سال اس باغ یا کھیت میں کچھ پیدا نہ ہو۔ یوں بھی بیع سلم کا مقصد تو یہ ہے کہ مقررہ وقت پر طے شدہ غلہ یا پھل وغیرہ ادا کر دیا جائے اس لئے کھیت یا باغ کے مقرر کرنے کا کوئی معنی نہیں۔ دیکھئے در مختار ردالمحتار عالمگیری وغیرہ۔

زید بن سعنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مگر فلاں قبیلے کے باغ والی شرط نہ ہوگی۔ "مذکورہ مسئلہ کی اصل قرار دی جا سکتی ہے۔ مترجم غفرلہ

اس کا حق دے دو۔ اور تم نے جو اسے عتاب کیا ہے اسکے عوض میں بیس صاع کھجور مزید دو۔

زید کہتے ہیں عمرؓ مجھے ساتھ لے گئے میرا حق دیا اور بیس صاع (۱) مزید ڈال دیئے۔ میں نے کہا یہ اضافہ کس لئے؟ کہنے لگے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ تم پر میرے عتاب کا عوض ادا کیا جائے۔ میں نے کہا آپ مجھے جانتے ہیں؟ کہنے لگے نہیں۔ تم کون ہو میں نے کہا زید بن سعنہ ۔ پوچھنے لگے یہودی عالم؟ میں نے کہا ہاں یہودی عالم۔ کہنے لگے پھر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کیا؟ میں نے کہا اے عمر! دراصل میں نے آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی تمام علامات نبوت پہچان لی تھیں صرف دو علامتوں کی تحقیق باقی تھی۔ جہالت کی جگہ علم۔ اور جاہلوں کی ایذا رسانی پر حلم میں مزید اضافہ۔ اب میں نے یہ دونوں دیکھ لی ہیں۔ اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں خدا کی ربوبیت ۔ اسلام کے سچا دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر ایمان لے آیا۔ اور آپ کو گواہ بنا کر یہ بھی کہتا ہوں کہ میرے مال کا آدھا حصہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف ہے۔ کیونکہ میرے پاس مال کافی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کچھ امت کا لفظ کہو کیونکہ تمہارا یہ صدقہ ساری امت کو پورا نہ آئے گا۔ میں نے کہا ہاں کچھ امت۔ اس کے بعد ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور میں نے کہا۔ اشہدان لاالہ الااللہ وان محمداعبدہ ورسولہ۔

راوی کہتا ہے اس کے بعد حضرت زیدؓ نے کئی جنگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور غزوہ تبوک میں داد شجاعت دیتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ خدا ان پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

ولادت رسول سے پہلے کئی لوگوں نے حصول نبوت کے لالچ میں اپنے بچوں کا نام محمد رکھا تھا۔

(۴۶) ابو سریہ بن خلیفہ کہتے ہیں میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا؟ وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا میرے باپ نے مجھے بتلایا تھا کہ میں اور سفیان بن مجاشع اور یزید بن عمر بن ربیعہ اور اسامہ بن مالک، ابن جفنہ کے پاس گئے۔ جب ہم قریب پہنچے تو وہاں کچھ درخت اور ایک کنواں دکھائی دیا ہم نے کہا ہم یہاں غسل کر لیتے ہیں۔ اور کپڑوں سے سفر کا غبار اتار لیتے ہیں۔ پھر آگے چلیں گے۔

---

(۱) صاع ایک عربی پیمانہ ہے۔ جس میں تقریباً ساڑھے چار سیر گندم سما جاتی ہے۔ گویا ایک یہودی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سیر کھجوریں مزید دے دیں۔ یہ آپ کا حسن اخلاق ہے۔

چنانچہ ہم وہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہاں کے گرجے کا راہب ہماری طرف آنکلا اور کہنے لگا میں ابھی ایسی کسی زبان میں گفتگو سن رہا تھا کہ جو ہمارے علاقہ سے تعلق نہ رکھتی تھی۔ اس لئے ادھر آ نکلا کہ دیکھوں کون آیا ہے۔ تو تم کہاں سے آئے ہو۔ ہم نے کہا ہم معزسے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے پوچھا معز کے کس قبیلے سے؟ ہم نے کہا خندف سے۔ کہنے لگا کچھ ہی عرصہ بعد تم میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے تم اس کی غلامی کرو گے تو سعادت پاؤ گے۔ ہم نے پوچھا اس کا نام کیا ہو گا۔ کہنے لگا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) بعد ازاں ہم ابن جفنہ کے پاس آئے۔ اپنا کام مکمل کیا اور لوٹے۔ ہم میں سے ہر ایک کے ہاں لڑکا ہوا اور سب نے اس کا نام "محمد" رکھا۔

چھٹی فصل

آپ کی بعثت کے متعلق کاہنوں اور شاہان ارض کی پیش گوئیاں

شاہ یمن در ثناء ماہ مدن رسول زمن (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۴۷) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیف بن یزن کا یمن پر قبضہ ہوا۔ تو اس نے وہاں سے اہل حبشہ کو مار بھگایا۔ (۱)

یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو سال بعد کا ہے۔ تو عرب کے سرداران و شعراء وفد در وفد اسے مبارک باد دینے پہنچے۔ قریش کا وفد بھی گیا۔ جن میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ امیہ بن عبد شمس۔ عبداللہ بن جدعان۔ خویلد بن اسد بن عبدالعزی۔ وہیب بن عبد مناف بن زھرہ اور دیگر کچھ سرداران قریش بھی تھے۔

یہ لوگ (یمن کے پایہ تخت) صنعا پہنچے سلطان اس وقت اپنے محل کی چھت پر تھا جسے غمدان کہتے تھے۔ وفد نے اذن دخول مانگا۔ اور سلطان کے پیش ہو گئے۔ اس وقت اس نے بدن پر عبیر (ایک خوشبو) لگا رکھی تھی اور سر سے خوشبو کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ دائیں بائیں کئی سلاطین وقت شہزادے اور امراء بیٹھے تھے۔ عبدالمطلب نے اذن کلام چاہا۔ سلطان سیف نے کہا اگر تم شاہنشاہوں کے درباروں میں بات کرنے کا سلیقہ رکھتے ہو تو تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔ عبدالمطلب گویا ہوئے اے شاہ! اللہ نے آپ کو نہایت بلند و بالا مقام عطا کیا ہے۔ اور آپ کا نسب سب سے بہتر بنایا ہے۔ جس کا اصل مضبوط ہے اور شاخ نہایت بلند۔ آپ کی کبھی برائی نہ ہو۔

---

(۱) یاد رہے سیف بن ذی یزن کا خاندان ہمیشہ سے یمن کے تخت و تاج کا وارث چلا آ رہا تھا۔ اور اہل حجاز سے اس خاندان کے بڑے اچھے مراسم تھے۔ کیونکہ باہم پڑوسی تھے۔ اچانک حالات بگڑے اور اہل حبشہ نے حملہ کر کے یمن پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور یمن پر غیر یمنیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ سیف کا والد ذی یزن اس وقت حکمران تھا اس نے بھاگ کر نوشیرواں شاہ فارس کے ہاں پناہ لی۔ اور وہیں مر گیا۔ پھر سیف نے ہوش سنبھالا اور بڑا ہو کر نوشیرواں کے پاس پہنچا۔ اور بڑی کوشش کے ساتھ اسے اپنا گرویدہ کیا پھر نوشیرواں نے اسے فوج تیار کر کے دی اور اس نے یمن کی استعماری حکومت یعنی حبشی اقتدار سے ٹکر لی۔ اہل یمن نے اس کا ساتھ دیا اور حبشیوں نے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی چنانچہ کچھ بھاگ گئے اور باقی کو کتوں اور گدھوں کی خوراک بنا دیا گیا۔ اور سیف اپنے موروثی تخت و تاج کا وارث بن گیا۔ (سیرت ابن ہشام)

آپ عرب کا افتخار اور اس کی بہار ہیں جو ہر طرف خیر لاتی ہے۔ آپ عرب کا سر ہیں جو جھکنے سے نا آشنا ہے۔ عرب کا ستون ہیں جس پر عرب کا مدار ہے آپ وہ پناہ گاہ ہیں جہاں لوگ اطمینان پاتے ہیں۔ آپ کے آباء ہمارے لئے بہترین سلف (گزشتہ لوگ) تھے اور آپ ہمارے لئے ان کے بہترین خلف ہیں۔ وہ خاندان مٹ نہیں سکتا جس کے لئے آپ جیسے خلف (پچھلے لوگ) ہوں اور اس خاندان کا ذکر کبھی پارینہ نہیں ہو سکتا۔ جس کے آپ جیسے سلف ہوں۔

اے شاہ یمن! ہم اہل حرم الٰہی ہیں۔ خدام حرم ہیں۔ ہمیں ایک مسرت یہاں لے آئی ہے۔ کیونکہ آپ نے ہماری ایک مستقل پریشانی ختم کر دی ہے۔ (حبشی اقتدار کا خاتمہ کر دیا ہے) ہم مبارک بادی دینے والا وفد ہیں۔ کچھ مانگنے والا نہیں۔

سیف نے کہا اے متکلم اہل حرم میں سے تم کون ہو؟ آپ نے کہا میں عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف ہوں۔ وہ کہنے لگا ہماری بہن کا بیٹا؟ (۱)

کہا ہاں! چنانچہ شاہ نے آپ کو قریب کر لیا۔ اور وفد کی طرف متوجہ ہو کر بولا بہت بہت خوش آمدید۔ ہم آپ لوگوں کی بہتر سے بہتر میزبانی کریں گے۔ اور اچھا نوازیں گے۔ شاہ یمن نے تمہاری گفتگو سن لی ہے۔ تم سے رشتہ داری جان لی ہے۔ تمہارا آنا پسند کیا ہے۔ آپ ہمارے دن رات کے مالک ہیں۔ جب تک آپ ٹھہریں گے عزت افزائی ہو گی اور واپسی پر ہماری نیک تمنائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گی۔ اب آپ لوگ دار الضیافت (سرکاری گیسٹ ہاؤس) میں تشریف لے چلیں۔ ساتھ ہی اس نے مہمانوں کے لئے ضروری امر کر دیا۔

یہ لوگ وہاں ایک مہینہ ٹھہرے۔ شاہ نے انہیں اپنے پاس بلایا نہ واپس جانے کی اجازت دی۔ ایک مہینہ بعد اسے مہمانوں کا فکر لاحق ہوا۔ تو اس نے انہیں بلایا۔ اور عبدالمطلب کو اپنے قریب کر لیا۔ اور خوش آمدید کہا۔ پھر وہ گویا ہوا۔ اے عبدالمطلب! میں تمہیں ایک راز منتقل کرنے لگا ہوں۔ کوئی اور ہوتا تو اسے یہ نہ بتلاتا۔ مگر میں نے تمہیں اس کا امین پایا ہے۔ تو یہ راز تمہارے پاس محفوظ رہنا چاہئے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر کر دے۔ کیونکہ وہ اپنے امر پر غالب ہے۔ میں نے خفیہ کتاب اور مخزون علم میں پڑھا ہے جو صرف ہمارے خاندان کے لئے ہے کوئی اور اسے نہیں پا سکتا۔ کہ ایک عظیم بھلائی ظاہر ہونے والی ہے۔ جو بعض لوگوں کے لئے بڑا خطرہ بھی ہو گی۔ اس میں حیات انسانی کے لئے شرافت و فضیلت کا خزانہ ہو گا۔ تمہارے وفد کے لئے عموماً اور تمہارے لئے خصوصاً۔ عبدالمطلب کہنے لگے۔ آپ جیسا بادشاہ ہمیشہ صاحب مسرت و خیر رہے۔ وہ بھلائی کیا ہے۔ آپ پر ہم جیسے بادیہ نشین گروہ در گروہ قربان ہوں؟

---

(۱) کیونکہ شاہ یمن کی ماں بنو نجار کے شرفاء میں سے تھی۔

قَالَ اِذَا وُلِدَ بِتِهَامَةَ غُلَامٌ بِهٖ عَلَامَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْهِ شَامَةٌ كَانَتْ لَهُ الْاِمَامَةُ وَلَكُمْ بِهِ الزَّعَامَةُ

شاہ نے کہا جب مکہ میں وہ بچہ پیدا ہو گا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) ہو گی۔ اس کے لئے امامت ہو گی اور اس کی برکت سے تمہاری کرامت تاقیامت ہو گی۔

عبدالمطلب کہنے لگے آپ برائی سے دور رہیں میں سمجھ رہا ہوں کہ ہمارا وفد نہایت خوش بخت ہے۔ اور ہر وہ کچھ لے کر لوٹیں گے جو ایک کامیاب وفد کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر جلالت سلطان مانع نہ ہو تو میں اس کی کچھ وضاحت چاہوں گا تاکہ میری مسرت میں مزید اضافہ ہو۔ شاہ نے کہا وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے۔ "اسمہ محمد" اس کا نام ہے "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم بین کتفیہ شامۃ اس کندھوں کے درمیان ایک علامت ہے۔ اس کے والدین فوت ہو جائیں گے۔ دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ ہم نے یہ پیش گوئی بارہا پڑھی ہے۔

اللہ اسے روز روشن کی طرح ظاہر کرے اور ہمیں اسکا خادم و ناصر کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے اولیاء کو معزز اور دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ دشمن اپنی عزت کھو بیٹھیں گے اور ان کی عالی نسب عورتیں مباح کر لی جائیں گی۔ رحمٰن کی عبادت ہو گی شیطان ذلیل ہو گا۔ آگ بجھ جائے گی بت ٹوٹ جائیں گے اس کا فیصلہ تقدیر الٰہی اور اس کا حکم سراپا عدل ہو گا۔ نیکی کا حکم دے گا اور اسے خود کرے گا برائی سے روکے گا اور اس سے خود باز رہے گا۔

عبدالمطلب کہنے لگے۔ اے شاہ یمن! آپ کے پڑوسی معزز رہیں۔ آپ کی ہر کوشش کامیاب اور شان بلند رہے۔ عمر لمبی ہو اور ملک ہمیشہ قائم رہے۔ کیا بادشاہ مزید وضاحت کر سکتا ہے؟ سیف نے کہا غلاف والے کعبہ کی قسم جس کی شہرت دور دور تک ہے۔ اے عبدالمطلب اس بچے کے دادا تو تم ہو۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ عبدالمطلب یہ سن کر سجدے میں گر گئے۔ شاہ نے کہا سر اٹھائیں تمہارا سینہ ٹھنڈا ہے کیا میری ذکر کردہ علامات تم میں موجود ہیں۔

عبدالمطلب کہنے لگے ہاں اے بادشاہ! میرا ایک بیٹا تھا جس کے ساتھ مجھے بے حد پیار تھا میں نے اسے اپنی قوم کی ایک عالی نسب عورت آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ سے بیاہ دیا۔ اس سے لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ اس کے ماں باپ مر گئے میں نے اور اس کے چچا نے اس کی پرورش کی۔ اس کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے۔ اور وہ آپ کی ذکر کردہ جملہ علامات کا حامل ہے۔ سیف نے کہا اپنے بیٹے کی حفاظت کرو اسے یہود سے بچاؤ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ یہود کو اس تک نہیں پہنچنے دے گا۔ میرا یہ راز اپنے ساتھی وفد سمیت کسی پر ظاہر نہ کرنا ممکن ہے ان کے دلوں میں حسد در آئے کہ ریاست تمہیں حاصل ہونے والی ہے۔ پھر یہ لوگ اس کے لئے مصائب کھڑے

کریں گے۔ اس کے خلاف سازش کریں گے۔ اگر موت مجھے ہلاک کرنے والی نہ ہوتی تو میں اپنے پیادے اور سوار لے کر چلتا اور یثرب کو پایہ تخت بنالیتا۔ کیونکہ میں نے اس بولتی کتاب میں پڑھا ہے کہ اس نبی کا قرار بھی یثرب میں ہو گا اور مزار بھی یثرب میں۔ اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا کہ اسے آفات زمانہ سے محفوظ رکھا جائے تو میں عرب کے چپے چپے پر اس کا چرچا کر دیتا۔ اور نو عمری میں ہی اس کا ذکر بلند ہو جاتا۔ مگر میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

بعد ازاں شاہ یمن نے وفد کے ہر فرد کو سو اونٹ دس غلام دس لونڈیاں دس رطل چاندی پانچ رطل سونا اور عنبر سے بھرا ہوا ایک ایک برتن دیا۔ جب کہ عبدالمطلب کے لئے اس سے دس گنا زیادہ ہدیہ جاری کیا۔ اور وہ چلتے ہوئے عبدالمطلب سے کہنے لگا یہ سال ختم ہونے پر مجھے اس بچہ کی خبر لا کر دینا۔ مگر سال ختم ہونے سے قبل ہی سیف داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ عبدالمطلب اپنی قوم قریش سے کہا کرتے تھے۔ اے قریش! تم میں سے کوئی شخص مجھ پر اس لئے رشک نہ کرے کہ شاہ یمن نے مجھے بہت نوازا تھا۔ یہ مال تو ختم ہونے والی چیز ہے۔ بلکہ مجھے اس شرافت کی مبارک باد دو جو ہمیشہ باقی رہے گی۔ اور جب پوچھا جاتا کہ وہ شرافت کیا ہے تو آپ جواب دیتے کہ وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ خواہ اسے کچھ وقت لگے۔

آپ کے دادا عبدالمطلب کا عجیب و غریب خواب

(۴۸) ابو جہم ابو طالب سے اور وہ عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں میں حرم کعبہ میں محو خواب تھا میں نے ایک دہشت ناک خواب دیکھی۔ اور نہایت خوف میں مبتلا ہو گیا۔ میں قریش کی ایک کاہنہ عورت کے پاس گیا۔ میں نے کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ اور میری زلفیں کندھوں میں لٹک رہی تھیں۔ (پراگندہ حال تھی) کاہنہ نے میرے چہرے سے افسردگی محسوس کر لی میں ان دنوں اپنی قوم کا سردار تھا۔ کہنے لگی ہمارے سردار کا کیا حال ہے۔ اور چہرے کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے۔ کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا؟ میں نے کہا ہاں۔

ان دنوں لوگوں کی عادت یہ ہوتی تھی کہ ہر آنے والا شخص سوال کرنے سے قبل اس کاہنہ کا دایاں ہاتھ چومتا اور پھر اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنا مدعا پیش کرتا۔ مگر میں نے اپنے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا نہیں کیا۔ اور سیدھا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا آج رات میں نے حرم کعبہ میں سوتے ہوئے خواب دیکھا ہے۔ کہ زمین سے ایک درخت نمودار ہوا جس کا سر آسمان تک جا پہنچا۔ اور ٹہنیاں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں۔ وہ درخت سورج سے ستر گنا زیادہ روشن و منور تھا۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ سب عرب و عجم اسے سجدہ کر رہے ہیں۔ اور اس کا نور مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے دیکھا قریش کے کچھ لوگ اس کی ٹہنیوں سے لٹک گئے اور قریش ہی کے کچھ لوگ اس درخت کو کاٹنے کے لئے

لپکے۔ لیکن جب قریب ہوئے تو ایک نہایت حسین نوجوان نے جس سے بڑھ کر میں نے خوبصورت اور بہتر خوشبو والا کوئی نوجوان نہیں دیکھا۔ انہیں مار بھگایا۔ ان کی پسلیاں توڑ دیں اور آنکھیں نکال باہر کیں۔ میں نے بھی ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کی کسی ٹہنی کو تھام لوں۔ مگر اس نوجوان نے مجھے روک دیا۔ میں نے کہا یہ کس کا نصیب ہے؟ کہنے لگا انہی کا نصیب ہے جو اس سے لٹک گئے ہیں۔ اور تم سے سبقت لے جا چکے ہیں۔ میں گھبرا کر خواب سے بیدار ہو گیا۔ عبدالمطلب کہتے ہیں یہ سنتے ہی کاہنہ کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔ اور وہ یوں گویا ہوئی۔

لَئِنْ صَدَقَتْ لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِكَ رَجُلٌ يَمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ وَيَدِيْنُ لَهُ النَّاسُ ۔

"اگر تمہاری خواب سچی ہے تو تمہاری پشت سے وہ شخص پیدا ہو گا جس کی حکومت مشرق و مغرب تک ہو گی۔ اور لوگ اس کے دین میں چلیں گے۔" عبدالمطلب نے یہ سن کر ابو طالب کے متعلق کہا شائد وہ یہ ہو۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو ابو طالب کہا کرتے تھے قسم بخدا وہ درخت ابوالقاسم الامین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ اس پر انہیں کہا جاتا کہ پھر تم ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ تو وہ کہتے قریش مجھے گالیاں دیں گے اور شرم دلائیں گے۔

زید بن عمرو بن نفیل کی زندگی انتظار رسول میں گزر گئی

(۴۹) عامر بن ربیعہ عدوی سے روایت ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل سے میری مکہ سے باہر ملاقات ہوئی وہ غار حرا میں نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ اس وقت ان کی اپنی قوم سے مخالفت کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ کیونکہ وہ ان کے بتوں اور بت پرستی سے سخت بیزار تھے زید بن عمرو کہنے لگے اے عامر مجھے اپنی قوم سے سخت مخالفت ہے میں ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کے دین پر کاربند ہوں انہی کی طرح اس قبلہ کو رخ کر کے نماز پڑھتا ہوں

فَاَنَا اَنْتَظِرُ نَبِيًّا مِّنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ

"میں اس نبی کا منتظر ہوں جو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں بنی عبدالمطلب سے ظاہر ہو گا اور نام نامی اسم سامی "احمد" ہو گا" اے عامر میں ان کا زمانہ نہ پا سکوں گا مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی نبوت پر گواہی دیتا ہوں اگر تم سے زندگی وفا کرے اور تم اس رسول کو دیکھو تو انہیں میرا اسلام عرض کر دینا۔

اے عامر! میں تمہیں اس رسول کا حلیہ مبارکہ بتلا دیتا ہوں تاکہ تم پر بات مخفی نہ رہے میں نے کہا فرمایئے۔ تو وہ کہنے لگے۔ وہ زیادہ پست قامت ہونگے نہ زیادہ دراز قد۔ بال زیادہ گھنے ہونگے نہ

زیادہ کم، ان کی آنکھوں میں ہمیشہ سرخی رہا کرے گی۔ دونوں کندھوں کے مابین مہر نبوت ہو گی۔ نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا۔ اسی شہر مکہ میں ان کی ولادت اور بعثت ہو گی۔ پھر ان کی قوم انہیں یہاں سے نکال دے گی کیونکہ وہ ان کے دین کو نہ مانیں گے یوں وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے وہاں ان کا دین خوب پھیلے گا۔ اے عامر! ان سے دھوکہ مت کرنا۔ کیونکہ میں دین ابراہیمی کی تلاش میں ہر ملک میں گیا ہوں اور جس بھی یہودی عیسائی یا مجوسی سے سوال کیا اس نے مجھے یہی جواب دیا کہ یہی دین تمہارے بعد آنے والا ہے اور اس رسول کی وہی صفات سب نے بیان کیں جو میں نے تمہیں بتلائی ہیں اور سب کا یہی کہنا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی نبی باقی نہیں رہ گیا۔

عامرؓ کہتے ہیں اس دن سے میرے دل میں اسلام کی عظمت بیٹھ گئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا میں اس وقت اپنی قوم میں ذمہ دار شخص سمجھا جاتا تھا ہماری قوم تعداد میں قریش سے کہیں کم تھی۔ اس لئے میں کھل کر آپ کے ساتھ شامل نہ ہو سکا۔ البتہ دل میں اسلام لے آیا۔ بعدازاں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زید بن عمرو بن نفیل کا پیغام پہنچایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے کہ دامن گھسیٹتے (خراماں خراماں) چل رہا ہے۔ (۱)

شاہ روم اور ذکر نبی معصوم

(۵۲) محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے روایت کی کہ جب حضرت دحیہ کلبیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر ہرقل شاہ روم کے پاس پہنچے (۲) تو وہ کہنے لگا خدا تمہارا بھلا کرے بخدا میں جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب نبی ومرسل ہیں یہی وہ نبی ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا ہماری کتابوں میں انہی کا تذکرہ

---

(۱) زید بن عمرو زمانہ جاہلیت میں ایک توحید پرست انسان تھے بتوں کے نام پر جانور کے ذبح کئے جانے کے سخت خلاف تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل ہی ان کا وصال ہو گیا۔ آپ صحابی رسول حضرت سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کے والد تھے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کے چچازاد بھائی تھے کیونکہ دونوں کا دادا نفیل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قیامت کے دن زید بن عمرو ایک مستقل امت کی حیثیت میں اٹھائے جائیں گے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں حدیبیہ سے واپسی پر ہرقل کو خط لکھا تھا جو ماہ محرم ۷ھ میں اسے ملا شاہ ہرقل ان دنوں فارس کی فوجوں کو شکست دے کر اور ان سے اپنی پرانی شکست کا بدلہ لے کر فارغ ہوا ہی تھا۔ اس نے نذر مانی تھی کہ فارس پر فتح حاصل کرنے اور انہیں اپنے ملک سے نکال باہر کرنے کے بعد پاپیادہ بیت المقدس کی زیارت کو جائے گا۔ چنانچہ فصل خریف ۶۲۸ء ۷ھ میں وہ اپنی نذر پوری کرنے بیت المقدس پہنچا۔ ادھر حضرت دحیہؓ حاکم بصریٰ کے پاس پہنچے اس نے آپ کو اپنے نمائندہ کے ساتھ بیت المقدس بھیج دیا وہیں ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پڑھا۔

ہے۔ مگر اہل روم سے میری جان خطرے میں ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ان کی اطاعت کرتا۔
تم ضغاطر پادری کے پاس جا کر اپنی بات کہو بخدا وہ روم میں مجھ سے زیادہ معظم ہے اور لوگوں کے ہاں اس کی بات مجھ سے زیادہ معتبر ہے میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کہتا ہے حضرت دحیہؓ اس کے پاس گئے اور اسے ہرقل کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آورد وہ پیغام بتلایا ضغاطر کہنے لگا قسم بخدا یہی تو وہ نبی و مرسل ہیں ہمیں ان کی صفات معلوم ہیں ہماری کتب میں اُن کا نام لکھا ہے یہ کہہ کر کہ اسنے اپنے سیاہ کپڑے اتار کر سفید کپڑے (بطور کفن) پہنے اور اپنا موٹا عصا پکڑے کنیسہ میں اہل روم کے پاس گیا۔ اور کہا اے گروہ روم ہماری طرف حضرت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط آیا ہے اور ہمیں اللہ کی طرف سے دعوت دی گئی ہے تو میں کہتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

یہ سنتے ہی سب عیسائی اس پادری پر یک لخت پل پڑے اور اس قدر مارا کہ قتل کر دیا حضرت دحیہ واپس ھرقل کے پاس آئے اور اسے سارا ماجرا سنایا کہنے لگا میں نے پہلے کہا تھا کہ ہمیں اپنی جانوں کا خطرہ ہے ضغاطر کا مقام و مرتبہ اور اس کے فیصلے کا اعتبار مجھ سے زیادہ تھا۔ (۱)

فاروقی لشکر سے وصی عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا عجیب واقعہ

(۵۰) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فاتح ایران حضرت سعدؓ کو پیغام بھجوایا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو کچھ فوج دے کر عراقی شہر حلوان کی فتح کے لئے روانہ کیا جائے۔ حضرت سعدؓ نے فوراً نضلہ کو چار سو گھڑ سوار دے کر بھیج دیا۔ یہ لوگ حلوان پہنچے اور اس کے آس پاس کے علاقہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ ظہر کے وقت انہوں نے مال غنیمت اور گرفتار افراد کو ایک پہاڑ کے دامن میں رکھا اور کھڑے ہو کر اذان کہنا شروع کر دی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو ایک آواز آئی پہاڑ میں سے کوئی جواب دے رہا تھا اے نضلہ تم نے اللہ کی خوب بڑائی ظاہر کی۔

---

(۱) یاد رہے ہرقل شاہ روم کے ایمان لانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ مسلمان ہو گیا تھا جیسا کہ اس کے الفاظ بتلاتے ہیں البتہ قوم کے ڈر سے اس نے اپنا ایمان چھپائے رکھا۔ جبکہ اکثر علماء کے نزدیک اس کے مسلمان سمجھا جانے کا کوئی جواز نہیں جس کی چند وجوہ ہیں ۱۔ جنگ موتہ میں اس نے اہل اسلام کا مقابلہ کیا حالانکہ اسے دحیہ کلبیؓ کے ذریعہ دعوت اسلام مل چکی تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں شاہان وقت کو خطوط لکھے ہیں اور ۷ھ میں جنگ موتہ ہوئی۔ ۲۔ مسند احمد بن حنبل میں حدیث ہے کہ ہرقل نے تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ کہتا ہے۔ وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے دیکھئے مدارج النبوت جلد اول ص ۳۳۶ (اردو) بہر حال اللہ ہی حقیقت حال سے خوب واقف ہے۔
تاہم اگر ہرقل علانیہ مسلمان ہو جاتا تو آج دنیا پر اسلام کا نقشہ مختلف ہوتا بلکہ پورے یورپ پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہوتا۔

جب نضلہ نے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ اَحْمَدَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

کہا تو جواب آیا تمام ساکنان ارض و سمایہی گواہی دیتے ہیں جب انہوں نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا۔ تو جواب میں یہ آواز آئی یہ نبی مبعوث ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

جب حی علی الصلوٰۃ کہا تو جواب دینے والا کہہ رہا تھا نماز کی طرف آنے والے اور اسے ہمیشہ قائم رکھنے والے کے لئے مبارکباد ہے جب حی علی الفلاح کہا تو جواب دینے والے نے یہ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے والا کامیاب ہو گیا۔

اسی میں آپ کی امت کی بقا ہے نضلہ جب اذان سے فارغ ہوا تو ہم سب لوگ کھڑے ہو گئے اور آواز دی تم کون ہو اللہ تم پر رحمت کرے ہم اللہ اس کے رسول اور عمر بن خطاب کا لشکر ہیں اتنے میں پہاڑ سے ایک بوڑھا آدمی نمودار ہوا اس نے صوف کے دو کپڑے پہن رکھے تھے چکی کے دھانے جیسا اس کا سر تھا ہم نے کہا تم کون ہو؟ اللہ تم پر رحمت کرے کہنے لگا میں زریب بن برثملا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصی (ان کے پیغام کا حامل) ہوں انہوں نے ہی مجھے اس پہاڑ میں بٹھا کر میرے لئے طول عمر کی دعا کی تھی تانکہ آپ آسمان سے اتریں گے آخر زمانہ میں آسمان سے اتر کر صلیب توڑ دیں گے خنزیر قتل کریں گے اور نصاریٰ کے خود ساختہ دین سے اظہار بیزاری کریں گے۔

میں اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات نہیں کر سکا تاہم تم لوگ میری طرف سے عمر فاروق ؓ کو سلام پہنچانا۔ اور میرا پیغام دینا کہ اے عمر لوگوں کو راہ حق پر گامزن اور حق سے قریب تر رکھو کہ قیامت قریب ہے اور جب امت محمدیہ میں یہ امور ظاہر ہو جائیں تو بھاگ جانا بہتر ہو گا۔

وہ امور یہ ہیں جب مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے خواہش پوری کر لیں گی۔ لوگ اپنا نسب بدل لیں گے۔ بڑے چھوٹوں پر رحم اور چھوٹے بڑوں کا ادب نہیں کریں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام ختم ہو جائے گا۔ علماء محض درہم و دینار جمع کرنے کے لئے علم پڑھائیں گے بارش ہو گی کچھ فائدہ نہ ہو گا اولاد غالب آ جائے گی۔ مسجدوں کے مینار بہت بلند کئے جائیں گے مساجد خوبصورت ہونگی (مگر دل یاد الٰہی سے خالی ہوں گے) مضبوط عمارتیں بنا کریں گی۔ لوگ دنیا کے بدلے دین بیچ دیں گے رشتے کٹ جائیں گے شریعت بک جائے گی۔ آدمی اپنے گھر سے نکلے گا تو اس سے بہتر لوگ کھڑے ہو کر اسے سلام کہیں گے (دولت کو سلام ہو گا) شرمگاہیں کجاوؤں پر سوار ہونگی (زنا عام ہو گا) یہ وقت قرب قیامت کا ہو گا۔ یہ کہہ کر وہ بوڑھا غائب ہو گیا۔ حضرت سعد ؓ نے فتح حلوان۔ وہاں کے مال غنیمت اور نضلہ کی وصی عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تفصیل حضرت عمر ؓ کو لکھ بھیجی۔ آپ نے سعد ؓ کو جواب میں لکھا کہ تم مہاجرین و انصار صحابہ کو ساتھ لے کر فوراً اس پہاڑ پر

پہنچو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ میں سے ایک شخص اس پہاڑ پر رہتا ہے۔ حضرت سعد چار ہزار مہاجرین و انصار کو لے کر وہاں پہنچے اور چالیس دن تک اذانیں دیتے رہے مگر کوئی جواب نہ آیا۔

عرب کا ایک درویش خدا مست ظہور اسلام کی بشارت دیتا رہا

(۵۱) ابن عباس سے روایت ہے کہ جب وفد ایاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم میں سے کوئی شخص قس بن ساعدہ ایادی کو جانتا ہے؟ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم سب اسے جانتے ہیں فرمایا اس کا کیا حال ہے؟ وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ فوت ہو گیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے اللہ قس بن ساعدہ پر رحمتیں نازل کرے میں اسے بھلا نہ سکوں گا یوں لگتا ہے کہ میں آج بھی اسے بازار عکاظ (۱) میں دیکھ رہا ہوں۔ جب وہ ذی القعدہ میں اپنے بادامی رنگ والے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور لوگوں سے نہایت میٹھی کلام کے ساتھ مخاطب ہوا۔

اے لوگو! آؤ سنو اور یاد رکھو ہر زندہ مر کر رہا ہر مرنے والا فنا ہو گیا۔ جو فیصلہ ہو چکا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ رات سیاہ ہے آسمان برج دار ہے سمندر طغیانی میں آتے رہیں گے ستارے جھلملاتے رہیں گے بارش ہوتی رہے گی زمین سبزہ اگلتی رہے گی مرد و عورت باپ ماں کا روپ دھارتے رہیں گے۔

موت و حیات کا سلسلہ جاری رہے گا روشنی اور سایہ کا ساتھ قائم رہے گا نیکی اور بدی کی جنگ جاری رہے گی۔ لباس سواری اور کھانے پینے کی نعمتیں بٹتی رہیں گی۔ آسمان اپنی بلندی میں کسی کارساز کی خبر دے رہا ہے زمین اپنی بناوٹ میں کسی مدبر کا پتا دے رہی ہے فرش بچھا ہے چھت قائم ہے۔ ستارے متحرک ہیں۔ سمندر موجوں پر ہیں۔ قس سچی قسم اٹھاتا ہے۔ اللہ کا ایک دین ہے جو اسے تمہارے دین سمیت ہر دین سے محبوب تر ہے۔ کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ چلے جاتے ہیں واپس نہیں آتے۔ جہاں گئے تھے وہیں ان کا دل لگ گیا ہے یا یونہی سوئے پڑے ہیں کہ کچھ خبر ہی نہیں؟

پھر وہ کہنے لگا قس سچی قسم اٹھاتا ہے جس میں جھوٹ نہیں۔ اللہ کو دین زمین پر قائم باقی تمام ادیان سے پیارا ہے اس کا وقت آگیا ہے خوش قسمت ہے جو اس کی پیروی کرے گا اور بدبخت ہے جو اس کی مخالفت کرے گا۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

فِی الذَّاهِبِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنَ الْقُرُوْنِ لَنَا بَصَائِرُ

گذشتہ زمانوں میں فنا ہو جانے والے پہلے لوگوں میں ہمارے لئے عبرت کا ساماں ہے۔

---

(۱) یہ مکہ کے قریب ایک بستی ہے جہاں عرب کی مشہور سالانہ منڈی لگا کرتی تھی بڑے بڑے شعراء اور اہل کلام وہاں اپنے فن سخن کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

لَمَّا رَأَيْتُ مَوَارِدًا لِلْمَوْتِ لَيْسَ لَهَا مَصَادِرُ

جب میں دیکھتا ہوں کہ موت وہاں وہاں آ دھمکی جہاں اس کے آنے کا تصور بھی نہیں تھا۔

وَرَأَيْتُ قَوْمِي نَحْوَهَا تَمْضِي الْأَصَاغِرُ وَالْأَكَابِرُ

اور میں دیکھتا ہوں کہ میری قوم کے سب چھوٹے بڑے راہ مرگ پر گامزن ہیں۔

لَا يَرْجِعُ الْمَاضِيَ إِلَيَّ وَلَا مِنَ الْبَاقِينَ غَابِرُ

کوئی جانے والا میری طرف لوٹ کر نہیں آتا۔ اور نہ ہی زندہ رہ جانے والوں میں سے کوئی موت سے آزاد رہ سکے گا۔

أَيْقَنْتُ أَنِّي لَا مَحَالَةَ حَيْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

تو مجھے یقین ہو گیا کہ یقیناً میرا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو دوسروں کا ہو چکا ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ قس بن ساعدہ پر رحمت فرمائے مجھے امید ہے کہ روز قیامت ہمارا اور اس کا دین ایک ہو گا۔

محمد بن احمد بن حسن کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر ایک شخص جلدی میں اٹھا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ایک دن ہم کھیل کود میں شامل تھے کہ اتنے میں قس بن ساعدہ پہاڑ پر سے اتر کر ہمارے پاس وادی میں آگیا اس نے کپڑے کا ایک پلہ بطور تہبند باندھ رکھا تھا اور دوسرا بطور چادر کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا پکڑے ایک چشمہ پر آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ رب ساوات کی قسم قوی جانور ضعیف جانوروں سے پہلے پانی نہیں پئیں گے۔ کمزوروں کا پہلے حق ہے۔ تو اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنایا۔ میں نے خود دیکھا کہ طاقتور پرندے اور جانور پیچھے ہٹ گئے اور کمزور جانوروں نے بڑھ کر پانی پینا شروع کر دیا۔ جب وہ پی کر جا چکے تو میں پہاڑ کے ایک دھانے سے اتر کر اس کے پاس آگیا کیا دیکھتا ہوں وہ دو قبروں کے درمیان نماز پڑھ رہا ہے میں نے کہا تمہاری صبح اچھی ہو یہ کونسی نماز ہے جس سے اہل عرب نا آشنا ہیں؟ کہنے لگا میں نے اسے آسمان کے رب کیلئے پڑھا ہے میں نے کہالات و عزیٰ کے سوا بھی کوئی آسمان کا رب ہے؟ اسنے کچھ جنبش کی پھر کہا اے ایادی بھائی میری بات یاد رکھو۔ آسمان کا رب بڑی عظمت والا ہے جس نے اسے ٹھیک طور پر پیدا کیا اسے ستاروں کی زینت بخشی چمکتے چاند اور سورج سے منور کیا۔ رات کو تاریک اور دن کو روشن بنایا۔ الحدیث

ساتویں فصل

آپ کی آمد کے متعلق بتوں کے اندر سے آنے والی آوازیں (۱) اور جنات واہل نجوم کی بشارتیں

(۵۲) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے متعلق سب سے پہلی اطلاع یہ تھی کہ ایک مدنی عورت کے پاس جن حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن وہ جن سفید پرندہ کی شکل میں آیا اور ان کی منڈیر پر بیٹھ گیا وہ کہنے لگی آج نیچے اتر کر کوئی خبر وغیرہ کیوں نہیں دیتے؟ اس نے کہا خبر یہ ہے کہ مکہ میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے جس نے زنا حرام قرار دیدیا ہے اور ہمارا سکون لوٹ لیا ہے۔

(۵۳) حمزہ سے روایت ہے کہتے ہیں مدینہ طیبہ میں ایک عورت کے پاس جن آیا کرتا اس سے بات کیا کرتا اور لوگ اس کی آواز سنا کرتے ایک مرتبہ وہ کچھ عرصہ تک نہ آیا پھر ایک دن ان کی دیوار کے سوراخ میں سے نمودار ہوا وہ عورت اسے دیکھتے ہی بولی اے ابو لوذان! تم سوراخ میں سے نہیں آیا کرتے تھے کیا بات ہے؟ کہنے لگا مکہ میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے میں اس کی بات سن کر آرہا ہوں جو زنا کو حرام کہتا ہے والسلام

(۵۴) عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ایک مرتبہ ہم قافلہ کے ساتھ شام گئے۔ وہاں ایک کاہنہ عورت رہتی تھی ہم اسکے

---

(۱) اس فصل میں ایسے واقعات کثرت سے آئیں گے کہ فلاں بت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق آواز آنے لگی اور فلاں بت آپ کی نبوت کی گواہی دینے لگا وغیر ذالک اس پر اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ بتوں کی حالت تو یہ ہے ماحولاء .ینطقون تو عرض خدمت یہ ہے کہ بتوں سے آنے والی آوازوں سے مراد یا تو جنات کی آوازیں ہیں اور مسلمان جن واقعتاً ایسا کرتے تھے کہ بت کی آڑ میں آواز لگا کر نعرۂ توحید بلند کرتے اور لوگوں کو شرک سے روکتے اور یا پھر ایسے واقعات اللہ کی قدرت کے مظاہر بھی قرار دیئے جاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو پتھر گفتگو کر سکتے ہیں اگر استن حنانہ ہجر رسول میں نالہ زن ہو سکتا ہے کافر کی مٹھی میں کنکر کلمہ پڑھ سکتے ہیں اور پہاڑوں سے صلوٰۃ و سلام کی آوازیں آسکتی ہیں تو بت بھی مدحت رسول میں نغمہ سرا ہو سکتے ہیں۔

پاس بھی گئے۔ وہ کہنے لگی میرا ساتھی جن آیا تھا مگر دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا اندر نہیں آتے؟ کہنے لگا اب کوئی راستہ نہیں۔ احمد ظاہر ہو گئے ہیں اب کام برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں جب اب میں واپس مکہ مکرمہ میں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت فرما چکے تھے اور لوگوں کو اللہ طرف بلا رہے تھے۔

(۵۵) سفیان ہذلی سے روایت ہے کہ ہم شام گئے زرقا اور حقان (دو جگہ ہیں) کے درمیان ہم نے رات آرام کرنے کے لئے پڑاؤ کیا۔ اتنے میں کسی شاہ سوار کی گرجدار آواز فضا بسیط میں گونجی اے سونے والو! اٹھو یہ سونے کا وقت نہیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کر دیا ہے اور جنوں کو بھگا دیا گیا ہے۔ ہم یہ آواز سن کر ڈر گئے۔ حالانکہ ہم سب ساتھی طاقتور تھے ہم سب نے یہ آواز سنی تھی جب ہم اپنے وطن واپس آئے تو باتیں ہو رہی تھیں کہ بنی عبدالمطلب سے مکہ میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر قریش اس سے اختلاف کر رہے ہیں۔

گستاخ جن اور وفادار جن

(۵۶) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبل ابو قبیس (مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے ساتھ ہی ایک پہاڑ ہے) پر کسی جن نے یہ آواز دی۔

قَبَّحَ اللّٰهُ رَأْیَ کَعْبِ ابْنِ فِهْرٍ مَا اَرَقَّ الْعُقُوْلِ وَالْاَحْلَامِ دِیْنُهَا اَنَّهَا
یُعَنَّفُ فِیْهَا دِیْنُ اٰبَائِهَا الْحُمَاةِ الْکِرَامِ

اللہ تعالیٰ کعب بن فہر کی رائے کو برا کرے کتنی کمزور عقل ہے اور خواب اسکے دین کی خوب تذلیل کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ اس کے باپ دادا کا دین ہے جو اپنے دین کے حامی اور برگزیدہ لوگ تھے۔

حَالَفَ الْجِنُّ حِیْنَ یُقْضٰی عَلَیْکُمْ وَرِجَالُ النَّخِیْلِ وَالْاٰطَامِ

تم پر حملہ کیا جائے گا تو جن اور ریگستانوں اور قلعوں میں رہنے والے لوگ (تمہاری مدد کے لئے) باہم حلیف ہونگے۔

یُوْشِكُ الْخَیْلُ اَنْ تَرَاهَا تَهَادٰی تَقْتُلُ الْقَوْمَ فِیْ بِلَادِ التِّهَامِیْ

عنقریب تم دیکھو گے کہ نرم خرام لشکر مکہ میں قوم کو قتل کرتا ہو گا (مراد فتح مکہ کا حملہ ہے)

هَلْ کَرِیْمٌ مِّنْکُمْ لَهٗ نَفْسُ حُرٍّ مَاجِدُ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَعْمَامِ

کیا تم میں سے کوئی عالی نسب آدمی ہے جو بندہ حر ہو اور اس کے باپ دادا اور چچے معزز ہوں

ضَارِبٌ ضَرْبَةً تَکُوْنُ نَکَالًا وَرَوَاحًا مِّنْ کُرْبَةٍ وَّاغْتِمَامِ

اور وہ ایسی عبرت آموز ضرب کاری لگائے کہ سب رنج و غم دور ہو جائیں (یعنی فتح مکہ کے لئے آنے

والے لشکر اسلام کا منہ موڑ دے)

ابن عباس ؓ کہتے ہیں یہ خبر مکہ میں پھیل گئی اور کفار نے ان اشعار کو حرز جاں بنالیا اور مسلمان پریشان ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسعر نامی شیطان ہے اور بتوں کے اندر سے بول کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ کہتے ہیں ابھی تین دن بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ اسی پہاڑ پر سے آواز آرہی تھی

نَحْنُ قَتَلْنَا مِسْعَرًا لَمَّا طَغٰی وَاسْتَکْبَرَ

ہم نے مسعر کو مار ڈالا کیونکہ وہ سرکش اور متکبر تھا۔

وَسَفَّهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرَا قَنَعْتُهُ سَلَفًا جَرُوحًا مُبْتَرًا۔

اس نے حق کو جہالت سمجھا اور برائی کو نعمت۔ میں نے اسے بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والی تیغ آبدار سے موت کی نیند سلا دیا۔

بِشَتْمِهِ نَبِيًّا الْمُطَهَّرَا

کیونکہ وہ ہمارے پاک نبی ؐ کا گستاخ تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سمحج نام کا بت بڑا جن ہے مگر جب سے یہ مجھ پر ایمان لے آیا ہے میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے اس نے آکر مجھے بتلایا کہ میں اس گستاخ جن کا کئی دنوں سے متلاشی تھا اور اب اسے قتل کر کے آیا ہوں حضرت علی عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اسے بہتر جزا عطا فرمائے۔

دور رسالت میں مسلمان جنوں کی تبلیغی سرگرمیاں

(۵۷) ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ خریم بن فاتک نے عمر فاروق ؓ سے کہا میں آپ کو اپنا اسلام لانے کا واقعہ نہ بتلاؤں۔ میں اپنے کچھ جانوروں کے پیچھے لگا ہوا تھا ابرق عزاف (ایک جگہ) پر مجھے رات آ گئی تو میں نے بآواز بلند کہا میں اس وادی کے نادانوں سے یہاں کے سردار کی پناہ لینا چاہتا ہوں اتنے اچانک کسی نے مجھے پکار کر کہا۔

عُذْ يَا فَتٰى بِاللّٰهِ ذِي الْجَلَالِ وَالْمَجْدِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْإِفْضَالِ

اے نوجوان! اللہ کی پناہ مانگ جو صاحب جلال ہے بزرگی نعمتوں اور احسان والا ہے۔

وَاقْرَءْ بِآيَاتٍ مِنَ الْأَنْفَالِ وَوَحِّدِ اللّٰهَ وَلَا تُبَالِ

سورۂ انفال کی آیات پڑھ اور توحید خداوندی کا اقرار کرتے ہوئے کچھ فکر نہ کر۔

خریم کہتا ہے میں یہ آواز سن کر سخت دہشت زدہ ہو گیا کچھ دیر بعد جب میرے اوسان بحال ہوئے تو

میں نے (بھی) شعروں میں جواب دیا

یَآ اَیُّھَا الْھَاتِفُ مَا تَقُوْلُ اَ رُشْدٌ عِنْدَكَ اَمْ تَضْلِیْلُ۔

اے غیب سے آواز دینے والے تو کیا کہتا ہے تیرے پاس ہدایت ہے یا گمراہی
تو ہمیشہ ہدایت یافتہ رہے مجھے بتلا یہ چیخ وپکار کیوں ہے؟
غیب کی آواز نے جواب دیا۔

یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب خیرات ہیں لوگوں کو بھلائیوں اور نجات کی طرف بلاتے ہیں۔

یَأْمُرُ بِالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ　　وَیَزَعُ النَّاسَ عَنِ الْھَنَاتِ

اور روزے اور نماز کا حکم فرماتے ہیں اور لوگوں کو اعمال میں سستی کرنے سے روکتے ہیں میں نے اپنی سواری کا پیچھا کرتے ہوئے اس غائب شخص سے کہا۔

اَرْشِدْنِیْ رُشْدًا بِھَا ھُدِیْتَا　　لَاجِعْتَ یَا ھٰذَا وَلَا عَرِیْتَا

جو ہدایت تجھے ملی ہے وہ مجھے بھی دے اے آدمی! اللہ تجھے کبھی بھوکا نہ کرے اور نہ غمزدہ

وَلَا صَحِبْتَ صَاحِبًا مُقِیْتًا　　لَا یَثْوِیَنَّ الْخَیْرَانُ ثَوِیْتَا

اور نہ تمہیں برا ساتھی ملے بلکہ ایسا ساتھی ملے جو تم اگر بھلائی کو دفن بھی کر دو تو وہ ایسا نہ کرے (تم زیادتی بھی کرو تو وہ تم سے احسان کرے) اب وہ غائب شخص میرے پیچھے چلنے لگا وہ کہہ رہا تھا۔

صَاحَبَكَ اللّٰهُ وَسَلَّمَ نَفْسَكَا　　وَبَلَّغَ الْاَھْلَ وَسَلَّمَ رَحْلَكَا

اللہ تمہارا ساتھی ہو تمہیں سلامتی سے گھر پہنچائے اور تیری سواری کی حفاظت کرے۔

اٰمِنْ بِهٖ اَفْلَحَ رَبِّیْ حَقَّكَا　　وَانْصُرْ نَبِیًّا عَزَّ رَبِّیْ نَصْرَكَا

اللہ پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے حق کی نگہبانی کرے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن جاؤ اللہ تمہاری خوب مدد کرے گا۔

خریم کہتا ہے اس کے بعد میں مدینہ طیبہ آیا۔ مسجد میں پہنچا ابو بکر صدیقؓ میری طرف لپکے اور کہا آ جاؤ اللہ تم پر رحم کرے۔ ہمیں تمہارے اسلام کی اطلاع مل گئی ہے میں نے کہا مجھے وضو کا صحیح طریقہ نہیں معلوم۔ چنانچہ مجھے وضو سکھلایا گیا پھر میں مسجد میں داخل ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے چہرہ ماہ کامل کی طرح دمک رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے

مَا مِنْ مُسْلِمٍ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلّٰی صَلٰوةً یَعْقِلُھَا وَیَحْفَظُھَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ

جو بھی مسلمان آدمی صحیح وضو کرے پھر پوری ہوش سے نماز پڑھے اور نماز کی حفاظت کرے نماز کے تقاضوں کے خلاف کوئی کام نہ کرے تو وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے یہ سارا قصہ سن کر فرمایا اس واقعہ پر کوئی گواہ پیش کرو ورنہ تمہیں عبرتناک سزا دوں گا۔ چنانچہ قریش کے شیخ حضرت عثمان غنیؓ نے اس کی گواہی دی۔ تو آپ نے اس کی تصدیق کر دی۔

(۵۸) محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ ایک دن عمر فاروقؓ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص مسجد کی عقبی جانب سے گزرا۔ کسی نے کہا امیر المومنین! اس گزرنے والے شخص کو آپ جانتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ سواد بن قارب ہے یمن سے تعلق رکھتا ہے اور وہاں اسے ایک مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ یہی وہ شخص ہے جسے اس کے جن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے مطلع کیا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے میری طرف بلاؤ۔ جب وہ آگیا تو آپ نے اسے فرمایا تم سواد بن قارب ہو؟ کہا ہاں فرمایا تمہیں جن نے ظہور آفتاب نبوت کی خبر دی تھی؟ کہا ہاں فرمایا تو تم ابھی تک ویسے ہی کاہن ہو؟ (۱)

اس پر وہ سخت طیش میں آیا کہنے لگا امیر المومنین! جب سے میں اسلام لایا ہوں مجھے کسی نے یوں مخاطب نہیں کیا آپ نے فرمایا سبحان اللہ! قسم بخدا ہم تو شرک کرنے کی وجہ سے تم سے بھی گئے گزرے تھے تاہم اب تم بتلاؤ وہ جن تمہارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا بشارت لایا تھا کہنے لگا امیر المومنین میں ایک دن نیم خوابی میں تھا کہ میرے جن نے آکر مجھے پاؤں سے ٹھوکر لگاتے ہوئے کہا اے سواد بن قارب! اٹھو اور اگر سمجھ دار ہو تو سمجھو بے شک لوی بن غالب سے ایک رسول ظاہر ہوا ہے جو صرف اور صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتا ہے پھر وہ کہنے لگا

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَجْسَاسِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَحْلَاسِهَا

مجھے جنوں پر تعجب ہے کہ ایک گم گشتہ چیز کی تلاش میں اونٹوں پر کجاوے کس رہے ہیں

تَهْوِيْ إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا خَيْرُ الْجِنِّ كَأَنْجَاسِهَا

طلب ہدایت کے لئے سوئے مکہ گامزن ہیں۔ اچھے جن پلیدوں جیسے نہیں ہو سکتے

فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ إِلَى رَأْسِهَا

تو تم بھی بنو ھاشم کے پاک سیرت رسول کی طرف سفر کرو اور اپنی آنکھوں سے اس کے سر کی طرف بلندی چاہو۔

میں نے یہ سن کر سر نہ اٹھایا اور کہا جاؤ سونے دو میں نے رات اونگھتے ہوئے گزاری ہے دوسری رات پھر اس نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر لگا کر جگا دیا اور کہا سواد! میں نے تجھے کہا نہیں کہ اگر تم عقلمند ہو تو ہوش سے کام لو لوی بن غالب میں اللہ کا رسول مبعوث ہوا ہے اللہ اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا

---

(۱) عرب میں کاہن ایسے شخص کو کہتے ہیں جو عامل جنات ہو جن اس کے قبضہ میں ہوں۔

ہے پھر وہ جن یہ کہنے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَطْلَابِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَقْتَابِهَا

مجھے جنوں کی اس جستجو پر تعجب ہے کہ وہ اونٹوں پر کجاوے کس رہے ہیں۔

تَهْوِیْ اِلٰی مَکَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا صَادِقُ الْجِنِّ کَکَذَّابِهَا

تلاش ہدایت میں مکہ کو جا رہے ہیں۔ سچے جن جھوٹوں جیسے نہیں ہو سکتے۔

فَارْحَلْ اِلَی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَیْسَ قُدَامَاهَا کَاَذْنَابِهَا

بنو ھاشم کے پاک رسول کی طرف سفر کرو اس (امت) کے پہلے لوگ پچھلوں جیسے نہیں ہیں۔

مگر میں نے سر نہ اٹھایا اور سویا رہا تیسری رات حسب سابق پھر اس نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے بیدار کر دیا اور کہا اے سواد کچھ ہوش سے کام لوئی بن غالب سے اللہ کا رسول ظہور فرما ہوا ہے جو دعوت حق دیتا ہے پھر ساتھ ہی کہا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَاِخْبَارِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَكْوَارِهَا

مجھے جنوں کی اس باخبری پر تعجب ہے کہ وہ اونٹوں پر پالان باندھ رہے ہیں۔

تَهْوِیْ اِلٰی مَکَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا مُؤْمِنُوا الْجِنِّ کَکُفَّارِهَا

مکہ کی طرف ہدایت کے لئے جا رہے ہیں مومن جن کافروں کی طرح نہیں ہیں۔

فَارْحَلْ اِلَی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ بَیْنَ رَوَابِیْهَا وَاَحْجَارِهَا

تو تم بنو ھاشم کی پاکیزہ شخصیت کی طرف سفر کرو جو ٹیلوں اور پتھروں سے اٹی ہوئی آبادی میں رہتے ہیں (مراد مکہ مکرمہ ہے)۔

تو اب میرے دل میں اسلام کی طرف میلان پیدا ہوا۔ صبح ہی میں نے رخت باندھا اور سوئے مکہ چل دیا مگر راستے ہی میں مجھے اطلاع مل گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے ہیں، میں مدینہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پوچھا معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں ہیں میں مسجد پہنچا باہر سواری باندھ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے آس پاس لوگ بیٹھے تھے۔

میں نے کہا یا رسول اللہ! میری بات سنیں ابو بکر صدیق کہنے لگے قریب ہو جاؤ یوں ابو بکر صدیق نے مجھے آپ کے سامنے لا بٹھایا آپ نے فرمایا بتلاؤ تمہارے جن نے تمہیں کیا خبر دی ہے؟ میں نے کہا۔

اَتَانِیْ جِنِّیْ بَعْدَ هُدْءٍ وَرَقْدَةٍ فَلَمْ اَكُ قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبٍ

ثَلَاثَ لَیَالٍ قَوْلُهٗ كُلَّ لَیْلَةٍ اَتَاكَ رَسُوْلٌ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ

فَشَمَّرْتُ مِنْ ذَیْلِ الْاِزَارِ وَوَسَّطَتْ بِیَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ بَیْنَ السَّبَاسِبِ

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَیْرُهٗ وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰی كُلِّ غَائِبٍ

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَايِبِ
فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشٰى وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَآءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ
وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

(مختصر ترجمہ) سو جانے کے بعد میرے پاس میرا جن آیا اس نے کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا تین رات وہ یہی کہتا رہا کہ لوی بن غالب سے تمہاری طرف رسول آگیا ہے تب میں نے تیاری کی اور طاقتور گھوڑا مجھے دشوار و دراز سفر سے گزار کر یہاں لے آیا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ غائب چیز (جنت و دوزخ حشر و نشر وغیرہ) پر امین صادق ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں آپ کا وسیلہ سب رسولوں سے زیادہ مقبول ہے اے مکرم و مطہر باپ دادا کے فرزند اے خیر الخلائق اپنی وحی کے ساتھ ہمیں حکم فرمایئے ہم اس پر عمل کریں گے خواہ اس کی دشواری سے جوان بوڑھے ہو جائیں اور جس دن آپ کے سوا کوئی شفاعت نہیں کرے گا آپ اس دن میرے شفیع بنیں اور سواد بن قارب کو بچالیں یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اس قدر مسرور ہوئے کہ خوشی چہروں سے جھلکنے لگی حضرت عمرؓ نے اٹھ کر مجھے گلے سے لگالیا اور کہا میں یہ قصہ تم سے پھر سننا چاہتا ہوں۔

ایک جن نے اسلام کا راہ دکھایا اور نبیؐ کی دعا نے گھر بسایا

(۵۹) عبداللہ معافی کہتے ہیں ہمارے قبیلہ کا ایک شخص مازن بن عضوب عمان میں ایک بستی سمایا میں ایک بت کی خدمت کیا کرتا تھا۔ مازن کہتا ہے ایک دن ہم نے بت پر بھینٹ چڑھائی (اس کے چرنوں میں جانور ذبح کیا) تو میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی اے مازن سنو خوش ہو جاؤ گے خیر ظاہر ہو گئی اور شر چھپ گئی مضر سے ایک نبی اللہ کا دین لیکر تشریف لے آیا ہے اب تم بت پرستی چھوڑ دو۔ نار جہنم سے آزاد ہو جاؤ گے میں اس آواز پر سخت دہشت زدہ ہو گیا۔ چند دن بعد ہم نے پھر ایک بھینٹ چڑھائی تو بت سے پھر یہ آواز آئی۔ سنو جاہل نہ بنو یہ نبی مرسل حق لے کر آگئے ہیں ان پر ایمان لاؤ تاکہ آتش شعلہ بار سے نجات پاسکو جس کا ایندھن پتھر ہیں۔ مازن کہتا ہے تو میں نے سوچا یہ بڑی تعجب خیز بات ہے یقیناً قدرت مجھے کسی نعمت سے نوازنا چاہتی ہے چند دن بعد اہل حجاز میں سے ایک آدمی ہمارے پاس آیا میں نے کہا کوئی تازہ خبر؟ کہنے لگا ایک نبی ظاہر ہوا ہے جس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اطاعت خداوندی کا حکم دیتا ہے۔

میں نے بت کے ٹکڑے کیے اور سفر کرتا ہوا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جا حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ پر اسلام کی تشریح کی میں اسلام لے آیا۔ اور یہ کہا۔

كَسَرْتُ بَاجِرًا اَجْذَاذًا وَكَانَ لَنَا رَبًّا نُطِيْفُ بِهٖ ضَلَالًا بِتَضْلَالِ

بِالْهَاشِمِيِّ هَدَانَا مِنْ ضَلَالَتِنَا وَلَمْ يَكُنْ دِيْنُهُ مِنِّيْ عَلٰى بَالٍ
يَا رَاكِبًا بَلِّغَنْ عَمْرًا وَاِخْوَانَهَا اِنِّيْ لِمَنْ قَالَ رَبِّيْ بَاجِرُ قَالٍ

(۱) میں نے باجر نامی بت پاش پاش کر دیا۔ جو ہمارا رب بنا بیٹھا تھا ہم تہ بہ تہ گمراہی میں پھنسے اس کا طواف کیا کرتے تھے (۲) اللہ نے ہمیں رسول ہاشمی کی برکت سے ہدایت دے دی حالانکہ ہمیں اس سے قبل دین اسلام کا کچھ علم نہ تھا (۳) میرے شہر کو جانے والے سوار! میرے قبیلہ بنو عمر کو پیغام دے دے کہ میں باجر کو خدا ماننے والے کا سخت دشمن ہوں۔

پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں گانے عورت اور شراب کا دلدادہ ہوں جس کے سبب ہم پر قحط سالی آ گئی مال جاتا رہا بچے بے حال ہو گئے اور میری تو اولاد ہوئی نہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ قحط اٹھائے ہمیں توفیق حیا دے اور مجھے اولاد عطا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اسے گانے کی جگہ تلاوت قرآن عطا فرما۔ حرام کے بدلے حلال اور زنا کے بدلے عفت و حیا عنایت کر۔ اور اسے صاحب اولاد بنا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے ہمارا قحط جاتا رہا۔ علاقہ عمان پر انعام خداوندی کی بارش ہو گئی۔ میں نے چار عورتوں سے شادی کی اور قرآن کریم کا ایک حصہ یاد کر لیا۔ اور اللہ نے مجھے حیان بن مازن بیٹا عطا فرمایا۔ تو میں نے شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ شعر کہے۔

اِلَيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَبَّتْ مَطِيَّتِيْ تَجُوْبُ الْفَيَافِيْ مِنْ عَمَّانَ اِلَى الْعَرَجِ
لِتَشْفَعَ لِيْ يَا خَيْرَ مَنْ وَطِیَ الْحَصَا فَيَغْفِرَ لِيْ رَبِّيْ فَارْجِعَ بِالْفَلَجِ
اِلٰى مَعْشَرٍ خَالَفْتُ فِي اللّٰهِ دِيْنَهُمْ فَلَا رَأْيُهُمْ رَأْيِيْ وَلَا شَرْجُهُمْ شَرْجِيْ
وَكُنْتُ اِمْرَأً بِالْعُهْرِ وَالْخَمْرِ مُوْلَعًا اشَبَابِيْ حَتّٰى اٰذَنَ الْجِسْمُ بِالنَّهَجِ
فَبَدَّلَنِيْ بِالْخَمْرِ خَوْفًا وَخَشْيَةً وَبِالْعُهْرِ اِحْصَانًا فَحَصَّنَ لِيْ فَرَجِيْ
فَاَصْبَحَتْ هِمَّتِيْ فِي الْجِهَادِ وَنِيَّتِيْ فَلِلّٰهِ مَا صَرَمِيْ وَلِلّٰهِ مَا حَجِّيْ

اے اللہ کے رسول! میری سواری آپ کی طرف دوڑتی آئی ہے۔ عمان سے عرج تک راستے طے کرتی ہوئی۔ تاکہ آپ میری شفاعت فرمائیں۔ اے خیر الخلائق اور یوں اللہ میری مغفرت کر دے تو میں ایسی قوم پر غلبہ حاصل کر لوں جو میرے دین کے مخالف ہیں۔ میری اور ان کی رائے بلکہ ہر چیز جداگانہ ہے میں نے اپنی جوانی زنا اور شراب میں گزار دی۔ جس سے میرے جسم کو سخت اذیت پہنچی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شراب کے بدلے اپنی ذات کا خوف و خشیت اور زنا کے بدلے عفت عطا فرمائی۔ اور میں گناہ سے محفوظ ہو گیا۔ اب میرا مقصد حیات راہ خدا میں جہاد ہے۔ اللہ کے لئے میرا روزہ ہے اور اسی کے لئے میرا حج ہے۔

(۲۰) ابن خربوذ کی ایک خثعمی مرد سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کسی حرام کو حلال یا حلال کو

حرام نہیں قرار دیتے تھے۔ بلکہ ان کا کام بت پرستی اور بتوں سے فریاد خواہی تھا ایک بار ہم کسی بت کے پاس اس لئے بیٹھے تھے کہ وہ ہمارے درمیان پیدا ہونے والے کسی اختلاف کا فیصلہ کرے اچانک ایک غیبی آواز آئی۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ ذُوْوَالْاَجْسَامِ ۔۔۔ مَآ اَنْتُمْ وَطَائِشُ الْاَحْلَامِ

وَمُسْنِدُ وَالْحُكْمِ اِلَى الْاَصْنَامِ ۔۔۔ هٰذَا نَبِيٌّ سَيِّدُ الْاَنَامِ

اَعْدَلُ فِي الْحُكْمِ مِنَ الْحُكَّامِ ۔۔۔ يَصْدَعُ بِالنُّوْرِ وَالْاِسْلَامِ

وَيَزَعُ النَّاسَ عَنِ الْاٰثَامِ ۔۔۔ مُسْتَعْلِنٌ فِي الْبَلَدِ الْحَرَامِ

اے صاحب جسم انسانو! تمہیں بے کار خوابوں سے کیا غرض؟ بتوں سے فیصلہ کروانا چاہتے ہو؟ حالانکہ سیدالانام علیہ الصلوۃ والسلام بھی موجود ہیں۔ جو تمام حاکموں سے زیادہ عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں نور واسلام کو ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے روکتے ہیں اور بلد حرام مکہ مکرمہ میں اعلان حق کر چکے ہیں۔

کہتے ہیں ہم یہ سن کر ڈر گئے اور بت کے پاس سے اٹھ آئے ایک عرصہ کے بعد یہ اشعار بھی قصہ پارینہ بن گئے۔ تا آنکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ظاہر ہوئے پھر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا۔

(۶۱) خویلد ضمیری کہتے ہیں ہم ایک بت کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کے اندر سے آواز آئی کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ آسمانوں سے باتیں حاصل کرنا بند ہو گیا اب آگ کے انگارے برسائے جاتے ہیں اس لئے کہ مکہ میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے جس کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یثرب اس کا دار ہجرت ہے۔ نماز روزہ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے ہم بت کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے ہم نے تحقیق کی تو پتا چلا واقعی مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرما دیا تھا۔ اور آپ کا نام بھی احمد تھا۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اور بت کی گواہی

(۶۲) عباس بن مرداس سلمی کہتے ہیں میرے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ میرے باپ مرداس نے مرتے دم مجھے ضمار نامی بت کی خدمت جاری رکھنے کی وصیت کی تھی۔ میں نے اسے ایک کمرے میں رکھ لیا اور روزانہ اسکے پاس حاضر ہوتا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا۔ تو میں نے ایک مرتبہ آدھی رات گزرے ایک آواز سنی۔ جس سے میں ڈر گیا۔ آواز یہ تھی

قُلْ لِلْقَبِيْلَةِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا ۔۔۔ هَلَكَ الْاَنِيْسُ وَعَاشَ اَهْلُ الْمَسَاجِدِ

أُوْدِيْ ضُمَارٌ وَكَانَ يُعْبَدُ مُدَّةً — قَبْلَ الْكِتَابِ اِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
اِنَّ الَّذِيْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰى — بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُّهْتَدِيْ

سارے قبیلہ سلیم کو کہہ دے۔ کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے مگر اہل مساجد نہ مریں گے) ان کا ذکر باقی رہے گا) ضمار بت ہلاک ہو گیا حالانکہ نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب اترنے سے قبل ایک مدت اس کی عبادت ہوتی رہی۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد جو قریشی مرد نبوت وہدایت کا وارث ہوا ہے بڑا ہدایت یافتہ ہے (مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے)

میں نے یہ ماجرا خفیہ رکھا جن دنوں لوگ (صحابہ کرام) جنگ خندق سے واپس ہوئے میں ایک بار ذات عرق میں سویا ہوا تھا میں نے آواز سنی پھر کیا دیکھتا ہوں ایک شخص شترمرغ پر سوار ہے اور کہہ رہا ہے وہ نور جو پیر وار اور منگل کو ناقہ عضبا (۱) والے پر دار بنی عنقا میں نازل ہوا ہے۔ اتنے میں کسی نے بائیں طرف سے اسے جواب دیا۔ جنوں اور ان کے شیاطین کو بتلا دو کہ سواریوں نے اپنے سامان رکھ دیئے ہیں اور محافظوں نے آسمان کی حفاظت شروع کر دی ہے

کہتے ہیں میں یہ سن کر خوف سے اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں میں گھوڑے پر سوار ہو کر سفر طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا اور آپ کی بیعت کر لی۔ اور واپس آ کر ضمار بت کو نذر آتش کر دیا پھر دوبارہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور یہ اشعار عرض کئے۔

لَعَمْرُكَ اِنِّيْ يَوْمَ اَجْعَلُ جَاهِلًا — ضُمَارًا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ مُشَارِكَا
وَتَرْكِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالْاَوْسُ حَوْلَهٗ — اُولٰئِكَ اَنْصَارٌ لَّهٗ مَا اُولٰئِكَا
كَتَارِكِ سَهْلِ الْاَرْضِ وَالْحُزْنِ يَبْتَغِيْ — لِيَسْلُكَ فِيْ وَعْثِ الْاُمُوْرِ الْمَسَالِكَا
فَاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ اَنَا عَبْدُهٗ — وَخَالَفْتُ مَنْ اَمْسٰى يُرِيْدُ الْمَهَالِكَا
وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ نَحْوَ مَكَّةَ قَاصِدًا — اُبَايِعُ نَبِيَّ الْاَكْرَمِيْنَ الْمُبَارَكَا
نَبِيٌّ اَتَانَا بَعْدَ عِيْسٰى بِنَاطِقٍ — مِّنَ الْحَقِّ فِيْهِ الْفَصْلُ فِيْهِ كَذٰلِكَا
اَمِيْنٌ عَلَى الْفُرْقَانِ اَوَّلُ شَافِعٍ — وَاَوَّلُ مَبْعُوْثٍ يُجِيْبُ الْمَلَائِكَا
تَلَافِيْ عُرَى الْاِسْلَامِ بَعْدَ انْتِقَاضِهَا — فَاَحْكَمَهَا حَتّٰى اَقَامَ الْمَنَاسِكَا
عَنَيْتُكَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا — تَوَسَّطْتَ فِي الْفَرْعَيْنِ وَالْمَجْدِ مَالِكَا
وَاَنْتَ الْمُصَفّٰى مِنْ قُرَيْشٍ اِذَا سَمَتْ — عَلٰى ضُمْرِهَا تَبْقَى الْقُرُوْنُ الْمُبَارَكَا
اِذَا انْتَسَبَ الْحَيَّانِ كَعْبٌ وَّمَالِكٌ — وَجَدْنَاكَ مَحْضًا وَالنِّسَاءُ الْعَوَارِكَا

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام ہے۔

وَاَنْتَ الْمُصَفّٰی مِنْ قُرَیْشٍ اِذَا سَمَتْ   عَلٰی ضُمْرِھَا تَبْقِی الْقُرُوْنَ الْمُبَارَکَا

اِذَا انْتَسَبَ الْحَیَّانِ کَعْبٌ وَّمَالِکٌ   وَجَدْنَاکَ مُحْضًا وَالنِّسَآءُ الْعَوَاتِکَا

مجھے قسم ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کی۔ میں سخت جاہل تھا جب ضمار کو اللہ رب العالمین کا شریک ٹھہراتا تھا۔ اللہ کے رسول کی مخالفت کرتا تھا۔ جب کہ اوس کے لوگ (صحابہ کرام) آپ کے ساتھ آپ کے مددگار تھے۔ ان لوگوں کا کیا کہنا ہے۔ میری حالت ایسے تھی جیسے کوئی شخص اچھی زمین کو چھوڑ کر سخت مشکل اور بے فائدہ کام کے راستے پر چل پڑے اور غم اٹھائے۔ پھر میں اللہ پر ایمان لایا جس کا میں بندہ ہوں۔ اور گذشتہ زندگی کی مخالفت کرنے لگا جو مجھے ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اور میں مکہ مکرمہ کو رخ کئے چل پڑا تاکہ مکرم و مبارک امت کے نبی کی بیعت کرلوں۔ یہ وہ نبی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایسا ناطق حق لے کر آیا ہے جس میں ہر بات کا فیصلہ ہے۔ قرآن پر امین ہے پہلا شفیع ہے اور پہلا نبی ہے جو فرشتوں کو جواب دیتا ہے اس نے آکر اسلام کی رسی مضبوط کر دی جو ٹوٹ گئی تھی۔ اے سب مخلوق سے بہتر نبی! آپ حسب و نسب اور بزرگی کے اعلیٰ مقام کے حامل ہیں قریش جب اپنے کمزور جسم کے ساتھ اٹھتے ہیں تو آپ وہ پاکیزہ شخصیت ہیں جو ہر زمانہ میں مبارک رہے گی۔ جب کعب اور مالک دو قبیلے اپنا نسب بیان کرتے ہیں تو ہم آپ کا نسب سب سے پاکیزہ پاتے ہیں۔

(۶۳) عباس بن مرداس ؓ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ دور خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں مدینہ شریف میں دن کے بارہ بجے ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں سفید شترمرغ پر سوار ایک سفید رنگ اور سفید پوش آدمی آیا۔ بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا بخدا میں اسے ضرور پکڑوں گا۔ جب وہ میرے قریب سے گزرا تو کہنے لگا اے عباس قبیلہ مرداس کے سردار کے بیٹے! کیا تم نے جن اور ان کے شیاطین نہیں دیکھے۔ جنگ اپنے سانس ختم کر چکی ہے اور آسمان پر پہرے بیٹھ گئے ہیں۔

عباس کہتے ہیں میں وہاں سے پلٹا اور اس واقعہ کے بارہ میں سوال کرتا رہا (کہ وہ سفید پوش کون ہو سکتا ہے) تا آنکہ میرے پاس میرا چچازاد بھائی آیا اس نے کہا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو خفیہ طور پر اللہ کی طرف دعوت دینے نکلے تھے۔

صنم خانہ، بتوں سے ذکر رسول کی اٹھنے والی صداؤں سے گونج اٹھا

(۶۴) (حضرت) راشد بن عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں (مکہ شریف سے تین میل دور) رہاط علاقہ میں سواع نام کا ایک بت تھا۔ ہذیل اور ظفر دو قبیلے اس پر اعتقاد رکھتے تھے۔ چنانچہ بنو ظفر

نے راشد (۱) بن عبد ربہ کو اپنے قبیلہ کی طرف سے سواع بت کے لئے ہدیہ بھیجا۔ راشد کہتے ہیں میں فجر ہوتے ہی ہدیہ پیش کرنے بتوں کے پاس گیا۔ سواع سے پہلے والے بت سے آواز آ رہی تھی۔ بہت بڑی حیرانی ہے کہ بنو عبدالمطلب سے نبی ظاہر ہوا ہے۔ جو زنا سود اور بتوں کے نام پر جانور کے ذبح کرنے سے منع کرتا ہے۔ آسمان کی حفاظت ہو گئی ہے۔ اور ہمیں انگاروں کا نشانہ بنایا جانے لگا ہے۔ بڑی حیرانی ہے پھر ایک اور بت سے آواز آئی ضمار بت کو چھوڑ دیا گیا ہے جب کہ پہلے اس کی عبادت ہوتی تھی۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم سریر آرائے نبوت ہو گئے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ روزہ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ پھر ایک اور بت سے آواز آنے لگی۔ ابن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت و ہدایت کا وارث بننے والا آسمان ہدایت کا آفتاب ہے۔ وہ ایسا نبی ہے جو گزشتہ کی بھی خبریں دیتا ہے اور آئندہ کی بھی۔

راشد کہتے ہیں کہ میں نے آگے چل کر دیکھا کہ سواع بت کے گرد دو لومڑ منہ مارتے پھرتے اور بت کے آگے پڑے ہوئے نذرانوں اور کھانوں کا صفایا کر رہے ہیں پھر وہ دونوں لومڑ اس کے سر پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگے۔ تب راشد نے کہا

اَرَبٌّ یَبُوْلُ الثَّعْلَبَانِ بِرَاْسِہٖ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَیْہِ الثَّعَالِبُ

جس کے سر پر لومڑ پیشاب کریں کیا وہ رب ہوتا ہے؟ ایسے رب کی تو ذلت کی انتہا نہیں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی۔ تو راشد بھی مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا ساتھ اپنا کتا بھی تھا۔ ان دنوں راشد کا نام ظالم اور اس کے کتے کا نام راشد تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے کہا ظالم۔ فرمایا کتے کا نام؟ کہا راشد۔ آپ نے فرمایا تم راشد ہو اور تمہارا کتا ظالم۔ اور ساتھ ہی آپ مسکرا پڑے۔ راشد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے۔ پھر آپ سے اپنے علاقہ رحاط میں زمین کا ایک ٹکڑا الاٹ کرنے کی درخواست کی اور اس کی حدود بیان کیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقہ رہاط میں معلات (۲) پر انہیں ایک قطعہ زمین دے دیا جو گھوڑے کی ایک گردش کے مطابق کشادہ اور تین پتھر پھینکنے کے برابر لمبا تھا۔ اور پانی سے بھرا ایک برتن بھی دیا جس میں آپ نے اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور فرمایا اسے قطعہ زمین کے بلند حصہ پر انڈیل دینا۔ اور لوگوں کو بچے ہوئے پانی سے باز نہ رکھنا (یعنی وہاں چشمہ پھوٹے گا جس سے لوگوں کو منع نہ

---

(۱) یہ راشد اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے علاقہ میں بت خانہ کے نگہبان تھے مگر نبی علیہ السلام کا غلام بن جانے کے بعد حضرت راشد بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔

(۲) مقام بدر کے نزدیک جگہ کا نام ہے۔

کرنا) انہوں نے ایسے ہی کیا۔ چنانچہ وہاں کثرت سے پانی ابلنے لگا۔ اور آج تک ابل رہا ہے پھر انہوں نے وہاں کھجوریں اگائیں۔

کہتے ہیں سارا علاقہ رھاط اس چشمہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔ لوگ اسے "چشمہ رسول" کہتے ہیں اس سے غسل کرتے ہیں تو ہر مرض سے شفا ملتی ہے۔ حضرت راشدؓ نے (حضور کے ارشاد کے مطابق قطعہ زمین کی لمبائی مقرر کرنے کے لئے) جو پتھر پھینکا تھا وہ رکیب الحجر تک پہنچا تھا۔ اس کے بعد حضرت راشد سواع بت کی طرف لپکے اور اسے پاش پاش کر ڈالا۔

گوشت کے ایک لوتھڑے جیسا "انسان" آمد رسول کی بشارت دیتا ہے

(۶۵) عبداللہ بن زبیلی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کہنے لگا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام میں سطیح جیسا کوئی انسان نہیں بنایا۔ آپنے فرمایا ہاں۔ اللہ نے سطیح غسانی کو گوشت کا ایک لوتھڑا بنایا تھا اسے کھجوروں کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر ڈال کر جہاں وہ چاہتا لیجایا جاتا تھا اسکے وجود میں ہڈی تھی نہ پٹھا۔ کھوپڑی تھی نہ ہاتھ اسے سر سے پاؤں تک ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جاتا زبان کے علاوہ اسکے وجود کا کوئی حصہ حرکت نہ کرتا تھا جب اسنے مکہ آنے کا ارادہ کیا تو اسے چٹائی پر ڈال کر لایا گیا۔ چنانچہ چار قریشی مرد عبد شمس اور ھاشم (عبد مناف کے بیٹے) حوص بن مہر اور عقیل ابی وقاص اسے آزمانے کے لئے اپنا نسب بدل کر اسکے پاس آئے۔ کہنے لگے ہم بنو جمع سے تعلق رکھتے ہیں ہمیں تمہارے آنے کی اطلاع ملی تو ہم تمہاری ملاقات کو چلے آئے یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا، پھر عقیل نے ہندی تلوار اور ردینی برچھا بطور ہدیہ پیش کیا۔ جسے بیت الحرام کے دروازے پر رکھ دیا گیا تاکہ معلوم کریں کہ سطیح کو انکی خبر ہوتی ہے یا نہیں۔ سطیح کہنے لگا عقیل! مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ اسنے ہاتھ آگے کیا تو وہ کہنے لگا اے عقیل! قسم ہے راز جاننے والے اور گناہ معاف کرنے والے کی اور قسم ہے پورا ہونے والے وعدے اور حضرت ابراھیم کے تعمیر کردہ کعبہ کی۔ تم میرے پاس ہندی تلوار اور ردینی برچھے کا تحفہ لائے ہو۔ کہنے لگے سطیح! تم نے سچ کہا۔

سطیح نے کہا قسم ہے اس کی جو خوشی لاتا قوس قزح بناتا سبک خرام و روشن جبیں گھوڑے پیدا کرتا اور خشک و تر خرما و نخل خرما اگاتا ہے، کوا جدھر اڑا برکت لایا۔ اور یہ خبر لایا کہ یہ آنے والے لوگ بنو جمع سے نہیں پتھریلی زمین مکہ میں آباد قریش سے ہیں۔ انہوں نے کہا سطیح! تم نے سچ کہا ہم بیت الحرام کے رہنے والے ہیں۔ تمہارے علم کا شہرہ سن کر تمہاری ملاقات کو بے تاب ہو گئے۔ ہمیں بتلاؤ کہ ہمارے دور میں اور اسکے بعد کیا ہونے والا ہے۔ شائد تمہیں اسکی خبر ہو۔ کہنے لگا اب تم نے سچ کہا تو! اللہ نے جو مجھ پر الہام کیا ہے مجھ سے لے لو اے اہل عرب! تم بڑھاپے کے دور میں ہو۔

تمہاری اور عجم کی ایک جیسی بصیرت ہے تمہارے پاس علم ہے نہ فہم۔ تمہارے بعد اہل فہم لوگ آ رہے ہیں جو کئی علوم کے حامل ہونگے وہ بتوں کو توڑتے اور عجم کو قتل کرتے ہوئے روم تک جا پہنچیں گے۔ قریشی لوگوں نے کہا سطیح ! یہ لوگ کون ہونگے؟ کہا قسم ہے رکنوں والے گھر اور امن و سکون کی۔ تمہارے بعد ایسے بچے پیدا ہونگے جو بڑے ہو کر بت شکن بنیں گے۔ شیطان کی عبادت کے منکر اور توحید الٰہی کے علم بردار ہونگے۔ مالک یوم النشور کا دین پھیلائیں گے بلند عمارتیں قائم کرینگے اور سفر جہاد کی وجہ سے لوھار کی طرح گندم گوں ہو جائیں گے کہنے لگے سطیح ۔ یہ کس نسل سے آئیں گے کہا اس خدا کی قسم جو سب سے برتر کثیر العطا۔ قوموں کو تباہ کرنے والا اور کمزوروں کو قوت دینے والا ہے وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں بنو عبد شمس اور بنو عبد مناف سے پیدا ہونگے قریشیوں نے کہا ہائے برائی! تم یہ خبر کیسے دے رہے ہو۔ بتلاؤ وہ کس شہر سے تعلق رکھتے ہونگے۔ کہنے لگا خدائے لایزال ولم یزل کی قسم اسی شہر مکہ سے ایک نوجوان اٹھے گا جو ہدایت کی طرف بلائے گا بت پرستی حجر پرستی اور جھوٹ سے کنارہ کش اور خدائے وحدہ کا پرستار ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے وفات دے گا۔ ایسے میں اسے سراہا جاتا ہوگا، وہ زمین سے غائب اور آسمان میں حاضر ہوگا۔ پھر اسکا کام صدیق سنبھالے گا جو صحیح فیصلے کرے گا اور حق دار کو بلا کم و کاست حق لوٹائے گا۔ پھر اسکا کام ایک عادل و آزمودہ کار سردار ہاتھ میں لے لے گا وہ غلط بات سے بیزار مہمان نواز اور بڑا حق پسند ہوگا۔ پھر ایسا شخص اسکا جانشیں بنے گا جو اپنے کام کا دھنی اور جہاں دیدہ ہوگا۔ مگر کچھ جماعتیں اسکے گرد جمع ہو جائیں گی اور غضب وانتقام کی شدت میں اسے قتل کر دیں گی۔ اور وہ بوڑھا مقصد بر آری کے لئے ذبح کر دیا جائے گا۔ اور پھر اسکی حمایت میں خطیب اٹھ کھڑے ہونگے۔ پھر اسکا نائب ایسا شخص بنے گا جس کی رائے بری ہوگی اور زمین میں فساد قائم کرے پھر اسکا بیٹا جانشیں ہوگا باپ کے جمع کردہ مال پر قابض ہو جائے گا۔ لوگ بہت کم اسکی تعریف کریں گے وہ سارا مال خود ہڑپ کر لے گا اور اپنی اولاد کے لئے چھوڑ جائے گا۔ پھر کئی بادشاہ آئیں گے اور یقیناً خون بہتا رہے گا۔ القصہ

دنیائے نجم شناسی کے تاجور آمد رسول کی بشارت دیتے ہیں

(۲۶) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ مجھے ایک قابل وثوق عالم نے ایک یمنی سے سنا ہوا قصہ بتایا کہ حسان ذی نواس سے قبل شاہ اول کے خاندان کا ایک شخص ربیعہ بن نصر سریر آرائے سلطنت یمن ہوا اس نے ایک پریشان کن خواب دیکھا۔ اور اپنی حکومت میں بسنے والے تمام کاہنوں اور نجومیوں کو بلا لیا۔ کہنے لگا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا ہے۔ مجھے اسکی تعبیر بتلاؤ کاہنوں نے کہا اے سلطان! وہ خواب بتلایئے تاکہ ہم اسکی تعبیر بیان کر

سکیں شاہ نے کہا اگر خواب میں بتلاؤں تو پھر مجھے تمہاری تعبیر پر بھی اعتبار نہ ہوگا تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اگر سلطان یوں چاہتا ہے تو پھر سطیح اور شق کو بلائے وہ خواب بھی بتلا سکتے ہیں۔ وہ دونوں سب کاہنوں سے زیادہ عالم ہیں سطیح قبیلہ غسان سے اور شق بجیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔

شاہ نے یہ سن کر دونوں کو بلالیا۔ سطیح شق سے پہلے آ گیا شاہ یمن نے اسے کہا مجھے ایک خوفناک خواب آیا ہے جسے دیکھ کر میں سخت پریشان ہوا ہوں اگر تم میرے بتلائے بغیر خواب بیان کر سکتے ہو تو یقیناً اسکی تعبیر بھی صحیح بتلاؤ گے۔ کہنے لگا میں یہ کر سکتا ہوں آپ نے خواب میں ایک شعلہ دیکھا جو تاریکی میں نمودار ہوا اور ارض مکہ میں جا کر گرا اور تمام انسانوں کو کھا گیا۔ شاہ نے کہا ہاں تم نے میرے خواب کے بیان میں ذرہ برابر خطا نہیں کی اب اسکی تعبیر تمہارے پاس کیا ہے۔
سطیح نے کہا یمن اور مکہ کے درمیان بسنے والے تمام سانپوں (۱) کی قسم تمہارے علاقہ یمن پر حبشی اقتدار قائم ہوگا اور ابین سے جرش تک سارا یمن حبشیوں کے زیر تسلط ہوگا۔
بادشاہ نے کہا تمہارے باپ کی قسم اے سطیح یہ خبر تو بڑی لرزہ خیز ہے یہ کب ایسا ہوگا؟ ہمارے دور میں یا اسکے بعد۔ کہا کچھ وقت بعد ساٹھ سے ستر سال تک، شاہ نے کہا اسکا اقتدار ہمیشہ رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ کہا ساٹھ اور کچھ سال تک رہ کر ختم ہو جائے گا۔ پھر وہ سب قتل کیئے جائیں گے اور باقی بھاگ جائیں گے شاہ نے کہا انہیں قتل وفرار سے کون دو چار کرے گا؟ کہا ابن ذی الیزن (۲) جو عدن سے آئے گا اور ایک حبشی بھی یمن میں نہ چھوڑے گا۔ شاہ نے پھر پوچھا کیا اسکی حکومت مستقل قائم رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟ کہا ختم ہو جائیگی پوچھا کون ختم کرے گا؟ کہا وہ ایک نبی ہوگا پاک نسب پسندیدہ شخصیت اور وفادار انسان، اس پر اللہ کی طرف سے وحی آئے گی۔
شاہ نے پوچھا یہ نبی کس خاندان سے ہوگا اے سطیح! کہا لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے۔ اسکی حکومت آخر زمانہ تک ہوگی۔ شاہ نے پوچھا کیا زمانہ کی کوئی انتہاء بھی ہے؟ کہا ہاں وہ دن ہے جب اللہ تمام پہلے پچھلے انسانوں کو اکٹھا کرے گا گناہ گار بدبخت ٹھہریں گے اور نیک عمل کرنے والے سعادت مند۔ شاہ کہنے لگا کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ سطیح نے کہا ہاں مجھے آسمان کی سرخی اور صبح کے اندھیرے اور اجالے کی قسم میں نے جو کچھ بتلایا ہے سچ ہے۔

---

(۱) دور جاہلیت میں کاھن اور نجومی لوگ ایسی ہی قسمیں اٹھایا کرتے تھے پیچھے آپ قس بن ساعدہ ایادی کے واقعہ میں بھی پڑھ چکے ہیں کہ وہ بھی اسی طرح کی قسمیں اٹھاتا تھا۔
(۲) اس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دو سال بعد یمن سے حبشیوں کو نکالا گیا۔

جب سطیح اپنی بات ختم کر چکا تو شق آ گیا بادشاہ نے اس سے بھی سطیح والا سوال کیا۔ تاکہ دیکھا جائے یہ دونوں ایک ہی بات کرتے ہیں یا الگ الگ۔ شق نے کہا ہاں اے بادشاہ! آپ نے اندھیرے میں ایک شعلہ ابھرتے دیکھا جو ایک باغ اور ایک پہاڑ کے درمیان جا گرا اور تمام انسانوں کو کھا گیا۔ پھر وہ کہنے لگا میں دو میدانوں کے مابین بسنے والے تمام انسانوں کی قسم اٹھاتا ہوں تمہارے ملک پر حبشی قابض ہونگے اور ہر نرم انگلیوں والے بچہ پر بھی انکا اقتدار مسلط ہو جائے گا ابین سے نجران تک انکا قبضہ ہو گا بادشاہ نے کہا اے شق یہ تو بڑی پریشان کن خبر ہے یہ کب ہو گا۔ ہمارے زمانہ میں یا اسکے بعد؟ کہا کچھ وقت بعد۔ پھر ایک عظیم الشان سلطان تمہیں انکے پنجہ استبداد سے آزاد کروائے گا اور انہیں ذلت ورسوائی سے دوچار کرے گا۔

بادشاہ نے پوچھا وہ عظیم الشان سلطان کون ہو گا؟ کہا ایک نوجوان ہو گا بہت کم ذات ہو گا نہ بڑا عالی نسب ذی یزن کے گھر سے نکلے گا شاہ نے کہا اسکی حکومت قائم رہے گی یا مٹ جائے گی؟ کہا اسکی حکومت کو ایک رسول آکر مٹائے گا وہ حق و عدل لے کر آئے گا صاحب دیانت و فضیلت ہو گا تا قیامت اس کی حکومت جاری رہے گی۔ شاہ نے کہا روز قیامت کیا ہے؟ کہا جس دن والیان حکومت کا احتساب ہو گا آسمان سے صدائیں آئیں گی جسے زندے اور مردے سب سنیں گے لوگ اپنے وقت مقرر پر جمع ہو جائیں گے اور پرہیز گاروں کے لئے کامیابی اور بھلائی ہوگی بادشاہ نے کہا اے شق تم کیا کہہ رہے ہو؟ شق نے کہا ارض و سما اور انکے درمیان والی ہر بلندی و پستی کے خالق کی قسم جو کچھ میں نے بتلایا سچ ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

شاہ یمن ربیعہ بن نصر نے سطیح اور شق کی باتیں سن کر اپنے اہل و عیال کو عراق بھیج دیا اور شاہ فارس شاپور (بن ضرزاذ[۲]) کو لکھا کہ انکی حفاظت کی جائے چنانچہ شاہ فارس نے انہیں ارض حیرہ میں ٹھہرایا۔"

آٹھویں فصل

آپ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب کا نکاح

(٦٧) ابن عباسؓ اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالمطلب نے بتلایا میں سردیوں کی سیر پر یمن گیا۔ میں ایک یہودی حبر (عالم) کے پاس اترا وہاں ایک اہل زبور نے مجھ سے پوچھا تم کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا قریش سے اس نے کہا قریش کس قبیلہ سے؟ میں نے کہا بنو ھاشم سے کہنے لگا اے عبدالمطلب اگر تم اجازت دو تو میں تمہارا جسم دیکھ سکتا ہوں میں نے کہا ہاں لیکن قابل ستر حصہ نہ ہو۔

عبدالمطلب کہتے ہیں اس نے میرا ایک نتھنا دیکھا پھر دوسرا کھول کر دیکھا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت اور دوسرے میں نبوت ہے۔ مگر یہ خصوصیت ہم نے بنو زھرہ کے لئے پڑھی ہے یہ تمہارے اندر کیسے آگئی؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہنے لگا تمہاری شاعہ ہے؟ میں نے پوچھا شاعہ کیا ہوتی ہے؟ کہنے لگا بیوی، میں نے کہا ابھی تک تو نہیں۔ کہنے لگا اب تم واپس جاتے ہی بنو زھرہ میں شادی کر لینا!

عبدالمطلب واپس مکہ مکرمہ آئے اور ھالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زھرہ سے نکاح کیا جس سے حمزہؓ اور صفیہؓ پیدا ہوئے۔ پھر انکے بیٹے عبداللہ بن عبدالمطلب نے (بھی بنو زھرہ میں) آمنہ بنت وھب سے نکاح کیا جس سے سید الانبیا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے وھب اور وہیب دونوں بھائی تھے (یعنی عبدالمطلب کی بیوی اور عبداللہ کی بیوی باہم چچازاد بہنیں تھیں)

حضرت عبداللہ کے نکاح پر قریش کہنے لگے عبداللہ اپنے باپ پر غالب رہا۔

جبین حضرت عبداللہ میں نور نبوت کی ضیا پاشیاں

(٦٨) ام سلمہ اور عامر بن سعد اپنے والد سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اپنا مکان تعمیر کر رہے تھے آپ ادھر سے واپس آئے چہرے پر گردو غبار تھا (یمنی قبیلہ) بنو خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اور روایت عامر بن سعد میں ہے کہ لیلیٰ عدویہ

پر آپ کا گزر ہوا۔ اسنے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور دیکھا تو جنسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی۔ اور کہا اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں تو آپ کو سواونٹ دوں گی آپنے کہا میں نے ابھی غسل کرنا ہے پھر تیری بات سنوں گا۔ (۱)

اس کے بعد حضرت عبداللہ اپنی زوجہ آمنہ بنت وھب کے پاس گئے اور ان سے مباشرت فرمائی۔ اور یوں حضرت آمنہ کے دامان امانت میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ ومبارک جوھر ولادت جلوہ گر ہو گیا بعد ازاں حضرت عبداللہ کا اس خثعمی عورت پر اور بقول عامر بن سعد لیلیٰ عدویہ پر گزر ہوا آپ فرمانے لگے ابھی تیری خواہش باقی ہے؟ کہنے لگی اے عبداللہ! نہیں!! فرمایا کیوں؟ کہنے لگی اس لئے کہ جب آپ پہلی مرتبہ میرے پاس سے گزرے تھے اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور نبوت چمک رہا تھا اب جو آپ واپس آئے ہیں تو وہ نور آمنہ بنت وھب نے آپ سے لے لیا ہے۔

(۶۹) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب خلق خدا سے زیادہ صاحب برکت اور کثیر الاولاد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن پیادہ نکلے اور وادی بطحا میں جا بیٹھے۔ وہاں لیلیٰ عدویہ نے انہیں دیکھا تو اپنی طرف دعوت دی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں پھر کبھی آؤنگا آپ سیدھے اپنی زوجہ آمنہ بنت وھب کے پاس تشریف لے گئے ان سے مباشرت فرمائی۔ پھر آپکا لیلیٰ پر گزر ہوا تو وہ کہنے لگی تم نے کیا کیا؟ فرمایا میں تو ادھر تمہاری طرف آنکلا اور تم یہ عجیب سوال کر رہی ہو؟

لَقَدْ دَخَلْتَ بِنُوْرٍ مَا خَرَجْتَ بِهٖ وَلَئِنْ كُنْتَ اَلْمَمْتَ بِاٰمِنَةَ بِنْتِ وَهْبٍ لَتَلِدَنَّ مَلِكًا۔

لیلیٰ کہنے لگی تم جو نور لے کر گئے تھے وہ واپس لے کر نہیں آئے اگر تم نے آمنہ بنت وھب سے مباشرت کی ہے تو یقیناً وہ کسی سلطان عالم کو تولید کرے گی۔

حضرت عبداللہ کا تقویٰ اور کمال عصمت وطہارت

(۷۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو لے کر نکلے تا کہ اسکا کہیں نکاح کر دیا جائے آپکا تبالہ (ایک یمنی شہر) کی ایک یہودی کاہنہ عورت پر گزر ہوا جسے فاطمہ بنت مر خثعمیہ کہتے تھے اس نے رخ عبداللہ میں "نور نبوت" چمکتا دیکھا تو کہنے لگی اے نوجوان اگر تم ابھی مجھ سے مباشرت کرو گے تو میں تمہیں سواونٹ دوں گی حضرت عبداللہ نے فرمایا۔

---

(۱) یہ الفاظ حضرت عبداللہ کی طرف سے صاف انکار کا مفہوم رکھتے ہیں اور (۷۰) میں آرہا ہے کہ آپ نے فرمایا میں حرام کام کے قریب نہیں جاسکتا بلکہ حرام سے بچنے کے لئے موت قبول کر لینا بھی سعادت مندی ہے۔

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاسْتَبِيْنُهٗ۔

جو حرام کام ہو اس سے دور رہنے کے لئے موت بھی قبول کی جا سکتی ہے رہا حلال کام تو وہ یہاں تمہارے پاس نہیں ہے کہ میں اسکی تم سے جستجو کروں۔

فَكَيْفَ لِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ تَبْغِيْنَهٗ

تو پھر میں تمہاری خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں۔ (۱)

پھر آپ اپنے والد کے ساتھ آگے چلے۔ انہوں نے آپکا نکاح آمنہ بنت وھب سے کر دیا، آپ اپنی زوجہ کے پاس تین دن رہے۔ پھر اسی فاطمہ خثعمیہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہنے لگی اے نوجوان تم نے میرے بعد کیا کیا؟ فرمایا میرے والد نے آمنہ بنت وھب سے میرا نکاح کر دیا اور میں وہاں تین دن رہا۔ کہنے لگی خدا کی قسم میں بدکار عورت نہیں۔ لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نور دیکھا تھا میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا اسے رکھ دیا پھر وہ کہنے لگی۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ مَخِیْلَةً لَمَعَتْ فَتَلَأْلَأَتْ بِحَنَاتِمِ الْقَطْرِ
فَلِمَائِهَا نُوْرٌ يُضِيْئُ بِهٖ مَا حَوْلَهٗ كَاِضَائَةِ الْبَدْرِ
وَرَجَوْتُهٗ فَخْرًا اَبُوْءُ بِهٖ مَا كُلُّ قَادِحِ زَنْدِهٖ يُوْرِيْ
لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ ثَوْبَيْكَ مَا اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

ترجمہ (۱) میں نے ایک بجلی (نور و روشنی) چمکتی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا تھا (۲) اس بجلی میں وہ نور تھا جو اپنے ماحول کو ماہ کامل کی طرح روشن کر رہا تھا (۳) میں نے اسے حاصل کرنا چاہا تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں۔ مگر ہر پتھر رگڑنے والا آگ نہیں پیدا کر لیتا۔ (۴) مگر اس زہری عورت (حضرت آمنہ) کی عظمت اللہ ہی کی عطا ہے جس نے (اے عبداللہ) تمہارے دونوں کپڑے (نبوت اور حکومت) لے لئے اس نے کیا لے لیا وہ کیا جانے؟ (۲)

(۱) اور جناب عبداللہ والد سید الانبیاء کی شان کے لائق بھی یہی عفت و عصمت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیچھے حدیث ۱۲ سے نمبر ۱۵ تک میں گزر چکے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا ہے۔ تو ان ارشادات کی روشنی میں حضرت عبداللہ کے خیالات ایسے ہی پاکیزہ ہونے چاہئیں تھے۔ مجھے بتلایا جائے کہ جس مرد کو ایک حسین ترین اور دولت مند عورت دعوت گناہ دے اور یہ بھی کہے کہ تجھے اس کے بدلے میں ایک سو اونٹ مل جائیں گے لیکن وہ غریب مگر غیرت مند مرد اپنی طہارت کو محفوظ رکھنے کیلئے اس کی دولت کو ٹھکرا دے اس سے بڑا پاک باز متقی اور خوف خدا کا مالک اور کون ہو سکتا ہے

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جاناں
جگ راج کو تاج تورے سو ہے تجھ ہی کو شہ دوسرا جانا

(۲) یعنی اس عورت نے تم سے وہ لڑکا حاصل کر لیا جس کے وجود پر دو چادریں ہیں ایک حکومت کی اور دوسری نبوت کی گویا اس شعر میں اس یہودی عالم کی تائید ہوتی ہے جس نے یمن میں حضرت عبداللہ سے کہا تھا کہ میں تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت دیکھ رہا ہوں اور دوسرے میں نبوت مگر اب یہ دونوں امانتیں جناب آمنہ کو مل چکی تھیں۔

نوویں فصل

شب ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہونے والے "دلائل النبوۃ"

ستارے جھک رہے تھے

(۷۱) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے میری والدہ نے بتلایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ کے پاس موجود تھیں جب ان پر ولادت کا وقت شروع ہو

قَالَتْ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ تَدَلّٰی حَتّٰی قُلْتُ لَتَقَعَنَّ عَلَیَّ فَلَمَّا وَضَعَتْ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهُ الْبَیْتُ وَالدَّارُ حَتّٰی جَعَلْتُ لَا اَرٰی اِلَّا نُوْرًا۔ کہتی ہیں

میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آگریں گے جب ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ سے وہ نور نکلا جس نے درودیوار کو جگمگا دیا۔ اور مجھے ہر طرف نور ہی نور نظر آنے لگا☆

سارا جہاں بقعہ نور بن گیا

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں اکٹھے کھیلا کرتے تھے میری والدہ شفا بنت عمرو بن عوف ہمیں بتلاتی تھیں کہ جب حضرت آمنہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تولید کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاتھوں پر تشریف لائے آپ نے کچھ گریہ کیا تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اللہ آپ پر رحمتوں کی برسات کرے۔ شفا کہتی ہیں

☆ (تخریج) علامہ سیوطی" خصائص کبریٰ جلد اول باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو محدث بیہقی طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ صفحہ ۲۲۰ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

مورخین کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۰ اگست ۵۷۰ء بارہ ربیع الاول ہے۔ جبکہ کسریٰ ایران شاہ نوشیرواں کی حکومت کو چالیس سال گذر چکے تھے۔ آپ پیروار کو صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں سوق اللیل میں اس مکان میں جلوہ افروز جہاں ہوئے جو آج بھی مولد النبی کے نام سے مشہور ہے اور لوگ مکہ مکرمہ میں اس کی زیارت کرتے ہیں۔

فَاَضَاءَ لِیْ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی بَعْضِ قُصُوْرِ الشَّامِ

اس وقت مجھ پر مشرق سے مغرب تک سارا جہان روشن ہو گیا اور میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لئے۔

پھر میں نے آپ کو لباس پہنایا اور بستر پر لٹا دیا کچھ ہی لمحوں بعد مجھ پر تاریکی اور رعب و خوف طاری ہوا پھر میری دائیں طرف روشنی ہوئی میں نے سنا کوئی پوچھ رہا تھا تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب دینے والے نے کہا مغرب میں لے گیا تھا فرماتی ہیں پھر مجھ پر بائیں طرف سے تاریکی اور رعب طاری ہوا پھر روشنی ہوئی اور میں نے کسی کی آواز سنی تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ کہا مشرق میں لے گیا تھا اب ا نکاذکر وہاں سے کبھی نہیں ختم ہو گا۔

فرماتی ہیں یہ واقعہ ہمیشہ میرے دل میں تازہ رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھی۔

جناب آمنہ کے سرہانے نبی علیہ السلام کے لئے قدرت کا تعویذ موجود تھا

(۷۲) ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وھب نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا ہے کہ تم سب مخلوق خدا سے بہتر اور تمام جہانوں کے سردار کی ماں بننے والی ہو۔

فَاِذَا وَلَدْتِیْهِ فَسَمِّیْهِ مُحَمَّدًا اَوْ اَحْمَدَ۔

جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا اور انکے گلے میں یہ تعویذ ڈال دینا۔

جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو اپنے سر کے قریب سنہری حروف سے لکھی ہوئی یہ تحریر موجود پائی۔

اُعِیْذُ بِالْوَاحِدْ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدْ
وَکُلِّ خَلْقٍ رَائِدْ مِنْ قَائِمٍ وَّقَاعِدْ
عَنِ السَّبِیْلِ عَائِدْ عَلَی الْفَسَادِ جَاهِدْ
مِنْ نَافِثٍ اَوْ عَاقِدْ وَکُلِّ خَلْقٍ مَارِدْ
یَاْخُذُ بِالْمَرَاصِدْ فِیْ طُرُقِ الْمَوَارِدْ

ترجمہ میں پناہ مانگتا ہوں وحدہ لاشریک کی ہر حاسد کے شر سے ہر بھٹکی مخلوق سے، کھڑی ہو یا بیٹھی ہوئی، جو سیدھی راہ سے ہٹی ہوئی ہے اور فساد کیلئے کوشاں ہے اور پناہ مانگتا ہوں ہر پھونکنے اور گرہ لگانے والے سے اور مردود مخلوق سے جو لوگوں کی گذر گاہوں پر گھات لگائے بیٹھتی ہے۔ آگے یہ لکھا تھا کہ میں اس بچے کو خدائے برتر کی پناہ میں دیتا ہوں اور اسی کے دست زبردست و نہاں کے حوالے کرتا

ہوں۔ دست خدا ان پر غالب ہے اور پردۂ الٰہی ان کے آگے ہے تو تاابد کسی حال میں انہیں نقصان نہ پہنچے گا۔

(۷۳) ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو سعد بن بکر میں دودھ پی رہے تھے (حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں زیر پرورش تھے) آپ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلانے والی عورت سے کہا اس بچے کا خیال رکھنا اور اس کے بارہ میں کسی کاہن وغیرہ سے سوال کرنا۔ کیونکہ جب یہ تولد ہوا تو میں نے دیکھا کہ

كَاَنَّهٗ خَرَجَ مِنِّیْ شِهَابٌ اَضَاءَتْ لَهُ الْاَرْضُ كُلُّهَا۔

گویا مجھ سے نور نکلا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی اور میں نے شام کے محلات دیکھ لئے، تو ایک دن آپ کی دایہ حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر کہیں جا رہی تھیں عرب کی ایک منڈی ذی المجاز میں پہنچیں تو وہاں ایک کاہن دیکھا جس سے لوگ سوالات کر رہے تھے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت آمنہ کے حسب حکم اس سے سوال کرنا چاہئے آپ اس کے پاس آئیں۔ جب کاہن نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو آپ کے دونوں بازو پکڑ لئے اور بولا اے قوم اس بچے کو قتل کر دو! قتل کر دو! اے قوم اسے مار دو اسے مار دو! حلیمہؓ کہتی ہیں میں اس کاہن پر جھپٹ پڑی اور بچے کے بازو پکڑ لئے اور مدد کے لئے پکارا اتنے میں کچھ لوگ آ گئے جو ہمارے ساتھ آئے تھے اور ہم نے کوشش کر کے اس سے بچہ چھڑوا لیا اور لے کر وہاں سے چل دیئے۔

اور ہنڈیا ٹوٹ گئی

(۷۴) داؤد بن ابی ھند سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی رحم مادر میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے جب آپ کا تولد ہوا تو ایک زبردست نور چمکا پیدا ہوتے ہی آپ دونوں ہاتھوں سے زمین کو تھام کر بیٹھ گئے اور آنکھیں آسمان کی طرف گاڑ دیں پھر گھر والوں نے آپ پر ایک بڑی ہنڈیا رکھ دی مگر کچھ ہی دیر بعد وہ دو ٹکڑے ہو گئی۔ (۱)

(۷۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ابو طالب سے سنا وہ بتاتے تھے کہ جب حضرت آمنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضع فرمایا تو عبدالمطلب آئے آپ کو اٹھایا ماتھے پر بوسہ دیا اور ابو طالب کے حوالے کرتے ہوئے کہا یہ تمہارے پاس میری امانت ہے میرے اس بیٹے

---

(۱) زمانہ جاہلیت میں عرب میں دستور تھا کہ نومولود بچے کو کسی بڑے برتن سے ڈھانپ دیتے تھے اور صبح تک اس سے برتن نہ اٹھاتے اور نہ رات بھر اسے دیکھتے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا مگر جس نبی کو بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ جاہلیت کی غلط رسموں کو توڑ ڈالے اس پر ہنڈیا کیوں نہ ٹوٹتی۔

کی بڑی شان ہو گی پھر حضرت عبدالمطلب نے اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں تمام اہل مکہ کی تین دن دعوت کی پھر مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے ہر راستہ پر اونٹ ذبح کروا کے رکھدیئے جن سے تمام انسانوں جانوروں اور پرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔

کسریٰ کے محل کے مینارے گر گئے اور آتش کدہ ایران سرد ہو گیا

(۷۶) ھانی مخزومی جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی ان کے بیٹے مخذوم بن ھانی نے روایت کیا کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

اِرْتَجَسَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَسَقَطَتْ مِنْهُ اَرْبَعَةَ عَشَرَ شُرَّافَه

کسریٰ کا محل دہل اٹھا اور اس کے چودہ برج (مینارے) گر گئے۔

وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسٍ وَلَمْ تَخْمُدْ قَبْلَ ذٰلِكَ بِاَلْفِ عَامٍ

آتش کدہ ایران سرد ہو گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل دھک رہا تھا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور مجوسی عالم موبذان نے خواب میں دیکھا کہ طاقت ور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے انہیں علاقہ فارس (ایران) میں پھیلا دیا۔

صبح ہونے پر کسری شاہ ایران بڑا پریشان تھا مگر اس نے صبر کیا اور خیال کیا کہ اس بارہ میں اپنے وزراء و مشیرین سے مشورہ کرنا چاہئے اس نے تاج پہنا اور اپنے تخت پر بیٹھتے ہی موبذان کو بلا لیا۔ اور کہا موبذان! آج رات میرے محل کے چودہ برج گر گئے ہیں اور ہزار سال سے مسلسل دہکنے والا آتش کدہ فارس بجھ گیا ہے۔

موبذان کہنے لگا اے بادشاہ! میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ کچھ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دجلہ عبور کروا کر انہیں ہمارے فارس میں پھیلا دیا۔ شاہ نے کہا۔ اب بتلاؤ موبذان کیا کیا جائے وہ علم میں ان سب کا امام تھا کہنے لگا عرب میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ کسری نے اسی وقت یہ نامہ لکھوایا۔

"شاہ شاہان کسری کی طرف سے نعمان (۱) منذر کی طرف حکم یہ ہے کہ میری طرف ایک عربی شخص بھیجا جائے جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔"

نعمان نے فوراً عبدالمسیح بن حیان بن نفیلہ کو بھیج دیا۔ شاہ ایران نے پوچھا اے عبدالمسیح! کیا تمہارے پاس میرے سوالات کا جواب ہے اس نے کہا اگر مجھے علم ہوا تو جواب دوں گا ورنہ کسی علم والے کا راستہ بتلاؤں گا جو جواب دے سکے۔ بادشاہ نے اسے سارا ماجرا

---

(۱) بحالیکہ یہ نعمان یمن کا فرماں روا تھا مگر اس کی ریاست عظیم سلطنت فارس کی باج گزار تھی اور اسی کا ایک صوبہ تھی۔

سنایا۔ اس نے کہا کہ اس کا علم تو میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے کسی پہاڑ میں رہتا ہے جسے "سطیح" کہتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا اچھا اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ بتلائے فوراً واپس آ کر مجھے اس سے آگاہ کرو۔ عبدالمسیح روانہ ہو کر سطیح کے پاس پہنچا۔ جب کہ وہ موت کے سانس لے رہا تھا۔ اس نے سلام کیا اور بادشاہ کی طرف سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ مگر سطیح نے کوئی جواب نہ دیا۔ عبدالمسیح کہنے لگا۔

أَصَمّ أَمْ يَسْمَعُ غِطْرِيفُ الْيَمَنْ۔ أَمْ فَاز فَازْلَمَّ بِهِ شَأْوُ الْعَنَنْ يَا فَاصِلَ الْخُطَّةِ أَعْيَتْ مَنْ وَمَنْ۔ وَأُمُّهُ مِنْ آلِ ذِئْبِ بْنِ حَجَنْ تَحْمِلُهُ وَجْنَاءُ تَهْوِي مِنْ وَجَنْ۔ حَتَّى أَتَى عَارِي الْجَآجِيّ وَالْقَطَنْ أَصِكُ مَهْمَ النَّابِ صِرَادَ الأُذُنْ۔

ترجمہ۔ یمن کا سردار بہرہ ہے یا سن رہا ہے۔ یا اس پر موت کا فرشتہ غالب آ گیا ہے۔ اے مشکل حل کرنے والے وہ مشکل جس نے ایک فتنہ زدہ انسان کو تھکا دیا (مراد خود متکلم ہے) جس کی ماں آل ذئب بن حجن سے ہے۔ اور اسے ایک طاقتور اونٹنی اٹھا لائی ہے۔ اور وہ ایسے شخص (سطیح) کے پاس آیا ہے جو کھوپڑی اور نچلے دھڑے سے عاری ہے۔ اب تو مضبوط دانت کانوں کی بلند جگہ پر مار دے (یعنی مجھے میری بات کا جواب دے دے۔)

سطیح نے یہ سن کر سر اٹھایا۔ اور کہنے لگا سطیح کے پاس عبدالمسیح آیا ہے۔ جب کہ وہ مرنے والا ہے۔ تجھے شاہ ساسان نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کا ایوان لرز اٹھا۔ آتش کدہ سرد ہو گیا۔ اور موبذان نے خواب میں دیکھا کہ کچھ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دجلہ عبور کروا کر بلاد فارس میں انہیں پھیلا دیا۔

اے عبدالمسیح! جب تک تلاوت قرآن ہونے لگے دریائے ساوہ خشک ہو جائے (صاحب عصاء) (صاحب شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر ہو جائیں اور وادی ساوۃ بہ پڑے۔ تو پھر سطیح کے لئے شام جائے قرار نہ رہے گا ان ساسانیوں (شاہان فارس) سے اتنے ہی مرد اور عورتیں تخت حکومت سنبھالیں گی جتنے ساسانی بادشاہ کے برج گرے ہیں۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہ کہہ کر سطیح مر گیا اور عبدالمسیح نے اس کے پاس کھڑے ہو کر چند اشعار کہے اور واپس آ کر کسریٰ کو سارا ماجرا سنایا کسریٰ نے کہا ہم میں سے چودہ بادشاہوں کے گزرنے تک کچھ کا کچھ ہو چکا ہو گا (اس لئے کوئی فکر والی بات نہیں) کہتے ہیں پھر صرف چار برس میں ان کے دس بادشاہ

گزر گئے اور باقی بھی یوں ہی جلد ختم ہو گئے۔ (۱)

(۷۷) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ کسریٰ پر آپ کے متعلق اللہ نے کون سی دلیل ظاہر فرمائی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کے گھر کے دیوار میں ایک سوراخ سے اندر ہاتھ ڈالا جس سے سارا گھر نور سے بھر گیا۔ کسریٰ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ فرشتے نے کہا خوف نہ کرو کسریٰ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر کتاب اتاری ہے تم اس کی پیروی کرو۔ دنیا و آخرت میں سلامتی پاؤ گے۔ کہنے لگا دیکھوں گا۔

---

(۱) چنانچہ ۳۰ ہجری میں دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں شاہان فارس میں سے آخری تاجدار یزد جرد لشکر اسلام کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ گیا اور یوں ایران پر ہمیشہ کے لئے اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور سطیح کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

دسویں فصل

آپ کے سن ولادت میں ظاہر ہونے والا واقعہ اصحاب فیل

(۷۸) عبدالملک بن مروان کہتا ہے میں نے قباث بن اشیم لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (عمر میں) بڑے ہیں یا اس کا عکس ہے؟ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھ سے بڑے ہیں۔ میری تو صرف آپ سے عمر زیادہ ہے آپ نے واقعہ اصحاب فیل سے چالیس سال بعد اعلان نبوت فرمایا اور میری والدہ میرے ساتھ ان (مرنے والے) ہاتھیوں کی گوبر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اور مجھے اس وقت پورا شعور تھا۔

(۷۹) قیس بن مخرمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ فیل والے سن میں پیدا ہوئے۔ (۱)

واقعہ اصحاب فیل کی پوری تفصیل

(۸۰) عثمان بن مغیرہ بن اخنس بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں ابرہہ اشرم حبشی شاہ یمن تھا اس کا بھانجا اکشوم بن صباح حمیری حج کے لئے نکلا۔ واپسی پر وہ نجران میں ایک گرجا میں اترا۔ رات کو اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے اس گرجے پر دھاوا بول دیا۔ وہاں کے تمام زیورات اور اکشوم کا مال و متاع بھی لوٹ کر لے گئے۔ وہ بڑے غضب میں اپنے نانا ابرہہ کے پاس پہنچا اور اہل مکہ کی زیادتی کا رونا رویا۔ ابرہہ نے اسی وقت کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کی قسم اٹھالی۔ اور اپنے ایک جرنیل شمر بن مصفود کو

---

(۱) واقعہ فیل آپ کی ولادت سے صرف پچاس دن پہلے ہوا تھا۔ اور یہ شان نبوت کے ظہور کی ابتدا تھی یاد رہے وہ خوارق عادت اور مظاہر قدرت جو اعلان نبوت سے پہلے کسی نبی کے لئے ظاہر ہوں انہیں ارہاصات کہا جاتا ہے اور انہی کو اعلان نبوت کے بعد معجزات کا نام دیا جاتا ہے۔ ارہاص کا معنی ہے بنیاد رکھنا۔ یعنی ایسے واقعات و خوارق لوگوں کے دلوں پر نبی کی عظمت قائم کر دیتے ہیں اور دعوی نبوت کی بنیاد مستحکم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی سے نور چمکنا اور ابرہہ کے ہاتھی کا آپ کو سجدہ کر دینا جیسا کہ کتب سیرت میں مذکور ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ پر مختلف مظاہر قدرت کا ظہور میں آنا جیسا کہ وہ پیچھے گزر چکے ہیں۔ پھر سفر شام میں بادل کا آپ پر سایہ فگن ہونا۔ یہ سب امور ارہاصات ہیں۔ حقیقتاً یہ سب امور آپ کے معجزات میں شامل ہیں۔

بنی خولان اور کچھ اشعری لوگوں پر مشتمل بیس ہزار کا لشکر جرار دے کر بھیجا۔ (۱) یہ لوگ چلتے چلتے ارض خثعم میں پہنچے بنو خثعم توراستے سے ہٹ گئے البتہ ایک خثعمی مرد نقتال نے جو حبشی زبان جانتا تھا ان سے بات کی ۔ اور کہا شہران اور ناھس دو قبیلے میرے ہاتھ میں ہیں اور میں تمہارا ساتھی ہوں۔

چنانچہ وہ ان کے ساتھ چلا اور انہیں بے آب و گیاہ زمین میں لے آیا۔ چنانچہ ان کی گردنیں شدت پیاس سے ٹوٹنے لگیں۔ جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو خثعم نصر اور ثقیف کے لوگ سالار لشکر اکشوم کے پاس آئے اور کہا ہماری تو ایک چھوٹی سے بستی ہے۔ ہم سے تمہیں کوئی پرخاش نہیں رکھنی چاہئے۔ البتہ ہم تمہیں اس گھر کا راستہ بتاتے ہیں جو مکہ میں ہے اور لوگ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جو وہاں پہنچ جائے اسے امان مل جاتی ہے۔ تم اس کی خبر لو اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔

تو یہ لشکر چلتا ہوا مکہ مکرمہ سے باہر ایک بستی مغمس تک آ پہنچا۔ وہاں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے ایک سو اونٹ چر رہے تھے ان کے گلوں میں قلادہ بھی تھا وہ اس نے پکڑ لئے اور اپنے لشکر میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت عبدالمطلب کو پتا چلا تو آپ آئے اس یمنی لشکر میں ذونفر نامی ان کا ایک دوست تھا۔ آپ نے اس سے اونٹوں کی بازیابی کے متعلق بات کی اس نے کہا یہ میرے بس کی بات نہیں لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں سالار لشکر کے پیش کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا چلو کر دو! آپ اس کے پاس گئے اور کہا مجھے تم سے ایک کام ہے۔ کہنے لگا تم جو بھی حاجت لے کر آئے ہو وہ پوری کی جائے گی آپ نے فرمایا میں بلد حرام مکہ مکرمہ میں رہتا ہوں جہاں سب عرب و عجم آتے ہیں میرے سو اونٹ ہیں ان کے گلوں میں قلادے بھی پڑے ہیں وہ مکہ اور تہامہ کے درمیان اس وادی میں چرا کرتے ہیں۔ ہمارے گھر کی گزر اوقات بھی انہیں پر ہے۔ اور سفر تجارت میں بھی وہی کام آتے ہیں۔ انہیں تمہارے لشکر نے پکڑ لیا ہے۔ اور مجھے یہ تسلیم نہیں کہ تمہارے جیسا آدمی اپنے کسی پڑوسی پر ایسا ظلم کرے۔

حبشی سالار نے ذونفر کی طرف رخ کیا اور تعجب سے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے بولا اگر یہ شخص میرے دائرہ اختیار میں آنے والی ہر چیز مانگ لیتا تو میں سب کچھ اسے دے دیتا۔

رہے اونٹ تو عبدالمطلب ! میں تمہیں دو سو اونٹ دیتا ہوں۔ مگر تم نے اپنے مقدس مقام بیت اللہ کی حفاظت کے بارہ میں کوئی بات کیوں نہیں کی؟

---

(۱) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کے لئے ابرہہ شاہ یمن خود نہیں آیا تھا بلکہ اس نے ایک جرنیل کو فوج دے کر بھیجا تھا۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ شاہ یمن ابرہہ جسے اشرم کہتے تھے خود لشکر لے کر آیا تھا۔ سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق کی روایت کے الفاظ بھی یہی مفہوم رکھتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب فرمانے لگے ہمارے اس گھر اور اس شہر کا رب جو موجود ہے اگر وہ چاہے گا تو ان کی حفاظت بھی کر لے گا۔ جب کہ میں تو صرف اپنے مال کی بات کروں گا۔

اب یہ لشکر مکہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ اور سالار نے قسم اٹھائی کہ مکہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر ہی دم لوں گا۔ حضرت عبدالمطلب مکہ لوٹ آئے اور لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ سب اہالیان مکہ نے راہ فرار اختیار کر لی۔ صرف عبدالمطلب اور ان کے اہل و عیال اپنی جگہ قائم رہے۔ آپ نے آکر کعبۃ اللہ کا طواف شروع کر دیا اور یہ رجز خوانی کرنے لگے۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ یَمْنَعُ حِلَّهٗ فَامْنَعْ حِلَالَكَ۔

اے اللہ ہر شخص اپنے حل کی حفاظت کرتا ہے۔ تو اپنے حل کی حفاظت فرما۔

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ عَدْوًا مِحَالَكَ

ان کی صلیب غالب نہ آ جائے۔ انہوں نے اپنی قوت کو تیری قوت کے سامنے رکھا ہے۔

فَلَئِنْ فَعَلْتَ فِیْهَا وَاِلَّا فَالْاَمْرُ مَا بَدَالَكَ

اگر تو انہیں سزا دیتا ہے تو بہتر ورنہ جو تیری حکمت ہے وہ تو ہی جانتا ہے۔

وَلَئِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّهٗ اَمْرٌ یَتِمُّ بِهٖ فَعَالَكَ

اگر تو نے انہیں سزا دی تو اس سے تیرے ہی دین کا اتمام ہو گا۔

عَدَوْا لِجُمُوْعِهِمْ وَالْفِیْلِ كَیْ یَدُسُوْا عِیَالَكَ

یہ اپنا لشکر اور اپنے ہاتھی لے آئے ہیں تاکہ تیری مخلوق کو روند ڈالیں۔

وَلَئِنْ تَرَكْتَهُمْ وَكَعْبَتَنَا فَوَاحُزْنَا هُنَالَكَ

اگر تو نے ہمارا کعبہ ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو پھر وہ کتنا ہی دکھ کا مقام ہو گا۔

ادھر سالار لشکر شمر اور اس کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھی مکہ کی طرف متوجہ کر دیئے۔ لیکن جب انہیں چلایا جاتا وہ بیٹھ جاتے اور جب واپس موڑا جاتا تو بڑی تیزی سے چل پڑتے۔ اسی کشمکش میں رات کا اندھیرا چھانے لگا اور سمندر کی طرف سے پرندے آنے لگے۔ جن کا رنگ سرخ و سیاہ تھا۔ انہیں دیکھ کر اہل لشکر ڈر گئے۔ شمر نے کہا یہ کمزور سے پرندے بڑے حیران کن ہیں۔ جو اتنی تعداد میں رات چھانے پر اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

اتنے میں پرندوں نے ان پر پتھروں کی برسات شروع کر دی گویا بندوق سے گولیاں نکل رہی ہیں ان میں سے جس کے سر پر پتھر پڑتا وہ پیٹ کے راستے باہر نکل آتا۔

لشکر میں بنو کندہ کے دو بھائی بھی تھے ایک تو پہلے ہی لشکر سے الگ ہو گیا تھا جب کہ دوسرا سنگ باری دیکھ کر دوڑا اور اپنے بھائی کے ساتھ جا ملا ابھی وہ اپنے بھائی سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ اس کی

طرف ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور اس پر پتھر لا پھینکا۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بھائی نے یہ منظر دیکھ کر یہ شعر کہے۔

أَمَّا لَوْ رَأَيْتَ وَلَنْ تَرَانَا خَبَتْ لِذِي الْغَمَرَيْنِ مَا لَقِينَا
خَشِيْتَ اللّٰهَ لَمَّا بَثَّ طَيْرًا وَظَلَّ سَحَابَةٌ تَمُرُّ عَلَيْنَا
وَبَاتُوْا كُلُّهُمْ يَدْعُوْا بِحَقٍّ كَأَنَّ قَدْ كَانَ لِلْحَبْشَانِ دِيْنَا

(۱) اے بھائی تو نے اب تو مجھے دیکھ لیا پھر کبھی نہ دیکھے گا اس دو لشکروں والے کے لئے ذلت ہے جو کچھ ہم نے دیکھا۔

(۲) تجھے اس وقت خدا کا خوف آیا جب اس نے پرندے پھیلا دیئے اور وہ بادل بن کر ہم پر گزرے۔

(۳) یہ لشکری رات بھر حق سے دعائیں کرتے رہے گویا حبشیوں کا بھی کوئی دین تھا؟

جب صبح ہوئی تو عبدالمطلب اور ان کے کچھ ساتھی پہاڑوں پر چڑھے مگر انہیں کوئی انسان نظر نہ آیا۔ حالانکہ کل وہ لشکر ساری فضاء مکہ پر چھایا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے بیٹے کو سبک رفتار گھوڑا دے کر بھیجا کہ پتا چلے لشکر کا کیا بنا اس نے جا کر دیکھا کہ سب لشکر مرا پڑا ہے اور سر پھٹے ہوئے ہیں تو وہ اپنی ران برہنہ کئے پوری قوت سے واپس بھاگا۔ اس کے باپ (عبدالمطلب) نے دیکھ کر کہا میرا بیٹا عرب کا سب سے بڑا شاہ سوار ہے اس کا برہنہ ران آنا کوئی بشارت ہے یا پھر بدشگونی ہے۔ جونہی وہ بستی کے قریب ہوا انہوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ کہا وہ سب مرے پڑے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے جا کر اہل لشکر کا مال اسباب سنبھالنا شروع کر دیا بنو عبدالمطلب کا پہلا مال یہی تھا جناب عبدالمطلب نے اس وقت یہ شعر کہے۔

أَنْتَ مَنَعْتَ الْحُبْشَ وَالْأَفْيَالَا وَقَدْ رَعَوْا بِمَكَّةَ الْأَمْيَالَا

اے اللہ! تو نے لشکر اور ہاتھیوں کو روکا جو کئی میل سے مکہ مکرمہ کو ڈھانے آئے تھے۔

وَقَدْ خَشِيْنَا مِنْهُمُ الْقِتَالَا وَكُلُّ أَمْرٍ لَّهُمْ مِعْضَالَا

ہم تو ڈرتے تھے کہ ان سے جنگ کیسے کریں گے؟ قدرت نے ان کا ہر معاملہ سخت مشکل بنا دیا۔

شُكْرًا وَحَمْدًا لَكَ ذَا الْجَلَالَا۔

اے رب ذوالجلال! تیرا شکر ہے اور تیرے لئے حمد ہے

عمارۃ العبد نے اس موقعہ پر کہا۔

اَللّٰهُ رَبِّيْ وَوَلِيُّ الْأَنْفُسِ أَنْتَ حَبَسْتَ الْفِيْلَ بِالْمُغَمَّسِ

اللہ میرا رب ہے اور سب جانوں کا مالک۔ اے اللہ تو نے ہی ہاتھیوں کو وادی مغمس میں روک دیا تھا۔

سارے لشکر میں سے صرف اس کا سالار زندہ بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا مگر پہلی منزل پر اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹ کر گر پڑا۔ دوسری منزل پر بایاں ہاتھ بھی جاتا رہا۔ یمن پہنچنے تک اس کے اعضا اتر چکے تھے۔ اس نے اپنی قوم کو سارا ماجرا سنایا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دم نکل گیا۔

شیخ (ابو نعیمؒ) کہتے ہیں واقعہ اصحاب فیل کئی طرق سے منقول ہے جن میں عثمان بن مغیرہ کی روایت (جو ابھی بیان ہوئی) سب سے مفصل اور مکمل ہے۔ بعض ناقلین کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو لشکر کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اور زہری کہتے ہیں کہ عبداللہ کی موت سال فیل میں ہوئی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حارث کو بھیجا تھا اور وہی سب سے بڑا بیٹا بھی تھا۔

واقعہ فیل پر عبدالمطلب کی بے مثال استقامت اور توکل علی اللہ

(۸۱) ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب بن ہاشم کی زندگی میں سے ہمیں ملنے والی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لشکر فیل آنے پر سب قریش مکہ مکرمہ سے بھاگ اٹھے۔ اس وقت عبدالمطلب جوان لڑکے تھے۔ (۱) آپ نے کہا بخدا میں حرم الٰہی سے باہر نہیں جاؤں گا۔ یہاں سے نکل کر کوئی عزت نہیں۔ آپ حرم ہی میں رہے تا آنکہ اللہ نے لشکر فیل کو خاکستر کر دیا۔ تب قریش واپس آئے۔ جب انہوں نے عبدالمطلب کی ثابت قدمی بصیرت اور حرم الٰہی کی تعظیم کا جذبہ دیکھا تو پہلے سے زیادہ آپ کا احترام کرنے لگے۔

(۸۲) عبداللہ بن خراش کعبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب لشکر سے ملاقات کر کے مکہ کو واپس آئے تو پیچھے لشکر بھی آگیا۔ آپ اپنے گھوڑے پر تیزی سے آئے اور (مکہ سے قریب ایک پہاڑ) جبل حرا پر چڑھ گئے۔ آپ کے ساتھ عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم، مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اور مسعود بن عمرو ثقفی بھی تھے۔

ان لوگوں کو صاف نظر آ رہا تھا کہ حبشی لشکر نے جب ہاتھیوں کو حرم کی طرف چلانا چاہا تو وہ بیٹھ گئے۔ حبشی اپنے خنجروں نیزوں اور ڈنڈوں سے انہیں زخمی کرنے لگے ہاتھی اٹھے مگر جب انہیں حرم کی طرف موڑا گیا تو وہ چیختے چنگھاڑتے پھر بیٹھ گئے۔ اور جب انہیں واپس جانے والے راستے کی طرف موڑا گیا تو وہ نہایت سبک خراماں چل پڑے۔ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ انہیں حرم کے علاوہ جدھر چلایا جاتا چل پڑتے۔

عبدالمطلب اور ان کے ساتھی ابھی اسی کشمکش کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک عمر بن عائذ نے

---

(۱) مراد یہ ہے کہ عبدالمطلب اس وقت جوان لڑکوں کی طرح شاہزور تھے۔

عبدالمطلب سے کہا ادھر دیکھو! عبدالمطلب نے دیکھا تو سمندر کی طرف یعنی جانب مغرب سے قطار اندر قطار پرندے آ رہے تھے زرد رنگ کبوتر سے چھوٹے سیاہ سر اور سرخ چونچوں اور پنجوں والے۔

عمر کہتا ہے میں نے دیکھا پرندوں نے لشکر پر حلقہ باندھ لیا ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے۔ ایک چونچ میں دو پنجوں میں۔ عبدالمطلب نے مسعود ثقفی سے کہا تمہیں بھی کچھ نظر آیا ہے؟ کہنے لگا ہاں میں نے دیکھا ہے کہ سمندر کی طرف سے گہری سی سیاہی آ رہی تھی۔ عبدالمطلب نے کہا وہ پرندے تھے کہنے لگا تم نے سچ کہا بخدا وہ پست پرواز تھے کہ اگر ہم انہیں پکڑنا چاہتے تو پکڑ لیتے۔

عبید بن عمیر کہتے ہیں جب اللہ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ان پر پرندے بھیج دیئے۔ جو سمندر سے گروہ در گروہ نکلے ہر پرندے کے پاس تین کٹے ہوئے (گھڑے ہوئے) پتھر تھے۔ ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں، پرندے آ کر ان کے سروں پر صف بستہ ہو گئے اور انہوں نے چیختے ہوئے پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ کوئی پتھر زمین پر نہ گرا کسی نہ کسی انسان کے سر پر گرا اور دبر کے راستے نکلتا چلا گیا۔

عبید بن عمیر کہتے ہیں مجھے عمرو بن طلحہ نے اور اسے جوشہ بن عبید بن امیہ بن عبدالرحمان نے بتلایا۔ کہتے ہیں میں نے نوفل بن معاویہ دئلی سے سنا۔ وہ بتلا رہے تھے کہ اصحاب فیل پر جو پتھر برسائے گئے میں نے انہیں دیکھا تھا چنے کے برابر مسور کے دانے سے کچھ بڑے اور سرخ رنگ تھے۔ گویا وہ یمنی موتی تھے۔

واقدی کہتے ہیں جب ابرہہ واپس بھاگنے لگا تو میں نے سنا ہے نفیل حمیری نے جو اسے دیکھ رہا تھا یہ کہا۔

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰـهُ الطَّالِبُ وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ غَیْرُ الْغَالِبُ۔

کہاں بھاگو گے۔ خدا تمہارے تعاقب میں ہے۔ اب اشرم مغلوب ہو کر رہے گا غالب نہیں ہو سکتا۔

ابرہہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیوں کیا تھا؟

محمد بن اسحاق وغیرہ نے لشکر فیل کے آنے کا سبب یہ لکھا ہے کہ ابرہہ شاہ یمن نے صنعاء میں قلیس نام کا ایک بڑا گرجا بنایا اس دور میں روئے زمین پر ایسا کوئی گرجا نہ تھا۔ پھر اس نے شاہ حبشہ

نجاشی کو خط لکھا کہ اے بادشاہ! (۱) میں نے یہاں ایک گرجا بنایا ہے۔ ایسا گرجا آپ سے پہلے کسی بھی فرماں روا نے نہیں بنایا ہو گا لیکن یہیں بس نہیں۔ میں عرب کے حاجیوں کو بھی حج کرنے کے لئے ادھر پھیر لاؤں گا۔

عربوں کو جب ابرہہ کے عزائم کی خبر ہوئی تو عرب کے قبیلہ بنی نقیم کے ایک شخص کو بڑا طیش آیا وہ چپکے سے گیا ابرہہ کے بنائے ہوئے گرجا میں پاخانہ کیا اور چپکے سے واپس آگیا۔

ابرہہ کو پتا چلا تو کہنے لگا یہ کس نے کیا ہے؟ کسی نے بتلایا کہ انہی میں سے کسی شخص کا کام ہے جو مکہ والے بیت حرام کا حج کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے سنا ہے کہ آپ یمن کے گرجا کا حج کروانا چاہتے ہیں۔ آپ کا یہ ارادہ دیکھ کر وہ آیا اور یہاں پاخانہ کر کے چلا گیا۔ اور بتلا گیا کہ یہ جگہ اسی لائق ہے۔ ابرہہ یہ سن کر طیش میں آیا اور بیت اللہ کو مسمار کرنے کا تہیہ کر لیا۔

———— ○○○ ————

---

(۱) کیونکہ حبشی اقتدار کا اصل مرکز حبشہ یعنی سوڈان ہی تھا جہاں کے فرمانروا کو نجاشی کہا جاتا تھا جب کہ یمن پر ان کا قبضہ اس طرح ہوا کہ یمن کے بادشاہوں میں سے ذونواس نے یہودیت اختیار کر لی اور عیسائیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور انہیں طرح طرح سے ایذا دی جانے لگی۔ جب اس کی اطلاع سلطنت کے فرمان روا شاہ روم کو ہوئی تو اس نے یمن سے بہت دور ہونے کی وجہ سے خود تو لشکر کشی نہ کی البتہ ایک دوسری عیسائی حکومت سلطنت حبشہ کے فرمانروا نجاشی کو لکھا کہ تم لوگ یمن سے قریب ہو اور اپنے مذہب کی بقا کیلئے تمہیں یمنی حکومت سے ٹکر لینی چاہئے۔ تب حبشیوں نے یمن پر چڑھائی کر کے اسے فتح کر لیا۔ یمن پر سب سے پہلے نجاشی نے ارباط نامی شخص کو امیر مقرر کیا جو برسوں وہاں حاکم رہا اسکے بعد ابرہہ الاشرم نے نجاشی کے اشارے سے ارباط کا خاتمہ کر کے زمام حکومت سنبھال لی اور بعد ازاں واقعہ فیل کا وقوع ہوا۔ (سیرت ابن ہشام)

گیارھویں فصل

بچپن سے بعثت تک ظاہر ہونے والے "دلائل النبوۃ"

(۸۳) ابن شہاب (زہری) کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے عبداللہ کو مدینہ طیبہ میں کھجوریں لانے کے لئے بھیجا۔ تو وہیں مدینہ طیبہ میں (کسی مرض کے ساتھ) حضرت عبداللہ کی وفات ہو گئی۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور حضرت عبدالمطلب کی جھولی میں پرورش پانے لگے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیروار اور ربیع الاول کا تعلق

(۸۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن ربیع الاول کے پہلے حصہ میں پیدا ہوئے۔ آپ پر نبوت کا نزول ہوا تو پیر کے دن ربیع الاول کے پہلے حصہ میں، آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو پیر کے دن ربیع الاول کے پہلے حصہ میں۔ اور آپ کا وصال ہوا تو پیر کے دن ربیع الاول کے پہلے حصہ میں۔

آپ ختنہ شدہ پیدا ہوئے

(۸۵) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ كَرَامَتِيْ عَلٰى رَبِّيْ اَنِّيْ وُلِدْتُ مَخْتُوْنًا وَلَمْ يَرَ اَحَدٌ سَوْءَتِيْ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے ہاں میری تعظیم و تکریم میں سے یہ بات بھی ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کسی شخص نے میری جائے ستر نہ دیکھی۔ ☆

☆ (تخریج) امام سیوطی خصائص کبری جلد اول میں لکھتے ہیں کہ اسے طبرانی نے اوسط میں اور خطیب اور ابن عساکر نے مختلف طرق کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور صاحب مجمع الزوائد نے جلد نمبر ۸ ص ۲۲۴ پر اس کی تخریج طبرانی صغیر اور اوسط دونوں سے کی ہے۔

مستدرک جلد نمبر ۲ ص ۶۰۲ میں امام حاکم فرماتے ہیں۔۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۸۶) ابن عباس؄ اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ یہ دیکھ کر آپ کے دادا بڑے حیران ہوئے اور آپ سے انہیں خاص تعلق خاطر ہو گیا اور وہ کہنے لگے میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی۔ تو واقعی آپ کی بڑی شان تھی۔

(۸۷) ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ جبریل امین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت ختنہ کیا جب آپ کا شق صدر کر کے دل مبارک کی تطہیر کی تھی۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ کی گود میں

(۸۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں ہم پر بڑی قحط سالی کا دور آ گیا۔ کوئی چیز باقی نہ رہ گئی۔ میں اپنے قبیلہ بنو سعد کی چند عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچے لینے کے لئے اپنی سفید و سبز رنگ والی گدھی پر مکہ مکرمہ کی طرف آئی۔ ☆

ہم میں سے ہر عورت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا گیا مگر انہوں نے آپ کو لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہیں بچے کے باپ سے کچھ مال مل جانے کی توقع ہوتی تھی۔ اور آپ کے والد فوت ہو چکے تھے۔ اور آپکی والدہ کے پاس اتنی رقم نہ تھی۔

چنانچہ میرے سوا ہر عورت کو کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا۔ ادھر ہمارے واپس چلنے کا دن آ گیا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ خالی ہاتھ واپس جانے سے بہتر ہے کہ اسی یتیم بچے کو لے لیا جائے۔ میں آپ کی والدہ کے پاس آئی اور آپ کو لے کر وہاں پہنچی جہاں ہم ٹھہرے تھے۔

میرا ایک اپنا شیر خوار بیٹا بھی تھا جو میری چھاتی خشک ہونے کے سبب بھوک کی شدت سے سوتا نہ تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا پھر اپنے بیٹے کو پلایا اور دونوں سیر ہو کر سو گئے۔

ہمارے پاس ایک اونٹنی بھی تھی۔ جو بھوک کی وجہ سے ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی۔ اب جو میرے شوہر نے اس کے دودھ پر ہاتھ لگایا تو وہ دودھ سے بھری پڑی تھی۔

تَوَاتَرَتِ الْاَحَادِيْثُ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وُلِدَ مَخْتُوْنًا۔

"اس امر پر تواتر کے ساتھ احادیث آئی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے" لہٰذا ابن قیم کا زاد المعاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون پیدا ہونے کے عقیدے پر اعتراضات کرنا صحیح نہیں۔ مترجم غفرلہ۔

☆ (تخریج) حلیمہ سعدیہؓ سے مروی اس طویل حدیث کو محمد بن اسحاق کی روایت سے سیرت ابن ہشام میں روایت کیا گیا ہے۔ خصائص کبریٰ جلد اول باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ میں اس کی تخریج ابن راھویہ۔ ابو یعلی طبرانی۔ ابو نعیم اور ابن عساکر سے کی گئی ہے۔ جب کہ مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ ص ۲۲۰ پر علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ الغرض اس حدیث کو بیشتر محدثین نے لیا ہے۔

میرے شوہر نے اس کا دودھ دوہا اور میرے پاس آکر کہنے لگا اے بنت ابی ذؤیب! (۱) میں سمجھتا ہوں ہمیں یہ بڑی برکت والی جان ملی ہے ساتھ ہی اس نے مجھے اونٹنی کی حالت سے آگاہ کیا تو میں نے اسے اپنے دودھ کے بھر آنے سے مطلع کر دیا۔

صبح ہم نے چلنے کی تیاری کی میں اپنی گدھی پر بیٹھ گئی۔ بخدا وہ ہمیشہ قافلہ سے پیچھے ہی رہتی تھی۔ مگر جب میں نے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کیا تو وہ سب سواریوں سے آگے چلنے لگی۔ میرے ہم سفر کہتے تھے اے حلیمہ! آج تیری گدھی کی عجب شان ہے۔

فرماتی ہیں پھر ہم اپنے علاقہ دیار بنی سعد میں پہنچے تو بخدا ہمارے لئے ہر طرف برکت ہی برکت ہو گئی۔ ہمارے چرواہے دن بھر ہماری بکریاں چرا کر واپس لاتے تو وہ دودھ سے بھری ہوتیں۔ جبکہ ہماری باقی قوم کی بکریاں (خشک سالی کی وجہ سے) ایک قطرہ نہ دیتیں۔ تو قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے تمہارا بھلا ہو! جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں تم بھی وہیں اپنی بکریاں چرایا کرو، یونہی دن گزرتے رہے۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا بیٹا ہمارے گھروں کے عقب میں ہمارے جانوروں کے پاس کھیل رہے تھے اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی (میرا بیٹا) دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا میرا قریشی بھائی قتل ہو گیا ہے۔ میں اور اس کا باپ دوڑتے ہوئے گئے۔ دیکھا تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ ہم دونوں آپ کو سینے سے چمٹانے لگے۔ اور پوچھنے لگے تمہارا کیا حال ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کچھ پتا نہیں۔ البتہ ابھی دو مرد آئے تھے انہوں نے میرا پیٹ پھاڑا اور پھر ملا دیا۔ (۲) آپ کا باپ (میرا شوہر) کہنے لگا میرا تو خیال ہے کہ اس بچے کو جنات کا اثر ہو گیا ہے اسے فوراً اپنے گھر مکہ مکرمہ واپس دے آؤ قبل اس سے کہ ہمارے پاس اسے کوئی بڑا حادثہ پیش آجائے۔ اب اس کا ہر وقت یہی تکرار تھا کہ میں اسے مکہ مکرمہ لے جاؤں۔

چنانچہ میں آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے آئی۔ اور کہا کہ میں اس کی دایہ ہوں۔ میں نے اس کا دودھ چھڑوا دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہاں اسے کوئی حادثہ لاحق ہو جائے گا۔ تم اسے واپس لے لو۔ آپ کی والدہ نے کہا کیا بات ہے تم اس سے بے رغبت ہو گئیں۔ اس سے قبل تو تمہارا اقتضا یہ تھا کہ تم اسے اپنے پاس زیادہ سے زیادہ رکھنا چاہتی ہو۔ شاید تمہیں میرے بیٹے پر شیطان کی کسی حرکت کا ڈر ہے؟ نہ ڈرو

فَإِنَّ ابْنِيْ هٰذَا مَعْصُوْمٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ

میرا بیٹا شیطان سے معصوم ہے۔ میں نے جب اسے تولد کیا تو دیکھا کہ

---

(۱) یہ حضرت حلیمہؓ کی کنیت ہے جس کے ساتھ انہیں ان کا شوہر محبت سے پکارا کرتا تھا۔
(۲) یہ بچپن میں آپ کے شق صدر کے واقعہ کی طرف صرف اشارہ ہے آگے یہ واقعہ مفصل آرہا ہے۔

خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ اَضَاءَتْ لِیْ بِهٖ قُصُوْرُ بُصْرٰی مِنْ اَرْضِ الشَّامِ

مجھ سے وہ نور نکلا جس سے ارض شام میں بصریٰ کے محل مجھ پر روشن ہو گئے۔

(۸۹) برہ بنت ابی تجراۃ کہتی ہیں سب سے پہلے ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا کیونکہ اپنے بیٹے مسروح کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ اپنی چھاتی میں دودھ رکھتی تھیں۔ یہ حضرت حلیمہ ؓ کے آنے سے چند دن قبل کی بات ہے۔ (۱) ثویبہ ؓ نے آپ سے پہلے (آپ کے چچا) حضرت حمزہ ؓ کو بھی دودھ پلایا تھا اور آپ کے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو پلایا۔ (گویا امیر حمزہ ؓ رضاعی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی بھی ہیں) (۲)

حضرت حلیمہ ؓ کا گھر برکتوں کا گہوارہ بن گیا

(۹۰) واقدی کہتے ہیں بنی سعد کی دس عورتیں دودھ پینے والے بچے لینے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف آئیں۔ ان کے ساتھ حضرت حلیمہ بھی تھیں جن کا نسب یہ ہے حلیمہ بنت عبد اللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والد (حضرت حلیمہ کے شوہر) کا نسب یہ ہے حارث بن عبد العزیٰ بن رفاعہ بن ہوازن بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

آپ کا رضاعی بھائی عبد اللہ بن حارث ہے اور رضاعی بہنیں انیسہ بنت حارث اور حذافہ بنت حارث ہیں حذافہ کو شیما بھی کہتے تھے۔ یہی شیما اپنی والدہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کیا کرتی تھیں۔

بنو سعد کا قافلہ شدید قحط سالی میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا حضرت حلیمہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو ساتھ

---

(۱) بعض روایات کے مطابق ثویبہ ؓ نے آپ کو سات دن دودھ پلایا ہے۔ یہ ابو لہب کی باندی ہوا کرتی تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ثویبہ نے ابو لہب کو بشارت دی کہ تمہارے بھائی عبد اللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے۔ اسی خوشی میں ابو لہب نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ آزادی کے بعد دودھ پلایا کریں۔ چنانچہ وہ دودھ پلاتی رہیں۔

ثویبہ ؓ کے ایمان لانے میں اختلاف ہے بعض محدثین نے انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے اور کتب سیرت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دودھ پلانے کی وجہ سے ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور مدینہ منورہ سے ان کے لئے ملبوسات بھیجا کرتے تھے۔ ان کی وفات ہجری کے آٹھویں سال واقعہ خیبر کے بعد ہوئی۔

(۲) اور پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حسالہ بنت وہیب باہم چچا زاد بہنیں ہیں کیونکہ وہب اور وہیب سگے بھائی تھے۔ تو اس طرح ایک لحاظ سے امیر حمزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی بھی بنتے ہیں۔ گویا جناب حمزہ کو امام الانبیاء سے تین قرابتیں گھر سے رضاعاً حاصل ہیں۔

لئے اپنی گدھی جسے سدرہ کہتے تھے اور اونٹنی جس کے نیچے دودھ نہ تھا اور اسے سراء لقوح کہتے تھے کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ ایک دن پہلے اس اونٹنی جیسی عمر کا اونٹ مر گیا تھا (گویا وہ بھی موت کی عمر کو پہنچ چکی تھی) اور اس کے تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا (بوڑھی بھی تھی اور قحط زدہ بھی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ نے حلیمہ سے کہا بخدا مجھے امید ہے کہ یہ بچہ تمہارے لئے باعث برکت ہو گا۔ حلیمہ آپ کو لے کر اپنی منزل پر گئیں (جہاں انہوں نے مکہ مکرمہ میں پڑاؤ کیا ہوا تھا) کیا دیکھتی ہیں۔ کہ گدھی اپنی رسی تڑوا کر گھر میں گھوم رہی ہے۔ اور اونٹنی کھڑی ہو کر جگالی کر رہی ہے حلیمہ شوہر سے کہنے لگیں یہ بچہ بابرکت معلوم ہوتا ہے وہ کہنے لگا اس کی کچھ برکت تو ابھی نظر آنے لگی ہے۔

حلیمہؓ کے شوہر نے اونٹنی کو دوہا تو دودھ سے ایک بڑا برتن بھر گیا جو انہوں نے حلیمہؓ کو پلا دیا۔ پھر دوھا تو دوسرا برتن بھر گیا وہ اس نے خود سیر ہو کر پی لیا۔ اب جو دیکھا تو ابھی اونٹنی میں دودھ تھا چنانچہ تیسری بار دوھا تو ایک اور برتن چھلک پڑا۔ جسے انہوں نے مشکیزہ وغیرہ میں محفوظ کر لیا۔

اب یہ لوگ روانہ ہونے لگے حارث اونٹنی پر سوار ہو گیا اور حلیمہ آپ کو جھولی میں لے کر گدھی پر سوار ہو گئیں۔ وادی سرر میں حلیمہ کی ساتھی عورتیں پڑاؤ کئے ہوئے تھیں۔ وہ انہیں دیکھ کر کہنے لگیں یہ حلیمہ اور اس کا شوہر آرہے ہیں۔ مگر یہ گدھی اور اونٹنی تو ان کی اپنی گدھی اور اونٹنی سے زیادہ صحت مند ہیں۔ ان کے جانوروں کا تو سر تھمنے میں نہ آتا تھا؟

حضرت حلیمہ ان عورتوں کے پاس آکر اتریں تو وہ کہنے لگیں حلیمہ! تو نے جانوروں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ آپ نے کہا بخدا میں نے اتنا بہترین اور عظیم البرکت بچہ کبھی نہیں حاصل کیا عورتیں پوچھنے لگیں یہ عبدالمطلب کا بیٹا ہے؟ کہا ہاں۔ ساتھ ہی آپ نے انہیں اونٹنی کے اور اپنے دودھ کے بھر آنے اور جانوروں کے صحت مند ہو جانے کی تفصیل بتلائی۔ چنانچہ ان عورتوں کو وہیں اسی منزل میں ہم سے حسد ہونے لگا۔

کہتی ہیں پھر ہم گھر پہنچے۔ ہمارے گھر میں دس بکریاں تھیں جو لاغری کے باعث باہر نہیں نکلا کرتی تھیں۔ مگر اب ہم اپنے اونٹ چرنے کے لئے بھیجنے لگے تو وہ دودھ سے بھر کر لوٹتے ہم صبح و شام دودھ دوہتے۔ میں نے محسوس کیا کہ ہماری اونٹنی کی کوہان اونچی ہو گئی ہے اور گدھی کے ران گوشت سے بھرتے جارہے ہیں۔ جو کبھی بھوک کے مارے ایسے ہوتے تھے گویا ان میں کیڑا پڑا ہوا ہے۔ (۱)

---

(۱) حالانکہ دودھ دینے کے لئے جانوروں کا ایک ٹائم ٹیبل ہوتا ہے۔ یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا کہ جب چاہا اور جتنی بار چاہا بکریوں سے دودھ لے لیا اور بکریاں بھی قحط زدہ اور خشک ہوں۔ تاہم اعلان نبوت سے پہلے والے معجزہ کو ارہاص کہتے ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا۔ تو عظمتیں ہیں حبیب خدا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نے خوب کہا ؎

جدھر جدھر بھی گئے وہ کرم ہی کرتے گئے۔ کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے۔

ہماری بستی والے اپنے چرواہوں سے کہا کرتے جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں تم بھی اپنی بکریاں وہیں چروایا کرو وہ ایسا ہی کرتے مگر ان کی بکریاں پہلے جیسی ہی رہتیں۔ حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں۔

ع وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُسُّ ضَرْعَ شَاةٍ لَهُمْ يُقَالُ لَهَا إِضْلَالُ فَمَا يَطْلُبُ مِنْهَا سَاعَةً مِّنَ السَّاعَاتِ إِلَّا حَلَبَتْ غُبُوْقًا وَصُبُوْحًا وَمَا عَلَى الْأَرْضِ شَيْئٌ تَأْكُلُهُ دَابَّةٌ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستی والوں کی بکریوں (جنہیں اضلال کہا جاتا تھا) کے دودھ پر ہاتھ لگایا کرتے تو دن رات میں کسی بھی وقت جب آپ چاہتے وہ دودھ دینے لگتیں حالانکہ وہ زمین سے کچھ کھاتی بھی نہ تھیں۔ (۱)

حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں کے لئے غیب سے سبزہ

(۹۱) عبدالصمد بن محمد سعدی روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے چرواہوں میں سے کسی نے بتلایا۔ کہ ہم آپ کی بکریاں لے کر جاتے تو زمین سے سر نہ اٹھاتیں۔ (کچھ کھاتی ہی رہتیں) ان کے منہ میں اور ان کے گوبر میں سبزہ ہوتا تھا۔ جبکہ ہم اپنی قوم کی دوسری بکریاں لے کر جاتے تو (انہیں کھانے کو سبزہ نہیں ملتا تھا) وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتیں کہ اگلے پاؤں اٹھا کر کسی جھاڑی سے کوئی لکڑی وغیرہ منہ میں ڈال لیتیں۔

فَتَرُوْحُ الْغَنَمُ أَغْرَثَ مِنْهَا حِيْنَ غَدَتْ وَتَرُوْحُ غَنَمُ حَلِيْمَةَ يُخَافُ عَلَيْهَا الْحَبَطُ۔

(قوم کی بکریاں واپس آتے ہوئے زیادہ بھوک زدہ ہوتیں اور حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں کے پیٹ زیادہ کھانے کے سبب پھٹنے والے ہوتے۔)

آپ کو بچپن میں قتل کرنے کے لئے کاہنوں کی کوششیں

کہتے ہیں دو سال بعد حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا دودھ چھڑوا دیا جب آپ چار سال کے ہوئے تو حلیمہ اور ان کا شوہر آپ کو حضرت آمنہ کے پاس لائے کیونکہ وہ آپ کی عظیم الشان برکات دیکھ کر ڈرنے لگے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو فوراً آپ کے گھر واپس کر دیا جائے۔

جب یہ وادی سرر میں پہنچے تو کچھ حبشی بھی وہاں سے ساتھ ہو لئے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنظر غائر دیکھا آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت اور آپ کی آنکھوں کی سرخی ملاحظہ کی۔ تو کہنے لگے کیا اس بچے کی آنکھیں خراب ہیں؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں نہیں یہ سرخی اس کی آنکھوں میں ہمیشہ رہتی

(۱) حالانکہ اس سے پہلے وہ دودھ دینے سے بھوک کے زیادہ تر بیٹھی رہتی تھیں۔

ہے۔ کہنے لگے بخدا یہ نبی ہے۔ اور ساتھ ہی انہوں نے آپ کو حلیمہؓ سے چھیننے کے لئے حملہ کر دیا۔ مگر اللہ تعالٰی نے انہیں ایسا کرنے سے باز کر دیا۔

حضرت حلیمہؓ آپ کی والدہ کے پاس پہنچیں اور آپ کے دم قدم سے وابستہ برکتوں کا حال سنایا اور حبشیوں کے حملے کا تذکرہ کیا۔ حضرت آمنہ فرمانے لگیں میرے بیٹے کو واپس لے جاؤ مجھے ڈر ہے کہ اسے مکہ میں پھیلی ہوئی بیماری لگ جائے گی بخدا اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔ چنانچہ وہ آپ کو واپس لے گئیں۔

عرب کی سالانہ منڈی ذوالمجاز قائم ہوئی تو حضرت حلیمہؓ آپ کو وہاں لے گئیں ان دنوں منڈی میں ایک کاہن آیا کرتا تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے بچے دکھانے کے لئے لاتے تھے (کہ ان کی قسمت کیسی ہے؟) اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور آپ کی آنکھوں کی سرخی اور مہر نبوت دیکھی تو چیخ پڑا اے اہل عرب! اس بچے کو قتل کر دو! حلیمہؓ فوراً آپ کو لے کر چپکے سے وہاں سے نکل گئیں۔ لوگ پوچھنے لگے کہ کونسا بچہ؟ کاہن کہنے لگا یہ بچہ! مگر وہاں کوئی بچہ نظر نہ آیا کیونکہ حلیمہؓ تو آپ کو لے کر جا چکی تھیں۔ لوگوں نے اسے کہا کہ تجھے کیا نظر آیا تھا؟ کہنے لگا ابھی میں نے ایک بچہ دیکھا ہے اس کے خدا کی قسم وہ تم پر غالب آئے گا تمہارے بت توڑ ڈالے گا اور تم پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی چنانچہ آپ کو بہت تلاش کیا گیا مگر آپ نہ ملے۔

حضرت حلیمہؓ آپ کو لے کر گھر آگئیں۔ اور آپ کو چھپا کر رکھنے لگیں کسی کو نہ دکھاتیں۔ ان کے علاقے میں ایک کاہن آیا ہوا تھا۔ بستی والے اپنے بچے لے کر اس کے پاس گئے۔ مگر حلیمہ نے انکار کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ آپ سے غافل ہوئیں تو آپ جھونپڑی سے باہر نکل گئے کاہن نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنی طرف بلایا مگر آپ نے اس کی بات نہ سنی اور خیمہ میں داخل ہو گئے کاہن نے بڑی کوشش کی کہ یہ بچہ مجھے دکھایا جائے مگر حضرت حلیمہؓ نے نہ دکھلایا وہ کہنے لگا بخدا یہ نبی ہے یہ نبی ہے!

بچپن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر

چار سال کی عمر میں آپ اپنے رضاعی بھائی اور بہن کے ساتھ بستی سے قریب ہی اپنے جانوروں کے پاس کھیلنے نکل جایا کرتے تھے ایک دن حسب معمول آپ وہیں جانوروں کے پاس تھے کہ بھائی نے دیکھا آپ پر بیہوشی طاری ہے۔ وہ آپ سے بات کرتا مگر آپ جواب نہ دیتے تھے۔ وہ دوڑتا ہوا والدہ کے پاس گیا اور چیخ کر بولا میرے قریشی بھائی کی خبر لو! حلیمہؓ اور بچے کا باپ دوڑتے ہوئے آئے۔ دیکھا تو آپ کا رنگ اڑا ہوا ہے اماں نے اپنے بیٹے سے پوچھا تم نے کیا دیکھا تھا؟ وہ کہنے لگا دو سفید پرندے ہمارے اوپر اڑ رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں۔

دونوں پرندے (فرشتے) اتر آئے اور آپ کو پکڑ کر پشت کے بل لٹا دیا آپ کا پیٹ چاک کیا

پیٹ میں جو کچھ تھا باہر نکالا پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا برف والا پانی لاؤ وہ پانی لایا۔ آپ کا پیٹ دھویا گیا۔ پھر اس نے کہا گلاب کا پانی لاؤ۔ وہ لایا۔ تو اس سے پھر آپ کا پیٹ دھویا گیا۔ اور بعدازاں اسے ملا دیا گیا۔

یہ سن کر حلیمہؓ نے اپنے شوہر سے کہا میرا خیال ہے اسے اس کی والدہ کے پاس چھوڑ آئیں کہیں کوئی اس سے بڑا حادثہ نہ ہو جائے مجھے لگتا ہے کہ اس پر جنوں کا اثر ہے۔ بچے کے باپ نے کہا بخدا اسے کوئی جنون نہیں۔ اس سے بابرکت بچہ تو کبھی دیکھا نہیں گیا۔ البتہ فلاں قبیلے نے حسد سے اس پر کچھ کیا ہو گا کیونکہ اس بچے کی آمد سے ہم پر برکتوں کی بارش ہونے لگی ہے جو انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

چنانچہ حلیمہؓ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے آئیں اور آپ کے سبب ظاہر ہونے والی خیروبرکت کا تذکرہ کیا۔ اور شق صدر والا واقعہ بھی سنایا۔ (۱)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپ پانچ سال کی عمر میں والدہ کے پاس آئے جبکہ دوسرے محققین کا کہنا ہے کہ آپ کو چار سال کی عمر میں والدہ کے پاس لایا گیا۔ تاہم چھ سال کی عمر تک آپ اپنی والدہ کے زیر تربیت رہے۔

(۹۲) داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تولد کیا تو عبدالمطلب کسی دایہ کی تلاش میں نکلے بنو سعد کی ایک عورت حلیمہؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپ انہیں لے کر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ کر دیا پھر انہیں الوداع کہنے کے لئے کچھ قدم ساتھ چلے۔ اس وقت عبدالمطلب یہ کہہ رہے تھے۔

يَا رَبِّ هٰذَا الرَّاكِبُ الْمُسَافِرُ مُحَمَّدٌ اَقْلِبْ بِخَيْرِ طَائِرِ

(ترجمہ) یہ سوار ہونے والا مسافر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اسے اڑتی خیر کے ساتھ واپس لا۔

وَازْجِرْهُ عَنْ طَرِيقَةِ الْفَوَاجِرِ وَاَحْلِ عَنْهُ كُلَّ خَلْقٍ فَاجِرِ

(ترجمہ) اور اسے برے لوگوں کے راستے سے اور برے لوگوں کو اس سے باز رکھ۔

اَخْنَسَ لَيْسَ قَلْبُهُ بِطَاهِرِ وَجِنَّةٌ تَصِيدُ بِالْهَوَاجِرِ

---

(۱) یاد رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر متعدد بار ہوا ہے اس کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ تاہم تین بار والے شق صدر میں اختلاف نہیں۔ یعنی بچپن میں جب آپ کی عمر چار یا پانچ سال تھی۔ جب نزول قرآن کا آغاز ہوا۔ اور جب آپ معراج پر تشریف لے گئے۔ اختلاف دراصل اس میں ہے کہ بچپن میں آپ کا شق صدر کتنی مرتبہ ہوا ہے۔ بعض علماء دس سال کی عمر میں بھی آپ کے لئے شق صدر مانتے ہیں۔

یہاں تین گروہ نظر آتے ہیں۔ اہل عقل تو اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں شق صدر ہو جانے اور دل نکالے جانے سے انسان مر جاتا ہے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اہل تاویل کہتے ہیں کہ شق صدر سے آپ کے سینے کو علم و حکمت کے لئے کھول دینا مراد ہے۔ مگر اہل عشق تکذیب کرتے ہیں نہ تاویل۔ بلکہ تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ کی قدرت کے آگے یہ کچھ مشکل نہیں۔ وہ چاہے تو دل کے بغیر بھی کسی کو زندہ رکھ سکتا ہے۔

(ترجمہ) ایسے برے لوگ جو شیطان صفت ہیں جن کا دل ناپاک ہے۔ اور ایسے جنوں سے بھی اسے محفوظ رکھ جو سخت گرمی کے وقت بھی لوگوں کو گمراہ کرنے نکلتے ہیں۔

اِنِّیۡ اَرَاہُ مُکْرِمِیۡ وَنَاصِرِیۡ۔

(ترجمہ) میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری عزت بڑھائے گا اور میرا مددگار بنے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کے ساتھ اپنے ننھیال سے ملنے مدینہ طیبہ جاتے ہیں

(۹۳) واقدی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے پاس رہنے لگے جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو والدہ آپ کو آپ کے ننھیال بنو عدی بن نجار سے ملوانے مدینہ طیبہ لائیں (۱) ان کے ساتھ ام ایمنؓ (حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ) بھی تھیں۔ والدہ آپ کو لے کر مدینہ طیبہ میں دار نابغہ میں اتریں۔ نابغہ بنو عدی بن نجار کا ایک آدمی تھا۔ وہاں ایک مہینہ رہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کے بعد) دار نابغہ کو دیکھ کر کئی باتیں یاد کیا کرتے تھے جو بچپن میں یہاں پیش آئی تھیں (اپنی والدہ کی یاد آتی تھی) آپ بنو عدی بن نجار کے قلعے دیکھتے تو انہیں پہچان لیا کرتے۔

بچپن کے انہی واقعات میں سے ایک یہ بھی آپ سنایا کرتے کہ ایک یہودی مجھے گھور گھور کر دیکھا کرتا تھا ایک دن وہ مجھے علیحدگی میں ملا کہنے لگا اے بچے تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا احمد! اس نے میری پشت دیکھی تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا یہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر وہ میرے ننھیال والوں کے پاس گیا۔ اور انہیں اس سے آگاہ کیا۔ انہوں نے میری والدہ کو بتلایا تو وہ میرے متعلق ڈرنے لگیں۔ چنانچہ ہم مدینہ سے واپس آ گئے۔

ام ایمنؓ بتلایا کرتیں کہ ان دنوں دو یہودی مدینہ میں میرے پاس آئے کہنے لگے ہمیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دکھلایئے میں آپ کو نکال لائی۔ وہ آپ کو بنظر غائر دیکھنے لگے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا یہ اس امت کا نبی ہے اور اس شہر کی طرف ہجرت کرے گا۔ پھر اس شہر میں قتل اور اسیری جیسے عظیم حوادث رونما ہوں گے۔ ام ایمن کہتی ہیں میں نے ان دونوں کی باتیں یاد رکھیں۔

والدہ کے ساتھ مکہ کو واپسی

واقدی کہتے ہیں آپ کی والدہ آپ کو لے کر سوئے مکہ روانہ ہوئیں راستہ میں (مدینہ طیبہ سے تئیس

---

(۱) یاد رہے مدینہ طیبہ کے بالکل قریب ایک قبیلہ بنو نجار آباد تھا عبدالمطلب کا ننھیال بھی یہی قبیلہ تھا اور سسرال بھی کیونکہ ان کی شادی بنو زہرہ میں ہوئی تھی جو اسی قبیلہ کی شاخ تھی۔ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جناب عبداللہ کی شادی بھی اسی قبیلہ میں ہوئی اور ان کی وفات بھی مدینہ منورہ ہی میں ہوئی چنانچہ آپ کی والدہ کے اس سفر کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اپنے شوہر کی قبر پر جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے والد کی قبر پر لے جائیں۔

(۲۳) میل دور) مقام ابواء پر حضرت آمنہ کا وصال ہو گیا (انہیں وہیں دفن کر دیا گیا) اور ام ایمن آپ کو لے کر انہی دو اونٹوں پر مکہ آگئیں جن پر وہ مدینہ گئے تھے اور وہ آپ کی پرورش و نگہداشت کرنے لگیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو والد کی وراثت سے، ام ایمن (۱) پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں ملیں۔ ام ایمن آپ کی نگہداشت کرتی رہیں جب آپ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا توانہیں آزاد کر دیا۔

نگاہ عبدالمطلب میں مقام محمدی

واقدی کہتے ہیں حضرت آمنہ کے وصال کے بعد جب ام ایمن آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں تو یہ حالت دیکھ کر عبدالمطلب کا دل بھر آیا (۲) کسی بچے کی حالت پر ان کا دل یوں غم سے کبھی نہ بھرا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو سینے سے لگالیا پھر ہمیشہ آپ کو اپنے قریب رکھتے اور آنکھوں سے دور نہ ہونے دیتے۔

جب عبدالمطلب سو جاتے تو ان کی تعظیم کے پیش نظر انہیں کوئی بیدار نہیں کرتا تھا جب وہ تنہائی میں ہوتے تب بھی یہی حالت ہوتی۔ ان کے لئے بیٹھنے کی ایک مخصوص جگہ تھی جہاں اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ کعبہ کے زیر سایہ ان کے لئے ایک چٹائی بچھائی جاتی۔ عبدالمطلب کی اولاد آکر چٹائی کے گرد بیٹھ جاتی اور ان سے بات کرتی (کسی کو چٹائی پر چڑھنے کی جرات نہ ہوتی) مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خادمہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر پرورش کرتی رہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد فوت ہوئے تو وراثت میں آپ کی ملکیت میں آئیں۔ آپ کا نام برکت تھا۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ شریف کی طرف۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور عبید بن زید بن حارث سے ان کا نکاح بھی کر دیا۔ ان کے بطن سے ایمن (برکت والا) نامی لڑکا پیدا ہوا جس سے آپ ام ایمن مشہور ہو گئیں۔ عبید کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا نکاح حضرت زید بن حارثؓ سے ہوا جن سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو "امی بعد امی" کہا کرتے تھے کہ میری ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے وصال سے ٹھیک بیس (۲۰) دن بعد ام ایمن رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

(۲) اور یہ واقعتاً دل بھر آنے کا مقام تھا آپ چشم تصور سے دیکھیں کہ ایک معصوم بچہ ہے۔ اس کی ولادت سے قبل ہی اس کا والد فوت ہو چکا ہے۔ وہ یتیم پیدا ہوا۔ پھر چھ سال کی عمر میں اس کی والدہ اسے اپنے ننھیال لے گئی مگر واپسی پر سفر کے دوران ماں کا سایہ بھی اس کے سر سے اٹھ گیا۔ اب جو وہ اکیلا گھر پہنچا والدہ ساتھ نہ تھی تو اس کا دادا اسے اس حالت میں دیکھ کر کیوں نہ دل گرفتہ ہوتا۔ خدا کی بے نیازیوں پر قربان۔ جس کو ساری نسل انسانیت کی راہنمائی کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور جس کے نور نبوت نے سارے جہاں کو رشک جنت بنانا تھا اسے بچپن ہی سے کیسے کیسے جاں گداز امتحانات سے دوچار کیا گیا۔

چٹائی پر چڑھ کر بیٹھ جاتے ۔ آپ کے چچا کہتے اے محمد اپنے دادا کی مسند سے اتر جاؤ ۔ لیکن عبدالمطلب کہتے۔

دَعُوْآ اِبْنِیْ اِنَّہٗ لَیُؤْنَسُ مَلِکًا وَیُقَالُ اِنَّہٗ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ لَیُحَدِّثُ نَفْسَہٗ بِذٰلِکَ۔

(میرے اس بچے کو کچھ نہ کہو یہ مجھے بادشاہ محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ خود بھی اپنے متعلق ایسی باتیں بتلاتا ہے)

کہتے ہیں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے مکہ سے باہر کھنڈرات تک چلے گئے۔ وہاں بنی مدلج کے کچھ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر اپنی طرف بلایا۔ اور آپ کے قدموں اور ان کے نشانات کو گہری نظر سے دیکھا۔ پھر آپ کے پیچھے پیچھے عبدالمطلب تک چلے آئے۔ عبدالمطلب نے آپ کو اٹھا کر گلے سے لگالیا وہ عبدالمطلب سے کہنے لگے۔ یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟ کہا میرا بیٹا۔ کہنے لگے اس کی حفاظت رکھا کرو خدا کی قسم ہم نے اس سے بڑھ کر کسی کا قدم مقام ابراہیم سے ہم شکل نہیں پایا۔ عبدالمطلب نے ابو طالب سے کہا سنو یہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد ابو طالب آپ کی خوب حفاظت کرنے لگے۔

حضرت عبدالمطلب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین ہو گیا تھا

(۹۴) کہتے ہیں ایک دن عبدالمطلب حرم کعبہ میں بیٹھے تھے آپ کے پاس نجران کا ایک پادری بھی بیٹھا تھا جو آپ کا گہرا دوست تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

اِنَّا نَجِدُ صِفَۃَ نَبِیٍّ بَقِیَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ ھٰذَا الْبَلَدُ مَوْلِدُہٗ مِنْ صِفَتِہٖ کَذَا وَکَذَا۔ فَاَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَقِیَّۃِ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَنَظَرَ اِلَیْہِ الْاُسْقُفُ وَاِلٰی عَیْنَیْہِ وَاِلٰی ظَھْرِہٖ وَاِلٰی قَدَمَیْہِ فَقَالَ ھُوَ ھٰذَا۔

ہم اپنی کتابوں میں اس شہر مکہ میں اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک نبی کی ولادت کا ذکر پاتے ہیں جس کی یہ شکل وصورت ہوگی۔ ابھی یہ بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے پادری نے آپ کے چہرہ انور آنکھوں پشت اور قدم ہائے مبارک کی طرف دیکھا تو پکار اٹھا وہ نبی تو یہی ہے۔" یہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ آپ نے کہا میرا بیٹا۔ پادری نے کہا ہم تو اس کے باپ کو کتابوں کی روشنی میں اس وقت زندہ نہیں پاتے؟ عبدالمطلب نے کہا دراصل یہ میرا پوتا ہے۔ اس کا باپ تو اس وقت ہی فوت ہو گیا تھا جب یہ رحم مادر میں تھا۔ پادری نے کہا تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنی اولاد سے کہا اپنے بھتیجے کی حفاظت کیا کرو سنتے نہیں ہو اس کے بارے میں کیا کچھ کہا جا رہا ہے!

(۹۵) عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ مجھے میری قوم کے چند شیوخ نے بتلایا کہ وہ عمرہ

کرنے نکلے۔ ان دنوں عبدالمطلب مکہ میں بقید حیات تھے۔ ان کے ساتھ ایک یہودی تھا بھی شریک سفر تھا وہ مکہ یا یمن میں بغرض تجارت جارہا تھا۔ عبدالمطلب کو دیکھتے ہی بولا۔ ہم اپنی کتاب کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں جس کا فیصلہ ناقابل تبدیل ہے کہ اس شخص کی پشت سے وہ نبی نکلے گا جو ہمیں اور اپنی قوم کو قوم عاد کی طرح تہ تیغ کردے گا۔

عبدالمطلب کی وفات اور ابو طالب کی کفالت

(۹۶) واقدی کہتے ہیں عبدالمطلب نے ایک سو دس یا آٹھ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جاں آفرین کے حوالہ کی۔

(۹۷) نافع ابن جبیر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو عبدالمطلب کی وفات یاد ہے؟ فرمایا ہاں میں اس وقت آٹھ سال کا تھا۔

حضور کی برکتیں ابو طالب کے گھر میں

(۹۸) واقدی کہتے ہیں عبدالمطلب کی وفات پر ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔

ابو طالب کے پاس مال نہ تھا البتہ وادی عرنہ (علاقہ عرفات) میں ان کے کچھ اونٹ تھے ابو طالب اگر مکہ میں ہوتے تو جا کر وہاں سے دودھ لے آیا کرتے۔

آپ کو دیکھ کر اکثر ابو طالب کا دل بھر آتا اور وہ آپ سے بڑا پیار کرتے۔

وَكَانَ اِذَا اَكَلَ عِيَالُ اَبِيْ طَالِبٍ جَمِيْعًا اَوْ فُرَادٰى لَمْ يَشْبَعُوْا وَاِذَا اَكَلَ مَعَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ شَبِعُوْا۔

ان کے بچے اکٹھے یا علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے مگر سیر نہ ہوتے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تو سارے بچے سیر ہو جایا کرتے تھے۔

اس لئے وہ جب بھی اپنے بچوں کو صبح یا شام کا کھانا دینا چاہتے تو کہتے ٹھہرو میرے بیٹے کو آلینے دو۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تو اکثر کھانا بچ رہتا۔

اگر ابو طالب نے بچوں کو دودھ پلانا ہوتا تو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے پھر دوسرے بچے برتن اٹھاتے اور سب کے سب اسی ایک برتن سے ہی سیر ہو جاتے اگر ان میں سے کوئی بچہ پہلے پینا شروع کر دیتا تو اکیلا ہی سارا برتن خالی کر جاتا۔

ابو طالب یہ دیکھ کر کہتے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری برکتوں کا کیا کہنا ہے۔

زلفوں میں قدرتی روغن، آنکھوں میں مازاغ کا کاجل

بچے صبح اٹھتے تو ان کے بال پراگندہ ہوتے اور آنکھوں میں گندگی جمع ہوتی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو بالوں میں تیل لگا ہوتا اور آنکھیں سرمہ کا حسن لئے ہوتیں ـــــ" (۱)

(۹۹) ابن حنفیہ کہتے ہیں میں نے عقیل بن ابی طالب سے سنا وہ کہہ رہے تھے جب کسی صبح ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو ابو طالب کہتے جاؤ زمزم لے آؤ ہم زمزم لا کر پی لیتے۔ اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے) ہمیں وہی کافی ہو جاتا۔

(۱۰۰) ام ایمن ؓ کہتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا۔ اکثر آپ صبح اٹھ کر زمزم کے چند گھونٹ پی لیتے جب ہم کھانا پیش کرتے تو فرما دیتے مجھے کھانے کی حاجت نہیں میں سیر ہوں۔

(۱۰۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی کفالت میں تھے۔

فَيُصْبِحُ وُلْدُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ غُمْصًا وَّيُصْبِحُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَهِيْنًا صَقِيْلًا۔

تو ابو طالب کے دوسرے بچوں کی آنکھیں صبح اٹھتے ہوئے گندگی سے اٹی ہوتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھتے تو بالوں میں تیل لگا ہوتا اور چہرہ دھلا ہوتا۔

بارہ سال کی عمر میں آپ کا شام کو پہلا سفر اور بحیرا راہب سے ملاقات (۲)

(۱۰۲) قریش نے شام کی طرف تجارتی قافلہ بھیجنے کا اجتماعی فیصلہ کیا اور بغرض تجارت بہت سامان جمع کیا۔ ابو طالب بھی رخت سفر باندھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منتظر رہے کہ آیا وہ مجھے بھی ساتھ لے جاتے ہیں یا نہیں۔ ابو طالب محسوس کر گئے اور ان کا دل بھر آیا کہنے لگے کیا تم بھی جاؤ

---

(۱) انہی عظمتوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

رخ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ پھر ایسا کوئی بھی آئینہ
نہ کسی کے چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

اور

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

(۲) مورخین کے نزدیک آپ کا پہلا سفر شام ۵۸۲ء میں ہوا تھا۔

گے تو چلو تیاری کرو تو آپ کے چچاؤں اور پھوپھیوں نے کہا ابو طالب! اس عمر کے بچے کو ساتھ نہیں لے جانا چاہئے۔ آفات سفر اور حوادث زمانہ سے بے خوف نہیں رہنا چاہئے۔

ابو طالب نے خیال کیا کہ آپ کو چھوڑ جاؤں۔ آپ رونے لگے ابو طالب نے کہا اے بھتیجے! تم شائد اس لئے روتے ہو کہ میں تمہیں ساتھ نہیں لے جاؤں گا؟ فرمایا ہاں۔ ابو طالب نے کہا میں تمہیں کبھی خود سے جدا نہیں کر سکتا تم میرے ساتھ ہی چلو گے۔

چنانچہ قافلہ روانہ ہوا اور بصریٰ جا پہنچا۔ وہاں اپنے عبادت خانہ میں ایک راہب رہتا تھا جسے بحیرا کہتے تھے۔ عیسائی علماء اس کے معبد میں آکر درس کتاب لیا کرتے۔

شاخ ہائے شجر ساجد تھیں رسول پاک کو

اس سے قبل قریشی قافلے متعدد بار بحیرا کے پاس آچکے تھے کیونکہ یہ قافلے اس کے معبد کے پاس اترا کرتے تھے۔ مگر بحیرا نے کبھی ان سے بات نہ کی تھی۔ مگر اس مرتبہ جو قافلہ آیا تو اس نے ان سب کو کھانے پر بلالیا۔ کیونکہ جب یہ لوگ پہنچے تو بحیرا دیکھ رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بدلی سایہ فگن ہے پھر جب آپ درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو بدلی درخت پر سایہ ڈالتی رہی۔

فَتَهَصَّرَتْ اَغْصَانُ الشَّجَرَةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اسْتَظَلَّ۔

"اور یہ بھی دیکھا کہ درخت کی ٹہنیاں آپ پر جھکی ہوئی ہیں اور آپ پر سایہ کناں ہیں"

بحیرا یہ منظر دیکھ کر نیچے اترا اور اس نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیدیا اور قافلہ والوں کو پیغام بھیج دیا کہ اے گروہ قریش میں نے تم لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی چھوٹا بڑا بندہ و آقا رہ نہ جائے سب آئیں میری عزت افزائی اسی میں ہے۔ قوم میں سے ایک نے کہا اے بحیرا آج کونسی خصوصیت ہے اس سے قبل تو آپ نے ایسا کبھی نہ کیا تھا۔ کہنے لگا میں تمہاری تعظیم و تکریم کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ سب اہل قافلہ دعوت پر پہنچ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کم سن ہونے کی وجہ سے پیچھے چھوڑ گئے۔ آپ درخت کے نیچے بیٹھے سامان کی حفاظت کرنے لگے بحیرا نے سب مہمانوں کو گہری نظر سے دیکھا مگر جو صفات اسے مطلوب تھیں کسی میں نہ تھیں۔ کسی پر بدلی سایہ فگن نہ تھی۔ پھر باہر دیکھا تو وہ بدلی ہنوز خدمت رسول کریم میں مصروف تھی۔

بحیرا کہنے لگا گروہ قریش تم لوگوں میں سے کوئی غیر حاضر نہیں رہنا چاہئے۔ کہنے لگے ایک بچے کے سوا سب آگئے ہیں وہ سب سے کم سن ہے۔ کہنے لگا اسے بھی بلاؤ۔ یہ بڑی بری بات ہے کہ سب آجائیں اور ایک نہ آئے۔ وہ بھی تو تم ہی میں سے ہے۔ کہنے لگے ہاں خدا کی قسم وہ نسب میں ہم سب سے افضل ہے اور اس شخص (ابو طالب) کا بھتیجا ہے۔ اتنے میں حارث بن عبدالمطلب اٹھا اور کہنے لگا

عبدالمطلب کا فرزند پیچھے نہیں رہ سکتا۔ (۱) یہ کہہ کر وہ گیا اور آپ کو کندھوں پر اٹھائے لے آیا اور آپ کو کھانے پر بٹھا دیا بدلی ہنوز آپ کے سر پر تھی۔ ادھر وہ درخت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد جڑ سے اکھڑ گیا۔

وَجَعَلَ بُحَيْرَا يَلْحَظُهُ لَحْظًا شَدِيْدًا وَيَنْظُرُ اِلٰى شَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ قَدْ كَانَ يَجِدُهَا عِنْدَهُ مِنْ صِفَتِهٖ۔

بحیرا آپ کو بڑی یکسوئی سے دیکھنے لگا اور اسے اپنی کتاب میں موجود صفات آپ میں نظر آنے لگیں۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو بحیرا آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا کہنے لگا اے بیٹا! میں تمہیں لات و عزیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھ پر لات و عزیٰ کا کون سا حق ہے؟ مجھے لات و عزیٰ کا واسطہ دے کر مت خطاب کرو دنیا میں ان سے بڑھ کر مجھے کسی سے نفرت نہیں۔ میں نے تو نفرت و حقارت کی وجہ سے انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔ ہاں مجھے اللہ کی قسم دے کر جو چاہو پوچھو اگر میں جانتا ہوا تو ضرور بتلاؤں گا۔

بحیرا نے کہا میں آپ سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ پھر وہ آپ سے سوالات کرنے لگا۔ اس نے آپ کی نیند کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا۔

تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ پھر وہ آپ کی آنکھوں میں بسی سرخی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کہنے لگا۔ بتلاؤ یہ سرخی آتی جاتی رہتی ہے یا ہمیشہ رہتی ہے۔ اہل قافلہ کہنے لگے ہم نے تو یہ کبھی غائب نہیں دیکھی۔

بحیرا نے تقاضا کیا کہ آپ اپنا جبہ اتاریں آپ نے اتارا جب اس نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی حجلہ عروسی کے مہرے جیسی تھی تو اس کے سر کے بال کھڑے ہو گئے اور بے اختیار مہر نبوت کو چوم لیا۔

قریش کہنے لگے اس راہب کی نگاہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ ابو طالب نے یہ دیکھا تو اپنے بھتیجے کے متعلق راہب سے ڈرنے لگے۔

پھر راہب نے ابو طالب سے پوچھا کہ یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟ کہا میرا بیٹا۔ کہنے لگا یہ تمہارا بیٹا نہیں۔ اور اس کا باپ زندہ نہیں ہونا چاہئے ابو طالب نے کہا یہ دراصل میرا بھتیجا ہے کہنے لگا اس کے والد کا کیا بنا؟ ابو طالب نے جواب دیا کہ ابھی یہ رحم مادر میں تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا۔ کہنے لگا اس

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبدالمطلب کے نام سے بچپن میں پہچانے جاتے تھے کیونکہ والد کے فوت ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے ہی آپ کی پرورش کا ذمہ لیا تھا۔

کی والدہ کا کیا بنا؟ کہا وہ بھی کچھ عرصہ ہوا فوت ہو گئی راہب نے کہا تم سچ کہتے ہو۔
اس بچے کو فوراً اپنے وطن لے جاؤ مجھے اس کے متعلق یہود سے ڈر آرہا ہے بخدا اگر انہوں نے اسے دیکھ لیا یا جو کچھ میں نے اس میں پہچانا ہے وہ پہچان گئے تو اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ تمہارے بھتیجے کو عظیم الشان مقام ملنے والا ہے جو ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا اور اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور اس پر ہم سے مضبوط وعدے لئے گئے ہیں۔
ابو طالب نے پوچھا وہ وعدے تم سے کس نے لئے تھے؟ راہب ہنس پڑا پھر گویا ہوا اللہ نے۔ اور حضرت عیسیٰ انہیں لے کر اترے۔ اس لئے وقت ضائع کئے بغیر اسے وطن واپس لے جاؤ! میں تمہاری خیر خواہی میں ہوں کیونکہ یہود چاہتے ہیں کہ وہ مقام ہمیں ملے جب انہیں معلوم ہو گا کہ یہ کسی اور کو ملنے والا ہے تو وہ اس سے حسد کرنے لگیں گے۔
کہتے ہیں وہاں کچھ یہودیوں نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کو کسی بہانے قتل کرنا چاہا۔ وہ تین آدمی زریر تمام اور دبیس تھے انہوں نے باہم فیصلہ کیا کہ آپ کو کسی حیلے سے مارا جائے۔
وہ بحیرا کے پاس آئے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا ان کا خیال تھا کہ بحیرا ان کی رائے پسند کرے گا۔ مگر اس نے انہیں سختی سے منع کیا اور کہا کیا اس میں وہ سب صفات موجود ہیں؟ کہنے لگے ہاں۔ راہب نے کہا پھر تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے چنانچہ وہ اپنا ارادہ ترک کر کے واپس چلے گئے۔ اور ابو طالب آپ کو لئے نہایت تیزی سے واپس چلے آئے کیونکہ انہیں آپ کے متعلق یہود سے خوف آنے لگا تھا۔

آپ کی جوانی۔ کمال شرف انسانیت کی نشانی

راوی کہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے ہاں جوان ہوئے اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت کی بد اطواریوں سے آپ کو کوسوں دور رکھا۔ کیونکہ وہ آپ کو ایک عظیم الشان منصب سونپنے والا تھا۔
تا آنکہ پوری قوم میں آپ کے حسن خلق کی دھوم مچ گئی۔ آپ بہترین پڑوسی تھے۔ سب سے اعلیٰ اخلاق آپ کا امتیاز تھا۔ حلم میں آپ ثانی نہ رکھتے تھے سچائی آپ پر ختم تھی۔ امانت میں آپ مشہور تھے۔ بے حیائی اور برے کاموں کو آپ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ آپ نے کبھی کسی سے مذاق کیا نہ دھوکا۔ لوگ آپ کو امین کہنے لگے اور اللہ نے آپ کو سب نیکیوں کا حسین مرقع بنا دیا تھا۔

دیکھ کر بولا بحیرا ہیں یہ ختم المرسلین

(۱۰۳) ابی کبر بن ابی موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب قریشی شیوخ کے ساتھ شام کو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ساتھ لے گئے۔ بحیرا راہب کے پاس پہنچ کر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ راہب ان لوگوں کے پاس آیا۔ اس سے قبل بھی یہ لوگ یہاں آیا کرتے تھے مگر اس نے

کبھی توجہ نہ دی تھی۔ اس مرتبہ ابھی یہ اپنے کجاوے اتار رہے تھے کہ وہ ان کے پاس آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(ترجمہ) یہ تمام جہانوں کا سردار ہے۔ یہ پروردگار عالم کا رسول ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

قریش نے کہا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہنے لگا جب تم پہاڑی کی اوٹ سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ رہا جو سجدہ ریز نہ ہو گیا ہو اور ایسا سجدہ کسی نبی کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ اور میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان پھسلنے والی ہڈی سے نیچے سیب جیسی مہر نبوت ہے۔ (۱)

---

(۱) مہر نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے لئے بطور علامت تھی اس کی شکل وصورت رنگ اور محل وقوع کے متعلق مختصراً چند الفاظ درج ذیل ہیں۔

مسلم شریف میں ہے فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرٰى

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت (مہر نبوت) کو دیکھا جو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی پھسلنے والی نرم ہڈی کے قریب گوشت کا ایک ابھار تھا جس پر چنے کے دانوں جیسے تل کے نشانات تھے۔

مسلم شریف ہی میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس کا پھیلاؤ کبوتری کے انڈے جتنا تھا۔ اس لئے دلائل النبوۃ کی پیش نظر حدیث میں "سیب جیسے" لفظ سے سیب کی ساخت مراد ہے نہ کہ سیب جیسا پھیلاؤ۔ اور پیچھے حدیث ۱۰۵ میں جو یہ الفاظ گزرے ہیں کہ ختم نبوت حجلہ عروسی کے مہرے جیسی تھی اس کا مفہوم بھی اسی کے قریب ہے۔ کیونکہ حجلہ عروسی کا مہرہ کبوتری کے انڈے جتنا ہی عموماً ہوتا ہے۔ سیب جتنا نہیں۔ اور بعض علماء نے تو حدیث ۱۰۵ کے الفاظ مثل زرا لحجلہ کی تشریح یہ کی ہے کہ حجلہ ایک پرندہ ہے اور زر اس کا انڈا اور یوں اس کا مفہوم حدیث جابر بن سمرہؓ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس مہر نبوت پر تل کے نشانات کی ترتیب کچھ یوں تھی کہ لفظ محمد لکھا نظر آتا تھا۔ جبکہ شیخ ابن حجر مکی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ مہر نبوت پر یہ لکھا تھا۔

اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ تَوَجَّهْ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ۔

(ترجمہ) اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ آپ جہاں چاہیں جائیں آپ نصرت یافتہ ہیں۔

تاہم اتنی لمبی تحریر کے بجائے صرف لفظ محمد کا لکھا ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ یاد رہے مسلم شریف کی حدیث جابرؓ میں یہ لفظ بھی ہے بشبہ جسدہ مہر نبوت کا رنگ آپ کے جسم والا ہی تھا اس سے مختلف نہ تھا۔ اور جسم سے ہم رنگ ہونا بہت ہی دل کش حسن کا باعث ہے۔

حاکم نے مستدرک میں وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ ہر پیغمبر کے دائیں ہاتھ میں علامت نبوت ہوا کرتی تھی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت پشت پر رکھی گئی۔ ایک فارسی شاعر نے خوب کہا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پھر اس نے ان لوگوں کے لئے دعوت کا اہتمام کیا۔ یہ سب پہنچ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کے پاس رہے۔ راہب نے کہا انہی بھی بلاؤ۔ آپ تشریف لائے تو آپ پر بدلی بدستور سایہ کناں تھی۔ کھانے سے واپسی پر راہب ان کے پاس آیا تو یہ لوگ اپنے درخت کے پاس پہنچ چکے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔

بحیرا ان کے پاس کھڑا ہو گیا اور اللہ کا واسطہ دے کر کہنے لگا اس بچے کو روم مت لے جاؤ اگر رومی اسے دیکھ کر اس کی صفات سے باخبر ہو گئے تو اسے قتل کر دیں گے۔

اچانک بحیرا نے دیکھا تو اسے روم کی طرف سے سات آدمی آتے دکھائی دیئے۔ اس نے ان کا استقبال کیا۔ اور پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے ہمیں معلوم ہوا تھا کہ اس مہینے میں وہ نبی آدھر آئے گا۔ چنانچہ روم کی طرف جانے والے ہر راستے پر لوگ بھیج دیئے گئے ہیں اور ہم ادھر آنکلے راہب نے کہا کیا تمہارے بعد کوئی تم سے بڑا دستہ بھی آرہا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ ہمیں تو اس کی آمد کی اطلاع دی گئی اور ہم ادھر آگئے۔

راہب نے کہا تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ کسی کام کی تکمیل کا فیصلہ فرمادے تو کوئی شخص اسے روک سکتا ہے کہنے لگے نہیں۔ چنانچہ وہ مان گئے اور راہب کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے اس کے ہاں اقامت پذیر ہو گئے۔

راہب پھر قافلہ والوں کے پاس آیا اور کہا اس بچے کا وارث کون ہے؟ ابو طالب نے کہا میں! راہب انہیں سمجھاتا رہا تا آنکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلال کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ راہب نے زاد سفر کے لئے آپ کو کعک اور زیتون کا نذرانہ دیا۔

آپؐ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر شام جاتے ہیں اور نسطورا راہب سے ملاقات ہوتی ہے

(۱۰۴) نفیسہ بنت امیہ اخت یعلی سے روایت ہے کہتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچیس

نبوت را توئی آں نامہ در دست
کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

مہر نبوت کی تعریف میں اعلیٰ حضرت کے سلام کا یہ شعر کس قدر معنی خیز پر مغز اور کیف آور ہے؟

حجر اسود کعبہ جان و دل یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

☆ (۱۰۳) (تخریج) واقعہ بحیرا راہب کو ترمذی نے حدیث ۳۶۲۴ پر روایت کیا اور صحیح حدیث قرار دیا ہے حاکم نے بھی اسے روایت کیا اور حدیث صحیح کہا ہے۔ علاوہ ازیں ابن ابی شیبہ بیہقی اور خرائطی و دیگر محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

سال کو پہنچے ۔ تو مکہ میں آپ کو صرف لفظ "امین" سے پکارا جانے لگا ۔ کیونکہ آپ میں شرافت وانسانیت کی تمام خوبیاں حد کمال تک پہنچ چکی تھیں ۔

ابو طالب نے ایک دن کہا اے بھتیجے ! میں بے سرمایہ انسان ہوں زمانہ ہم پر سخت ہو گیا ہے اور سال ہا سال سے غربت ہمارے تعاقب میں ہے مال ہے ، نہ تجارت ۔ اور یہ تمہاری قوم کا قافلہ شام جانے کے لئے تیار ہے اور خدیجہ بنت خویلد تمہاری قوم کے آدمیوں کو مال تجارت دے کر بھیجا کرتی ہے وہ وہاں تجارت کرتے اور نفع کماتے ہیں ۔ اگر تم بھی اس کے پاس جا کر تقاضا کرو تو وہ جلد مان جائے گی اور دوسروں پر تمہیں ترجیح دے گی ۔ کیونکہ وہ تمہاری طہارت کے قصے سن چکی ہے ۔ میں اگرچہ تمہارا شام جانا مناسب نہیں سمجھتا اور تمہارے متعلق مجھے یہودیوں سے ڈر ہے مگر اس کے سوا کوئی چارہ کار بھی تو نہیں ۔

حضرت خدیجہؓ تجارت پیشہ عورت تھیں شرافت و دولت کی مالک ۔ آپ کے قافلہ ہائے تجارت دوسرے قریشی قافلوں کے ساتھ شام جاتے ۔ آپ مضاربت پر لوگوں کو مال دیتی تھیں ۔ اور یوں بھی ساری قوم قریش تجارت پیشہ تھی ۔ اگر کوئی تاجر نہ ہوتا تو اس کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شائد وہ خود ہی مجھے پیغام بھیجے ابو طالب نے کہا مجھے ڈر ہے کہ وہ کسی اور کو مال دے دے گی اور تم ناکام رہ جاؤ گے یہ گفتگو کر کے دونوں اپنی اپنی راہ پر ہو لئے ۔

حضرت خدیجہؓ کو اس گفتگو کا علم ہو گیا ۔ وہ پہلے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت امانت اور اخلاق کریمانہ کی داستانیں سن چکی تھیں ۔ کہنے لگیں مجھے نہیں خیال کہ وہ ایسا کریں گے ۔ تاہم اس نے پیغام بھجوایا کہ میں نے آپ کی صداقت وامانت کا تذکرہ سن رکھا ہے اس لئے آپ کو تکلیف دے رہی ہوں ۔ میں دوسروں کی نسبت آپ کو دوگنا مال دوں گی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام قبول فرمالیا ۔

آپ ابو طالب سے ملے اور انہیں مطلع کیا ۔ وہ کہنے لگے ۔ اللہ نے یہ رزق تمہیں پہنچایا ہے ۔ چنانچہ آپ حضرت خدیجہؓ کے غلام "میسرہ" کے ساتھ شام جا پہنچے ۔ آپ کی پھوپھیوں نے اہل قافلہ کو آپ کی حفاظت کے متعلق وصیت کی تھی ۔

آپ میسرہ کے ساتھ بصریٰ میں ایک درخت کے نیچے ایک راہب کے معبد کے پاس اترے جسے "نسطورا" کہتے تھے (تاریخ خود کو دہرانے لگی)

راہب میسرہ کو پہچانتا تھا اس لئے اس سے پوچھنے لگا یہ درخت کے نیچے کون آکر فروکش ہوا ہے ؟ میسرہ نے کہا اہل حرم میں سے ایک قریشی ہے ۔ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے کوئی نبی ہی آکر فروکش ہوا کرتا ہے (چند دن ڈیرہ لگایا کرتا ہے) پھر اس نے پوچھا کیا اس کی آنکھوں میں سرخی ہے ؟ میسرہ نے کہا ہاں ہمیشہ رہتی ہے ۔

قَالَ الرَّاهِبُ هٰذَا هُوَ وَهُوَ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَيْتَ اَنِّيْ اَدْرَكْتُهٗ حَتّٰى يُؤْمَرَ بِالْخُرُوْجِ فَوَعٰى ذٰالِكَ مَيْسَرَةُ -

(ترجمہ) راہب نے کہا یہ نبی ہے اور آخر الانبیاء ہے ۔ اے کاش میں وہ زمانہ پاتا جب انہیں مبعوث کیا جائے گا۔ میسرہ نے یہ بات دل میں محفوظ کر لی۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بصری کی منڈی میں گئے ۔ لایا ہوا سامان فروخت کیا اور کچھ خریدا کسی سامان کے متعلق آپ کا ایک شخص سے کچھ اختلاف ہوا اس نے کہا میں لات وعزی کی قسم اٹھاتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان کی قسم ہرگز منظور نہیں ۔ مجھے ان سے سخت نفرت ہے آئندہ یہ قسم نہ اٹھانا۔ اس نے کہا جیسے آپ کی مرضی ۔

پھر وہ شخص میسرہ کو ایک طرف لے جاکر کہنے لگا۔

يَا مَيْسَرَةُ هٰذَا نَبِيٌّ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَنَّهٗ لَهُوَ هُوَ وَيَجِدُهٗ اَحْبَارُنَا مَنْعُوْتًا فِيْ كُتُبِهِمْ فَوَعٰى ذٰالِكَ مَيْسَرَةُ -

اے میسرہ ! یہ نبی ہے اور اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی نبی ہے جسے ہمارے علماء اپنی کتابوں میں مذکور پاتے ہیں میسرہ نے یہ بات بھی محفوظ کر لی۔

اس کے بعد سارا قافلہ لوٹ پڑا ۔ میسرہ نے دیکھا کہ جب دوپہر کا وقت ہوتا گرمی سخت ہو جاتی تو دو فرشتے نظر آتے جو آپ کو سورج سے بچاتے ۔ جبکہ آپ اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال تجارت لے کر واپس تشریف لائے اور دوسروں کی نسبت دوگنا زیادہ نفع کمایا۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ کو طے شدہ شرح منفعت سے دوگنا نفع دیا۔

شیخ (ابو نعیمؒ) فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، آپ کی والدہ کے نکاح، مدت حمل دودھ پلانے اور بچپن میں شق صدر جیسے امور اپنے ضمن میں اس قدر عظمت و کرامت لئے ہوئے ہیں کہ عقل انسانی طریقہ متعارف پر از خود اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ ایسی عظیم الشان ہستی کا اعلان نبوت کرنا عین حق ہے۔

علاوہ ازیں علماء اہل کتاب کا اپنی کتابوں کی روشنی میں اور کاہنوں کا اپنے علم کے زور پر آپ کی آمد کی بشارت دینا اور آپ کی تشریف آوری کا منتظر رہنا بھی آپکی نبوت ورسالت پر شمس نصف النہار سے زیادہ روشن دلیل ہے یہ وہ " دلائل النبوۃ " ہیں جو متلاشیان حق وصداقت کے لئے مینارہ نور اور اہل ایمان کی استقامت کے لئے مژدہ لطف وسرور ہیں۔

مالک کونین تھے اور بکریاں چرا گئے

(۱۰۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجوریں اتار رہے تھے آپ نے فرمایا سیاہ کھجوریں اتارو وہ زیادہ اچھی ہوتی ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ فرمایا۔

مَابَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَاعِيَ غَنَمٍ۔

کوئی ایسا نبی ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں؟

(۱۰۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا جو بکریاں چرانے والا نہ ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور آپ بھی؟ فرمایا میں بھی اپنے گھر والوں کے لئے مکہ میں قیراط (۱) کے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا۔

تینتیس (۳۳) سالہ عمر میں حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ کر قوم کو خونریزی سے بچالیا

آپ کی نبوت و رسالت کی صحت پر یہ واقعہ بھی شاہد عادل ہے کہ نہایت جاہلانہ دور میں آپ نے حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے اس کی جگہ پر رکھ کر قریش کو اختلاف سے بچالیا۔ ایسے جاہلانہ دور میں اس قدر دانشمندانہ فیصلہ کرنے والا شخص اگر دعویٰ نبوت کرے تو عقل اسے تسلیم کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔

(۱۰۷) مجاہد سے روایت ہے کہ مجھے میرے مولا عبداللہ بن سائب نے بتلایا کہ میں کعبۃ اللہ کے معماروں میں شامل تھا۔ ان دنوں میں نے ایک پتھر کو از خود تراش کر اپنے گھر میں (عبادت کے لئے) رکھا ہوا تھا۔

قریش (نے کعبۃ اللہ کی عمارت بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے اسے گرا کر از سر نو تعمیر کیا اور حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے میں ان) کا اختلاف ہو گیا۔ قریش کا ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت ہمیں ملے حتیٰ کہ

---

(۱) جبکہ بخاری اور طبقات ابن سعد میں ہے۔

وَاَنَا رَعَيْتُهَا لِاَهْلِ مَكَّةَ

اور میں نے بھی اہل مکہ کی بکریاں چرائی ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ابو طالب کے زیر کفالت تھے مگر ابو طالب کے پاس رہتے ہوئے بھی اس کے زیر بار نہ تھے بلکہ خود محنت مزدوری کر کے ابو طالب اور اس کی اولاد کی پرورش کرتے تھے۔ قیراط نصف دانق ہوتا ہے۔ دینار کے چھٹے حصے کا چوتھائی حصہ یعنی الی کے دانہ کے برابر چاندی کے بنے ہوئے ایک سکہ کو قیراط کہا جاتا تھا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دن کی اجرت ہوتی تھی۔ آپ کی سیرت کے اس پہلو میں یتیموں کے لئے کتنا بڑا درس عمل ہے۔

قریب تھا جنگ کے لئے تلواریں نکل آئیں تب وہ کہنے لگے جو شخص حرم کعبہ میں ابھی سب سے پہلے داخل ہو گا اسے فیصل مان لیا جائے، جو وہ فیصلہ کرے سب کے لئے قابل قبول ہو گا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ان دنوں آپ کو امین کہا جاتا تھا۔

قریش کہنے لگے قد دخل الامین امین آگیا۔ کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ پر راضی ہیں آپ جو فیصلہ کریں ہم قبول کریں گے آپ نے ایک کپڑا منگوایا اور اسے بچھا کر اس کے وسط میں حجراسود رکھ دیا پھر قریش کے سب قبیلوں سے فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص اس کپڑے کا ایک کونہ پکڑ لے۔ چنانچہ وہ لوگ کپڑے کو پکڑ کر حجراسود والی جگہ تک اٹھا لائے پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے پتھر اٹھا کر اپنی جگہ نصب کر دیا۔

(۱۰۸) معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے حجراسود کو اپنی جگہ رکھنے کے مرحلہ پر پہنچے تو ان میں اختلاف واقع ہو گیا۔ چار قبیلے باہم الجھ پڑے قریب تھا کہ ان میں شدید جنگ چھڑ جائے (۱) انہوں نے باہم فیصلہ کیا کہ جو شخص ابھی سب سے پہلے حرم میں آئے اسے فیصل مان لیا جائے اور انہوں نے رب کعبہ کی قسم اٹھا کر اس کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کا عہد کیا۔

اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف لے آئے۔ یہ اعزاز اللہ نے آپ کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ ان دنوں آپ کو امین کہا جاتا تھا۔ قریش پکار اٹھے یہ عبدالمطلب کا بیٹا امین آگیا وہ ہمارا فیصل ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

آپ ان کے قریب آئے اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگے اے فرزند عبدالمطلب! حجراسود کو رکھنے میں ہم باہم الجھ پڑے اور حسد میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس دروازہ سے پہلے داخل ہونے والا شخص ہمارا فیصل ہو گا۔ تو آپ تشریف لے آئے آپ ایسا حکم فرمائیں جو قوم کے لئے باعث فلاح و امن ہو۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اسی جھگڑے میں کعبۃ اللہ کی تعمیر پانچ دن تک رکی رہی بنی عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا ایک کٹورا لا کر رکھ دیا اور اس میں سے اپنے ہاتھ بھگو لئے یعنی اشارہ کر دیا کہ اگر ہمیں حجراسود رکھنے کا اعزاز نہ ملا تو ہم قوم کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیں گے۔ الغرض عرب کے بڑے بڑے دانا جمع تھے مگر پانچ دن تک بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے بالآخر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت سے یہ مسئلہ حل ہوا۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز ایک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

آپ نے ایک کپڑا بچھایا۔ اور حجراسود کو اس میں رکھ کر ارشاد فرمایا سب قبائل اس کپڑے کے کنارے پکڑلیں اور حجراسود کی جگہ پر لے چلیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر پتھر کو اپنی جگہ لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز اعلان نبوت سے سات سال قبل عطا فرمایا۔

(۱۰۹) عمر بن علیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے ہاتھ سے حجراسود اپنی جگہ رکھا جب قریش اس کے رکھنے میں اختلاف کر رہے تھے۔ جسے دیکھ کر ابو طالب بولے

اِنَّ لَنَا اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فِي الْحُكْمِ وَالْعَدْلِ الَّذِيْ لَا يُنْكَرُهٗ

ہمارے لئے اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبہ) کا پہلا اور پچھلا زمانہ حکمت وعدل میں ایسا ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

وَقَدْ جَهَدْنَا جُهْدَنَا لِنَعْمُرَهٗ وَقَدْ عَمَرْنَا خَيْرَهٗ وَاَكْثَرَهٗ

ہم نے کعبہ کی تعمیر میں پوری کوشش کی اور اس کا بہتر اور اکثر حصہ ہم نے تعمیر کیا۔

فَاِنْ يَّكُنْ حَقٌّ فَفِيْنَا اَكْثَرُهٗ

اگر یہ بات حق ہے تو اس کا وافر حصہ ہم (بنو ہاشم) کو ملا ہے۔

قبل بعثت آپ کی صداقت و شرافت ناقابل تردید تھی

شیخ ابو نعیمؒ کہتے ہیں کہ اعلان نبوت کے بعد بھی قریش اس بات کے معترف تھے کہ ہم نے آج تک آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

(۱۱۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۝ شعراء آیت ۲۱۴

ترجمہ:۔ اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب جہنم سے) ڈرائیں۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سب قبائل کو دعوت پر بلایا۔ اور فرمایا بتلاؤ اگر میں تمہیں کہوں کہ ایک لشکر جرار تم پر حملہ آور ہونے والا ہے کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟ کہنے لگے ہاں! ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا اِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ (ترجمہ) میں تمہیں ایک شدید ترین عذاب کے آنے سے پہلے اس سے ڈرا رہا ہوں۔

ابو لہب نے کہا کیا تو نے ہمیں اس مقصد کے لئے جمع کیا تھا؟ تو ہمیشہ ہلاکت میں مبتلا رہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ تبت یدا ابی لہب وتب (سورۃ لہب) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ اور وہ (واقعتاً) ہلاک ہو گیا۔

شیخ ابو نعیم کہتے ہیں قریش نے بعثت مبارکہ سے قبل بھی آپ کی صداقت کا متعدد بار اعتراف کیا تھا۔

(۱۱۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد عمرہ کرنے تشریف لے گئے ۔ اور ابو صفوان امیہ بن خلف کے ہاں قیام پذیر ہوئے کیونکہ امیہ جب بھی شام جاتا راستے میں مدینہ طیبہ میں آپ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا۔

امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا ذرا انتظار کرو جب آدھا دن گزر جائے اور لوگ غافل ہو جائیں تب تم جاکر طواف کر لینا ۔ چنانچہ جب کہ آپ بڑے اطمینان سے محو طواف تھے ابو جہل آگیا کہنے لگا یہ اس قدر اطمینان سے کون طواف کر رہا ہے ؟ حضرت سعدؓ نے کہا میں سعد ہوں ۔ کہنے لگا تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کو (مدینہ منورہ میں) پناہ دے رکھی ہے اور یہاں اتنی بے خوفی سے طواف کر رہے ہو ؟ ابھی یہ جھگڑا ہو رہا تھا کہ امیہ نے آکر سعدؓ سے کہا ابو جہل پر آواز نہ اٹھاؤ ! یہ اس وادی مکہ کا سردار ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا اگر تم مجھے طواف سے روک دو گے تو خدا کی قسم میں شام کی طرف تمہاری آمدورفت کا سلسلہ کاٹ کے رکھ دوں گا ۔ امیہ نے پھر آپ کو ابو جہل سے الجھنے سے روکا۔ لیکن آپ کو طیش آگیا اور آپ نے کہا۔

ہمیں چھوڑ دو ! میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ آپ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں قتل کریں گے ! امیہ نے کہا کیا مجھے ؟ کیا مجھے ؟ کہا ہاں تمہیں ! اور خدا کی قسم آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

یہ سن کر امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا کہنے لگا کچھ سنا ہے تم نے کہ میرے یثربی مہمان نے کیا کہا ہے پھر اسے ساری بات سنادی ۔ وہ کہنے لگی تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔

جب جنگ بدر کے لئے کوس رحلت بجا اور کفار جنگ کے لئے نکلے تو امیہ کو اس کی بیوی نے کہا تمہیں یاد نہیں کہ تمہارے یثربی بھائی نے کیا کہا تھا ؟ امیہ نے فوراً ارادہ جنگ ترک کر دیا ۔ مگر ابو جہل نے اسے کہا تم تو وادی مکہ کے سردار ہو ہمارے ساتھ ایک دو دن کے لئے ضرور چلو ۔ چنانچہ وہ چل پڑا اور بدر میں پہنچ کر واصل جہنم ہو گیا (اور زبان نبوت سے نکلی ہوئی پیش گوئی پوری ہو کر رہی) ۔

بارہویں فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اخلاق کریمانہ اور صفات حمیدہ

خلقہ القرآن

(۱۱۲) جبیر بن نفیرؒ سے روایت ہے کہ میں حج پر گیا۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملا۔ آپ سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا آپ فرمانے لگیں کان خلقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے (قرآن کی عملی تفسیر ہے)

(۱۱۳) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا اخلاق بہتر نہیں ہو سکتا جب بھی آپ کا کوئی صحابی یا گھر کا فرد آپ کو بلاتا تو آپ فرماتے لبیک (میں حاضر ہوں) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انک لعلی خلق عظیم" سورۃ قلم آیت نمبر ۴۔ اور آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔

آپ کا عوام الناس سے حسن سلوک

(۱۱۴) خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابتؓ (حسان بن ثابتؓ کے بھائی) کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق کچھ بتلایئے۔ آپ نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا جب بھی آپ پر وحی اترتی آپ مجھے بلاتے۔ میں حاضر ہوتا اور وحی لکھ لیتا۔

اور جب ہم آپ سے دنیا کی بات کرتے آپ بھی دنیا کی بات کرتے۔ اگر ہم آخرت کا ذکر چھیڑتے تو آپ ہمیں آخرت کی باتیں بتلانا شروع کر دیتے۔ اگر کھانے کا ذکر چلتا تو بھی آپ ہمارے ہم نوا ہوتے۔ میں ان سب معاملات میں آپ کی احادیث تمہیں بتلا سکتا ہوں۔

(۱۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے لطف و کرم اپنی جولانیوں پر تھا۔ کس خنک تر صبح میں کوئی غلام۔ لونڈی یا بچہ آپ کو کہیں سے پانی لانے کے لئے کہتا تو آپ اس کے لئے پانی لے آتے اور اس کا چہرہ اور ہاتھ دھلواتے۔ کوئی شخص آپ سے سوال کرتا تو آپ اس کی طرف کان لگا لیتے اور جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کر لیتا آپ اس سے توجہ نہ

ہٹاتے۔ اور اگر کوئی آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ بلا تکلف پکڑا دیتے اور جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا نہ چھڑواتے۔

(۱۱۶) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی دو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے آپ ان میں سے آسان کو لے لیتے بشرطیکہ کہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے۔ آپ نے کبھی اپنے لئے کسی سے انتقام نہ لیا۔ البتہ حدود الٰہیہ توڑی جاتیں تو آپ اللہ کی رضا کے لئے انتقام لیتے۔

ازواج سے حسن سلوک

(۱۱۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو کبھی نہ مارا۔ اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کبھی کسی کو ہاتھ سے ضرب لگائی۔ اگر آپ پر کوئی زیادتی کرتا تو اس سے انتقام نہ لیتے۔ ہاں! اگر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود شرعیہ پامال کی جاتیں تو آپ رضاء الٰہی کے لئے انتقامی کاروائی ضرور کرتے تھے۔

خدام سے حسن سلوک

(۱۱۸) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نے کئی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی مارا نہ گالی دی نہ ڈانٹ پلائی۔ اور نہ کبھی ناراض ہوئے۔ اگر میں آپ کے کسی حکم کی تکمیل میں کوتاہی کرتا تو مجھے کبھی نہ جھڑکتے۔ اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے جھڑکتا تو اسے فرماتے۔ چھوڑ دو اسے! اگر یہ کام تقدیر میں لکھا ہوتا (جو خادم نہیں کر سکا) تو وہ ضرور ہو کر رہتا۔

گنواروں اور پاگلوں سے حسن سلوک

(۱۱۹) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا (پاگل تھی) ایک مرتبہ کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں شخص کی ماں! تو مجھے جدھر لے جانا چاہتی ہے لے چل! میں تیرے ساتھ چلوں گا۔ وہ آپ کو ایک طرف لے گئی اور آپ سے سرگوشی میں بات کرتی رہی۔ جب وہ بات مکمل کر چکی تب آپ واپس تشریف لائے (پاگل کا بھی دل نہیں توڑا)

(۱۲۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ نے موٹے کنارے والی نجران سے آئی ہوئی ایک چادر کندھوں پر رکھی ہوئی

تھی۔

اچانک ایک دیہاتی شخص آدھمکا۔ اس نے آپ کو چادر سے پکڑ کر خوب زور سے جھنجوڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سخت جھنجوڑنے سے آپ کی گردن مبارک پر چادر کے موٹے کنارے سے نشان پڑ گئے۔ پھر وہ کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پاس جو اللہ کا مال ہے مجھے اس میں سے کچھ دو! آپ نے اسے ایک نظر دیکھا اور مسکرا دیئے۔ اور حکم فرمایا کہ اسے کچھ دے دیا جائے۔ (۱)

---

(۱) راقم الحروف نے یہاں چند اشعار کہے ہیں جو نذر قارئین ہیں۔

۱۔ ہے دربان اُن کا روح امین — اور مسند ناز ہے عرش بریں
پہنچا جہاں پہ کوئی نہیں — بلغ العلی بکمالہ

۲۔ کفر وشرک سب دور کیا — اور جورو جفا کافور کیا
سارا جہاں پرنور کیا — کشف الدجی بجمالہ

۳۔ کوئی منگتا خالی لوٹایا نہیں — کبھی شکوہ زبان پر آیا نہیں
کسی ایک کا دل بھی دکھایا نہیں — حسنت جمیع • خصالہ

۴۔ جو درود انہیں پہنچاتا ہے — رب اس کو اپنا بناتا ہے
خود اللہ یہ فرماتا ہے — صلوا علیہ وآلہ

تیرھویں فصل

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر گناہ سے معصوم اور دشمنوں کی ہر سازش سے ہمیشہ محفوظ رکھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین (ہمزاد) مسلمان ہو گیا تھا

(۱۲۲) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ قرین (ساتھی)، بنا دیا گیا ہے (جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ! آپ کے ساتھ بھی (یعنی کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان بطور قرین ہے ؟) فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر کامیابی دی اور وہ اسلام لے آیا۔ اس لئے وہ مجھے نیکی ہی کا مشورہ دیتا ہے۔

آپ کے اس ارشاد "وہ اسلام لے آیا" کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرا تابع ہو گیا اس لئے مجھے برائی کا حکم نہیں دیتا۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے وہ مسلمان ہو گیا۔ اس طرح یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری کہ صرف آپ کا قرین شیطان۔ مسلمان ہو گیا تھا۔

آپ قبل بعثت بھی جاہلیت کی رسوم سے ہمیشہ دور رہے

(۱۲۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے حسن بن محمد بن علی اپنے والد کے واسطے سے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے میں نے دو مرتبہ کے علاوہ کبھی بھی یعنی قبل بعثت دور جاہلیت کی کسی رسم کو اپنانے کی کوشش نہیں کی اور دونوں مرتبہ اللہ نے مجھے خطا سے معصوم رکھا۔

ایک رات میں نے بالائی مکہ میں جہاں ہم بکریاں چراتے تھے اپنے ساتھی لڑکے سے کہا میری بکریوں کی دیکھ بھال رکھنا میں آج رات مکہ میں کہانی سننے جارہا ہوں جیسے دوسرے نوجوان سنتے ہیں ! کہنے لگا بہتر ہے چنانچہ میں نکلا ابھی مکہ کے قریب ہی تھا کہ پہلے گھر سے گانے اور ڈھول باجے کی

آوازیں سنائی دیں ۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ کہنے لگے قریش کے فلاں مرد و عورت کی شادی ہو رہی ہے میں وہ موسیقی سننے میں شاغل ہو گیا اور اسی دوران میری آنکھ لگ گئی۔

پھر تب بیدار ہوا جب سورج کی شعاعوں نے مجھے آجگایا۔ میں اپنے ساتھی کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا تم اتنی دیر کیا کرتے رہے ؟ میں نے اسے سارا ماجرا سنا دیا۔ دوسری رات میں نے اس سے پھر وہی تقاضا کیا اس نے اجازت دے دی میں نے پھر وہی گزشتہ رات والی آوازیں سنیں اور میں انہیں سننے بیٹھ گیا تا آنکہ مجھے نیند آگئی ۔ پھر دن چڑھے آفتاب کی تمازت سے بیدار ہوا ۔ اور اپنے ساتھی کے پاس آیا۔ اور اس کے پوچھنے پر اسے وہی گزشتہ واقعہ کہہ سنایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللهِ مَا هَمَمْتُ بَعْدَ هُمَا بِسُوْءٍ مِّمَّا يَعْمَلُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ حَتّٰى اَكْرَمَنِيَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِنُبُوَّتِهٖ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد میں نے دور جاہلیت کی کسی رسم کی طرف دھیان نہ دیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کر دیا۔

(۱۲۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ کہتی ہیں (مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک بستی) بوانہ میں ایک بت تھا۔ قریش اس کے پاس حاضر ہوتے اس کی تعظیم کرتے اس کے چرنوں میں بھینٹ چڑھایا کرتے اس کے پاس سر منڈواتے اور پورا دن اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہ ان کا سالانہ دن ہوتا تھا۔

ابو طالب بھی اپنی قوم سمیت وہاں جایا کرتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چلنے کے لئے کہا کرتا۔ مگر آپ انکار فرما دیا کرتے ۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ابو طالب آپ پر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا تم نے ہمارے خداؤں کے خلاف جو روش اپنا رکھی ہے مجھے یہ خطرناک محسوس ہونے لگی ہے ۔ آپ کی پھوپھیاں بھی اس دن آپ پر سخت ناراض تھیں ۔ کہنے لگیں اے محمد ! (صلی اللہ علیہ وسلم) قوم کی عید میں تمہارے شامل ہونے سے ایک فرد کا اضافہ ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے ۔

چنانچہ وہ آپ کو مجبور کر کے لے گئے ۔ مگر آپ وہاں سے غائب ہو گئے جب تک کے لئے اللہ نے چاہا۔ پھر واپس تشریف لائے تو گھبرائے ہوئے تھے۔

پھوپھیوں نے پوچھا کیوں گھبرائے ہو ؟ فرمانے لگے مجھے ڈر ہے کہ مجھے کوئی اثر ہو جائے گا۔ کہنے لگیں اللہ تعالیٰ تمہیں شیطان کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا ۔ تم میں تو ہر بھلائی موجود ہے۔ تو تم نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا۔ میں نے جب بھی بت سے قریب ہونا چاہا ایک دراز قامت سفید رنگ آدمی میرے سامنے آتا اور مجھے چیخ کر کہتا اے محمد ! (صلی اللہ علیہ وسلم) پیچھے ہٹ جاؤ اسے مت ہاتھ لگانا (۱)

---

(۱) یاد رہے اس حدیث کے راویوں میں ابو بکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ عامری بھی ہے ۔ جس کے متعلق

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی عید میں کبھی شامل نہیں ہوئے۔

(۱۲۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (قبل بعثت) اپنے عم زاروں کے ساتھ ایک مرتبہ اس بت کے پاس کھڑے تھے جو زمزم کے قریب نصب تھا اور اسے اساف کہا جاتا تھا۔ آپ نے کعبہ کی چھت پر نگاہ دوڑائی اور وہاں سے چل دیئے۔ عم زادوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اس بت کے پاس کھڑا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

قبل بعثت بھی آپ نے غیر خدا کے نام پر ذبح شدہ گوشت کبھی نہ کھایا

(۱۲۶) سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے سنا تھا کہ زید بن عمرو بن نفیل غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور کا گوشت نہ کھاتے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی ایسا گوشت کبھی نہ کھایا تا آنکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت سے سرفراز کر دیا۔

شیخ ابو نعیمؒ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و حفاظت میں یہ بات شامل ہے کہ آپ اپنی قوم کی طرح تعری نہ کرتے تھے (برہنہ نہ ہوتے تھے) تو جو کام اس سے بھی بڑے ہیں ان سے آپ کا معصوم ہونا تو از حد ضروری ہے۔

(۱۲۷) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (قبل بعثت) دوران تعمیر کعبہ تہبند باندھے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ کے چچا عباسؓ نے آپ سے کہا اے بھتیجے! اگر تم تہبند کھول کر کندھوں پر رکھ لو تاکہ پتھر تمہارے کندھے نہ چھیل دیں تو یہ بہتر نہیں؟

تہذیب التہذیب کے الفاظ ہیں۔ رمی بالوضع اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے یعنی بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ اپنی طرف سے حدیث بنا لیا کرتا تھا۔ اس لئے یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ بت کے قریب جانا ظاہر ہے اس کی عبادت اور محبت کے لئے ہوتا ہے جو کفر اور گمراہی ہے اور ایسی چیز کے لئے دل میں خواہش کا پیدا ہونا بھی تو معیوب اور گناہ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبل بعثت بھی گناہ سے محفوظ رکھا تھا۔

تیسری یہ بات بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بت کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے اور بتوں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ بحیرا راہب نے جب کہا کہ اے محمد! میں تجھے لات و عزی کی قسم دیتا ہوں تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا۔ لات و عزی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ مجھے تو ان سے سخت نفرت ہے اسی طرح بقول میسرہ غلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بصری کے بازار میں ایک دکاندار نے کہا کہ آپ لات و عزی کی قسم اٹھائیں تو آپ نے اسے جواب دیا۔ میں ان کی قسم نہیں اٹھا سکتا۔

میں ان کے قریب سے گزر جاتا ہوں اور ان بتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا، تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ بت کے قریب گئے ہوں اور اسے [illegible] کی تعظیم کرنے کا ارادہ [illegible]۔

چنانچہ آپ نے اسے کھول کر کندھوں پر رکھا ہی تھا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر آرہے اس کے بعد آپ کبھی عریاں نہیں ہوئے۔

(۱۲۸) انہی جابرؓ سے روایت ہے کہ جب کعبہ کی تعمیر ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباسؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لانے لگے حضرت عباسؓ نے آپ سے کہا اپنا تہبند کندھوں پر رکھ لو تاکہ تمہارے کندھے پتھر سے محفوظ رہیں۔ اتنے میں ہی آپ زمین پر گر گئے۔ اور آنکھیں آسمان میں گڑ گئیں۔ پھر آپ اٹھے اور فرمانے لگے میرا تہبند؟ میرا تہبند؟۔ اور فوراً آپ نے تہبند باندھ لیا۔ (۱)

(۱۲۹) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تعمیر کعبہ کے دوران قریش نے دو دو کی ٹولیاں بنا لیں مرد پتھر لا رہے تھے اور عورتیں گارا وغیرہ۔

کہتے ہیں میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھے پتھر لا رہے تھے ہم اپنے تہبند پکڑ کر کندھوں پر رکھ لیتے اور پتھر لے آتے اور جونہی ہم لوگوں کے قریب آتے تہبند پہن لیتے۔

آپ میرے آگے چل رہے تھے کہ اچانک آپ بیہوش ہو کر گر پڑے میں دوڑتا ہوا آیا۔ دیکھا تو آپ کی نگاہیں آسمان میں پیوست تھی میں نے کہا اے بھتیجے! تمہاری حالت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے روک دیا گیا ہے کہ برہنہ ہو کر چلوں۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں نے آپ کی بات نوٹ کر لی تا آنکہ اللہ نے آپ کی رسالت کا اظہار کر دیا۔

(۱۳۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابو طالب چاہ زمزم کی مرمت کر رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بچے تھے اور پتھر لا رہے تھے۔ آپ نے اپنے تہبند کو پتھروں کی رگڑ سے بچنے کے لئے استعمال کیا (۲)

---

(۱) ظاہر ہے صرف تہبند کھول دینے سے جبکہ قمیص پہن رکھی ہو۔ آدمی کا ستر برہنہ نہیں ہو جاتا۔ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کا کھلنا بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا اس لئے نشاندہی کر دی گئی۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ کسی نے آپ کا ستر نہیں دیکھا پیچھے صفحہ ۱۳۷ میں فرمان گزرا ہے کہ مِنْ كَرَامَتِيْ عَلٰى رَبِّيْٓ اَنِّيْ وُلِدْتُ مَخْتُوْنًا وَّلَمْ يَرَ اَحَدٌ سَوْءَتِيْ اللہ کے ہاں میری تعظیم و تکریم میں یہ امر بھی ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا ہوں اور کسی نے میرا ستر نہیں دیکھا۔

علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد اول میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے یہ حدیث درج کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں دعویٰ کیا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے بھی کسی نے آپ کا ستر نہیں دیکھا۔

(۲) معلوم ہوا کہ کشف ستر کا واقعہ آپ کے بچپن کا ہے اور حدیث کے آخری الفاظ بتلا رہے ہیں کہ اس کے بعد آپ کا ستر کبھی برہنہ نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے اس کشف ستر سے عورت خفیفہ کا مکشوف ہو جانا مراد ہے، اور جس ستر کے مکشوف نہ ہونے کی خصوصیت آپ کے لئے (پیچھے حدیث نمبر ۸۸ میں گزری ہے اس سے عورت غلیظہ مراد ہے۔

واللہ واعلم۔ احقر مترجم۔

اچانک ابو طالب کو آواز دی گئی کہ اپنے بیٹے کی خبر لو وہ بے ہوش پڑا ہے۔ جب آپ کو ہوش آیا ایک سفید پوش آدمی آیا اور کہنے لگا۔ پردہ کرو پردہ کرو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی علامت یہی تھی کہ آپ سے کہا گیا پردہ کرو۔ اس کے بعد آپ کا ستر کبھی برہنہ نہ ہو سکا۔

جب شیطان اپنے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوا

(۱۳۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں سر اقدس کو سجدہ میں رکھے ہوئے تھے کہ شیطان آگیا اس نے چاہا کہ آپ کی گردن کچل دے۔ اچانک جبریل امین آگئے انہوں نے اپنے دونوں پروں سے اس پر ایسی تیز ہوا چلائی کہ۔

فَمَا اسْتَقَرَّتْ قَدَمَاهُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَ الْاُرْدُنَ

اس کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے اور لڑھکتا ہوا ارض اردن میں جا گرا۔

(۱۳۲) ایک شخص نے عبدالرحمان بن جنبشؓ سے سوال کیا کہ جب شیطان اپنے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوا تھا آپ نے اس وقت کیا کارروائی کی تھی؟ کہنے لگے اس وقت پہاڑوں اور وادیوں سے شیطانی لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمڈتے چلے آئے۔ ان میں خود ابلیس بھی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے آپ کو جلا دینے کے لئے آپہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو بتقاضا بشری کچھ ڈر محسوس ہوا۔

اتنے میں جبریل امین آگئے اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھئے! فرمایا کیا پڑھوں؟ کہا یہ دعا پڑھیں!

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بِرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ

(ترجمہ) میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ جن سے کوئی نیک و بد آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہر اس چیز کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اللہ نے پیدا کی اسے عدم سے وجود دیا اور ظاہر کر دکھایا۔ اور شب و روز کے فتنوں سے بھی اور اچانک آجانے والے کی شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں بجز اس کے جو بھلائی لے کر آئے اے اللہ!

راوی کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تو شیطانوں کی آگ سرد ہو گئی اور اللہ نے انہیں نامراد کر کے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

(۱۳۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں اس رات نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ تھا جب آپ پر جن حملہ آور ہوئے ایک جن آتش بدست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا۔

جبریل امین نے کہا اے محمد ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو وہ کلمات نہ بتلا دوں کہ جب آپ انہیں کہہ لیں گے تو اس کی آگ سرد ہو جائے گی اور یہ ناک کے بل زمین پر آرہے گا ؟ آپ یہ دعا فرمائیں !

اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِهِ التَّامَّةِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بِرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ ۔

ترجمہ :۔ میں خدائے کریم کی رحمت اور اس کے کامل کلمات کے ساتھ جن سے کوئی نیک وبد آگے نہیں بڑھ سکتا پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترتی ہے یا اس کی طرف چڑھتی ہے۔ زمین میں پیدا کی گئی ہے یا اس سے باہر آتی ہے ۔ اور پناہ مانگتا ہوں رات کے فتنوں کے شر سے۔ اور شب و روز میں اچانک آجانے والوں کے شر سے بجز اس کے جو خیر لے کر آئے اے اللہ !

ترے رعب سے شہزوروں کے دم ٹوٹ گئے

(۱۳۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قریش حرم کعبہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے لات وعزیٰ اور مناۃ (جو ان کے یہاں تیسرا خدا تھا) اور نائلہ واساف کی قسمیں اٹھائیں کہ اگر ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر آگئے تو ہم ان پر یک بارگی حملہ آور ہو جائیں گے اور قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

آپ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں اور عرض کرنے لگیں آپ کی قوم کے سرداران نے تہیہ کر لیا ہے کہ آپ کو دیکھتے ہی مار ڈالیں گے اور انہوں نے آپ کی دیت خون بہا کا حصہ رسد بھی باہم تقسیم کر لیا ہے۔

آپ نے فرمایا اے جان پدر ! میرے وضو کے لئے پانی لاؤ۔ آپ نے وضو کیا اور حرم کعبہ میں تشریف لے گئے۔ قریش نے آپ کو آتے دیکھ کر کہا یہ وہی شخص ہے ؟

وَخَفَضُوْا اَبْصَارَهُمْ وَسَقَطَتْ اَذْقَانُهُمْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ وَعَقَرُوْا فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَلَمْ يَرْفَعُوْا اِلَيْهِ اَبْصَارَهُمْ وَلَمْ يَقُمْ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ۔

اور ساتھ ہی ان کی نگاہیں سجدہ ریز ہو گئیں۔ سر خم ہو گئے ٹھوڑیاں سینوں سے جا لگیں اور دم بخود

بیٹھے رہ گئے۔ اٹھنا تو کجا کسی کو نگاہ اٹھانے کی ہمت نہ رہی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سروں پر آکھڑے ہوئے آپ نے مشت خاک اٹھائی اور شاھت الوجوہ (چہرے سیاہ ہو گئے) کہتے ہوئے ان پر پھینک دی۔ چنانچہ اس مجلس میں موجود جس بھی کافر کو اس خاک کا کوئی ذرہ لگ گیا تھا وہ میدان بدر میں قتل ہو کر رہا۔

آپ موجود تھے مگر دشمن کو نظر نہ آئے

(۱۳۵) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تبت یدا ابی لہب الخ سورۃ لہب (ترجمہ) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

تو ابولہب کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ کے پاس حضرت ابوبکر بھی تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ذرا اوٹ میں ہو جائیں یہ کچھ ایسی نازیبا باتیں کہے گی جو آپ کے لئے باعث ایذا ہوں گی۔ کیونکہ یہ بد زبان عورت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ میرے اور اس کے درمیان پردہ ڈال دے گا۔

چنانچہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی۔ ابوبکر صدیقؓ سے کہنے لگی تمہارے ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری ہجو (۱) کی ہے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے۔ بخدا وہ شعر کہتے ہیں نہ شاعر ہیں۔ کہنے لگی یہ تو تم درست کہتے ہو یہ کہہ کر وہ پلٹ گئی۔ ابوبکر صدیقؓ نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ وہ آپ کو دیکھ نہیں پائی تھی؟ آپ نے فرمایا میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل تھا جو مجھے اس کی نگاہ سے اوجھل کر رہا تھا۔ تا آنکہ وہ واپس (۲) ہو گئی۔

(۱۳۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی، آگے مثل سابق حدیث مروی ہے۔

---

(۱) جب شاعر اپنے شعروں میں کسی کی مذمت کرے یا برائی بیان کرے تو اسے ہجو کہتے ہیں اور عرب میں اس کا کثرت سے رواج تھا ہر قبیلہ میں ایک شاعر ہوتا تھا جو دشمن قبائل کی ہجو میں اپنے فن کے جوہر دکھایا کرتا تھا۔

(۲) مفسرین فرماتے ہیں اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ۔ پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴۵

(ترجمہ) اور جب آپ نے قرآن پڑھا تو ہم نے آپ کے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔

اللہ نے نام محمد کو توہین سے بچالیا

(۱۳۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس پر حیرانی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی گالی گلوچ کو کس طرح مجھ سے دور کر دیا؟ وہ (مجھے محمد کہنے کی بجائے مذمم کہہ کر) کسی مذمم (قابل مذمت) کو گالی دیتے اور لعنت کرتے ہیں جبکہ میں تو محمد ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳۸) جعدہ بن خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ اتنے میں ایک آدمی پکڑ کر لایا گیا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ آپ کو قتل کرنے کی غرض سے آیا تھا! آپ نے اس شخص سے فرمایا ڈرو نہیں! ڈرو نہیں! اگر تم نے یہ ارادہ کیا ہے تو اللہ نے تجھے مجھ پر غلبہ نہیں دیا۔

سر لینے آیا تھا مگر سر دے گیا

(۱۳۹) شیبہ بن عثمانؓ کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین پر تشریف لے گئے تو میرے سینے میں وہ زخم ہرا ہو گیا جو حضرت علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے میرے باپ اور چچا کو قتل کر کے لگایا تھا میں نے کہا آج میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے خون کا بدلہ لوں گا۔

میں (جنگ کے دوران) آپ کے پیچھے سے آیا اور آپ کے قریب ہوتا چلا گیا۔ تا آنکہ صرف اتنا فاصلہ رہ گیا کہ میں تلوار اٹھا کر آپ کو مار ڈالوں مگر اچانک بجلی کی طرح چمکتا ہوا آگ کا ایک شعلہ میری طرف لپکا میں نے سمجھا کہ یہ مجھے بھسم کر دے گا۔ تو میں الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا او شیبہ! اور ساتھ ہی اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا۔ اللہ نے فوراً میرے سینے سے شیطان کو نکال باہر کیا۔

فَرَفَعْتُ اِلَیْهِ بَصَرِیْ وَهُوَاَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمِنْ کَذَا۔

اب جو میں نے آپ کی طرف نگاہ اٹھائی تو آپ مجھے اپنے وجود سے بھی زیادہ عزیز لگ رہے تھے۔

(۱۴۰) حسن بن جابر سے روایت ہے کہ بنی محارب کے ایک شخص غورث بن حارث نے اپنی قوم سے کہا میں تمہیں ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سر لا دیتا ہوں۔ قوم نے تعجب سے کہا تو انہیں قتل کرے گا۔

چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا۔ آپ تشریف فرما تھے اور جھولی میں تلوار تھی۔ وہ کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہاری تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں! تو اس نے آپ کی تلوار اٹھائی اور ہوا میں لہرانے لگا۔ (مگر اللہ اسے نامراد کرنے والا تھا) کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ

وسلم) تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ فرمایا نہیں میں تم سے کیوں ڈروں گا؟ کہنے لگا میرے ہاتھ میں تلوار ہے پھر بھی تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میرا محافظ تو میرا خدا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے تلوار میان میں ڈالی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹا دی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ (مائدہ: ۱۱)

(ترجمہ) اے ایمان والو! خود پر اللہ کی نعمت یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھانا چاہے۔ مگر اللہ نے تم سے ان کے ہاتھ روک دیئے۔

(۱۴۱) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ کسی جنگ سے واپس ہوئے۔ راستہ میں وادی ذات الرقاع پر ہم نے پڑاؤ کیا۔ ہمارا دستور تھا کہ اگر کوئی سایہ دار درخت مل جاتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیتے چنانچہ آپ درخت کے نیچے آرام فرماتے اور آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔

اتنے میں ایک مشرک آگیا اس نے آپ کی تلوار اٹھالی اور اسے لہراتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ فرمایا نہیں۔ کہنے لگا تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ فرمایا میرا محافظ تو اللہ ہے۔ راوی کہتا ہے اتنے میں صحابہ پہنچ گئے انہوں نے اسے دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں ڈال کر درخت سے حسب سابق لٹکادی۔

گوشت نے کہا حضور! مجھے نہ کھائیں میں زہر آلود ہوں

(۱۴۲) ...... ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت بھنی ہوئی (۱) بکری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ لائی۔ صحابہ نے اسے کھانا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ روک لو!

فَاِنَّ عُضْوًا لَّهَا يُخْبِرُنِیْ اَنَّهَا مَسْمُوْمَةٌ۔

اس بکری کا ایک ٹکڑا مجھے بتلا رہا ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔

چنانچہ آپ نے اس یہودی عورت کو پیغام بھیجا کہ آیا تم نے اس کھانے میں زہر ملایا تھا؟ کہنے

۱۔ عرب میں یہ رائج ہے کہ وہ گائے کا بچھڑا یا بکرا سالم بھون کر کھاتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ آج بھی رائج ہے بلکہ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔
ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر گئے اور گئیں بھنا ہوا بچھڑا لے آئے (مہمانوں کے لئے) (سورہ ہود آیت ۶۹)

لگی ہاں! میرا خیال تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو میں آپ سے لوگوں کو نجات دلادوں گی اور اگر سچے ہیں تو اللہ آپ کو ضرور خبردار کر دے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔ چنانچہ صحابہ نے کھایا اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوا۔

(۱۴۳)...... انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہرآلود بھنی ہوئی بکری لے کر آئی۔ آپ نے اس سے کچھ کھایا بعدازاں تحقیقات کے لئے اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے اس بارے میں سوال کیا وہ کہنے لگی ہاں۔ میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔

آپ نے فرمایا اللہ تمہیں مجھ پر کبھی غالب نہیں کرے گا یا آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ تمہیں کسی مسلمان پر غالب نہیں کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ فرمایا نہیں!

(۱۴۴)...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں جنگ سے فارغ ہو کر (مدینہ منورہ میں) واپس آیا تو مجھے سخت بھوک لگی تھی۔ اتنے میں ایک یہودی عورت سامنے سے مل گئی اس کے سر پر تھال تھا جس میں بکری کا بچہ بُھنہ ہوا رکھا تھا اور ہاتھ میں کچھ شکر بھی تھی۔ کہنے لگی اللہ کی تعریف ہے جس نے آپ کو سلامتی سے مدینہ پہنچایا۔ میں نے اللہ کے لئے نذر مانی تھی کہ اگر آپ سلامتی سے واپس تشریف لے آئے تو میں یہ بکری ذبح کروں گی اور بھون کر آپ کو کھانے کے لئے ہدیہ کروں گی۔

فَاسْتَنْطَقَ اللّٰهُ الْجَدْيَ فَاسْتَوٰى قَآئِمًا عَلٰٓى اَرْبَعِ قَوَآئِمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَا تَأْكُلْنِيْ فَاِنِّيْ مَسْمُوْمٌ۔

اللہ تعالیٰ نے بکری کو قوت گویائی دی اور وہ چاروں قدموں پر کھڑے ہو کر کہنے لگی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ کھانا میں زہر آلود ہوں۔

پرندے نے آپ کی نعلین مبارک سے سانپ نکال دیا

(۱۴۵)...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن اسی طرح آپ تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہننے لگے۔ ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ اور اوپر لے جاکر اسے پھینک دیا۔ تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَشَرِّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَشَرِّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ۔

(ترجمہ) .... اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (درندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔

آپ کا محافظ تو آپ کا خدا ہے (القرآن)

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابتداء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سوتے ہم کسی ممکنہ حملہ سے بچنے کے لئے آپ کے گرد سویا کرتے تھے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت عصمت اتاری۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ مائدہ آیت ۶۷

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا کر رکھے گا۔

وہ آپ کو پتھر مارنا چاہتا تھا مگر ہاتھ پتھر سے چمٹ گئے

(۱۴۶) ...... معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بنی مخزوم کا ایک آدمی ہاتھ میں پتھر اٹھائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لئے آیا۔ اس وقت آپ اپنی جبین نیاز در توحید پر رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تاکہ سجدے میں ہی آپ کا سر پتھر سے کچل دے۔

فَيَبِسَتْ يَدُهٗ عَلَى الْحَجَرِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اِرْسَالَ الْفِهْرِ مِنْ يَّدِهٖ۔

مگر اس کا ہاتھ پتھر کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور کوشش کے باوجود جدا نہ ہو سکا۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا تم بزدل ہو کر لوٹ آئے ہو؟ کہنے لگا میں نے بزدلی نہیں دکھائی مگر یہ ہاتھ چمٹ گیا ہے اور کوشش کے باوجود جدا نہیں ہوا۔ وہ بڑے حیران ہوئے دیکھا تو واقعی اس کی انگلیاں پتھر کے ساتھ چمٹ گئی تھیں۔ انہوں نے بڑی کوشش کے بعد انگلیاں چھڑوائیں۔ اور کہنے لگے۔ یہ بات تو واقعی قابل غور ہے۔

(۱۴۷) ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں بآواز بلند قرآن پڑھا کرتے اور قریش کے کچھ لوگ سن کر جلا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن وہ آپ کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ یک لخت ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ چمٹ گئے۔ اور آنکھوں سے دکھائی دینا بند ہو گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہماری یہ مصیبت ختم کروائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کے قریباً ہر قبیلہ سے کچھ رشتہ تھا۔

آپ نے ان کے لئے دعا کی تو ان کی یہ مشکل حل ہو گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اِلٰی قَوْلِہٖ لَایُؤْمِنُوْنَ

(ترجمہ) مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں سیدھے راستے پر۔

اور اس کے بعد والی آیات بھی اسی موقع پر نازل ہوئیں۔ راوی کہتا ہے مگر ان میں سے ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔

جب قریش نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا

(۱۴۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بڑھ رہے ہیں۔ اور کچھ لوگ باہر سے آکر بھی حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ تحریک قوت پکڑ گئی ہے اب ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خلاف اعلان جنگ کر دیں۔

تو دارالندوہ میں ان کا اجتماع ہوا یہ قصی بن کلاب کا گھر تھا جہاں قریش جمع ہو کر اجتماعی فیصلے کیا کرتے (وہ قبائلی جرگہ تھا) یہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورے بھی ہوا کرتے۔ چنانچہ اس مرتبہ کے اجلاس میں بڑی بھیڑ دکھائی دی اور اس دن کو یوم الزحمہ کہا گیا۔ اس اجلاس میں شیطان بھی شریک گفتگو تھا۔ وہ ایک موٹا سا کمبل اوڑھے جلیل القدر بوڑھے آدمی کی شکل میں آنمودار ہوا۔ اور کہنے لگا نجد کے شیخ نے تمہارے اس اجلاس کی اطلاع پائی تو حاضر ہو گیا تاکہ تمہاری باتیں سنے اور ممکن ہے کوئی اچھی رائے یا نصیحت کا کلمہ ہی پیش کر سکے۔ قریش نے کہا کیوں نہیں۔ آیئے تشریف رکھیں!

شیطان ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اجلاس میں قریش کے ہر قبیلہ کے نمائندہ لوگ موجود تھے۔ بنی عبدشمس سے عتبہ شیبہ (ربیعہ کے بیٹے) اور ابو سفیان بن حرب، بنی نوفل بن عبد مناف سے طعیمہ بن عدی جبیر بن مطعم اور حارث بن عامر بن نوفل، بنی عبدالدار بن قصی سے نضر بن حارث بن کلاۃ، بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے ابوالبختری بن ہشام زمعہ بن اسود بن مطلب اور حکیم بن حزام، بنی مخزوم سے ابو جہل بن ہشام، بنی سہم سے منبہ اور منبیہ (حجاج کے بیٹے) اور بنی جمع سے امیہ بن خلف شریک اجلاس تھے۔ قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کے لوگ بھی آئے تھے۔

مسئلہ یہ پیش کیا گیا کہ اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحریک تمہارے سامنے ہے اور اب باہر سے بھی لوگ اس کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ یہ شخص ایسے لوگوں کی شہ پر کسی دن ہمارے خلاف اعلان جنگ کر دے گا تو اتفاق رائے سے اس کے خلاف کوئی لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ بعض نے کہا اسے پا بہ زنجیر کر کے جیل میں ڈال دیا جائے اس کا بھی وہی حشر ہو گا جو اس جیسے دیگر شعراء زہیر اور نابغہ وغیرہ کا ہو چکا ہے۔ جیسے وہ قید خانہ میں سسکتے مر گئے تھے یہ بھی ایسے ہی انجام سے دوچار ہو جائے گا۔ نجد کے شیخ نے کہا نہیں! یہ تو کوئی اچھی رائے نہیں۔ اگر تم نے اسے قید میں ڈالا تو اس کے ساتھیوں کو خبر ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ یقیناً وہ تم پر حملہ کر دیں گے اسے آزاد کروالیں گے پھر ان کی تحریک پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر جائے گی اور انہیں غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے یہ رائے بہتر نہیں مزید مشورہ کرو۔

ایک اور شخص بولا کہنے لگا ہم اسے جلا وطن کر دیتے ہیں۔ جب یہ یہاں سے چلا گیا تو پھر ہمیں کیا حرج ہے جہاں چاہے جائے جہاں چاہے رہے ہم اس سے فارغ ہو گئے نجدی شیخ کہنے لگا یہ بھی کوئی رائے نہیں۔ تم نے دیکھا نہیں اس شخص کی بات کتنی عمدہ گفتگو کتنی شیریں اور اس کا کلام دلوں پر کتنا مؤثر ہے اگر تم نے ایسا کیا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کسی بھی قبیلہ میں جا بیٹھے گا۔ اپنی باتوں سے انہیں گرویدہ کرے گا وہ اس کے پیروکار ہو جائیں گے پھر یہ اپنا لشکر تیار کر کے تم پر حملہ آور ہو گا اور تمہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے گا اور جو چاہے گا تمہارا حشر کر ڈالے گا۔ کوئی اور رائے تلاش کرو۔

ابو جہل نے کہا میرے پاس بھی ایک رائے ہے۔ جو ابھی تک تمہارے ذہنوں میں نہیں آئی سب کہنے لگے وہ کیا ہے اے ابو الحکم؟ ابو جہل نے کہا میرا خیال ہے ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لیا جائے جو طاقتور اور حسب و نسب میں قبیلہ کا ممتاز فرد ہو۔ ان سب نوجوانوں کو کاٹ دار تلواریں دے دی جائیں وہ اس پر یک لخت ٹوٹ پڑیں اور اس کی زندگی کا چراغ گل کر کے دم لیں اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو اس کا خون تمام قبائل کے سر پر آئے گا اور اکیلے بنو عبد مناف کو تمام قبائل سے لڑنے کی ہمت نہ ہو گی پھر اگر وہ دیت مانگیں گے تو تمام قبائل مل کر دیت پوری کر دیں گے۔ شیخ نجد نے کہا اب بات ہوئی نا! اسے کہتے ہیں رائے! یہی ایک رائے تمہارے غموں کا مداوا ہے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق کر کے اجلاس برخاست کر دیا گیا۔

جبریل امین نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کیا اور کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں جہاں آپ روزانہ سوتے ہیں، چنانچہ جب رات کا ایک پہر گزر گیا۔ تو کفار آپ کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ انتظار کرنے لگے کہ آپ سو جائیں تو ہم حملہ آور ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھڑے دیکھا تو حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بستر پر سو جاؤ۔ اور میری یہ حضرمی سبز چادر اوڑھ لو۔

وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی چادر میں سویا کرتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے یزید ابی زیاد نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کر کے بتلایا کہ نوجوانان قریش آپ کے دروازہ پر پہنچے تو ابو جہل بھی ان کے ساتھ تھا وہ (از راہ تمسخر) کہنے لگا محمد یہ سمجھتا ہے کہ اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے پھر تمہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور اردن کی جنت جیسی تمہیں وہاں جنتیں ملیں گی۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو وہ تمہیں ختم کر ڈالے گا پھر تم مرنے کے بعد اٹھو گے تو تمہیں آگ میں جلنا ہو گا۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے مشت خاک اٹھائی اور فرمایا ہاں میں ایسے ہی کہتا ہوں اور تمہارا بھی یہی حشر ہو گا اتنے میں اللہ نے ان کی آنکھوں کا نور بند کر دیا انہیں کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سروں پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنے لگے اس وقت آپ یہ آیات تلاوت کر رہے تھے۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلیٰ قَوْلِہٖ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

(ترجمہ) مجھے حکمت والے قرآن کی قسم ہے آپ رسولوں میں سے ہیں (اس قول تک کہ) اب وہ دیکھ نہیں پاتے۔

اس کے بعد والی آیات بھی آپ نے پڑھیں جب آپ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان میں کوئی ایسا شخص نہ بچا تھا جس کے سر پر آپ نے کچھ مٹی نہ رکھی ہو پھر آپ جدھر جانا چاہتے تھے تشریف لے گئے۔ (۱)

کچھ دیر بعد ایک شخص وہاں سے گزرا جو ان میں سے نہ تھا اس نے کہا تمہیں کس کا انتظار ہے؟ کہنے لگے محمد کا۔ اس نے کہا خدا نے تمہیں نامراد کر دیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تمہارے پاس آئے تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی ڈالی اور اپنے کام کو چلتے بنے، کچھ اپنی حالت بھی تو دیکھو۔ ہر کسی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہاتھ میں مٹی آگئی اب یہ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ مگر وہاں گھر میں تو بستر پر حضرت علی ردائے رسول تانے محو خواب تھے۔ کہنے لگے قسم بخدا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو اپنی چادر میں سو رہا ہے۔ چنانچہ صبح تک وہیں کھڑے رہے۔

صبح حضرت علی اٹھے تو کفار نے کہا بخدا رات والے شخص نے ہمیں صحیح بتلایا تھا۔ چنانچہ اس واقعہ

---

(۱) حفیظ جالندھری نے یہاں خوب منظر کشی کی ہے۔

وہ ڈراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
گری برق نظر اس مجمع قاتل کی آنکھوں پر
کھنچی ہی رہ گئیں خون ریز و خون آشام شمشیریں
خدا نے خاک غفلت ڈال دی کفار کے سر میں

تلاوت سورۃ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا
کہ پٹی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں
رسول پاک پہنچے حضرت صدیق کے گھر میں

کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۔

(ترجمہ) جب کافر آپ کے متعلق مشورہ کر رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا باہر نکال دیں وہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کرتا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ (۱)

(۱۴۹) ...... عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نضر بن حارث اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتا اور آپ کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ دن کے بارہ بجے سخت گرمی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے نکلے۔ جب حجون پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ اور آپ ہمیشہ دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو نضر بن حارث نے آپ کو دیکھ لیا۔ کہنے لگا میں نے اسے یوں تنہا پہلے کبھی نہیں پایا تھا مجھے چاہئے کہ موقع پا کر اسے قتل کر دوں۔

وہ آپ کے قریب ہوا مگر اچانک لرزہ براندام ہو کر اپنے گھر کو بھاگ اٹھا ابو جہل راستے میں ملا۔ پوچھنے لگا اس وقت (گرمی میں) کہاں سے آرہے ہو؟ نضر نے کہا میں محمد کے پیچھے چلا تھا تاکہ اسے کسی طرح مار ڈالوں کیونکہ وہ بالکل تنہا تھا میں جب قریب ہوا تو دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر کچھ سیاہ رنگ کے بھوت سے ہیں اور منہ کھولے دانت نکال رہے ہیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا اور پلٹ کر بھاگا۔ ابو جہل کہنے لگا یہ اس کے جادو کا ہی ایک حصہ ہے۔

ابو جہل آپ کا سر کچلنے کے لئے پتھر لے کر آیا مگر ڈر کر بھاگ اٹھا

(۱۵۰) ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عتبہ شیبہ ابو سفیان بن حرب نضر بن حارث ابو البختری اسود بن مطلب زمعہ بن اسود ولید بن مغیرہ ابو جہل بن ہشام عبداللہ بن امیہ بن

---

(۱) معلوم ہوا کہ عرب کے وہ شہزور اور جنگجو نوجوان جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے آئے تھے ساری رات باہر کھڑے رہے اور انہیں دروازہ توڑ کر یا دیوار سے کود کر اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی کبھی آپ نے قاتلوں کا ایسا گروہ دیکھا ہے جو ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہو کر ایک نہتے آدمی کو مارنے کے لئے جائے مگر ساری رات اس کے دروازے کے سامنے کھڑے کھڑے گزار دے اور ایک قدم آگے بڑھانے کی انہیں جرأت نہ ہو سکے۔

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں — اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سر سروراں خم رہے — اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

یاد رہے اس حدیث کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے ابن اسحاق نے سیرت میں ابن سعد نے متعدد طرق سے طبقات میں اور طبرانی امام احمد بن حنبل اور ابن حبان نے اپنی اپنی مسند میں اسے روایت کیا ہے۔

خلف عاص بن وائل اور حجاج کے بیٹے منبیہ اور منبہ یہ لوگ حرم میں جمع ہوئے باہم مشورہ کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آدمی بھیجو! اس سے بات کرو (کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دے) اگر وہ نہ مانے تو پھر تم معذور ہوئے پھر جو چاہنا کر لینا۔

چنانچہ انہوں نے آپ کو پیغام بھجوایا کہ آپ کی قوم کے سرداران جمع ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت جلد تشریف لے آئے۔ آپ کا گمان تھا کہ شائد قوم پر ہدایت کا راستہ کچھ واضح ہوا ہے۔ آپ تو ان کی ہدایت کے لئے بڑے متمنی تھے اور ان کا جہنمی ہو جانا آپ پر شاق گزرتا تھا۔

جب آپ ان کی مجلس سے اٹھ کر واپس آئے تو ابو جہل نے کہا اے گروہ قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو تہیہ کر لیا ہے کہ وہ تو تمہارے دین کی تردید۔ تمہارے باپ دادا کی توہین اور تمہارے خداؤں کو برا بھلا کہنے میں ہی مصروف رہے گا اور میں نے تو اللہ کی قسم اٹھالی ہے۔ کہ کل میں ایک بڑا پتھر جسے میں اٹھا سکوں لے کر بیٹھوں گا۔ اور جب وہ سجدے میں جائے گا تو اس کا سر کچل کے رکھ دوں گا۔ چاہے تم مجھے اجازت دو یا منع کرو۔ اب بنو عبد مناف (آپ کے خاندان) نے جو کرنا ہے کر لے، کفار اسے کہنے لگے ہم تو تمہیں کبھی اس کی اجازت نہ دیں گے۔ اپنی مرضی سے جو چاہتے ہو کرو۔

اگلا دن چڑھا تو ابو جہل ایک بڑا سا پتھر سنبھال کر آپ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول حرم میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ کعبہ کے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان والی دیوار کے سامنے (جنوب کی طرف) کھڑے تھے اور کعبہ کو اپنے اور شام کے درمیان رکھ لیا تھا۔ (۱) آپ نماز پڑھ رہے تھے اور قریش اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے منتظر تھے کہ ابھی ابو جہل کی کسی کارروائی کی خبر آتی ہے۔

نقشہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

جب آپ سجدے میں گئے تو ابو جہل پتھر اٹھائے آپ کی طرف لپکا۔ مگر جب قریب آیا تو لرزہ براندام ہو کر پیچھے کو بھاگ اٹھا اس کا رنگ اڑ چکا تھا جسم پر کپکپی طاری تھی بازو شل ہو گئے تھے۔ اور پتھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

قریش اس کے قریب آئے اور کہنے لگے ابو الحکم! کیا بات ہے؟ کہنے لگا جب میں رات والے وعدے کے مطابق اسے مارنے کے لئے اٹھا۔ اور اس کے قریب ہوا تو ایک طاقتور اونٹ منہ کھولے

---

(۱) اس کا نقشہ درج ذیل ہے۔ اس نقشہ سے عیاں ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں یوں نماز پڑھتے تھے کہ کعبۃ اللہ اور قبلہ اول بیت المقدس دونوں آپ کے سامنے آجاتے تھے۔

شمال
مغرب
مشرق
جنوب
بیت المقدس
خلیج عقبہ
مدینہ منورہ
بیت اللہ شریف
نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا سمت نماز
بحر احمر
افریقہ

میری طرف لپکا۔ بخدا میں نے اس جیسی کوہان گردن اور دانت کسی اونٹ کے نہیں دیکھے۔ وہ چاہتا تھا کہ مجھے کھا جائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتلایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ حضرت جبریل تھے۔ اگر ابوجہل قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔ ابوجہل کی یہ بات سن کر نضر بن حارث نے کہا اے قریش! تم پر وہ مصیبت آ پڑی ہے کہ قبل ازیں تم ایسی مصیبت سے کبھی دوچار نہ ہوئے تھے۔

(۱۵۱) ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اربد بن قیس بن جعفر بن خالد بن کلاب اور عامر بن طفیل بن مالک مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عامر کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں اسلام لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا تمہارے حقوق اور فرائض دیگر مسلمانوں ہی کی طرح ہوں گے۔ عامر نے کہا کیا آپ کے بعد مجھے حکومت مل سکتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تجھے ملے گی نہ تیری قوم کو البتہ تمہیں لشکر اسلام کی مدد کرنا ہوگی کہنے لگا اس وقت تو میں لشکر نجد کی مدد میں ہوں۔ ایسا کریں کہ آپ میرے لئے دیہات کی حکومت مقرر کر دیں اور اپنے لئے شہروں کی حکومت رکھ لیں آپ نے فرمایا نہیں؟

پھر جب یہ دونوں اٹھنے لگے تو عامر نے آپ سے کہا میں تمہارے مقابلہ میں اس قدر سوار و پیادہ لشکر لاؤں گا کہ یہ وادی بھر جائے گی۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں اس سے باز رکھے گا۔

باہر نکل کر عامر نے اربد سے کہا میں محمد کو باتوں میں لگالوں گا اور تم اس پر تلوار چلا دینا۔ اگر یہ قتل ہو گیا تو لوگ (صحابہ کرامؓ) زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ دیت لے کر راضی ہو جائیں گے۔ جنگ پر آمادہ نہیں ہوں گے (معاذ اللہ) اور ہمارے لئے دیت کی ادائیگی کوئی مشکل نہیں۔ اربد نے کہا میں یہ کام کر دوں گا۔

تو دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ آئے۔ عامر نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ میں تمہارے ساتھ کچھ بات کرنا چاہتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگے اربد نے تلوار سونت لینا چاہی مگر اس کے بازو نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ وہ تلوار نہ سونت سکا اور کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پلٹ کر اربد کی طرف دیکھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔

عامر اور اربد آپ کے یہاں سے نکل کر مقام حرہ واقم پہنچے۔ وہاں پڑاؤ کیا۔ اتنے میں وہاں حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ آپہنچے۔ اور کہا اے دشمنان خدا ٹھہر جاؤ خدا تم پر لعنت کرے! عامر نے کہا اے سعد! یہ دوسرا کون ہے؟ کہا یہ اسید بن حضیر صاحب لشکر ہے۔

چنانچہ یہ دونوں وہاں سے بھاگ اٹھے مگر ابھی ارض واقم (مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ) پہنچے تھے کہ اربد پر خدا نے آسمان سے بجلی اتاری اور اسے جلا کر بھسم کر ڈالا۔ رہا عامر تو وہ بھاگتا ہوا خریب پہنچا اللہ نے اس کے جسم میں پھوڑا پیدا کر دیا۔ اسے بنی سلول کی ایک عورت کے گھر رات آ گئی۔ وہ اپنے پھوڑے کو اپنی زبان سے چوستا تھا اور کہہ رہا تھا بنی سلول کی عورت کے گھر میں اونٹ کے پھوڑے جیسی مصیبت نے آلیا، اب اس کی تمنا تھی کہ یہیں مر جائے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور راستے میں ہی واصل جہنم ہو گیا۔

(۱۵۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے ایک بار لوگوں سے پوچھا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چہرے کو گرد آلود کرتا ہے؟ (حرم میں آکر نماز پڑھتا ہے؟) لوگوں نے کہا ہاں کہنے لگا اگر اب میں نے اسے ایسا کرتے دیکھ لیا تو اس کی گردن مروڑ دونگا اور واقعتاً اس کا چہرہ گرد آلود بنا دونگا۔

کہتے ہیں آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا۔ مگر فوراً ہی الٹے پاؤں واپس بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھ سے خود کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسے کہا گیا ابو جہل! کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں نے اپنے اور اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ایک خوفناک خندق دیکھی ہے اور پروں والے فرشتے دیکھے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیت اتاری۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى

ہاں ہاں بے شک انسان سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ خود کو غنی سمجھتا ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ سورہ علق آیت ۱۸

وہ اپنی قوم کو لے آئے ہم اپنے فرشتے لے آئیں گے۔

سرداران قریش نے آپ کو ایذا دی تو آپ نے انہیں قتل کا مژدہ سنا دیا

(۱۵۳) ...... عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے قریش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ لئے ہوئے صرف ایک بار دیکھا تھا۔ جب انہوں نے سایہ بیت اللہ میں میٹنگ کی۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر محو نماز تھے عقبہ بن ابی معیط نے اٹھ کر اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال دی اور اس قدر زور سے کھینچا کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لوگوں نے شور مچا دیا ان کا گمان تھا کہ آپ ابھی قتل ہوئے۔

اتنے میں ابو بکر صدیق دوڑتے آئے اور پیچھے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بازوؤں سے تھامتے ہوئے بولے او کافرو! کیا تم ایک شخص کو صرف اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

چنانچہ وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور دوبارہ کعبہ کے سائے میں جا بیٹھے۔ آپ نے نماز ادا کی اور فراغت کے بعد ان کی مجلس پر سے گزرے۔ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى حَلْقِهٖ

اور اپنے خلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں فرمایا اے گروہ قریش مجھے تو (تمہارے) ذبح کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔ ابو جہل نے کہا اے محمد (ﷺ) تم جاہل تو نہیں۔ آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا تم بھی ان (ذبح ہونے والوں) میں سے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ

فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَمَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ اِلاَّ بِالذَّبْحِ ...... الخ

"آپ نے فرمایا اے گروہ قریش اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تمہارے پاس (تمہارے) ذبح کا پیغام لایا ہوں۔" آپ کی اس بات سے وہ یوں دم بخود ہو کر رہ گئے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور وہ آپ کا یہ کلام سن کر اس قدر ڈھیلے پڑ گئے کہ ابھی کچھ دیر پہلے جو ان میں بڑا بد گو تھا اب اس کی گفتگو سب سے نرم تر ہو چکی تھی۔ اور وہ یوں کہہ رہا تھا اے ابو القاسم آپ راہ ہدایت پر چل کر تشریف لے جائیں بخدا آپ نے کبھی جاہلانہ بات نہیں کی (آپ کے ارشاد سے انہیں اپنی قتل گاہ نظر آنے لگی تھی اور اپنا انجام بد دکھائی دینے لگا تھا۔)

(۱۵۴)...... ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابن الحکم کہتی ہیں میں نے اپنے دادا حکم سے کہا اے گروہ بنو امیہ! میں نے تم سے زیادہ عاجز تر کوئی قوم نہیں دیکھی اور نبی ﷺ کے متعلق تمہاری رائے سے بدتر کوئی رائے نہیں پائی۔ دادا نے کہا اے پوتی! ہمیں ملامت نہ کر! میں تجھے اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ بتلاتا ہوں۔

ہم قریش کو ایک عرصہ دیکھتے رہے کہ وہ نبی ﷺ کو دیکھ کر آپ پر آوازے کستے تھے۔ اور پھر انہوں نے اتفاق کر لیا کہ آپ کو پکڑ کر مارا جائے ہم اتفاق رائے کرنے کے بعد آپ کو پکڑنے آئے، اچانک ہم نے ایک (دہشت ناک) آواز سنی۔ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے مکہ کا ہر پہاڑ پھٹ رہا ہے اور آتش فشاں بن گیا ہے ہم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اور تب ہوش آیا جب آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر جا چکے تھے۔

دوسری رات ہم نے پھر وہی عزم مذموم کیا۔ جب آپ ﷺ مسجد میں آئے ہم آپ ﷺ کو مارنے کے لئے لپکے۔ اچانک صفا و مروہ دونوں پہاڑ آپس میں مل گئے اور ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہو گئے۔ خدا کی قسم ہم نے اس واقعہ سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

ابو جہل نے جلال مصطفوی ﷺ سے مرعوب ہو کر حق دار کو حق دیدیا

(۱۵۵)...... عبداللہ بن عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی جو بڑے علامہ تھے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ

اراش سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں اپنا اونٹ لایا جو اس سے ابو جہل بن ہشام نے خرید لیا۔ اور قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ وہ شخص قریش کی ایک مجلس پر آ کھڑا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد حرام کے ایک کونہ میں تشریف فرما تھے۔

وہ مجلس قریش سے کہنے لگا اے قریش! کیا تم میں سے کوئی شخص ابوالحکم بن ہشام سے مجھے میری رقم دلوا سکتا ہے؟ میں غریب و مسافر شخص ہوں اس نے میرا حق دبا لیا ہے۔ اہل مجلس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے از راہ تمسخر کہا اس شخص کو دیکھ رہے ہو؟ وہ تمہیں ابو جہل سے رقم دلوا دے گا اس کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابو جہل کا آپ سے کیسا برتاؤ ہے۔

وہ شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا اے بندہ خدا! ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق مار لیا ہے۔ میں غریب و مسافر ہوں میں نے اس قوم سے فریاد چاہی تھی مگر انہوں نے تمہاری طرف اشارہ کیا ہے۔ تم مجھے اس سے حق دلوا دو اللہ تم پر رحم کرے۔ آپ نے فرمایا میں ابھی اس کے پاس چلتا ہوں چنانچہ آپ اس کے ساتھ ہو لئے۔ قریش نے یہ دیکھا تو ایک شخص سے کہنے لگے تم ان کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ اب کیا ہوتا ہے۔

وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَآءَهٗ فَضَرَبَ عَلَيْهِ بَابَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ مُحَمَّدٌ فَاخْرُجْ اِلَيَّ قَالَ فَخَرَجَ اِلَيْهِ وَمَا فِيْ وَجْهِهٖ رَائِحَةٌ قَدِ انْتُقِعَ لَوْنُهٗ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کے گھر پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے کہا کون ہے؟ آپ نے فرمایا محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آؤ میری بات سنو! ابو جہل باہر نکلا تو اس کے چہرے میں خون کا قطرہ تک نہ تھا (خوف سے چہرہ زرد ہو گیا تھا) اور رنگ اڑ چکا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اس آدمی کا حق کیوں نہیں دیتے؟ کہنے لگا ہاں دیتا ہوں۔ آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی لایا۔ وہ اندر گیا اور رقم لا کر اس مسافر کو تھما دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور اس اراشی مسافر سے کہا اب جاؤ اپنا کام کرو۔

اراشی مسافر اسی مجلس قریش کے پاس پھر آیا اور کہا اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے اس نے مجھے میرا حق دلوا دیا۔ اتنے میں وہ آدمی بھی آ گیا جسے اہل مجلس نے آپ کے پیچھے بھیجا تھا۔ اہل مجلس نے پوچھا تمہارا بھلا ہو تم نے کیا دیکھا؟ وہ کہنے لگا میں نے عجیب سے عجیب تر منظر دیکھا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آیا تو اس کے بدن میں جان تک نہ تھی (۱) انہوں نے اسے کہا

---

(۱) اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "نصرت بالرعب" رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے پیچھے دیکھئے حدیث ۲۲ اسی لئے تو کہنے والا کہتا ہے۔

تیرا آنا تھا کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے — اور تیرے رعب سے شاہزادوں کے دم ٹوٹ گئے

اس کا حق دیدو وہ کہنے لگا ہاں۔ یہیں ٹھہرو میں ابھی لاتا ہوں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اس کی رقم اسے لادی۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جہل بھی آگیا۔ اہل مجلس نے کہا۔ بخدا ہم نے اس سے قبل تمہیں ایسا کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کہنے لگا افسوس ہے تم پر۔ بخدا جب اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو میرا دل خوف سے بھر گیا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا اس کے سر کے اوپر ایک طاقتور اونٹ ہے۔ اس جیسی کوہان گردن اور دانت میں نے کسی اونٹ کے نہیں دیکھے خدا کی قسم اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ابو جہل سے کہا کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ڈر گئے تھے؟ کہنے لگا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اس کے ساتھ کچھ آدمی دیکھے جن کے ہاتھوں میں چمکتے بھالے تھے ابو قزاعہ کی روایت میں ہے کہ اگر میں اسے رقم نہ دیتا تو وہ بھالے میرا پیٹ چاک کر جاتے۔

چودھویں فصل

دور ابتداء وحی میں ظاہر ہونے والے "دلائل النبوۃ"

ہو گیا قرآن کا اقرا سے آغاز نزول

(۱۵۶) ...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ کو سچی خوابیں آنے لگیں۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ طلوع فجر کی طرح ظاہر ہو کر رہتی۔ پھر آپ کو خلوت گزینی پسند آگئی۔ آپ غار حرا میں جا کر کئی کئی راتیں مسلسل مصروف عبادت رہنے لگے۔ آپ اپنا سامان خورد و نوش ساتھ لے جاتے۔ واپس آتے تو سیدہ خدیجہؓ مزید سامان دے دیتیں۔

حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَآءَ فَجَآءَهُ الْمَلَكُ فِيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِقْرَءْ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔

اچانک ایک دن آپ پر وحی آگئی۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا "یا رسول اللہ"! پڑھئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔

تو اس نے مجھے بازوؤں میں لے کر خوب بھینچا مجھے جس سے تکلیف ہونے لگی۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے مجھے دوبارہ پکڑ کر بھینچا جس سے مجھے تکلیف ہوئی اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے مجھے تیسری بار پکڑا اور دبایا مجھے تکلیف محسوس ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور یہ کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھئے جس نے سب کو پیدا کیا۔

اس سے آگے بھی اس فرشتے نے سورۃ علق کی چند آیات پڑھیں۔ (۱)

---

(۱) اس مقام کی مختصر تشریح یہ ہے کہ اقرا باسم ربک سے مالم یعلم تک کی چند آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی جانے والی سب سے پہلی وحی قرآنی ہے جس کا پہلا لفظ اقراء ہے۔ اس لفظ کا لغوی معنی تو صرف اتنا ہے۔ پڑھئے! مگر اس کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج سے لے کر آپ لوگوں پر اللہ کا کلام اور پیغام پڑھئے بھٹکی ہوئی انسانیت کو علم و عرفان الٰہی کی دولت عطا کیجئے اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایئے!

ابھی جبریل امین نے وحی کے اگلے الفاظ نہیں بولے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً کہا "ما انا بقاری" میں تو

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پڑھا ہوا نہیں کسی مدرسہ میں گیا نہیں کسی انسان سے پڑھنا لکھنا سیکھا نہیں اور قلم ہاتھ میں پکڑا نہیں۔ پھر میں اس اتنی بڑی عملی تحریک کو کیسے چلا سکوں گا۔ اس کے لئے تو چاہئے کہ آدمی پڑھا لکھا ہو بڑا قلم کار ہو خط و کتابت کر سکتا ہو مضمون نویسی میں ماہر ہو ورنہ علم کیسے پھیل سکے گا۔

اب جبریل امین نے وحی کے اگلے الفاظ بھی پڑھ کر سنا دیئے جن میں آپ کے اس سوال کا بڑا کافی شافی جواب بھی موجود تھا کہ

بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔

یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کے رب کا حکم ہے کہ آپ لوگوں پر اللہ کا کلام پڑھیں اور ان بھٹکے ہوؤں کو علم سکھلائیں آپ کے لئے تو

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

کی عظمتیں لکھی ہوئی ہیں۔ رہا آپ کا یہ سوال کہ "مانا بقاری" میں پڑھا ہوا نہیں اور قلم چلانا سیکھا نہیں تو آپ کا رب بڑی قدرتوں والا ہے۔ قلم کے ذریعہ بھی اسی سے انسان کو علم ملتا ہے۔ جس خدا نے قلم کے ذریعہ سے علم پھیلایا ہے وہی خدا قلم کے بغیر ہی آپ کی زبان کی برکت سے ان پڑھوں کو آسمان علم کے ستارے بنا دے گا۔

حقیقت کبریٰ یہودی اور عیسائی دنیا کے تمام اصاغر و اکابر قرآن کو ایک آسمانی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رسول ماننے پر تیار نہیں ان کا کہنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بڑے دانشور بڑے پڑھے لکھے اور ماہر مقنن تھے اس لئے پہلی کتابوں کو پڑھ کر اپنی طرف سے ایک کتاب بنا کر سیاسی طور پر کامیاب ہو گئے۔

اے کاش اگر انہیں چشم بصیرت حاصل ہوتی اور وہ "مانا بقاری" اور ایسی ہی دیگر احادیث کی روشنی میں آپ کی سیرت کا حق بین نگاہوں سے مطالعہ کر لیتے تو اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتے مگر

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

کے ہوتے ہوئے ان سے ایسی توقع کب رکھی جا سکتی ہے۔

گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء وحی کے موقع پر

مَآ اَنَا بِقَارِئٍ

فرما کر اپنی حیثیت رسالت کو ایسے عجب انداز میں ظاہر کر دیا ہے کہ حقیقت بے غبار ہو گئی ہے اور قرآن کا منزل من اللہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔ اگر اب بھی مستشرقین کو حقیقت نظر نہیں آتی تو پھر اسے کور باطنی ہی کہا جا سکتا ہے۔

رہا یہ امر کہ جبریل امین نے آپ کو تین مرتبہ بازوؤں میں لے کر کیوں دبایا تو اس کی وجہ شیخ محقق مدارج میں یہ بیان فرماتے ہیں۔ آپ کے وجود میں انوار ملکوتی داخل کئے گئے تھے نیز اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ آپ پر ایک بہت بڑا امتحان آ پڑا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو آپ کے شانے لرز رہے تھے۔ آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے انہیں سارا واقعہ سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ وہ کہنے لگیں آپ خوش ہوں! خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچی بات کہتے ہیں بے کسوں کے کام آتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں۔ راہ حق میں پیش آمدہ مصائب پر لوگوں کی داد رسی کرتے ہیں۔

بعدازاں حضرت سیدہ خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی جوان کا چچازاد بھائی تھا کے پاس لے کر گئیں وہ دور جاہلیت میں عیسائی ہو گیا تھا۔ عربی کتابیں لکھتا تھا۔ اس نے انجیل کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا جس قدر اللہ نے چاہا، وہ بڑھاپے کی وجہ سے اندھا ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے اسے کہا اپنے بھتیجے کی بات سنو! (۱) ورقہ نے کہا۔ اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ کہنے لگا۔ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اتارا گیا تھا اے کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں یہاں سے نکال دے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ مجھے نکال دیں گے؟ کہا ہاں تمہارے جیسا کلام جو نبی بھی لے کر آیا اسے ایسی ہی عداوت و ایذاء سے دو چار ہونا پڑا۔ اگر میں نے تمہارا زمانہ پایا تو میں تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ پھر چند ہی دن بعد ورقہ بن نوفل کا وصال ہو گیا۔ (۲)

---

(۱) یاد رہے ورقہ بن نوفل کو ہم مومن تو کہہ سکتے ہیں صحابی نہیں کہہ سکتے۔ مومن تو اس لئے کہ وہ توحید پرست تھا مشرک نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی اپنی رسالت کی لوگوں کو دعوت نہ دی تھی کہ وہ فوت بھی ہو گیا اور جب اس کی آپ سے ملاقات ہوئی ہے اس وقت اس نے کہہ دیا تھا کہ

اِن یَكُ حَقًّا یَا خُدَیجَۃُ فَاعلَمِیْ حَدِیثُكِ اِیَّانَا فَاَحمَدُ مُرسَلٌ۔

اگر یہ سچ ہے اے خدیجہ تو جان لو۔ تمہاری بات کا مطلب یہی ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تاہم اس نے واضح طور پر آپ کی رسالت پر اقرار کا اعلان نہیں کیا۔ اس لئے کہ ابھی اس کو ایسا کرنے کی دعوت بھی نہیں دی گئی تھی اور وہ شرعاً اس کا مکلف بھی نہ تھا۔ اور صحابی اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ صحابی وہ ہوتا ہے جو آپ کے اعلان نبوت پر لبیک کہتا ہوا ایمان لائے اور کچھ وقت آپ کی صحبت اختیار کرے۔ اسی لئے ابو بکر صدیق کو سب سے پہلا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، ورنہ ورقہ کو سب سے پہلا صحابی کہنا چاہئے۔ تاہم یہ مسئلہ علماء میں مختلف فیہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) یاد رہے اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "اِنِّیْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ" نیز آپ کا گھبرانا اور گھر آکر فرمانا "زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ" مجھے چادر اوڑھا دو مجھے چادر اوڑھا دو تمام امور کا سبب یہ تھا کہ آپ منصب نبوت کی جلالت و عظمت کو ذہن میں لا کر اور یہ سوچ کر کہ اب بڑی سخت آزمائش کا دور شروع ہونے والا ہے۔ بشری تقاضا کے پیش نظر خوف محسوس کر رہے تھے، اس کا منشا ہرگز یہ نہ تھا کہ آپ حقیقت حال کو سمجھ ہی نہ پائے تھے کہ مجھ سے کیا ہو گیا اور کون تھا مجھے اقراء کہنے والا اور پتا ہی نہ تھا کہ مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پھر وحی ایک عرصہ تک کے لئے بند ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہو گئے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے اس کے مطابق آپ کا غم واندوہ اس قدر بڑھ گیا کہ آپ کئی مرتبہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھے تاکہ وہاں سے خود کو نیچے گرا دیں۔ مگر آپ جب بھی ایسا ارادہ کرتے جبرئیل وہاں آ ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ تو اللہ کے سچے رسول ہیں تو آپ کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا طبیعت کو سکون ہو جاتا اور آپ گھر لوٹ آتے۔ مگر جب عرصہ تک پھر بھی وحی نہ آئی تو آپ پھر ویسا ہی ارادہ کرنے لگے اور جبرئیل امین نے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر آپ کو پھر وہی تسلی دلائی۔

زہری کہتے ہیں مجھے ابو مسلمہ نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث روایت کر کے بتلائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی بند ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ایک دن میں کہیں جا رہا تھا اچانک میں نے آسمان سے آواز سنی میں نے سر اٹھایا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان بچھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ میں واپس آیا اور گھر والوں سے کہا مجھے چادر اوڑھا دو مجھے چادر اوڑھا دو انہوں نے مجھ پر کمبل دے دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ

اے کمبل اوڑھنے والے! اٹھو اور لوگوں کو گناہ و معصیت سے ڈراؤ

آغاز وحی کے بعد ہر شجر و حجر سے آواز آنے لگی السلام علیک یا رسول اللہ

(۱۵۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہؓ نے نذر مانی کہ ایک مہینہ غار حرا میں اعتکاف کریں گے اتفاق سے وہ ماہ رمضان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات (غار سے) باہر نکلے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے آواز سنی "السلام علیک!" میں نے اسے

آپ کی گھبراہٹ کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی مرتبہ قرآن کریم جیسی کتاب جس کا حال یہ ہے کہ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو آپ اسے دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا۔ کے نزول کی وجہ سے بدن مبارک پر کپکپی طاری ہو گئی حتیٰ کہ یوں لگا جیسے جان ہی جاتی رہے گی۔

اور یہ بھی ذہن نشین ہو جائے کہ ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کا جانا بھی عدم علم منصب رسالت کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ اس لئے تاکہ مزید یقین و اطمینان حاصل ہو جائے جو کہ نور علی نور کے حکم میں آتا ہے۔ شیخ محقق نے مدارج النبوۃ جلد دوم باب سوم ۵۷ (اردو) میں یہی لکھا ہے۔ اور یا اس لئے کہ آپ چاہتے تھے کہ ورقہ بن نوفل جیسے عالم کتب سماوی کو بھی میری رسالت سے خبر ہو جائے اور اس کی تصدیق کرنے کی وجہ سے لوگوں کے لئے میرے دین کو قبول کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

کسی جن کی آواز سمجھا۔ میں جلدی سے واپس خدیجہؓ کے پاس آیا انہوں نے مجھ پر چادر ڈال دی۔ اور کہنے لگیں اے فرزند عبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا میں نے آواز سنی ہے "السلام علیک" اور اسے جن کی آواز سمجھا ہوں۔ وہ کہنے لگیں آپ خوش ہوں۔ یہ تو اچھے الفاظ ہیں

میں پھر ایک مرتبہ باہر نکلا تو دیکھا کہ جبریل امین سورج کے اوپر کھڑے ہیں ان کا ایک پر مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں۔ میں یہ دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا۔ جب میں واپس ہونے لگا تو جبریل میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے۔ وہ مجھ سے گفتگو کرتے رہے تا آنکہ میں ان سے مانوس ہو گیا۔ وہ مجھ سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔

میں ان کے وعدہ کے مطابق وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گیا۔ مگر انہوں نے دیر کر دی۔ میں واپسی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں جبریل و میکائیل نے آسمان کے ایک کنارے کو ڈھانپ رکھا ہے جبریل نیچے اتر آئے اور میکائیل زمین و آسمان کے درمیان کھڑے رہے۔ جبریل نے مجھے پکڑ کر پشت کے بل لٹا دیا۔ پھر میرا سینہ چاک کر کے دل نکالا اور اس میں سے اللہ کی مرضی کے مطابق جو چاہا نکالا پھر میرے دل کو سنہری طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر دل کو اپنی جگہ لگا کر سینہ بند کر دیا پھر انہوں نے مجھے الٹا لٹا دیا۔ اور میری پشت پر مہر (نبوت) لگائی جس کی ٹھنڈک میں نے دل میں محسوس کی۔

پھر وہ کہنے لگے پڑھئے! میں نے کوئی کتاب پڑھی ہی نہ تھی اس لئے پڑھنے کو کچھ نہ پاسکا انہوں نے پھر کہا پڑھئے! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ کہنے لگے یہ پڑھو!

اقرا باسم ربک الذی خلق (سورۃ علق نمبرا ترجمہ) اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھئے جس نے (آپکو) پیدا کیا۔

انہوں نے آگے بھی چار آیات پڑھیں مجھے ان میں سے کچھ نہ بھولا پھر انہوں نے ایک شخص سے میرا وزن کیا میں اس سے بھاری نکلا۔ انہوں نے ایک اور شخص ساتھ ملا دیا میں پھر بھی بھاری رہا۔ انہوں نے سو انسانوں کے ساتھ مجھے تولا تو میں پھر بھی وزنی ثابت ہوا تب میکائیل نے کہا رب کعبہ کی قسم ان کی امت ضرور ان کی پیروی کرے گی۔

اس کے بعد جو بھی پتھر اور درخت مجھے ملتا یہ آواز دیتا "السلام علیک یارسول اللہ!" میں خدیجہؓ کے پاس آیا تو وہ بھی یہ کہہ رہی تھیں "السلام علیک یارسول اللہ"

ورقہ بن نوفل اور نعت محمد سید الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۵۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے عم زادہ! جب آپ کے پاس وہ آنے والا (فرشتہ)

آئے تو کیا آپ مجھے بھی آگاہ کر سکتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! خدیجہؓ کہتی ہیں ایک دن جبریل آئے تو میں آپ کے پاس تھی آپ نے فرمایا خدیجہ! میرے پاس آنے والا آگیا ہے۔ میں نے کہا آپ میرے دائیں پہلو میں آکر بیٹھ جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے دائیں طرف آکر بیٹھ گئے میں نے کہا کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ میری بائیں طرف آجائیں۔ چنانچہ آپ ادھر آگئے۔ میں نے کہا اب آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا دیکھ رہا ہوں۔

حضرت خدیجہؓ کہتی ہیں میں نے اپنا دوپٹہ اتار کر بال کھول دیئے اور پھر پوچھا کہ اب آپ اسے ملاحظہ کر رہے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم یہ مکرم فرشتہ ہے شیطان نہیں۔ پھر میں ورقہ بن نوفل کے پاس گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بتلائی۔ ورقہ نے یہ اشعار کہے۔

اِنْ یَّکُ حَقًّا یَاخُدَیْجَۃُ فَاعْلَمِیْ حَدِیْثَکِ اِیَّانَا فَاَحْمَدُ مُرْسَلٗ

اگر یہ صحیح ہے تو اے خدیجہ اپنی بات کا مطلب یہی سمجھ لو کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یَفُوْزُ بِہٖ مَنْ فَازَ فِیْمَا یَنُوْبُھُمْ وَیَشْقٰی بِہِ الْعَالِی الْغَوِیُّ الْمُضَلَّلٗ

جن کے دامن سے وابستہ ہو کر آدمی ہر مشکل سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اور جن سے دور رہ کر جانے والا متکبر سرکش اور گمراہ انسان بدبخت ہو جاتا ہے۔

فَرِیْقَانِ مِنْھَا فِرْقَۃٌ فِیْ جَنَانِہٖ وَاُخْرٰی بِاَجْوَازِ الْجَحِیْمِ یُغَلَّلٗ

یہ دو گروہ ہیں۔ ایک جنت میں ہے اور دوسرا جہنم کے وسط میں مبتلائے عذاب ہے

اِذَا مَا دُعُوْا بِالْوَیْلِ فِیْھَا تَتَابَعَتْ مَقَامِعُ فِیْ ھَامَاتِھِمْ ثُمَّ مُرْغَلٗ

جب بھی انہیں جہنم کے طبقہ ویل میں بلایا جاتا ہے تو گرزوں سے ان کی کھوپڑیاں توڑ دی جاتی ہیں پھر انہیں جلا دیا جاتا ہے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ تَھْوِی الرِّیَاحُ بِاَمْرِہٖ وَمَنْ ھُوَ فِی الْاَیَّامِ مَا شَآءَ یَفْعَلٗ

تو پاک ہے وہ خدا جس کے حکم سے ہوائیں سبک خرام ہیں اور جو زمانے میں اپنی منشا کے مطابق کام کر رہا ہے۔

وَمَنْ عَرْشُہٗ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ کُلِّھَا وَاَحْکَامُہٗ فِیْ خَلْقِہٖ لَا تُبَدَّلٗ

اور وہ جس کا عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور خلق میں اس کے احکام ناقابل تبدیل ہیں۔

ورقہ بن نوفل ہی کے یہ اشعار بھی ہیں۔

یَا لِلرِّجَالِ لِصَرْفِ الدَّهْرِ وَالْقَدَرْ وَمَا لِشَیْءٍ قَضَاهُ اللّٰهُ مِنْ غِیَرْ

انسانوں کا کیا عجب حال ہے زمانہ وتقدیر انہیں پھیر رہے ہیں اور جس چیز کا اللہ فیصلہ کر دے وہ ہو کر رہتی ہے (یعنی نبی علیہ السلام کے ظہور کا فیصلہ ہو چکا ہے)

حَتّٰی خُدَیْجَةَ تَدْعُوْنِیْ لِاُخْبِرَهَا وَمَا لَنَا بِخَفِیِّ الْغَیْبِ مِنْ خَبَرْ

تا آنکہ خدیجہ آکر مجھ سے تقاضا کرتی ہے کہ اسے کچھ خبر دوں۔ حالانکہ ہمارے پاس غیب کی خبر نہیں ہے۔

فَکَانَ مَا سَأَلَتْ عَنْهُ لِاُخْبِرَهَا اَمْرًا رَآهُ سَیَأْتِی النَّاسُ مِنْ خَبَرْ

تو جس امر کے متعلق خدیجہؓ نے سوال کیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ ہی لیا ہے اور لوگوں کو بھی اس کی خبر ہو جائے گی۔

فَخَبَّرَتْنِیْ بِاَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهٖ فِیْمَا مَضٰی مِنْ قَدِیْمِ النَّاسِ وَالْعُصُرْ

تو یہ وہ بات ہے جو میں اس سے قبل سن چکا ہوں اور ہمیشہ سے لوگ اس کے ظہور کی اطلاع پاتے رہے ہیں اور زمانوں میں اس کا شہرہ رہا ہے۔

بِاَنَّ اَحْمَدَ یَأْتِیْهِ فَیُخْبِرُهٗ جِبْرِیْلُ اَنَّکَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْبَشَرْ

کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ گر ہوں گے اور جبریل انہیں آکر بتلائیں گے آپ تو نسل انسانیت کی فلاح کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

فَقُلْتُ اِنَّ الَّذِیْ تَرْجِیْنَ یُنْجِزُهٗ لَکِ الْاِلٰهُ وَفَرِّجِیْ الْخَیْرَ وَانْتَظِرِیْ

تو میں نے خدیجہؓ سے کہا کہ تمہاری آرزوؤں کو پورا کرنے والا تو رب العالمین ہے اس لئے آنے والی خیر و برکت کا انتظار کرو۔

وَاَرْسِلِیْهِ اِلَیْنَا کَیْ نُسَائِلَهٗ عَنْ اَمْرِهٖ مَا یَرٰی فِی النَّوْمِ وَالسَّهَرْ

اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف بھیجو تاکہ ہم ان سے سوال کریں کہ وہ سوتے اور جاگتے میں کیا دیکھتے ہیں۔

فَقَالَ حِیْنَ اَتَانَا مَنْطِقًا عَجَبًا یَقِفُ مِنْهُ اَعَالِی الْجِلْدِ وَالشَّعَرْ

چنانچہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو ایسی حیرت ناک گفتگو کی جس سے جسم و سر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَمِیْنَ اللّٰهِ وَاجَهَنِیْ فِیْ صُوْرَةٍ اُکْمِلَتْ فِیْ اَهْیَبِ الصُّوَرْ

آپ نے فرمایا کہ میں نے روح الامین کو نہایت پرہیبت صورت میں اپنے سامنے دیکھا ہے۔

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَكَانَ الْخَوْفُ يُذْعِرُنِيْ مِمَّا يُسَلِّمُ مِنْ حَوْلِيْ مِنَ الشَّجَرْ

پھر وہ روح الامین میرے پاس مسلسل آنے لگا۔ اور میرا خوف یوں بڑھنے لگا کہ ہر طرف سے درخت مجھے سلام کہنے لگے۔

فَقُلْتُ ظَنِّيْ وَمَا اَدْرِيْ سَيُصَدِّقُنِيْ اَنْ سَوْفَ تُبْعَثُ تَتْلُوْ مُنْزَلَ السُّوَرْ

تو میں نے یہ سن کر کہا جہاں تک میں جانتا ہوں اللہ میری اس بات کی تصدیق کرے گا کہ میرے گمان میں آپ عنقریب رسول بن کر مبعوث ہونے والے ہیں اور آپ نازل ہونے والی سورتوں کی تلاوت کیا کریں گے۔

وَسَوْفَ اُوْلِيْكَ اِنْ اَعْلَنْتَ دَعْوَتَهُمْ مِنِّيْ الْجِهَادُ بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدَرْ

اگر آپ نے ان لوگوں کی طرف اعلان دعوت کیا تو عنقریب میں بھی اعلان جہاد کروں گا جو کسی احسان اور دلی کدورت کے بغیر ہو گا۔

(۱۵۹) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک ھیولیٰ سا کھڑا تھا جو اپنی جگہ کھڑا رہا۔ حضرت خدیجہ کہنے لگیں کہ آپ میرے قریب ہو جائیں۔ آپ ان کے قریب ہو گئے۔ وہ کہنے لگیں آپ اسے اب بھی دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ میرے دامن قمیص میں اپنا سر ڈال دیں۔ آپ نے ڈال دیا جناب خدیجہؓ نے پوچھا اب وہ نظر آ رہا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ وہ جا چکا ہے۔ حضرت خدیجہ کہنے لگیں آپ خوش ہوں وہ مکرم فرشتہ تھا اگر شیطان ہوتا تو حیا نہ کرتا۔

چند دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے محلّہ جیاد اصغر میں تھے کہ زمین و آسمان کے درمیان پھر وہ ھیولیٰ دیکھا اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہو گئے۔ وہ آپ کے پاس زمین پر تشریف لے آئے انہوں نے سلام کہا۔ پھر یاقوت و زبرجد سے مزین بڑی نفیس چادر (جائے نماز) بچھا دی۔ پھر زمین کو کرید کر پانی نکالا۔ اور آپ کو وضو کا طریقہ بتلایا۔ آپ نے وضو کیا پھر روبقبلہ حجر اسود کے سامنے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد جبریل نے آپ کو نبوت کی بشارت سنائی اور یہ سورت آپ پر نازل ہو گئی "اقراء باسم ربک الذی خلق"

پھر آپ گھر کو چلے۔ راستے میں کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو آپ کو یوں سلام نہ کہہ رہا ہو۔ "السلام علیک یا رسول اللہ" آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمانے لگے۔ اے خدیجہ جانتی ہو آج میں کیا دیکھ رہا تھا۔ جبریل نے میرے لئے قیمتی چادر (جائے نماز) بچھائی زمین سے پانی نکالا۔ مجھے وضو کا طریقہ بتلایا اور میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت خدیجہؓ کہنے لگیں وہ وضو مجھے بھی دکھلائیں! آپ نے انہیں وضو کر کے دکھایا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہنے لگیں۔ "اشہد انک رسول اللہ"

شق صدر کے متعلق مختلف احادیث

(۱۶۰) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ اس امر کے متمنی رہتے تھے کہ آپ سے ایسا سوال کریں جو کسی اور نے نہ کیا ہو تو وہ کہنے لگے یارسول اللہ! آپ کے امر نبوت کا آغاز کس طرح ہوا آپ نے فرمایا جب تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو سنو۔ میں دس سال کی عمر میں ایک صحرا میں چلا جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر دو آدمی ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

چنانچہ ان دونوں نے مجھے پکڑ کر پشت کے بل لٹا دیا۔ میرا پیٹ پھاڑا پھر جبریل سونے کے ایک طشت میں پانی لانے لگے اور میکائیل (۱) میرا پیٹ دھونے لگے پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس کا سینہ چاک کرو میں دیکھ رہا تھا کہ میرا سینہ پھٹ چکا ہے مگر درد کا احساس تک نہ تھا۔ پھر اس نے کہا اس کا دل چاک کرو دوسرے نے میرا دل چاک کیا اس نے کہا اس میں سے کذب و حسد کے امکانات نکال دو تو اس نے ایک لوتھڑا سا نکال کر پھینک دیا۔ پہلے فرشتے نے کہا اس دل میں بخشش و رحمت ڈال دو تو اس نے چاندی کی سی چیز ڈال دی پھر ایک سنوف سا اپنے پاس سے نکال کر دل پر چھڑکا پھر میرے انگوٹھے پر نشان لگایا۔ پھر کہا اب آپ چلے جائیں جب میں لوٹا تو میری کیفیت بدل چکی تھی میں کسی چھوٹے کو دیکھ کر رحمت اور کسی بوڑھے کو دیکھ کر احترام کے جذبہ سے سرشار ہو جاتا تھا۔

شیخ (ابو نعیمؒ) کہتے ہیں یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے روایت کی ہے جس میں شق صدر کے وقت آپ کی عمر دس سال بتلائی گئی ہے۔ ورنہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے عبداللہ بن جعفر اور عبدالرحمٰن بن عمرو نے بالاتفاق روایت کی ہے کہ شق صدر کے وقت آپ ان کے ہاں زیر پرورش تھے (اور آپ کی عمر اس وقت چار پانچ سال کے درمیان تھی)

(۱۶۱) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا اے ابو ذر! میں مکہ کے چٹیل میدان میں تھا کہ میرے پاس دو آنے والے آئے ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان کھڑا رہا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا ہاں! کہنے لگا اسے ایک آدمی کے ساتھ تولو! اس نے مجھے تولا، میں بھاری رہا۔ اس نے کہا دس انسانوں کے ساتھ تولو۔ اس نے دس آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا تو میں پھر بھی بھاری نکلا۔ اس نے کہا سو کے ساتھ وزن کرو اس نے کیا تو میں پھر زیادہ وزنی ٹھہرا۔ اس نے کہا ہزار کے ساتھ میزان کرو۔ اس نے ہزار انسانوں کے ساتھ میرا وزن کیا تو میں پھر بھی بھاری ثابت ہوا بلکہ دوسرا پلہ اتنا بلند ہوا کہ اس میں موجود انسان مجھ پر گرنے لگے۔

---

(۱) آپ نے دونوں فرشتوں کا نام اس طرح معلوم کیا کہ دونوں ایک دوسرے کو نام کے ساتھ پکار رہے تھے۔

پھر ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اس کا پیٹ پھاڑو اس نے میرا پیٹ پھاڑا پھر دل نکالا۔ اور دل میں شیطان کا حصہ نکال باہر پھینکا۔ اور خون کا ایک لوتھڑا نکال دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اس کے پیٹ کو برتن کی طرح اور دل کو کپڑے کی طرح دھو ڈالو۔ پھر کہا اس کے پیٹ کو سی دو۔ اس نے میرے پیٹ کو سی دیا پھر میرے کندھوں کے درمیان مہر لگائی جو اب بھی ویسے (۱) ہے۔ پھر وہ دونوں چلے گئے۔ اور مجھے اپنا گردوپیش پہلے کی طرح نظر آنا شروع ہو گیا۔

(۱۶۲) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو لٹا کر آپ کا پیٹ چاک کیا اس سے دل نکالا اور دل سے ایک سیاہ لوتھڑا سا نکالا اور کہا یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا جو نکال دیا گیا پھر دل کو ایک سنہری طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر اسے واپس اپنی جگہ لگا کر پیٹ بند کر دیا۔
حضرت انس فرماتے ہیں میں نے آپ کے سینے میں پیوند کے اثرات دیکھے ہیں۔

(۱۶۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کے پاس وحی آتی ہے یعنی جبریل علیہ السلام آتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس فرشتہ آتا ہے جس کے پر موتیوں کے ہیں اور قدموں کے تلوے سبز رنگ کے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو اس کی اصلی شکل میں دیکھا

(۱۶۴) شریح بن عبید سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو مولیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی سو کی۔ تو جبریل امین سجدے میں گر گئے۔ تا آنکہ اللہ نے اپنے نبی کو جو دینا تھا دیدیا۔

آپ فرماتے ہیں میں نے سر اٹھایا تو جبریل کو اس کی اصلی شکل میں دیکھا اس کے پروں پر زبرجد موتی اور یاقوت لگے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ گمان گزرا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان فاصلہ اتنا طویل ہے کہ آسمان کا ایک کنارہ اس کے پیچھے اوجھل ہو جائے۔

---

(۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر پیدائشی مہر نبوت تھی پیچھے احادیث گزر چکی ہیں کہ حضرت حلیمہؓ جب آپ کو لے کر اپنے علاقہ میں گئیں تو کئی یہودیوں اور کاہنوں نے آپ کی مہر نبوت کو دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ اس بچے کو قتل کر دو یہ نبی ہونے والا ہے۔ تاہم یہ جو بعد میں فرشتوں نے مہر لگائی یہ غالباً اس سابقہ حصہ وجود پر مزید نبست برکت و تیمن تھا۔ اور اسی کے رنگ کو مزید گہرا بنانا مقصود تھا۔

جبکہ میں قبل ازیں اسے مختلف شکلوں میں دیکھا کرتا تھا۔ وہ اکثر مجھے وحیہ کلبی کی شکل میں نظر آیا کرتا تھا۔

نبی علیہ السلام پر نزول وحی کے مختلف طریقے اور احوال

(۱۶۵) سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی جیسی آواز آتی ہے وہ مجھ پر بڑی سخت ہوتی ہے۔ جب وہ آواز ختم ہوتی ہے تو میں ساری بات سمجھ چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ شکل انسانی میں آکر مجھ سے بات کرتا ہے اور میں اس کی کلام کو یاد کر لیتا ہوں۔ (۱)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار دیکھا کہ شدید سردی کے دن آپ پر وحی اتری۔ جب سلسلہ وحی ختم ہوا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

نزول وحی کے وقت آپ کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو جاتا

(۱۶۶) عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو ہم آپ کے پاس ایسی آواز سنتے جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے مختلف مراتب واحوال تھے۔ ابتدا تو آپ کو سچی خوابیں آتی تھیں تاہم اس دور کو زمانہ نبوت میں شامل کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ جبریل امین آپ کے دل پر کسی بات کا القا کرتے تھے مگر آپ کو نظر نہ آتے تھے۔ دیکھئے مستدرک للحاکم۔ تیسری یہ تھی کہ جبریل امین آدمی کی شکل میں آتے اور گفتگو کرتے اور آپ اسے یاد کر لیتے۔ چوتھی یہ کہ آپ جبریل کی آواز گھنٹی کی آواز کی طرح سنتے۔ اور اس کا مفہوم سمجھ جاتے۔ اور وحی کی یہ صورت بڑی سخت تر تھی۔ آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور ہو جاتی تھی۔ پانچویں قسم کی وحی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بلاواسطہ کلام فرماتا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا جاتا تھا اور چھٹی قسم آپ کو شب معراج میں حاصل ہوئی کہ رب العالمین کی ذات کا مشاہدہ کرتے ہوئے خدا و رسول خدا کی بے حجاب گفتگو ہوئی۔

تاہم تیسری اور چوتھی صورت میں ہی زیادہ تر وحی کا نزول ہوا ہے اسی لئے زیر بحث حدیث میں انہی دونوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے۔ اور اتفاق ہے کہ وحی کی یہی دو صورتیں ہیں جن میں سے پہلی صورت جملہ اقسام وحی سے آسان تر تھی اور دوسری سب سے سخت تر۔ کیونکہ جبریل کے بشکل بشر آنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نئی کیفیت کا ظہور نہ ہوتا تھا جبکہ گھنٹی کی آواز سنائی دینے کی صورت میں سر انور ڈھلک جاتا تھا اور آپ پر بے خودی کی کیفیت ہوتی آپ کا وجود نہایت وزنی ہو جاتا۔

یاد رہے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اور ترمذی نے اپنی سنن میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور دیگر محدثین نے بھی اپنی اپنی مؤلفات میں روایت کیا ہے۔ مشہور حدیث ہے۔

(۱۶۷) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اترتی تو آپ کو تکلیف محسوس ہوتی اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔

(۱۶۸) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ہوتا تو آپ کا وجود بھاری ہو جاتا اور سردیوں میں بھی آپ کی جبیں پر موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے لڑھکنے لگتے۔

وحی اترتے وقت آپ کا وجود انتہائی وزنی ہو جاتا

(۱۶۹) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا یہ لکھو

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (۱)

اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم آگئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں مگر آپ جانتے ہیں معذور ہوں میری نگاہ ختم ہو گئی ہے۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران میری ران پر تھی اچانک آپ کا وجود بھاری ہو گیا (وحی شروع ہو گئی) حتیٰ کہ میں ڈرنے لگا کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

مومنوں میں سے کسی عذر کے بغیر جہاد سے بیٹھ رہنے والے اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (عبداللہ بن ام مکتوم کا جواب ہو گیا)

(۱۷۰) صفوان بن یعلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وادی جعرانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے جبہ پہن رکھا تھا اور بدن پر خلوق (ایک خوشبو) یا بقول راوی زردی کا اثر تھا وہ عرض کرنے لگا عمرہ کرنے کے لئے میرے متعلق کیا حکم ہے۔ اتنے میں وحی آگئی آپ پر ایک کپڑے سے پردہ کر دیا گیا (یعنی آپ چادر تان کر لیٹ گئے)

یعلیٰ کہتے ہیں میں چاہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایسے وقت میں کروں جب آپ پر

---

(۱) یہ قرآن کی آیت نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام تھا۔

۱۷۰ (تخریج) اسے بخاری نے کتاب الحج باب ما یفعل بالعمرہ میں اور مسلم نے کتاب الحج باب ما یباح للمحرم میں روایت کیا ہے۔

وحی اتر رہی ہو۔ مجھے حضرت عمرؓ نے کہا کیا تم نزول وحی کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتے ہو؟

کہتے ہیں میں نے آپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا آپ اونٹ کی طرح خراٹے لے رہے ہیں۔ جب آپ سے وحی کا اثر زائل ہوا تو فرمانے لگے عمرہ کے متعلق سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ فرمایا تم جبہ اتار دو اور اپنے بدن سے خلوق یا زردی کا اثر زائل کر دو اور عمرہ میں وہی افعال کرو جو حج میں کرتے ہو۔

اعلان نبوت کے بعد جو شیطان بھی آسمان کے قریب جاتا اس پر آگ کا شعلہ پڑتا

(۱۷۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنوں کے ہر قبیلہ نے آسمان کے قریب اپنی اپنی نشست گاہیں بنا رکھی تھیں جب (فرشتوں کی طرف) وحی اترتی تو وہ اس قسم کی ایک آواز سنتے جیسے صفا پہاڑ پر بڑا سا لوہا پھینک دیا جائے۔ اور سن کر سجدے میں گر پڑتے پھر تب سر اٹھاتے جب وحی مکمل ہو جاتی۔ پھر وہ آپس میں کہتے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے اگر وہ آسمان سے متعلق فرمان ہوتا تو کہتے وہ حق ہے اور عظیم و کبیر ہے اور اگر زمین سے متعلق ارشاد ہوتا یا کوئی غائب بات فیصلے میں آتی یا کسی کی موت وغیرہ کا فیصلہ ہوتا تو فرشتے ایک دوسرے کو بتلاتے کہ اس طرح ہو گا اس طرح ہو گا۔

شیاطین یہ باتیں سن کر اپنے دوستوں (کاہنوں) پر اترتے اور انہیں آگاہ کرتے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر دیا گیا تو شیطانوں پر ستارے پھینکے جانے لگے۔ (۱) سب سے پہلے بنو ثقیف کو اس کا علم ہوا ان میں بکریوں والا روزانہ ایک بکری اور اونٹوں والا روزانہ ایک اونٹ ذبح کیا کرتا تھا (شیطانوں کو خوش کرنے کے لئے)

لوگ اپنے مالوں کی طرف دوڑے اور آپس میں کہنے لگے آج ذبح نہ کرو یہ لپکنے والے ستارے اگر وہی ہیں جن سے ہدایت کی جاتی ہے تو بہتر ورنہ کوئی حادثہ رونما ہو گیا ہے۔ مگر انتظار بسیار کے بعد یہی معلوم ہوا کہ یہ وہی راہ نما ستارے ہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے جنوں کا رخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۱) اسی حقیقت کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا۔ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔ (پ ۲۹)

اور (جنوں نے کہا) ہم نے آسمان کو چھوا تو وہ اسے سخت حفاظت اور شعلوں میں گھرا پایا اور ہم تو قبل ازیں آسمان کے قریب اپنی نشست گاہوں میں کچھ سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ تو اب جو کوئی سننے کی کوشش کرتا ہے اپنی تاک میں ایک لپکتا ہوا شعلہ پاتا ہے۔

طرف کر دیا انہوں نے حاضر ہو کر قرآن سنا اور کہنے لگے کہ خاموش ہو کر (توجہ سے) سنو۔ (۱)

شیاطین ابلیس کے پاس پہنچے اور اسے ماجرا سنایا وہ کہنے لگا یہ تو زمین میں کوئی حادثہ ہوا ہے میرے پاس زمین کے ہر علاقہ کی کچھ مٹی لاؤ چنانچہ جب اس کے سامنے خاک مکہ لائی گئی تو کہنے لگا ہاں! یہاں حادثہ ہوا ہے۔

اعلان نبوت ہوا تو بتان روئے ارض سرنگوں ہو گئے

(۱۷۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو ہر بت سرنگوں ہو گیا۔ شیاطین نے ابلیس سے آکر کہا کہ دنیا کا ہر بت سرنگوں ہو گیا ہے۔ کہنے لگا یہ تو کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔ جاؤ اسے سرسبز علاقوں میں تلاش کرو۔

انہوں نے تلاش کیا مگر ناکام لوٹے شیطان کہنے لگا اب میں ڈھونڈتا ہوں۔ تو وہ آپ کی تلاش میں نکلا۔ اسے آواز آئی مکہ میں جاؤ وہ مکہ میں پہنچا تو آپ کو مکہ مکرمہ کے قریب قرن الثعالب میں موجود پایا۔ ابلیس واپس ہوا اور شیاطین سے جا کر کہنے لگا میں نے اسے پایا تو ہے مگر اس کے ساتھ جبریل امین ہیں۔ اب بتلاؤ کیا کیا جائے کہنے لگے ہم اس کے ساتھیوں کی نظر میں نفسانی خواہشات کو آراستہ کر دیں گے اور وہ بندہ نفس بن جائیں گے کہنے لگا اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

(۱۷۳) عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت فرمایا شیاطین کا آسمان کو جانا موقوف ہو گیا انہیں اوپر سے آگ کے شعلے پڑے۔ وہ ابلیس کے پاس آئے اور اس کی اطلاع کی۔ وہ کہنے لگا بڑا حادثہ رونما ہوا ہے یہ تو علاقہ بنی اسرائیل (ارض بیت المقدس) میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔

شیاطین ملک شام پہنچے اور ناکام واپس لوٹ آئے کہنے لگے وہاں کوئی نیا نبی نہیں ملا۔ ابلیس نے کہا میں اسے تلاش کرتا ہوں۔ تو وہ آپ کو ڈھونڈنے نکلا، دیکھا تو آپ غار حرا سے اتر رہے ہیں۔ جبریل علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ ابلیس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا احمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے ہیں اور جبریل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اب بتلاؤ تمہاری کیا

---

(۱) یعنی اس واقعہ کے بعد جنوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی انہوں نے قرآن سنا تو انہیں بہت اچھا لگا۔ اور وہ بڑی توجہ سے سننے لگے اور آخر ایمان لے آئے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ج فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۔ (پ ۲۶ سورہ احقاف آیت نمبر ۲۹)

اور جب ہم نے آپ کی طرف کئی جنوں کا رخ کر دیا تاکہ وہ کان لگا کر قرآن سنیں۔ چنانچہ جب وہ وہاں حاضر ہوئے تو کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب قرأت موقوف ہو گئی تو وہ جن اپنی قوم کو (عذاب سے) ڈرانے چل دیئے۔

رائے ہے؟ شیاطین کہنے لگے ہم انسانوں کے لئے دنیا کو محبوب تر کر دکھائیں گے۔ کہنے لگا پھر تو کچھ بات ہے۔

شیطان کو تھپڑ پڑا اور وہ بھاگ اٹھا

(۱۷۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شیاطین وحی سنا کرتے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہیں روک دیا گیا۔ انہوں نے ابلیس تک اطلاع پہنچائی۔ اس نے کہا کوئی غیر معمولی بات ہو گئی ہے۔ ابلیس جبل ابو قبیس پر چڑھا۔ یہ زمین پر رکھا جانے والا پہلا پہاڑ ہے۔ دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کہنے لگا میں جا کر اس کی گردن توڑ دیتا ہوں۔ وہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ کے پاس جبریلؑ بھی تھے۔ انہوں نے ابلیس کو ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ اور فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔

(۱۷۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابلیس کے قدم بہت بڑے ہیں۔ اس کا تخت سمندر پر ہے۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو اس کی پرستش کی جانے لگے۔ کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو وہ آپ کو نقصان دینے کے لئے آیا۔ اچانک اس پر حضرت جبریل علیہ السلام آپہنچے آپ نے اسے کندھے سے پکڑا اور اٹھا کر اردن میں پھینک دیا۔

پندرھویں فصل

قرآن کریم کس طرح لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و نصرت فرمائی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی آپ کو وہ معجزات دیئے جو تمام انبیاء و اولیاء کے نقطہ انتہا کمال سے بھی بلند ہیں۔

نبوت کی علامت اس کی عظمت و رفعت کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے روشن تر معجزہ قرآن مبین ذکر حکیم اور کتاب عزیز ہے۔ جس میں کوئی کجی نہیں۔ یہ کتاب ایسے وقت میں اتری جب انسانوں کا انبوہ عظیم موجود تھا۔ وہ بڑے مدبر لوگ تھے ان کے ذہن بڑے رسا زبانیں نہایت تیز طبائع بڑی نفیس اور تجربہ از حد زائد تھا وہ مکر و فریب میں یکتائے روز گار تھے۔

جب انہوں نے قرآن سنا تو فرض کر لیا کہ ہم بھی ایسا کلام ایجاد کر سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (انفال آیت ۳۱)

(ترجمہ) اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی کلام کہہ سکتے ہیں یہ پچھلے لوگوں کے قصے ہی تو ہیں۔

قرآن کریم نے درس عبرت دینے کے لئے ان کی فصاحت و بلاغت اور سخن وری کو چیلنج کر دیا۔ کہ تھوڑی سی کوشش کر کے قرآن جیسی ایک سورت بنا کر دکھاؤ تو سہی۔ مگر یہ ان کی طاقت میں کہاں؟ اللہ تو فرماتا ہے

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ اسراء ایت نمبر ۸۸

(ترجمہ) اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ہو کر اس قرآن جیسی کتاب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں یہی چیلنج دیا کہ قرآن جیسی کوئی ایک سورت وضع کر کے لاؤ۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کلام ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۔ سورہ طارق آیت ۱۳

(ترجمہ) بے شک یہ فیصلہ کن کلام ہے کوئی مذاق نہیں۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ   سورہ بروج آیت نمبر۲۲

بلکہ وہ قرآن عظیم ہے جو محفوظ تختی میں لکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عتبہ بن ربیعہ کی باہم گفتگو

(۱۷۶) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز قریش اکٹھے ہوئے کہنے لگے کہ باہم تجزیہ کرو کہ جادوگری جنات پر قبضہ اور شعر گوئی میں تم میں سب سے ممتاز کون ہے۔ ایسے شخص کو اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا جائے جس نے ہمارا قومی اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے اور ہمارے دین کو عیب دار قرار دیا ہے اور اس سے گفتگو کر کے فیصلہ کیا جائے کہ وہ چاہتا کیا ہے۔

سب نے کہا عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ ہم کسی شخص کو اس قابل نہیں سمجھتے چنانچہ عتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ کہنے لگا تم افضل ہو یا عبداللہ (آپ کے والد)؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا تم بہتر ہو یا عبدالمطلب ؟ آپ چپ رہے۔ اس نے پھر سوال کیا۔ تم زیادہ اچھے ہو یا ہاشم؟ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اب وہ کہنے لگا اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ لوگ تم سے بہتر تھے تو انہوں نے انہی خداؤں کی پرستش کی ہے جن کی میں کرتا ہوں (۱) اور اگر تم خود کو ان سے بہتر قرار دیتے ہو تو پھر آؤ بات کرو تاکہ ہم تمہاری بات سنیں۔

---

(۱) یاد رہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد حق پرست موحد اور باایمان تھے۔ ان میں سے کوئی بھی کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ نہ ہوا۔ کوئی بھی ایسی حدیث صحیح موجود نہیں جو ان میں سے کسی کے کفر و شرک پر اور بت پرستی پر دلالت کرتی ہو۔ رہی یہ حدیث تو یہ ضعیف ہے اور اپنے بعض رواۃ کی وجہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی اجلح کندی ہے جس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بیشتر ناقدین وائمہ فن رجال نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں ضعیف جداً، ابو داؤدؒ فرماتے ہیں ضعیف اور امام عقیلی کا فرمان ہے روی عن الشعبی احادیث مضطربہ یعنی اس نے شعبی (مشہور شیعہ) سے مضطرب (متضاد) احادیث روایت کی ہیں۔ امام نسائی نے فرمایا ضعیف لیس بذاک وکان لہ رای سوء یعنی یہ ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس کی روایت لی جائے اور یہ بد اعتقاد بھی تھا۔ امام جوزجانی نے کہا مفتری یعنی جھوٹ گھڑتا ہے اور امام ابن عدی کا بیان ہے کہ "انہ بعدفی شیعہ الکوفۃ" یہ کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا جاتا ہے دیکھئے تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۱۸۹ تا صفحہ ۱۹۰

تو جس حدیث میں اس قسم کے راوی ہوں اسے دلیل بنا کر امام الانبیاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کو کافر و مشرک کیسے قرار دیا جا سکتا ہے پھر یہ حدیث قرآن کریم کی متعدد نصوص سے بھی متعارض ہے جن کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۵ میں گزر چکا ہے۔

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کے لئے تم سے بڑھ کر کسی نے بدبختی کا سامان پیدا نہیں کیا ہو گا تم نے ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا قوم کو دھڑوں میں بانٹ دیا۔ اور ہمیں عرب میں رسوا کر دیا۔ اب یہ مشہور ہو گیا ہے کہ قریش میں جادوگر اور کاہن بھی پیدا ہونے لگے ہیں۔ قسم بخدا ہمیں اسی بات کا انتظار ہے کہ حاملہ عورت کی چیخ کی طرح اچانک اعلان جنگ ہو جائے گا اور ہم تلواریں لئے باہم خونریزی کرتے ہوں گے۔ اور یوں ہم اپنے ہاتھوں خود کو مٹا دیں گے۔

او آدمی! اگر تمہیں رشتے کی ضرورت ہے تو قریش کی عورتیں چن لو دس عورتوں سے تمہاری شادی کر دیتے ہیں۔ اگر مال چاہئے تو تمہارے پاس اتنی دولت جمع ہو جائے گی کہ تم قریش کے دولت مند ترین فرد بن جاؤ گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بات کر لی؟ کہنے لگا ہاں! تب آپ نے ان آیات کی تلاوت شروع فرمائی۔

حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ (الی قولہ) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (سورہ حٰم سجدہ آیت نمبر ۱ تا ۱۳)

(ترجمہ) یہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ جس کی آیات تفصیل سے بیان کی گئیں۔ عربی قرآن ہے علم والوں کے لئے۔ بشارت سنانے اور ڈرانے والا۔ تو ان میں اکثر نے منہ پھیر لیا............ اگر وہ منہ پھیر لیں تو انہیں کہہ دیجئے کہ میں تمہیں قوم عاد و ثمود جیسی کڑک سے ڈراتا ہوں۔

عتبہ نے کہا بس کرو! اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ چنانچہ وہ قریش کے پاس واپس گیا، وہ کہنے لگے کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا تم اس سے جو کچھ بھی کہنا چاہتے تھے میں نے سب کچھ کہہ دیا ہے کوئی بات چھوڑی نہیں۔ کہنے لگے پھر اس نے کچھ جواب دیا؟ کہنے لگا ہاں! اس نے میری بات نہیں مانی مجھے رب کعبہ کی قسم میں اس کی گفتگو نہیں سمجھ سکا۔ البتہ اتنی سمجھ آئی کہ وہ کہہ رہا تھا "میں تمہیں قوم عاد و ثمود جیسی کڑک سے ڈراتا ہوں" قریش نے کہا تم پر افسوس ہے۔ تم سے ایک شخص عربی میں کلام کر رہا ہے اور تم اسے سمجھتے نہیں؟ کہنے لگا نہیں! بخدا میں نے صرف اتنا ہی سمجھا ہے کہ وہ ایک کڑک کا ذکر کر رہا تھا۔ ☆

☆ یہی وہ عتبہ بن ربیعہ ہے جو اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے ساتھ بدر میں کفار کی طرف سے لڑنے نکلا تھا پھر ان میں سے عتبہ کو امیر حمزہ نے قتل کیا۔ شیبہ اور ولید کو حضرت علی نے۔ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہند اسی عتبہ کی بیٹی تھی، جنہوں نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کیلئے وحشی کے ذریعہ احد میں حضرت امیر حمزہ کو شہید کروایا تھا۔ تاہم بعد میں ہند مسلمان ہو گئیں۔

قرآن کے متعلق ولید بن مغیرہ کا اعتراف حقیقت

(۱۷۷) عکرمہ یا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس کچھ قریش آئے وہ ان میں بوڑھا آدمی تھا اور حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ قریش سے کہنے لگا اے گروہ قریش! موسم حج آگیا ہے۔ عرب کے وفود تمہارے پاس آنے والے ہیں تم اپنے اس ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا قصہ دیکھ چکے ہو۔ تو اس کے متعلق ایک رائے اپنا لو اور اختلاف نہ کرو (تاکہ اس کے متعلق اگر باہر سے آنے والے لوگ سوال کریں تو انہیں ایک سا جواب دیا جائے)

چنانچہ ان کی باہم گفتگو شروع ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے۔ پھر سب نے کہا اے ابو عبد شمس! تم ہی کھڑے ہو کر کچھ رائے قائم کرو جسے سب اپنا لیں، اس نے کہا نہیں تم بات کرو میں سنتا ہوں۔ لوگوں نے کہا ہم تو اسے کاہن کہتے ہیں۔ ولید نے کہا وہ کاہن نہیں۔ ہم نے بڑے کاہن دیکھے ہیں عاملین جنات دیکھے ہیں مگر یہ کاہنوں والا جنتر منتر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا ہم اسے مجنون سمجھتے ہیں۔ ولید نے کہا وہ مجنون بھی نہیں۔ ہم جنون کو سمجھتے ہیں اس کو جنون پاگل پن حواس باختگی اور یاوہ گوئی ہرگز لاحق نہیں۔

قریش نے کہا پھر ہمارے اندازے میں وہ شاعر ہے، ولید کہنے لگا وہ شاعر بھی نہیں ہم شعر کی اقسام رجز ہزج قریضہ مقبوضہ اور مبسوطہ سب سے واقف ہیں مگر یہ اقسام اس میں موجود نہیں۔

قریش آخر میں بولے یہ جادوگر ہو سکتا ہے وہ کہنے لگا یہ جادوگر ہرگز نہیں ہم نے جادوگروں کو پھونکیں مارتے اور گرہیں لگاتے دیکھا ہے مگر اس میں وہ علامات نہیں۔

کہنے لگے اے ابو عبد شمس! پھر تمہارا کیا فیصلہ کیا ہے؟ کہنے لگا قسم بخدا اس کی کلام میں بڑی مٹھاس ہے۔ اس کی جڑ مضبوط اور شاخ بار آور ہے تم جو بھی بات کرو گے آنے والے لوگوں پر اس کا جھوٹ کھل جائے گا زیادہ قرین عقل یہی ہے کہ اسے جادوگر کہا جائے جس سے وہ آدمی کو اپنے والدین بھائیوں بیوی اور خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ یہی رائے پختہ کر کے اپنی اپنی راہ پر ہو لئے۔

یہ واقعہ سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔

(۱۷۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اور اس نے قرآن کے متعلق سوال کیا آپ نے اسے کچھ قرآن سنایا۔ وہ قریش کے پاس جا کر کہنے لگا ابن ابی کبشہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی کلام بڑی حیران کن ہے۔

فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ بِشِعْرٍ وَّلَا بِسِحْرٍ وَّلَا بِهَذَاءٍ مِّثْلَ الْجُنُوْنِ وَاِنَّ قَوْلَهٗ لَمِنْ كَلَامِ اللّٰهِ

بخدا وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ مذاق ہے نہ جنون۔ بے شک وہ اللہ کی کلام ہے۔ ا۔

قریش نے اس کی بات سن کر مشورہ کیا اور کہنے لگے اگر ولید بھی ہمارے دین سے پھر گیا تو سارا قریش پھر جائے گا۔ ابو جہل کو اس کی خبر ہوئی وہ کہنے لگا ولید کا مسئلہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ ولید کے پاس اس کے گھر پہنچا اور اسے کہا۔ تمہیں معلوم نہیں قوم نے تمہارے لئے صدقہ جمع کیا ہوا ہے؟ ولید نے کہا تم قوم سے مال و اولاد کے اعتبار سے عظیم تر نہیں؟ ابو جہل نے کہا لوگ باتیں کرتے ہیں کہ تم ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیقؓ) کے پاس جاتے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے ہو۔ ولید نے کہا میرے سارے خاندان نے اس امر پر مجھ سے بات کی ہے میں آئندہ ابو بکر صدیق کے قریب جاؤں گا نہ عمر فاروق کے۔ (رضی اللہ عنہما)

قرآن سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عتبہ بن ربیعہ کا فیصلہ

(۱۷۹) عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غور و فکر کرنے کے لئے (مسجد حرام میں) جمع ہوئے۔ آپ بھی مسجد ہی میں موجود تھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے انہیں کہا۔ مجھے جانے دو میں جا کر اس سے بات کرتا ہوں شاید میں اس کے لئے تمہاری نسبت نرم خو ثابت ہو سکوں۔

چنانچہ عتبہ آپ کے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا اے میرے چچا زاد بھائی! میرے خیال میں تم حسب و نسب میں ہم سب سے عظیم تر ہو۔ مگر تم نے اپنی قوم پر وہ مصیبت کھڑی کی ہے جو کسی اور نے اپنی قوم پر نہ کی ہوگی۔ اگر ان باتوں سے تمہارا مقصد حصول زر ہے تو قوم تمہیں اتنا مال دے سکتی ہے کہ تم قوم میں سب سے مالدار کہلاؤ گے اگر تم شرافت چاہتے ہو تو ہم تمہیں قوم کا مشرف تر فرد بنا لیتے ہیں اور تمہیں اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی جنون وغیرہ کا عارضہ لاحق ہے تو پھر تم خود اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ ہم تمہارے علاج کے لئے خزانے لٹا دیں گے۔ اور اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو بادشاہ بنا دیتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو الولید تم فارغ ہو چکے؟ اس نے کہا ہاں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ حم سجدہ کی تلاوت شروع کر دی۔ جب آپ سجدے والی جگہ پہنچے تو سجدہ فرمایا عتبہ پشت پیچھے اپنے ہاتھ ڈالے بیٹھا تھا۔ جب آپ نے تلاوت ختم کی تو وہ اٹھ کر چل دیا اور اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ قوم کو کیا جواب دینا ہے۔

قریش نے اسے آتے دیکھا تو کہنے لگے جاتی دفعہ کی نسبت اب اس کا رنگ بدلا ہوا ہے؟ چنانچہ وہ

(۱) مگر اس نامراد ولید بن مغیرہ کو یہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود ہدایت نہ ملی اور بالآخر سنہ ۲ نبوی میں ذلت کی موت مر گیا۔ دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۱۹۴

آکر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا اے قریش! میں نے تمہارے کہنے پر اس سے بات کی ۔ میری بات ختم ہونے پر اس نے مجھ سے ایسا کلام کیا جو میرے کانوں نے کبھی نہ سنا ہو گا مجھ سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اے قریش آج میری بات مان لو پھر کبھی نہ ماننا۔ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ بخدا وہ اپنے راستے سے ہٹنے والا نہیں۔ اسے دیگر عرب کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ اگر یہ سارے عرب پر غالب آگیا تو اس کی شرافت و عزت سے تمہاری شرافت و عزت میں اضافہ ہو گا اور اگر عرب اس پر غالب آگئے تو تمہارا مقصد باہر سے پورا ہو گیا۔ اور تمہیں مشقت بھی نہ کرنی پڑی۔ قریش نے یہ سن کر کہا ابو الولید! تم بھی اپنے دین سے پھر گئے؟

(۱۸۰) عکرمہ سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا میں نے بہت سے شعر سنے ہیں۔ رجز بھی اور قریضہ و مخمسہ بھی۔ مگر قرآن جیسا کلام کبھی نہیں سنا یہ ہرگز شعر نہیں۔ اس میں عجب سی مٹھاس اپنی طرز کا حسن اور منفرد سا نور ہے۔ یہ وہ درخت ہے جس کی شاخیں بلند ہو رہی ہیں جھک نہیں رہیں۔

وہ علاج کرنے آیا اور خود شفایاب ہو گیا

(۱۸۱) عبدالرحمان عدوی سے روایت ہے کہ حضرت ضمادؓ (۱) کہتے تھے میں ایک مرتبہ عمرہ کرنے کو مکہ آیا۔ وہاں ایک مجلس میں بیٹھا جس میں ابو جہل عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف بھی تھے۔ ابو جہل نے کہا اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری وحدت پارہ پارہ کر دی ہے ہمارے خیالات کو پراگندہ ہمارے مردوں کو گمراہ اور ہمارے خداؤں کو باطل قرار دیا ہے۔ امیہ نے جواب دیا یہ شخص یقیناً مجنون ہے۔

ضمادؓ کہتے ہیں میرے دل میں ان کی باتیں بیٹھ گئیں۔ اور میں نے تہیہ کر لیا کہ اس شخص کا علاج کروں گا۔ میں یہاں سے اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا۔ مگر اس دن وہ نہ ملے۔ اگلے دن میں نے آپ کو مقام ابراہیم کے سامنے نماز پڑھتے پالیا۔

میں بیٹھ گیا جب آپ فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ اے فرزند عبدالمطلب! میری طرف توجہ کریں آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں ریح کا علاج کرتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا علاج کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی بڑی بیماری نہیں میں نے آپ

---

(۱) آپ کا نام ضماد بن ثعلبہ ہے قبیلہ بنوازد سے تعلق تھا ابتداء اسلام ہی میں دولت اسلام سے مشرف ہو گئے ابن عباس رضی اللہ عنہا نے آپ سے کچھ روایات لی ہیں۔

سے بھی گئے گزرے مریضوں کو صحت یاب کیا ہے۔ میں نے آپ کی قوم کی گفتگو سنی ہے ان کا کہنا ہے کہ آپ انہیں جاہل قرار دینے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے ان کے مردوں کو گمراہ اور خداؤں کو باطل قرار دینے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا ایسی باتیں وہی کر سکتا ہے جسے کچھ جنون ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا یوں آغاز کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَاُوْمِنُ بِہٖ وَاَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ۔ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۔ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

(ترجمہ) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں اس کی ثناء کہتا۔ اس سے مدد چاہتا اس پر ایمان لاتا اور اس پر توکل کرتا ہوں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہی دے اس کا کوئی ھادی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ضمادؓ کہتے ہیں میں نے اس سے حسین اور بہتر کلام کبھی نہ سنا تھا۔ میں نے یہ کلام دوبارہ سننے کا تقاضا کیا آپ نے دوبارہ سنا دیا۔ میں نے کہا آپ کی دعوت کیا ہے؟ فرمانے لگے۔ میری دعوت یہ ہے کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو بتوں کی محبت کا جؤا گلے سے اتار پھینکو؟ اور میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ میں نے کہا ایسا کرنے پر مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے جنت ہوگی۔ میں نے کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ" میں بت پرستی سے باز آیا آئندہ اس کے قریب نہ جاؤں گا اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ خاص اور رسول معظم ہیں۔

میں نے آپ کے پاس ہی قیام رکھا قرآن کریم کی چند سورتیں یاد کیں اور اپنی قوم کی طرف واپس ہو گیا۔

عبداللہ بن عبدالرحمان عدوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک جنگ پر بھیجا وہاں انہیں ایک جگہ بیس اونٹ ملے جو وہ ہانک لائے۔ بعد میں حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ یہ قوم ضمادؓ ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں واپس کر دو چنانچہ اونٹ واپس ہو گئے۔

قرآن سننے سے جبیر بن مطعم ؓ (۱) کی تقدیر بدل گئی

(۱۸۲) محمد بن جبیر بن مطعم ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ آپ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل ایمان لائے پھر مدینہ منورہ میں رہے اور ۵۴ھ میں مدینہ منورہ ہی میں وصال فرمایا۔

کے پاس بدر کے قیدیوں کے متعلق بات کرنے کے لئے آیا۔ میں نے دیکھا آپ اپنے صحابہ کے ساتھ نماز مغرب پڑھ رہے ہیں۔ میں نے سنا آپ کہہ رہے تھے۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۔ طور آیت نمبر ۸

(ترجمہ) بے شک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے جسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

کہتے ہیں میں نے سنا تو یوں لگا جیسے میرا دل پھٹ رہا ہے (یہ قرآن کریم کی تاثیر ہے)

(۱۸۳) یہی محمد بن جبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بدر کے قیدیوں کے متعلق بات کرنے کے لئے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب میں سورۃ طور کی تلاوت فرمارہے تھے۔ کہتے ہیں آپ کی تلاوت سے مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی ہے۔ اور یوں میرے اسلام لانے کا پہلا سبب مہیا ہوا۔

(۱۸۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو ولیعہ ، جمد مخوس مشرح البضعہ اور عمردہ وغیرہ قبائل پر مشتمل علاقہ حضرموت کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ان میں اشعث بن قیس بھی تھا جو اس وقت ان سب سے چھوٹا تھا۔ انہوں نے یوں آغاز کلام کیا۔ ابیت اللعن (۱) آپ نے فرمایا۔ میں بادشاہ نہیں میں تو محمد بن عبدالمطلب ہوں، کہنے لگے ہم آپ کو نام کے ساتھ تو نہیں پکار سکتے۔ آپ نے فرمایا مگر میرا یہ نام اللہ نے رکھا ہے اور میں ابوالقاسم ہوں۔

کہنے لگے اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کے لئے ایک خیمہ بنایا ہے۔ وہ آپ کے لئے مکڑی کے جالے سے بنے ہوئے کپڑے کا خیمہ بنا کر لائے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے خیموں میں تو کاہن لوگ رہتے ہیں اور اسلام میں کہانت پسندی باعث جہنم ہے۔

اہل وفد نے کہا ہمیں آپ کی رسالت کا کس طرح یقین ہو سکتا ہے آپ نے کنکروں کی ایک مٹھی بھر کر فرمایا یہ میری رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ تو اسی وقت کنکروں سے آواز آئی نشہد انک رسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ رسول خدا ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ اور مجھ پر وہ کتاب اتاری ہے جس کے قریب باطل پھٹک نہیں سکتا۔ آگے سے نہ پیچھے سے، جو ترازو میں عظیم پہاڑ سے بھی وزنی اور تیرگی شب میں کوکب شہاب جیسی منور ہے۔ کہنے لگے ہمیں اس کا کچھ حصہ سنایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الصافات کی تلاوت شروع کی۔ جب آپ "ورب المشارق) تک پہنچے تو خاموش ہو گئے آپ پر ایک سکوت طاری ہو گیا جسم کا کوئی حصہ متحرک نہ رہا۔ اور آنسو داڑھی مبارک پر گرنے

---

(۱) یہ جملہ بادشاہوں سے مخاطب ہوتے وقت کہا جاتا تھا جس کے معنی ہیں آپ اعتراضات سے بچے ہیں اور ہمیشہ آپ کی تعریف ہوتی رہے۔

لگے اہل وفد کہنے لگے آپ تو رو رہے ہیں۔ کیا خدا کے خوف سے رو رہے ہیں جس نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کا خوف ہی رلاتا ہے اس نے مجھے اس صراط مستقیم پر بھیجا ہے۔ جو تلوار کی دھار سے بھی تیز ہے۔ اگر میں اس سے ذرا بھی ہٹ جاؤں تو گر پڑوں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (اسراء آیت ۸۶)

اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اسے واپس لے لیں۔ (اسراء آیت ۸۶)

وہ شاعر تھا۔ نگاہ رسول نے مبلغ اسلام بنا دیا

(۱۸۵) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو برائیوں پر تنبیہ کرتے اور راہ باطل سے ہٹ جانے کی دعوت دیتے تھے۔ جب کفار آپ کے مقابلہ میں عاجز آ گئے اور آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکے تو پھر انہوں نے باہر سے آنے والے لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش شروع کر دی۔

طفیلؓ (۱) بن عمرو دوسی بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہیں تھے۔ تو قریش کے کچھ لوگ ان کے (طفیلؓ کے) پاس آئے وہ ایک شریف آدمی اور عرب کے نامور شاعر تھے۔ کہنے لگے اے طفیل! تم ہمارے علاقہ میں آئے ہو جان لو اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے لئے بڑی مصیبت کھڑی کر رکھی ہے۔ ہماری جماعت کے حصے بخرے کر دیئے ہیں۔ جادوگر سا ہے۔ آدمی کو اپنے جادو سے والدین بھائیوں اور بیوی بچوں سے جدا کر دیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے ہم جیسی مصیبت تم اور تمہاری قوم پر بھی نہ پڑ جائے۔ اس لئے اس سے مت کلام کرنا اور نہ اس کی بات سننا۔

کہتے ہیں وہ مجھے سمجھاتے رہے تا آنکہ میں نے تہیہ کر لیا کہ آپ کی کوئی بات سننے کی کوشش نہ کروں گا۔ بلکہ میں نے مسجد حرام میں آتے ہوئے کانوں میں روئی ڈال لی۔ کہیں مجھے آپ کی آواز نہ سنائی دے، میں مسجد میں آیا تو آپ کعبۃ اللہ کے نزدیک محو عبادت تھے۔ میں آپ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی کلام سنا ہی دی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ بڑی اچھی کلام ہے۔ میں نے اپنے دل سے کہا تجھے تیری ماں روئے! میں تو ایک ممتاز شاعر ہوں اچھی اور

---

(۱) آپ کے متعلق زیر بحث حدیث میں یہاں تک تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ مکہ مکرمہ میں اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنی قوم میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے جبکہ آپ نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ مزید یہ ہے کہ پھر آپ وفات تک مدینہ طیبہ ہی میں رہے دور صدیقی میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں آپ کے مفصل حالات موجود ہیں۔

بری کلام میں امتیاز کر سکتا ہوں میں اس شخص کی بات کیوں نہ سنوں؟ اگر اچھی ہوئی تو مان لوں گا۔ بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔

میں انتظار میں رہا۔ آپ فارغ ہو کر گھر کو چل دیئے۔ میں بھی پیچھے ہو لیا آپ گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی پیچھے سے جا پہنچا۔ اور کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم نے مجھے ایسی ویسی باتیں کہی ہیں۔ بخدا انہوں نے مجھے آپ سے اس قدر ڈرایا کہ میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کی بات نہ سنائی دے سکے۔ مگر اللہ نے مجھے ہر قیمت پر آپ کا کلام سنا ہی دیا۔ مجھے آپ کا کلام بڑا پسند آیا۔ مجھے اپنا دین سمجھایئے۔

چنانچہ آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن کریم کی کچھ تلاوت کی۔ خدا کی قسم میں نے قبل ازیں اس سے خوب تر اور عادلانہ کلام نہ سنا تھا۔ میں فوراً اسلام لے آیا۔ اور حق کی شہادت دے دی (۱)

بعد ازاں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری قوم میری بات مانتی ہے میں انہی کی طرف جا رہا ہوں۔ انہیں دعوت اسلام دوں گا آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے لئے ایسی نشانی پیدا فرما دے جو انہیں قائل کرنے میں میری معاونت کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم اجعل لہ آیہ اے اللہ اس کے لئے نشانی پیدا فرما دے۔ چنانچہ میں واپس آ گیا

جب میں پہاڑ کی اوٹ سے قوم پر نمودار ہوا تو اچانک میری آنکھوں کے درمیان سے نور پھوٹنے لگا۔ میں نے دعا کی اے اللہ یہ نور چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ بنا دے لوگ یہ نہ کہیں کہ نیا دین اپنانے کی وجہ سے اس کا چہرہ بدل گیا ہے۔ تو وہ نور میرے عصا کے سر میں چمکنے لگا۔

فَجَعَلَ الْحَاضِرُ يَتَرَاءَوْنَ ذَالِكَ النُّوْرَ فِي سَوْطِي كَالْقِنْدِيلِ الْمُعَلَّقِ وَأَنَا هَابِطٌ إِلَيْهِمْ مِنَ الثَّنِيَّةِ۔

جب میں بستی پر اتر رہا تھا تو وہاں کے لوگ اس نور کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے روشن قندیل لٹک رہی ہو۔

میں گھر پہنچا تو میرا والد میرا منتظر تھا۔ بوڑھا شخص تھا۔ میں نے اسے کہا میرا فیصلہ سن لو۔ میرا اور تمہارا تعلق ختم ہوا۔ کہنے لگا کیوں اے بیٹے! میں نے کہا میں اسلام لے آیا اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو کار بن گیا ہوں۔ والد نے کہا بیٹا! تمہارا دین میرا دین ہے۔ پھر اس نے غسل کیا اور پاک

---

(۱) حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب کہا۔

طفیل بن عمرو دوسی یمن کا شاہزادہ تھا
حضور سرور دیں اس کا آنا بے ارادہ تھا

قریش مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی
کہ انسان عقل کھو دیتا ہے اس کے پاس جاتے ہی

قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دو چار حضرت سے
سنا قرآن پھر معمور تھا نور ہدایت سے

کپڑے پس آگیا۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا اور وہ کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔
پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اسے بھی کہا میرا فیصلہ سن لو میرا تمہارا تعلق ختم ہوا۔ کہنے لگی کیوں ؟ تم پر میرے والدین قربان ! میں نے کہا اسلام نے میرے اور تمہارے درمیان فرق کر دیا ہے۔ میں مسلمان ہو گیا اور دین محمدی کا حامی بن گیا ہوں۔ وہ بھی کہنے لگی تمہارا دین میرا دین ہے۔ اور وہ اسلام لے آئی۔

میں نے اپنے قبیلہ دوس کو دعوت اسلام دی مگر انہوں نے سستی کا مظاہرہ کیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ دوس مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ ان کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ ! دوس کو ہدایت عطا فرما۔ اے طفیل ! اپنی قوم کے پاس جاؤ انہیں دعوت دو اور نرمی اختیار کرو۔

میں واپس آیا اور مسلسل دعوت اسلام دیتا رہا۔ تا آنکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے۔ بدر واحد اور خندق کی جنگیں ہوئی۔ اس کے بعد میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حاضر دربار رسالت ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تھے۔ اس دفعہ میں قبیلہ دوس کے ستر یا اسی مسلمان گھرانے ساتھ لایا تھا۔

تاثیر قرآن کے چند مزید مشاہدات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ

(۱۸۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطابؓ سے سوال کیا۔ آپ کو فاروق کیوں کہا جاتا ہے ؟

آپ کہنے لگے امیر حمزہؓ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے تھے میں آپ کے اسلام کے تین دن بعد کسی ارادے سے باہر نکلا۔ مجھے فلاں بن فلاں مخزومی مل گیا۔ میں نے کہا سنا ہے تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دین محمدی کے پابند ہو گئے ہو ؟ اس نے کہا میں نے ایسا کیا ہے تو وہ شخص بھی ایسا ہی کر چکا ہے جس کا حق تم پر مجھ سے بھی زائد ہے میں نے کہا کون ؟ اس نے جواب دیا تمہارا بہنوئی اور بہن !

کہتے ہیں میں وہیں سے ادھر کو ہولیا۔ دروازہ بند تھا اور کچھ دھیمی سی آواز آرہی تھی۔ دروازہ کھلا۔ میں اندر گیا اور پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے۔ وہ کہنے لگے تم نے کچھ سنا ہے چنانچہ میرے اور ان کے درمیان تکرار ہوتی رہی تا آنکہ میں نے اپنے بہنوئی کا سر پکڑ لیا اور اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا۔

میری بہن اٹھی اور میرے سر کو جھنجوڑتے ہوئے بولی۔ اپنی ذلت خود کروانا چاہتے ہو؟ چنانچہ خون بہتا دیکھ کر مجھے بڑی شرم آئی۔ اور میں بیٹھ گیا۔ میں نے کہا مجھے وہ کتاب دکھلاؤ بہن نے کہا اسے صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر تمہاری نیت سچی ہے تو اٹھو غسل کرو! میں نے اٹھ کر غسل کیا اور آکر بیٹھ گیا۔

وہ میرے پاس چند اوراق لے آئے جن میں یہ تحریر تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱ تا ۵

طٰہٰ ہم نے یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشکل میں پڑو مگر اس کی نصیحت کے لئے جو ڈرتا ہے۔ یہ اس کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے اس مہربان نے عرش پر استواء کیا۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں زمین میں اور ان کے درمیان اور اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ اس کے آگے بھی چند آیات تھیں۔

فَتَعَظَّمَتْ فِىْ صَدْرِىْ وَقُلْتُ مِنْ هٰذَا اَفَرَّتْ قُرَيْشٌ وَشَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِىْ لِلْاِسْلَامِ۔

"اس کلام کی عظمت میرے دل میں سما گئی میں نے کہا کیا قریش اس سے بھاگتے ہیں؟ پھر اللہ نے میرا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا" اور میں نے کہا لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ ۔ (کوئی معبود نہیں مگر وہی اسی کے لئے ہیں سب اچھے نام) اس کے بعد مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی ذات محبوب نہ رہی۔ میں نے بے اختیار کہا این رسول اللہ رسول خدا کہاں ہیں؟ ہمشیرہ نے کہا اللہ کے نام پر مضبوط وعدہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناگوار گفتگو نہیں کرو گے۔ میں نے کہا ہاں کہنے لگی وہ دار ارقم بن ابی ارقم میں ہیں۔ صفا پہاڑی کے نزدیک۔

چنانچہ میں وہاں پہنچا۔ امیر حمزہؓ بھی آپ کے صحابہ میں وہیں تھے میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سب لوگ اکٹھے ہو کر دروازے پر آ گئے۔ امیر حمزہؓ نے کہا کیا بات ہے تمہیں؟ کہنے لگے عمر بن خطاب آ گیا۔ امیر حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو! اگر اچھا ارادہ لے کر آیا ہے تو اس کی عزت کریں گے۔ ورنہ ہماری تلوار سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو سن کر فرمایا۔ کیا بات ہے تمہیں؟ صحابہ نے عرض کیا عمر بن خطاب آیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے مجھے گریبان سے پکڑ کر جھنجوڑا جس سے میں بے اختیار گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر تم باز نہیں آتے؟ عمر فاروق کہتے ہیں میں نے پکار کر کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

دار ارقم میں موجود صحابہ نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی گونج حرم کعبہ تک سنائی دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں۔ زندہ رہیں یا مریں؟ فرمایا ہاں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں تم حق پر ہو۔ میں نے کہا پھر یہ چھپنا کیوں۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا آپ ضرور باہر تشریف لے چلیں۔

چنانچہ ہم وہاں سے نکل پڑے ہماری دو صفیں تھیں ایک میں امیر حمزہؓ تھے اور دوسری میں میں۔ ایک غبار اٹھا اور ہم مسجد میں جا پہنچے۔ جب قریش نے مجھے اور امیر حمزہ دونوں کو یوں دیکھا تو دل گرفتہ ہو کر رہ گئے۔ ایسی مشکل ان پر کبھی نہ آئی ہو گی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام فاروق رکھا۔ کیونکہ حق و باطل میں فرق ہو گیا تھا۔

شاہ حبشہ نجاشی کا قبول اسلام

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جعفر طیارؓ اور ان کے ساتھی حبشہ کو ہجرت کر گئے تو قریش نے ان کے پیچھے عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی اور عمرو بن العاص سہمی کو بھیجا تاکہ وہ ان سے پہلے نجاشی کے ہاں جا پہنچیں۔ چنانچہ وہ نجاشی کے پاس پہنچ گئے اور اس سے ملاقات کر کے کہنے لگے۔ جس شخص نے ہمارے ہاں ظاہر ہو کر فساد بپا کیا ہے اب اس نے آپ کی طرف رخ کر لیا ہے تاکہ آپ کے دین، ملک اور حکومت کا خاتمہ کر دے۔ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں۔ آپ ہمارے لئے مرکز صدق ہیں۔ ہم سے بہتر سلوک کرتے اور ہمارے تاجروں کو امان دیتے ہیں۔

ہمیں ہماری قوم نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ کو ان آنے والوں کے عقیدہ بد کی اطلاع ہو جائے یہ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا نہیں مانتے۔ اور جب آپ کے پاس آئیں گے تو آپ کو سجدہ نہیں کریں گے۔ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے تو بہتر ہے ہم انہیں سنبھال لیں گے۔

ابھی یہ دونوں (عمرو سہمی اور عمارہ بن ولید) حبشہ میں ہی تھے کہ انہی دنوں میں حضرت جعفرؓ بھی اپنے ساتھیوں سمیت پہنچ گئے۔ جب حضرت جعفر نجاشی کے دربار میں گئے تو وہاں ان دونوں کو

موجود پایا۔ آپ نے بلند آواز میں کہا "اللہ کا گروہ اندر آنا چاہتا ہے" چنانچہ انہیں اذن دخول ملا یہ لوگ اندر آئے اور اہل ایمان کا سلام کہا۔ مگر سجدہ نہ کیا۔

عمرو اور عمارہ نے نجاشی سے کہا ہم نہ کہتے تھے کہ یہ سجدہ نہیں کریں گے؟ نجاشی نے کہا اے آنے والے گروہ! تم کیوں آئے ہو۔ کیا وجہ ہے۔ تم تاجر ہو نہ سائل۔ پھر آنے کا مقصد؟ تمہارا یہ نبی کون ہے۔ اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا جبکہ تمہارے علاقہ سے آنے والے دیگر سب لوگ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

حضرت جعفر کھڑے ہوئے۔ آپ خطیب اہل ایمان تھے۔ فرمانے لگے میرے تین سوال ہیں جو میں ان دونوں (عمرو و عمارہ) پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں یا نہ میں اس کا جواب دیا جائے۔ اے بادشاہ! آپ ان میں سے کسی ایک کو جواب دینے کا اشارہ کر دیں دوسرا خاموش رہے۔ عمرو نے کہا میں بات کروں گا نجاشی نے کہا اے جعفرؓ! آپ آغاز گفتگو کریں۔

آپ نے پہلا سوال کیا۔ اے بادشاہ اس سے پوچھئے کیا ہم اپنے آقاؤں سے بھاگے ہوئے غلام ہیں؟ اگر ایسا ہے تو بے شک ہمیں ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ نجاشی نے پوچھا اے عمرو! یہ غلام ہیں؟ عمرو نے کہا نہیں! آزاد اور معزز افراد ہیں۔

آپ نے دوسرا سوال کیا۔ اس سے پوچھئے کیا ہم نے ناحق خون بہایا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں اہل قصاص کے حوالے کر دیا جائے۔ اس نے پوچھا۔ کیا انہوں نے ناحق خونریزی کی ہے؟ عمرو نے کہا نہیں! انہوں نے ایک قطرہ بھی خون نہیں بہایا۔

حضرت جعفرؓ نے تیسرا سوال کیا۔ اس شخص سے پوچھیں کیا ہم نے کسی کا ناحق مال چھینا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم پر سزا جاری کی جائے۔ نجاشی نے کہا اے عمرو! اگر انہوں نے کسی کا مال چھینا ہے تو بتلاؤ! اگر وہ سونے کا انبار بھی ہو گا تو میں خود ادا کروں گا۔ عمرو نے کہا نہیں! ایک ذرہ بھی نہیں۔

نجاشی نے کہا پھر تم کس بنیاد پر کہتے ہو کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے؟ عمرو نے کہا ہم سب ایک دین پر تھے۔ ہم تو اسی پر قائم رہے مگر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ نجاشی نے (حضرت) جعفرؓ سے پوچھا تم پہلے کس دین پر تھے اور اب تم نے کون سا دین اختیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم پہلے تھے وہ شیطان کا دین تھا۔ ہم خدا کو چھوڑ کر پتھروں کی عبادت کرتے تھے۔ اب ہم دینِ رحمان پر ہیں۔ اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جیسے قبل ازیں، رسول آتے رہے ہیں وہ ہمارے پاس صداقت اور نیکی لے کر آیا۔ ہمیں بت پرستی سے منع کیا ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے۔ اس لئے یہ لوگ ہمارے دشمن بن گئے اس سچے رسول کو قتل کرنا چاہا۔ اور ہمیں بت پرستی کی طرف لوٹ آنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ اس لئے ہم اپنا دین اور اپنی جان لئے آپ کے پاس

آ گئے۔ اگر ہماری قوم ہمیں رہنے دیتی تو ہم وہیں رہتے۔ بس یہ قصہ ہے۔

رہا سلام کہنے کا مسئلہ تو ہم نے آپ کو رسول خدا کی تعلیم کے مطابق سلام کہا ہے۔ ہمیں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ اہل جنت کا بھی یہی سلام ہے۔ اور خدا کی پناہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کریں اور آپ کو خدا کے برابر ٹھہرائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ کہ وہ ایک رسول تھے۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول آئے انہیں پاک باز کنواری مریم بتول (علیہا السلام) نے تولد کیا۔ وہ اللہ کی ایک پھونک تھے جو حضرت مریم پر ڈالی گئی یہی حضرت عیسیٰ کی شان ہے۔

نجاشی نے یہ کلام سن کر ایک تنکا اٹھایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔

صَدَقَ هٰٓؤُلَآءِ النَّفَرُ وَصَدَقَ نَبِيُّهُمْ، وَاللّٰهِ مَا يَزِيْدُ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ عَلٰى مَا يَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ وَلَا وَزْنَ هٰذَا الْعُوْدِ۔

یہ گروہ سچا ہے۔ ان کا نبی بھی سچا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی شان اس شخص (حضرت جعفرؓ) کے بیان کردہ کلمات سے اس تنکے کے برابر بھی زائد نہیں۔

پھر نجاشی نے کہا اے معزز گروہ! آپ لوگ یہاں سیوم ہیں (حبشی زبان میں صاحب امن کو سیوم کہتے ہیں) پھر اس نے ان کی میزبانی کے لئے مناسب احکامات صادر کئے۔ پھر کہنے لگا۔ آپ لوگوں میں سے اس کتاب کا زیادہ علم کون رکھتا ہے جو تمہارے نبی پر اتری ہے۔ سب نے کہا، جعفرؓ! چنانچہ انہوں نے اسے سورۃ مریم سنائی۔ وہ سن کر کہنے لگا بے شک یہ حق ہے۔ پھر کہنے لگا یہ پاکیزہ کلام کچھ اور سناؤ۔ انہوں نے ایک اور سورت پڑھی۔ اس پر مزید حق روشن ہوا۔ اور کہنے لگا تم لوگ سچے ہو اور تمہارا نبی بھی سچ کہتا ہے۔ بخدا تم صدیقین ہو نام خدا اور اس کی برکت سے بلا خوف و خطر جب تک چاہو رہو۔ یہاں تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

عمرو اور عمارہ نے یہ حالت دیکھی تو انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور نجاشی کے پاس آنے سے قبل ان دونوں کے مابین جو پرانی رنجش تھی وہ اللہ نے پھر بیدار کر دی۔ وہ ایک مقصد کے لئے اکٹھے آئے تھے۔ جب وہ پورا نہ ہو سکا تو پرانی کدورت عود کر آئی عمرو نے عمارہ سے دھوکا کیا اور اسے کہا اے عمارہ تم بڑے خوبرو اور حسین نوجوان ہو۔ نجاشی کی بیوی کے پاس جاؤ اسے اپنا ہم خیال بناؤ۔ تاکہ وہ نجاشی کو ہم پر مہربان بنائے۔ تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا کیا حال ہو گیا ہے شاید ہم اسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں؟ عمارہ یہ سن کر نجاشی کی بیوی کے پاس جا پہنچا اور اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔

ادھر عمرو سہمی نجاشی کے پاس چلا گیا اور کہنے لگا میں آپ سے خیانت برداشت نہیں کر سکتا۔ جو کچھ جانتا ہوں اس کی اطلاع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ میرا ساتھی عمارہ بڑا زانی شخص ہے۔ اسے زنا کا موقع مل جائے تو صبر نہیں کر سکتا۔ اور آپ کی بیوی کے ہاں اس کا آنا جانا ہے۔ نجاشی نے فوراً بیوی کی طرف پیغام بھیجوایا۔ جب خادم پیغام لے کر وہاں پہنچا تو عمارہ وہاں موجود تھا۔

نجاشی کو علم ہوا تو اس نے اس کی پیشاب والی نالی میں ہوا بھروا دی اور سمندر کے ایک جزیرہ میں پھینک دیا۔ چنانچہ اس کی حالت ایک جانور کی سی ہو گئی وحشی جانوروں کے ساتھ گھومنے لگ گیا۔ اس کے خاندان کو علم ہوا تو وہ کشتی لیکر وہاں پہنچے اسے رسی سے باندھ کر کشتی میں ڈالا اور چل پڑے مگر اس نے راستہ میں ہی دم توڑ دیا۔ اور عمرو سہمی بھی بے نیل مرام لوٹ آیا اور ذلت مفت کی مل گئی۔

(۱۸۷) ام المومنین زوجہ رسول (☆) ام سلمہؓ بنت ابی امیہ سے روایت ہے کہ جب ہم حبشہ میں پہنچے تو نجاشی نے ہمیں پناہ دی اور ہم سے بہت بہتر سلوک کیا ہم اطمینان سے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور کبھی کوئی ناگوار بات سننے میں نہ آئی۔ قریش کو اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ دو توانا اور دانا مرد بھیجے جائیں اور نجاشی شاہ حبشہ کو عطیات اور تحائف پیش کئے جائیں۔ ان دنوں مکہ مکرمہ کے پکوان بڑے مشہور اور پسندیدہ تحفہ سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ بہت سے پکوان اکٹھے کئے گئے وہاں کے تمام پادریوں کے لئے تحائف تیار کئے گئے اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ مخزومی اور عمرو بن العاص بن وائل سہمی کو دے کر روانہ کر دیا گیا (۱) قریش نے انہیں سمجھایا کہ نجاشی کے پاس جانے سے پہلے جملہ پادریوں کو تحائف دینا۔ بعد میں نجاشی کے سامنے پیش ہو کر تحائف بھی دینا اور درخواست کرنا کہ اس گروہ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔

☆ (تخریج) ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی اس طویل تر حدیث کو علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد ۶ صفحہ ۲۷ پر مسند احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔ علاوہ ازیں حلیتہ الاولیا جلد ۱ صفحہ ۱۱۵ اور بیہقی جلد نمبر ۹ صفحہ ۹ پر بھی یہ حدیث مروی ہے۔

(۱) پچھلی حدیث میں عمرو بن العاص کے ساتھ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کا ذکر تھا یہاں عبداللہ بن ابی ربیعہ کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے عبداللہ کو تیار کیا گیا ہو مگر بعد میں اس کی جگہ اس کے سگے چچے عمارہ نے لے لی اور یہ امر قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ چچا کی عمر عموماً بھتیجے سے زیادہ ہوتی ہے اور ایک ملک کے فرماں روا کے دربار میں جانے کے لئے زیادہ سے زیادہ دانائی اور کہنہ سالی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اگر اس کام کے لئے بھتیجے کی جگہ چچا کو منتخب کر لیا جائے تو بہت حد تک قرین قیاس ہے۔

چنانچہ یہ دونوں نجاشی کے پاس پہنچے ہم وہاں بڑے امن و سکون کے ساتھ رہ رہے تھے۔(۱) چنانچہ تمام پادریوں کو تحائف پیش کئے گئے۔ اور ہر پادری کو بتلایا گیا کہ بادشاہ معظم کے ملک میں ہمارے کچھ بے وقوف غلام بھاگ کر آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ کا دین بھی نہیں اپنایا۔ ایک نیا دین لے آئے ہیں جو ہم نے کبھی سنا تھا نہ آپ نے۔ ہمیں ان کی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے لہٰذا جب ہم بادشاہ سے اس بارہ میں بات کریں تو آپ ہماری سفارش کریں۔ سب پادریوں نے سفارش کرنے کی ہامی بھرلی۔ پھر وہ دونوں نجاشی کے پاس پہنچے۔ اور کہا اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کچھ بے وقوف غلام بھاگ آئے ہیں جنہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ ایک نیا دین لے آئے ہیں جسے ہم جانتے ہیں نہ آپ۔ ہمیں ان کی قوم کے شرفاء نے جن میں ان کے باپ دادا چچے اور دیگر افراد خانہ بھی ہیں۔ بھیجا ہے تاکہ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔

نجاشی کو ان کی بات بڑی ناگوار سی گزری۔ مگر پادریوں نے (حق نمک ادا کرتے ہوئے) کہا اے بادشاہ! یہ سچ کہتے ہیں۔ نجاشی یہ سن کر طیش میں آگیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں انہیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتا میں نے انہیں پناہ دی ہے اور تمام سلاطین عالم میں سے انہوں نے مجھے پسند کیا ہے۔ البتہ میں انہیں بلوا کر ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ دو آدمی تمہارے متعلق کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ نجاشی نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا۔ جب قاصد نے انہیں پیغام دیا تو یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ مگر فیصلہ یہی ہوا کہ جو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے وہ ہم بلا کم و کاست بتلا دیں گے پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

جب صحابہ کرامؓ دربار نجاشی میں پہنچے۔ وہاں تمام پادری بھی اپنی کتابیں لئے اس کے گرد بیٹھے

---

(۱) پچھلی حدیث میں گذرا ہے کہ صحابہ کے حبشہ میں پہنچنے سے قبل عمرو بن العاص اور اس کا ساتھی نجاشی کے پاس پہنچ چکے تھے۔ یہاں اس حدیث میں سیدہ ام سلمہؓ فرما رہی ہیں کہ ہم حبشہ میں بسکون و عافیت رہ رہے تھے تب وہاں عمرو بن العاص وغیرہ کو بھیجا گیا۔ ان دونوں میں بظاہر تضاد ہے لیکن ان دونوں میں توفیق و تطبیق ممکن ہے۔ کیونکہ حبشہ کو دو مرتبہ ہجرت ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ سنہ بعثت (۵) ماہ رجب میں بارہ مرد اور چار عورتیں جن میں ام سلمہؓ بھی تھیں حبشہ گئیں، یہ لوگ وہاں دو تین ماہ تک رہے۔ پھر اس افواہ پر کہ اہل مکہ اسلام لے آئے ہیں واپس آگئے پھر جب یہاں آکر معلوم ہوا کہ صورت حال حسب سابق ہے تو کچھ عرصہ یہاں رہ کر حضور کی اجازت سے یہ لوگ پھر حبشہ چلے گئے۔ اس مرتبہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے ہجرت کی، تب اہل مکہ کو سخت تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے عمرو بن العاص اور اس کے ساتھی کو دوڑایا کہ مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل وہ نجاشی کے پاس پہنچ جائیں اور تحائف وغیرہ پیش کر کے اسے اپنا ہم نوا بنائیں لہٰذا پیش نظر حدیث یعنی حدیث ام سلمہؓ پہلی ہجرت سے متعلق ہے اور پچھلی حدیث دوسری ہجرت سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ احقر مترجم۔

تھے۔ نجاشی نے سوال کیا تم لوگوں نے اپنی قوم کے کون سے دین کو خیر باد کہہ کر کون سا نیا دین اختیار کیا ہے جو نہ ہمارے والا دین ہے نہ کسی اور کا؟

ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضرت جعفرؓ نے اس سے بات شروع کی اور کہا اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم ہوا کرتے تھے بت پرستی مردار خوری زنا کاری قطع رحمی اور پڑوسیوں سے بد سلوکی ہمارے کام تھے۔ ہم میں سے قوی شخص کمزور کا گلا گھونٹ دیا کرتا تھا۔ اچانک اللہ نے ہمارے درمیان ہم ہی میں سے ایک رسول بھیج دیا۔ ہم اس کے حسب و نسب صداقت دیانت اور طہارت سے خوب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں دعوت دی کہ صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے۔ پتھر اور بت پرستی چھوڑ دی جائے اس نے ہمیں صداقت امانت صلہ رحمی اور اچھی ہمسائیگی کا حکم دیا اور عزت دری خوں ریزی بے حیائی جھوٹ یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور اللہ کی عبادت نماز روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔

سیدہ فرماتی ہیں (حضرت) جعفرؓ نے بہت سے اسلامی احکامات گنوائے ہم نے ان کی برابر تصدیق کی کہ ہم اب صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں خدا کے حلال کردہ کاموں کو حلال اور حرام کردہ کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہماری قوم ہمارے خلاف ہو گئی ہمیں طرح طرح کے عذاب سے دو چار کیا تاکہ ہم خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش پر لوٹ آئیں اور پہلے کی طرح خبیث چیزوں کو حلال جانیں۔ جب انہوں نے ہم پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی اور ہمارا عرصہ حیات تنگ ہو گیا تو ہم آپ کے پاس آگئے اور سارے جہان کو چھوڑ کر آپ کا انتخاب کیا۔ کیونکہ ہمیں امید تھی آپ کی پناہ میں ہم پر ظلم نہ ہو گا۔

نجاشی نے کہا کیا تمہارے پاس کچھ وہ کلام ہے جو اللہ نے تمہارے رسول پر اتارا ہے (حضرت) جعفرؓ نے فرمایا ہاں! چنانچہ آپ نے سورۃ مریم کی تلاوت شروع کر دی۔

فَبَكَىٰ وَاللهِ النَّجَاشِيُّ حَتّٰى اَخْضَلَتْ لِحْيَتُهٗ وَبَكَتِ الْاَسَاقِفَةُ حَتّٰى اَخْضَلُوْا مَصَاحِفَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا مَا تَلَا عَلَيْهِمْ۔

آپ فرماتی ہیں نجاشی اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی اور پادری بھی یوں روئے کہ ان کے سامنے پڑے ہوئی کتابیں بھیگ گئیں۔

۱۔ آپ اپنے شوہر ابو سلمہ بن اسد کے ساتھ حبشہ کو گئی تھیں پھر وہاں سے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچیں ۴ھ میں ان کے شوہر جنگ احد میں زخمی ہو کر وصال پا گئے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغام نکاح بھیجا اور آپ حرم نبوت میں داخل ہو گئیں۔ امہات المومنین میں سب سے آخر میں آپ ہی وصال فرمانے والی ہیں۔ آپ چوراسی سال کی عمر میں ۶۲ھ میں واقعہ کربلا کے بعد فوت ہوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا علمی مقام مسلم تھا۔

نجاشی نے کہا خدا کی قسم یہ کلام اور جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک ہی دیئے کے دو نور ہیں۔
اس نے ان دونوں (عمرو سہمی اور ان کے ساتھی) کو دربار سے یہ کہتے ہوئے اٹھوا دیا کہ چلے جاؤ یہاں سے میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔
پھر نجاشی نے پوچھا تم لوگ حضرت عیسیٰ کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ جعفر بن ابی طالب نے جواب دیا ہم ان کے بارہ میں وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے رسول نے بتلایا ہے حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اس کے رسول۔ اس کی پھونک اور اس کا ایک کلمہ ہیں۔ یہ پھونک اللہ نے پاک باز کنواری مریم بتول پر ڈالی تھی۔

نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر بولا تم نے جو کچھ کہا ہے حضرت عیسیٰؑ اس سے تنکے کے برابر بھی زائد نہیں پادریوں نے یہ سن کر کچھ بڑبڑاہٹ کی۔ نجاشی نے کہا خواہ تم بڑبڑاتے رہو! اے گروہ اسلام! تم لوگ یہاں سیوم (اہل امن) ہو تمہیں گالی دینے والا سزا پائے گا (یہ تین دفعہ کہا) میں سونے کا پہاڑ لیکر بھی تم میں سے کسی کو دکھ دینے پر راضی نہیں۔ اے پادریو! ان دونوں کے پیش کردہ تحائف واپس کر دو۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے حکومت لوٹاتے ہوئے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی تو میں کیوں رشوت لوں۔ جس کام میں لوگ میری اطاعت کریں گے۔ میں ان کی اطاعت کروں گا۔

فرماتی ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنے تحائف واپس اٹھائے دربار سے نکل گئے۔ اور ہم جتنے دن رہے بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ رہے۔ تا آنکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ جا پہنچے۔

نجاشی ایک غلام سے شاہ حبشہ کیسے بنا

(۱۸۸) محمد بن مسلم کہتے ہیں جب میں نے عروہ بن زبیر کو ابی بکر بن عبداللہ والی حدیث ام سلمہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے سنائی تو وہ کہنے لگے کیا تم نجاشی کے اس قول "جب اللہ نے مجھے حکومت لوٹاتے ہوئے رشوت نہ لی تھی تو میں کیوں رشوت لوں۔ اور جس امر میں میری اطاعت کریں میں ان کی اطاعت کروں گا" کا مطلب سمجھتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔
عروہ بن زبیرؓ کہنے لگے مجھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ تھا۔ نجاشی کے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی جبکہ نجاشی کے چچا کے بارہ بیٹے تھے اور یہی خاندان سلطنت حبشہ کا وارث تھا اہل حبشہ نے باہم مشورہ کیا کہ اگر ہم نجاشی کے باپ کو (جو اس وقت حاکم حبشہ تھا) قتل کر دیں۔ کیونکہ اس کا صرف یہی ایک بیٹا ہے اور اس کے چچا کو بادشاہ بنا دیں تو حکومت حبشہ تادیر آرام سے چلتی رہے گی کیونکہ اس کے بارہ بیٹے ہیں جو یکے بعد دیگرے وارث تخت بنتے چلے

جائیں گے۔

چنانچہ انہوں نے نجاشی کے باپ کو قتل کر کے اس کے چچا (باپ کے بھائی) کو تخت پر بٹھا دیا۔ وقت گزرتا رہا۔ نجاشی چچا کے ہاں پرورش پاتے ہوئے جوان ہو گیا چونکہ وہ بڑا ذہین اور صاحب ہوش و خرد واقع ہوا تھا اس لئے بہت جلد چچا کا نہایت مقرب بن گیا اور ملکی معاملات میں اسے مکمل کنٹرول حاصل ہوتا چلا گیا۔ اہل حبشہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے۔ بخدا یہ نوجوان تو اپنے چچا پر غالب آگیا ہے اگر اسے حکومت مل گئی تو یہ ہمیں ضرور قتل کر دے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہم نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔

چنانچہ وہ اس کے چچا کے پاس گئے اور کہنے لگے اس نوجوان (نجاشی) کو قتل کر دو یا یہاں سے نکال دو ہمیں اس سے اپنی جانوں کا خطرہ ہے۔ اس نے کہا افسوس ہے تم پر، کل تم نے اس کا باپ قتل کیا اور آج میں اسے قتل کر دوں؟ ہرگز نہیں! البتہ تم اسے یہاں سے نکال دو۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں چنانچہ وہ اسے (باندھ کر یا جس طرح بھی ہو سکا) بازار میں لے گئے اور چھ سو درھم پر ایک شخص کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے نجاشی کو کشتی میں ڈالا اور چلتا بنا۔

مگر اسی دن جب عشاء کا وقت ہوا تو موسم خریف کا بادل چھایا ہوا تھا نجاشی کا چچا بارش میں نہانے کے لئے نکلا۔ اس پر بجلی گری اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اہل حبشہ دوڑ کر اس کے لڑکوں کے پاس پہنچے (تاکہ ان میں سے کسی کو تخت حکومت پر بٹھائیں) تو دیکھا وہ سب کے سب پاگل ہیں ان میں سے کوئی بھی منصب شاہی کا اہل نہیں۔ اب یہ لوگ سخت متفکر ہوئے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اے اہل حبشہ! تم نے جس لڑکے کو بیچ ڈالا ہے اس کے بغیر تمہارے ملک کو کوئی نہیں بچا سکتا اگر ملک کی سلامتی چاہتے ہو تو اسے ڈھونڈ لاؤ۔

چنانچہ اس تاجر کی تلاش کی گئی جس نے نجاشی کو خریدا تھا۔ اہل حبشہ نے اسے جا لیا اور نجاشی کو وہاں سے اٹھا کر قصر خلافت میں لا بٹھایا۔ اور زمام حکومت اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ وہ تاجر واپس حبشہ میں پہنچا اور کہنے لگا میری رقم لوٹا دو ورنہ مجھے بادشاہ سے بات کرنے دو۔ کہنے لگے بات کر لو! وہ آیا اور نجاشی کے سامنے بیٹھ گیا کہنے لگا اے ملک معظم! میں نے بازار سے چھ سو درہم پر ایک غلام خریدا تھا۔ لوگوں نے وہ غلام مجھے دیدیا اور رقم لے لی جب میں اسے لیکر چلا گیا تو لوگ پیچھے جا پہنچے مجھ سے غلام بھی چھین لیا اور پیسے بھی نہ لوٹائے نجاشی نے کہا اس کا یہی فیصلہ ہے کہ اس خریدار کو رقم لوٹا دی جائے ورنہ غلام اس کے سپرد کر دیا جائے۔ وہ اسے جہاں چاہے لے جائے۔ اہل حبشہ نے یہ سن کر کہا نہیں بلکہ ہم اس کی رقم لوٹاتے ہیں۔

سیدہؓ فرماتی ہیں یہ ہے نجاشی کے اس قول کا مطلب کہ جب اللہ نے مجھے حکومت لوٹاتے ہوئے مجھ سے رشوت نہیں لی تو میں لوگوں سے رشوت کیوں لوں اور جس امر میں لوگ میری اطاعت کریں میں

ان کی اطاعت کروں گا۔ چنانچہ تخت حکومت سنبھالتے ہی یہ اس کی دیانت و عدالت کا پہلا کامیاب امتحان تھا۔

اگر ایک رکاوٹ نہ ہوتی تو میں خود جاکر نعلین رسول کے بوسے لیتا۔ نجاشی

(۱۸۹) ابی بردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ قریش کو پتا چلا تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو تحائف دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ وہ دونوں وہاں پہنچے تحائف پیش کئے جو نجاشی نے قبول کر لئے۔ پھر عمرو نے کہا ہمارے علاقہ کے کچھ لوگ ہمارے دین سے برگشتہ ہو کر آپکے ہاں آکر مقیم ہوگئے ہیں۔

چنانچہ بادشاہ نے ہمیں بلوایا ہمیں (حضرت) جعفرؓ نے کہا دربار شاہی میں آج صرف میں گفتگو کروں گا تم میں سے کوئی وہاں بات نہ کرے۔ آج میں تمہارا خطیب ہوں چنانچہ ہم نجاشی کے پاس پہنچے۔ اس وقت عمرو اس کے دائیں اور عمارہ بائیں بیٹھا ہوا تھا۔ اور عیسائی علماء اور پادری پیچھے صف در صف بیٹھے تھے۔ عمرو و عمارہ نے انہیں پہلے بتلا رکھا تھا کہ وہ سجدہ نہیں کریں گے۔ جب ہم پہنچے تو عیسائی علماء اور پادری دوڑ کر ہماری طرف آئے اور کہنے لگے شہنشاہ معظم کو سجدہ کرو۔

حضرت جعفرؓ نے کہا ہماری جبیں تو صرف خدائے وحدہ کے آگے جھکتی ہے کسی اور کے آگے نہیں۔ نجاشی نے کہا کیوں؟ آپ نے کہا اللہ نے ہمارے پاس رسول بھیجا ہے۔ وہ رسول جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اس نے ہمیں نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا ہے۔

نجاشی کو یہ بات بڑی پسند آئی اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہ وہی رسول ہے جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اگر یہ ملکی معاملات میری راہ میں رکاوٹ نہ ہوتے تو میں خود چل کر ان کے پاس حاضر ہوتا اور ان کے نعلین مبارک کے بوسے لیتا۔

پھر اس نے ہمیں کہا کہ جب تک چاہو یہاں رہو۔ اس نے ہمارے کھانے اور لباس وغیرہ کا انتظام کر دیا۔ اور ان دونوں کے تحائف لوٹا دیئے۔ عمرو چھوٹے قد کا انسان تھا۔ جبکہ عمارہ حسین و خوبرو تھا۔ وہ سمندر کے کنارے پر گئے وہاں انہوں نے شراب پی۔ عمرو کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ شراب کے نشے میں عمارہ نے عمرو سے کہا اپنی بیوی سے کہو۔ میرا منہ چومے! عمرو نے کہا تجھے شرم نہیں آتی؟ اس پر عمارہ نے عمرو کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے خدا کا واسطہ دیا کہ مجھے

نکال لو۔ تو اس نے کشتی میں ڈال کر اسے باہر نکال لیا۔

عمرو نے اس کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے نجاشی سے کہا جب آپ باہر جاتے ہیں تو عمارہ آپ کی بیوی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ نجاشی نے عمارہ کو بلوا کر اس کی پیشاب والی نالی میں ہوا بھرا دی جس کے سبب وہ دیوانہ ہو کر جانوروں کے ساتھ گھومنے لگ گیا۔

شیخ ابو نعیمؒ کہتے ہیں۔ ہجرت حبشہ اور جنگ بدر کے درمیان اہل سیر کے مطابق پانچ سال اور کچھ مہینوں کا وقفہ تھا۔ واللہ اعلم

یہ سب روایات ثقہ اور سچے راویوں سے مروی ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ قریش نے عمرو بن العاص کو دو مرتبہ حبشہ بھیجا ہے ایک مرتبہ عمارہ بن ولید کے ساتھ اور دوسری مرتبہ عبداللہ بن ابی ربیعہ کے ساتھ (۱)

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اور جانبازیاں (۲)

(۱۹۰) عبداللہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اپنی قوم بنو غفار سے نکل پڑے۔ کیونکہ وہ حرمت والے مہینوں میں بھی لڑ پڑا کرتے تھے۔ میں اپنے بھائی انیس اور والدہ کو ساتھ لیکر نکل پڑا۔ ہم اپنے خالو کے ہاں اترے۔ اس نے ہماری خوب میزبانی کی۔ ہماری قوم کو اس پر حسد ہوا اور میرے خالو کے کان بھرے کہ جب تم باہر جاتے ہو تو انیس تمہاری بیوی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ ہمارے خالو نے آکر یہی باتیں ہمیں کہہ دیں (غصے کا اظہار کیا) چنانچہ میں نے اسے کہا اس سے قبل تم نے جو ہم پر احسان کیا تھا اس پر تو پانی پھر گیا۔ اب ہمارا یہاں رہنا ناممکن ہے۔ تو ہم اپنے اونٹ لیکر وہاں سے چلتے بنے۔ ہمارا خالو منہ ڈھانپ کر روتا رہ گیا۔

---

(۱) مگر یہ بات ذہن میں آتی نہیں۔ آخر قریش کو ایک مرتبہ شدت سے ناکامی حاصل ہونے کے بعد دوبارہ وفد بھیجنے کی ضرورت کیا تھی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ پہلے عمرو کے ساتھ عبداللہ کو بھیجے جانے کا فیصلہ ہوا تھا مگر بوجوہ اس کی جگہ عمارہ بن ولید کو جانا پڑا۔ ویسے بھی وہ عبداللہ کا سگا چچا تھا۔ تو شائد اس کی کہنہ سالی کی بناء پر اسے بھتیجے کی جگہ رکھ لیا گیا ہو۔

آپ کا نام جندب بن جنادہ ہے پانچویں مسلمان ہیں مکہ میں اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنی قوم میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے جیسا کہ زیر بحث حدیث میں مرقوم ہے۔ پھر غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر دربار رسالت ہوئے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دوران مقام ربذہ پر ہوئی آپ درویش منش آدمی تھے اور فرماتے تھے کہ سب کچھ راہ خدا میں لٹا دینا چاہئے اپنے پاس کچھ نہیں رکھنا چاہئے آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام سے قبل بھی موحد تھے اور اپنے انداز کی ایک نماز پڑھتے تھے جیسا کہ زیر بحث حدیث میں آگے چل کر معلوم ہوگا۔

ہم مکہ مکرمہ کے باہر آکر فروکش ہو گئے۔ اور اے چچا کے بیٹے! (اس سے مراد عبداللہ بن صامت راوی حدیث ہے) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے قبل بھی تین سال تک نماز پڑھتا رہا ہوں۔ میں نے کہا کس کے لئے؟ ابو ذر نے کہا اللہ کے لئے۔ میں نے پوچھا کس طرف رخ کر کے؟ کہنے لگے جدھر اللہ چاہتا میں رخ کر لیتا تھا۔ ایک نماز رات میں پڑھتا تھا پھر جب سحر نمودار ہوتی تو میں زمین پر خیمے کی طرح پڑا رہتا تا آنکہ سورج بلند ہو جاتا۔ (اتنی دیر سجدے میں پڑا رہتا)

ایک دن انیس نے کہا مجھے مکہ میں ایک کام ہے میرے آنے تک انتظار کرنا چنانچہ وہ گیا اور بڑی دیر سے آیا۔ میں نے کہا دیر کیوں لگائی ہے؟ کہنے لگا۔ میں مکہ میں ایک شخص سے ملا ہوں وہ بھی تمہارے والا دین رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا کوئی شاعر کہتا ہے کوئی کاہن یا جادوگر کہتا ہے۔ انیس خود بھی شاعر تھا مگر کہنے لگا میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں لیکن بخدا اس کی گفتگو کاہنوں والی نہیں اور میں نے اس کے کلام کا کئی شعراء کے کلام کے ساتھ موازنہ کیا ہے مگر کوئی شاعر اسے شعر نہیں قرار دے سکتا۔ بخدا وہ سچا ہے اور قوم جھوٹی ہے۔

میں نے کہا اب تم انتظام کرو میں جاتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے مگر اہل مکہ سے بچ کر رہنا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں اور اس سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ چنانچہ میں مکہ مکرمہ میں ایک شخص سے ملا اس سے پوچھا وہ آدمی کہاں ہے جسے تم صابیٔ (نئے دین والا) کہتے ہو۔ اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تم بھی صابیٔ ہو؟ بس اتنے میں ہی لوگ ڈھیلوں اور ہڈیوں سے مجھ پر پل پڑے اور مار مار کر بیہوش کر کے پھینک گئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا میری حالت اس لکڑی جیسی تھی جس پر گوشت بنایا جاتا ہے۔

میں زمزم پر آیا پانی پیا اور خود سے خون دھویا۔ اور اے بھتیجا! میں حرم میں مسلسل تیس دن رہا۔ آب زمزم کے علاوہ میرے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ (مگر زمزم کی برکت سے) میں موٹا ہو گیا میرے پیٹ کی سلوٹیں ختم ہو گئیں۔ اور بھوک کا احساس تک نہ رہا۔

ایک چاندنی اور روشن رات میں جب ساری قوم سو رہی تھی دو عورتیں آکر طواف کرنے لگیں پھر وہ میرے پاس آئیں وہ اساف و نائلہ (۱) کو پکار رہی تھیں میں نے کہا ان دونوں (اساف و نائلہ) نے باہم نکاح کیا ہے۔ مگر وہ عورتیں میری بات کا کوئی نوٹس لئے بغیر ان کی پوجا پاٹ میں مصروف

---

(۱) اساف و نائلہ دو بت تھے حرم کعبہ میں نصب تھے نائلہ عورت کا بت تھا اور اساف مرد کا جس کا آلہ تناسل تنا ہوا تھا۔ کفار مکہ کی بے شرمی دیکھیے استغفر اللہ ربی

رہیں۔ میں نے کہا اس (اساف) کا آلہ تناسل تو لکڑی کی طرح سخت ہے البتہ میں اشارہ کنایہ نہیں کرتا سیدھی اور صاف بات کہتا ہوں۔ اب وہ شور مچاتی ہوئی دوڑ پڑیں (۱) اور کہنے لگیں اگر ہمارے خاندان والے موجود ہوتے تو تجھے مزہ چکھاتے۔

آگے سے ان دونوں عورتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق مل گئے جو پہاڑ سے اتر رہے تھے۔ آپؐ نے ان عورتوں سے پوچھا کیا بات ہے تمہیں؟ کہنے لگیں کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان ایک صابی ہے۔ آپ نے پوچھا اس نے تمہیں کیا کہا ہے (جس سے تم پر اس کا صابی ہونا ظاہر ہوا ہے) کہنے لگیں اس نے ایسی بات کہی ہے جو منہ سے ادا نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سمیت مسجد میں تشریف لائے حجراسود کو بوسہ دیا اور محو طواف ہو گئے۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا۔ اور میں پہلا شخص تھا جس نے آپ کو اسلام والا سلام کہا۔ آپ نے جواب دیا "وعلیک ورحمتہ اللہ" تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا غفار سے۔ آپ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا میں نے دل میں کہا شائد انہیں میرا غفار سے ہونا پسند نہیں آیا۔ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو آپ کے ساتھی (ابو بکر صدیق) نے میرا ہاتھ جھٹک دیا کیونکہ وہ آپ کی اس ادا کو مجھ سے بہتر سمجھتے تھے۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا تم یہاں کتنے دنوں سے ہو؟ میں نے کہا تیس دن رات سے۔ فرمانے لگے تمہیں کھانا کون کھلاتا تھا؟ میں نے کہا میرے پاس تو صرف آب زمزم کی خوراک تھی جس سے موٹا ہو گیا ہوں پیٹ کے شکن تک ختم ہو گئے ہیں اور بھوک کا احساس بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو بڑی برکت والا پانی ہے ایک مکمل غذا ہے۔

ابو بکر صدیق عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اجازت فرمائیں تو آج رات میں اسے کھانا کھلاؤں؟ فرمایا ہاں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ وہاں سے چل دیئے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ ابو بکر صدیق نے ایک دروازہ کھولا۔ اور ہم اندر چلے گئے۔ آپ نے طائف کے چھوہارے سامنے رکھ دیئے مکہ مکرمہ میں یہ میرا پہلا کھانا تھا، میں نے بقدر ضرورت کھایا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ میری ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا میں ایک ارض نخلستان کو ہجرت کرنے والا ہوں۔ میرے خیال میں وہ یثرب ہے۔ کیا تم میری طرف سے اپنی قوم کو دعوت حق دو گے شائد انہیں اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ہدایت دے دے اور تمہیں ان کے ایمان کا بھی اجر مل جائے۔

چنانچہ میں واپس گیا۔ اپنے بھائی انیس سے ملا۔ اس نے کہا تم (اتنے دن) کیا کرتے رہے؟

---

(۱) یہ بات کہنے سے ابو ذرؓ کا مقصد بھی یہی تھا کہ ان عورتوں کو یہاں سے بھگایا جائے کیونکہ ان کی بت پرستی آپ پر گراں گزر رہی تھی۔ ورنہ آپ جیسا غیور مرد قلندر ایسی بات اور وہ بھی عورتوں سے کب کہتا ہے۔؟

میں نے کہا میں نے یہ کیا ہے کہ اسلام لے آیا ہوں اور اس رسول کی تصدیق کرتا ہوں۔ جبکہ بھائی تو پہلے ہی تصدیق کر چکا تھا) پھر ہم اپنی والدہ کے پاس آئے وہ کہنے لگیں مجھے تمہارے دین سے بے رغبتی کیسے ہو سکتی ہے میں بھی اسلام لاتی اور دین حق کی تصدیق کرتی ہوں۔

پھر ہم نے رخت سفر باندھا اور اپنی قوم میں آئے۔ ہم نے دعوت حق دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے قبل ہمارا آدھا قبیلہ ایمان لا چکا تھا۔ ایمائن رحضہ ان کا امام نماز تھا وہ ان کا سردار بھی تھا۔ باقی لوگوں نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئیں گے ہم بھی ایمان لے آئیں گے چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو وہ لوگ بھی داخل اسلام ہو گئے۔ پھر بنو اسلم بھی آپ کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے ہم بھی ویسے ہی ایمان لاتے ہیں جیسے ہمارے غفاری بھائیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ چنانچہ وہ بھی اسلام لے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ

اللہ بنو غفار کی مغفرت کرے اور بنو اسلم کو سلامتی بخشے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ (اسلام لانے کے بعد) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کفار میں آئے اور بلند آواز سے کہا۔ اشہد ان لاالہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

مشرکین نے کہا "صبا الرجل، صبا الرجل۔" یہ شخص بے دین ہو گیا۔ بے دین ہو گیا۔ اور انہوں نے آپ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے عباس بن عبدالمطلب وہاں سے گزرے تو جھک کر انہیں دیکھا اور کہا اے گروہ قریش! تم تجارت پیشہ ہو۔ اور بنو غفار تمہارے راستے میں رہتے ہیں۔ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے چنانچہ کفار نے انہیں چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر انہوں نے اسی طرح زور سے کلمہ پڑھا قریش نے پھر مارنا شروع کر دیا عباس وہاں سے گزرے تو انہیں منع کیا جس پر انہوں نے چھوڑ دیا۔

حضرت عمرو بن عبسہ اسلمی کا اسلام لانا (۱)

(۱۹۱) عمرو بن عبسہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دور جاہلیت میں ہی بت پرستی سے بیزار تھا۔ اسے غلط سمجھتا تھا۔ کیونکہ ایسے پتھروں کی عبادت جو نفع دیں نہ نقصان چہ معنی دارد۔ تو میں ایک اہل کتاب سے ملا اور اس سے بہتر دین کے بارہ میں سوال کیا۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ میں ایک شخص ظاہر ہو گا وہ اپنی قوم کے خداؤں سے اظہار نفرت کرتے ہوئے کسی اور کی عبادت کی دعوت دے

---

(۱) آپ کی کنیت ابو نجیح ہے آپ مکہ مکرمہ میں آغاز دور اسلام میں اسلام لائے جیسے آپ زیر نظر حدیث میں پڑھ لیں گے پھر آپ اپنے وطن چلے گئے غزوہ خندق کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شام میں جا کر رہنے لگے اور وہیں وصال ہوا۔

گا اور بہتر دین لے کر آئے گا۔ اگر تمہیں اس کی صحبت میسر آ جائے تو اس کی پیروی کرنا۔

چنانچہ میرا معمول بن گیا کہ مکہ آتا اور یہ سوال کرتا کہ یہاں کوئی نیا واقعہ تو نہیں ہوا؟ لوگ کہتے نہیں! میں یہ جواب سن کر لوٹ جاتا میرا گھر مکہ مکرمہ سے قریب ہی تھا۔ اس لئے مکہ سے نکلنے والے ہر سوار سے پوچھتا رہتا کہ وہاں کی کوئی نئی خبر ہے؟ یہی جواب ملتا نہیں!

ایک دن میں حسب معمول راستے میں بیٹھا ہوا تھا ایک سوار گزرا میں نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ کہنے لگا مکہ سے۔ میں نے کہا کوئی نئی خبر؟ اس نے کہا ایک شخص نے ظہور کیا ہے جو الٰہان قوم سے بیزار ہے اور کسی نئے دین کی دعوت دے رہا ہے۔ میں نے کہا یہی تو وہ حبیب ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ میں نے فوراً رخت سفر باندھا۔ اور مکہ میں وہاں جا پہنچا جہاں پہلے فروکش ہوا کرتا تھا۔ وہاں میں نے آپ کے بارہ میں سوال کیا تو پتا چلا آپ کی سرگرمی ابھی خفیہ ہے۔ اور قریش آپ کے خلاف ہیں۔ تو میں تلاش بسیار کے بعد آپ تک پہنچا۔ میں نے سلام کہا۔ اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا "رسول خدا" میں نے کہا آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ میں نے سوال کیا۔ آپ کی دعوت کیا ہے؟ فرمانے لگے صلہ رحمی کرو خونریزی سے بچو۔ راستے پرامن بناؤ۔ بت پاش پاش کر دو اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ میں نے کہا آپ کی دعوت کیا خوب ہے۔ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کر دی۔ اب کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں؟ یا جیسے آپ کی مرضی؟ آپ نے فرمایا لوگوں کی طرف سے میری مخالفت تو تم دیکھ چکے ہو۔ تم اپنے گھر رہو جب تمہیں معلوم ہو کہ میں نے یہاں سے ہجرت کی ہے تو پھر میری پیروی کرنا۔

چنانچہ جب میں نے سنا کہ آپ سوئے مدینہ ہجرت کر گئے ہیں تو میں وہاں آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا ہاں تم وہی سلمی شخص ہو جو میرے پاس مکہ میں آئے تھے۔ اور میں نے تمہیں یہ یہ حکم دیا تھا۔ اور تم نے یہ جواب دیا تھا تو میں (مارے خوشی کے) کھڑا ہو گیا میں نے یقین کر لیا کہ جو علم اس مجلس سے مل سکتا ہے سارے زمانے میں کہیں نہیں مل سکتا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس گھڑی میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا رات کے آخری پہر میں اس وقت کی نماز پر فرشتے پہنچتے ہیں اور وہ قبول ہوتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت اور قبول اسلام

(۱۹۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سلمان فارسیؓ نے اپنی زبانی بتلایا کہ میں اصفہان کی ایک بستی میں رہنے والا فارسی شخص تھا۔ میرا باپ کسان تھا۔ اس کو مجھ سے از حد محبت تھی۔ محبت ہی کی وجہ سے اس نے مجھے گھر میں بند کر رکھا تھا جیسے کسی لونڈی کو رکھا جاتا ہے۔ میں اپنے

مجوسی گھرانے میں خدمت گذار آتش تھا۔ ہر وقت آگ بھڑکائے رکھتا کبھی سرد نہ ہونے دیتا۔ یہ میرا دینی فریضہ تھا۔

میرے باپ کی کچھ زمین تھی۔ وہ اپنے گھر میں کچھ تعمیر کر رہا تھا۔ اس نے مجھے بلا کر کہا اے بیٹے! میں اس تعمیر میں مشغول ہوں تم میری زمین پر جاؤ اور وہاں کا کام مکمل کر کے فوراً واپس آجاؤ۔ وہاں ٹھہرنا نہیں۔ کیونکہ تمہارے کچھ دیر رک جانے سے میں اپنی زمین اور تعمیر سب کچھ بھول بیٹھوں گا چنانچہ میں زمین پر پہنچنے کے لئے گھر سے نکلا۔ میرا گزر ایک دیر پر ہوا وہاں عیسائیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ اپنی نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میرے باپ نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے۔ (اس لئے کہ میں کہیں اپنا مذہب نہ چھوڑ دوں)

میں نے ان کی آوازیں سنیں تو دیر کے اندر چلا گیا اور دیکھتا رہا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ مجھے ان کی نماز بڑی بھائی۔ اور ان کے طریقہ کو پسند کرنے لگا۔ اور دل میں کہا بخدا یہ دین ہمارے دین سے کہیں بہتر ہے۔ میں غروب آفتاب تک وہیں بیٹھا رہا۔ اور باپ کی زمین دھری کی دھری رہ گئی میں وہاں گیا ہی نہیں۔ میں نے ان عیسائیوں سے پوچھا تمہارے اس دین کا اصل مرکز کہاں ہے؟ کہنے لگے شام میں۔
میں اٹھ کر اپنے والد کے پاس آیا۔ اس نے میری تلاش میں آدمی دوڑائے ہوئے تھے اور اسے سارے کام بھولے ہوئے تھے جیسے کہ اس نے کہا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگا۔ بیٹا تم کہاں تھے؟ میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ جلدی آجانا ہوگا میں نے کہا ابا جان! میں نے کچھ لوگوں کو ان کے دیر میں محو نماز دیکھا۔ مجھے ان کا دین بڑا پسند آیا میں غروب آفتاب تک انہیں کو دیکھتا رہا باپ نے کہا اے بیٹا اس دین میں کوئی بھلائی نہیں۔ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا دین ہی بہتر ہے۔ میں نے کہا بخدا ہرگز نہیں! وہ دین ہمارے دین سے کہیں افضل ہے۔ باپ نے مجھے ڈرایا دھمکایا گھر میں بند کر دیا اور پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔

میں نے عیسائیوں کو پیغام بھجوایا کہ جب تمہارے پاس شام کو جانے والا کوئی قافلہ آئے تو مجھے خبر کر دینا۔ چنانچہ ایک روز عیسائیوں کا ایک تجارتی قافلہ آپہنچا۔ انہوں نے مجھے اطلاع کی۔ میں نے کہا اپنی سرگرمیاں اور ضروریات مکمل کر کے جس دن قافلہ نے روانہ ہونا ہو مجھے اس دن خبر دار کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ اور مجھے ان کی روانگی کی اطلاع مل گئی۔ میں نے زنجیر توڑے اور ان کے ساتھ مل کر شام پہنچ گیا۔

وہاں پہنچ کر میں نے پوچھا کہ یہاں کا سب سے بڑا دینی عالم کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا گرجے کا ایک بڑا پادری ہے۔ میں اس کے پاس جا پہنچا میں نے کہا مجھے عیسائیت سے بڑی رغبت ہے میں آپ کے گرجے میں رہ کر آپ کی خدمت کرنا اور آپ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں اس نے کہا جیسے تمہاری

مرضی! چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا۔

وہ بہت بداخلاق تھا۔ لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا۔ اور خود صدقے کا طلب گار رہتا۔ جب اس کے پاس مال فراواں جمع ہو گیا تو اس نے اسے کہیں دبا دیا اور غرباء کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ جب وہ مرا تو میں نے لوگوں کو اس کے خزانے سے خبردار کیا انہوں نے کہا تمہیں اس کا کیسے پتا چلا۔ میں نے کہا میں تمہیں اس کا خزانہ دکھا دیتا ہوں۔ کہنے لگے دکھاؤ! چنانچہ وہاں سے سونے چاندی سے اٹے ہوئے سات مٹکے برآمد ہوئے یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا بخدا ہم اسے دفن نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور اس پر پتھروں کی برسات کرنے لگے۔ اس کے بعد وہ اس کی جگہ نیا آدمی لے آئے۔

(حضرت) سلمان فارسیؓ کہتے ہیں میں نے اس سے بہتر کوئی نمازی نہیں دیکھا تھا میں نے اسے ٹوٹ کر چاہا۔ مجھے اس قدر محبت پہلے کسی سے نہ ہوئی تھی۔ میں ایک عرصہ اس کے پاس رہا۔ تا آنکہ اسے موت آگئی۔ میں نے اس سے کہا۔ میں تمہارے پاس رہا۔ اور تم سے بے حد محبت کی۔ اب تم داغ مفارقت دیئے جا رہے ہو۔ میرے لئے کیا حکم ہے میں اب کس کی صحبت اختیار کروں؟ اس نے کہا اے بیٹا بخدا میرے عقیدے والا کوئی شخص اب دنیا میں نہیں۔ لوگ ہلاک ہو گئے۔ اور اکثر و بیشتر نے اپنا عقیدہ بدل ڈالا۔ البتہ موصل میں فلاں شخص میرے عقیدہ پر ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ۔

کہتے ہیں جب اسے دفن کر دیا گیا تو میں موصل والے شخص کے پاس جا پہنچا اور اسے بتلایا کہ فلاں شخص نے مرتے دم مجھے وصیت کی تھی کہ آپ کے پاس جا کر رہوں اور اس نے مجھے بتلایا کہ آپ اس کے عقیدہ پر ہیں۔ وہ کہنے لگا بہتر ہے تم میرے ہاں ٹھہرو گے تو میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ واقعتاً میں نے اس کی طرح کسی شخص کو اپنے ساتھی کے طریقے پر کاربند نہیں پایا۔ مگر چند دن ہی گزرنے پائے تھے کہ وہ بھی فوت ہو گیا۔ جب اسے موت آئی تو میں نے اس سے کہا فلاں شخص نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا اب آپ جا رہے ہیں میرے لئے کیا وصیت ہے؟ اس نے کہا بخدا میرے طریقے پر تو اب کوئی شخص نہیں رہا البتہ شام میں علاقہ نصیبین میں فلاں شخص ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ جب وہ دفن کر دیا گیا تو میں نصیبین والے آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ اور اسے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس نے کہا تم میرے ہاں رہو۔ میں رہنے لگا۔ وہ بھی واقعتاً اپنے ساتھیوں کے طریقہ پر تھا۔ میں نے اسے بہت اچھا آدمی پایا۔ مگر چند دن ہی بعد وہ بھی داغ جدائی دینے لگا۔ میں دم آخر اس کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں نے مجھے فلاں شخص کے پاس بھیجا اس نے تمہارے پاس بھیج دیا اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اس نے کہا میرے طریقہ پر اب کوئی شخص کاربند نہیں رہا۔ ہاں عموریہ ارض روم میں فلاں شخص ہے۔ وہ بالکل میرے عقائد و نظریات کا حامل ہے اگر تم چاہتے ہو تو وہاں چلے جاؤ۔

چنانچہ اس کی تدفین کے بعد میں نے عموریہ والے آدمی کو جا پایا اور اسے اپنی بپتا کہہ سنائی۔ اس نے مجھے اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ میں نے وہاں رہ کر محسوس کیا کہ وہ اپنے پیش روؤں کا سچا جانشین تھا۔ میں نے اس سے بڑا دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے لئے متفکر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ میں نے اس کے ہاں رہتے ہوئے کچھ کام شروع کر دیا اور میں نے کافی گائیں اور بکریاں جمع کر لیں ایک عرصہ کے بعد اسے بھی موت نے آلیا میں نے آخری لمحات میں اس سے پوچھا۔ کہ فلاں نے مجھے فلاں کے پاس بھیجا اس نے آگے فلاں کے پاس بھیجا اور اس نے آپ کے پاس بھیج دیا۔ اب میرے لئے آپ کی کیا وصیت ہے اور میں کیا کروں؟

اس نے کہا اے بیٹے میں جن عقائد کا حامل تھا وہ مٹ چکے۔ کوئی ایک شخص بھی ان پر کار بند نہیں رہا۔ ہاں اب ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے وہ دین ابراہیمی لے کر آئے گا۔ عرب سے نکلے گا۔ دو میدانوں کے درمیان ایک ارض نخلستان کی طرف ہجرت کرے گا۔ ہدیہ کھائے گا۔ صدقہ نہیں کھائے گا۔ اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ اگر تم ان شہروں میں پہنچ سکو تو پہنچ جاؤ۔

کہتے ہیں اس کی وفات و تدفین کے بعد میں کچھ عرصہ عموریہ میں رہا جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر وہاں سے بنو کلب کے کچھ تاجر گزرے میں نے انہیں کہا مجھے سرزمین عرب میں لے چلو میں تمہیں اپنی بکریاں اور گائیں دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنا مال انہیں دے دیا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔ وادی قریٰ پہنچ کر انہوں نے مجھ پر یہ ظلم ڈھایا کہ مجھے ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر دیا۔
میں اس یہودی کے پاس رہنے لگا وہاں مجھے کچھ کھجور کے درخت نظر آئے مجھے امید سی ہونے لگی کہ شاید یہ وہی شہر ہے جس کی مجھے میرے ساتھی نے نشان دہی کی تھی۔ تحقیق نہ ہو سکی۔ چند دن بعد بنو قریظہ سے اس یہودی کا چچا زاد بھائی آیا اور مجھے اس سے خرید کر اپنے ساتھ مدینہ طیبہ لے آیا۔

خدا کی قسم میں نے مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ میرے ساتھی نے اسی شہر کی نشاندھی کی تھی۔ میں وہاں رہنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اعلان نبوت فرمایا اور مکہ میں قیام پذیر رہے مجھے اس کی کچھ اطلاع نہ مل سکی۔ کیونکہ غلامی کی حالت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے۔ پھر آپ مدینہ تشریف لے آئے۔
حضرت سلمانؓ کہتے ہیں۔ میں اپنے مالک کی ایک پھل دار کھجور پر چڑھ کر کچھ کام کر رہا تھا۔ مالک نیچے بیٹھا تھا اچانک اس کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا اے فلاں! اللہ بنو قیلہ (انصار کے ایک قبیلہ) کو تباہ کرے بخدا وہ ایک شخص کے گرد جمع ہو رہے ہیں جو آج ہی مکہ مکرمہ سے قبا میں آیا ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ نبی ہے۔

جب میں نے یہ سنا تو لرزہ براندام ہو گیا مجھے یوں لگا جیسے ابھی اپنے مالک کے اوپر گر پڑوں گا۔
میں نے نیچے اتر کر اس کے چچا زاد بھائی سے کہا تم ابھی کیا کہہ رہے تھے؟ یہ سنتے ہی میرے مالک نے طیش میں آکر مجھے ایک زناٹے دار طمانچہ رسید کر دیا اور کہا تمہیں اس سے کیا غرض؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ میں نے کہا کچھ نہیں۔ میں تو صرف اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ان دنوں میرے پاس کچھ رقم پس انداز تھی۔ میں نے وہ جیب میں ڈالی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیا آپ ابھی قبا میں تشریف فرماتے میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں آپ کے ساتھ کچھ غریب ساتھی بھی ہیں میرے پاس یہ کچھ صدقہ ہے اور آپ لوگ کسی اور کی نسبت اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے وہ رقم آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا لو اسے بانٹ لو۔ مگر خود اپنا ہاتھ روک لیا۔ میں نے دل میں کہا ایک نشانی تو پوری ہو گئی (۱) پھر میں واپس آیا اور کچھ رقم مزید جمع کی۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ منورہ شہر میں آگئے میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا ہے آپ صدقہ نہیں کھاتے تو یہ میری طرف سے کچھ ہدیہ ہے میں از راہ عقیدت لے کر آیا ہوں۔ تو آپ نے اس میں سے خود بھی کھایا اور صحابہ کو بھی کھانے کے لئے فرمایا۔ میں نے دل میں کہا اب دو ہو گئیں۔

پھر میں حاضر ہوا تو آپ جنت البقیع میں ایک جنازہ کے ساتھ آئے ہوئے تھے آپ کی دستار مبارک کے دو شالے تھے آپ صحابہ کی مجلس میں تشریف فرماتے میں سلام کہہ کر آپ کے پیچھے آکر بیٹھ گیا تاکہ مہر نبوت کی زیارت کر سکوں جو میرے ساتھی نے بتلائی تھی آپ نے محسوس فرمالیا کہ یہ شخص کچھ دیکھنا چاہتا ہے۔

فَأَلْقَىٰ رِدَاءَهُ عَنْ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ فَعَرَفْتُهُ، فَانْكَبَبْتُ عَلَيْهِ أُقَبِّلُهُ وَأَبْكِي۔

تو آپ نے اپنی پشت (مبارک) سے چادر نیچے سرکا دی میں نے مہر نبوت کو فوراً پہچان لیا اور فرط مسرت سے جھک کر اسے بوسے دینے لگا۔ اور خوشی سے رونے لگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آجاؤ میں سامنے آگیا اور آپ کو اپنا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ جیسے کہ اے بھتیجے ابن عباس! تمہیں سنا رہا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس سرگزشت

---

(۱) پیچھے گزر چکا ہے کہ عموریہ ارض روم کے عیسائی راہب نے حضرت سلمان کو بتلایا تھا کہ سے ظاہر ہونے والا نبی صدقہ نہیں کھائے گا ہدیہ قبول کرلے گا۔ اور اس کی پشت پر مہر نبوت ہو گی۔ تو اب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ آپ میں ان علامات کی موجودگی سے باخبر ہوں۔ چنانچہ پہلی علامت تو پالی آگے دوسری کی بات چلتی ہے۔

کو بڑا پسند کیا اور چاہا کہ سب صحابہ اسے سنیں۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا تم اپنے مالک سے مکاتبت کر لو۔ چنانچہ میں نے اس سے کھجور کے تین سو درخت لگا کر دینے اور چالیس اوقیہ چاندی نقد ادا کرنے پر مکاتبت کر لی۔ (۱)

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ کیسے لگا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کی مدد کرو چنانچہ کسی نے مجھے کھجور کے تیس پودے دیئے کسی نے پندرہ اور کسی نے اپنی گنجائش کے مطابق۔ تا آنکہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! جاؤ ان پودوں کے لئے زمین نرم کرو اور فارغ ہو کر مجھے اطلاع دو میں انہیں خود اپنے ہاتھوں سے لگاؤں گا۔ میں نے زمین تیار کی۔ صحابہ نے میری مدد کی اور میں فارغ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے آئے ہم آپ کو پودے دیتے جاتے اور آپ انہیں لگاتے جاتے تا آنکہ کام مکمل ہو گیا۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسُ سَلْمَانَ بِیَدِہٖ مَامَاتَ مِنْھَا وَدِیَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ

اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے ان تین سو میں سے کوئی پودا بھی خشک نہیں ہوا (سب تناور درخت بنتے چلے گئے (۲) میں نے اپنے مالک کو کھجوریں دے دیں باقی رقم رہ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرغی کے انڈے جتنا سونا کسی کان سے نکلا ہوا لایا گیا آپ نے فرمایا سلمان فارسی مکاتب کا کیا بنا ہے؟ آپ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا یہ لے لو اور اپنا قرض ادا کر دو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے میرا قرض کیسے ادا ہو گا۔ (یہ چالیس اوقیہ سے بہت کم ہے) آپ نے فرمایا لے لو اللہ اسے پورا کر دے گا۔

فَوَزَنْتُ لَھُمْ مِّنْھَا۔ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ سَلْمَانَ بِیَدِہٖ اَرْبَعِیْنَ اُوْقِیَۃً۔

(جب میں نے اس کا وزن کیا تو سلمان کی جان کے مالک خدا کی قسم اس کا وزن پورا چالیس اوقیہ تھا) میں نے قرض ادا کیا اور سلمان کی جان آزاد ہو گئی۔ پھر میں جنگ خندق میں آپ کے ساتھ شامل ہوا اور پھر کسی معرکہ میں آپ سے پیچھے نہیں رہا (۳)۔ (جب کہ خندق سے قبل بدر و احد وغیرہ معرکوں میں آپ غلامی کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے)

---

(۱) اگر آقا اپنے غلام سے کہہ دے کہ مجھے اتنی رقم دے دو تو تم آزاد ہو اسے مکاتبت کہتے ہیں اور ایسا غلام مکاتب کہلاتا ہے۔

(۲) اسی مقام کو دیکھ کر کسی نے خوب کہا ہے۔

محمد مصطفیٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں — جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھا یا نہیں کرتے

(۳) آپ کے مناقب بے شمار ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان مناّ اھل البیت سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ آپ نے طویل عمر پائی ڈھائی سو برس (۲۵۰) پر تو سب کا اتفاق ہے اور بعض روایات میں ساڑھے تین سو برس (۳۵۰) بھی ہے۔ آپ نے بغداد سے تیس میل دور مدائن میں ۳۵ھ میں وفات پائی۔

سولہویں فصل

اعلان نبوت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو پیش آنے والے مصائب کے جگر گداز واقعات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور بعثت کا اجمالی خاکہ

عروہ بن زبیر ابن شہاب اور محمد بن اسحاق رحمھم اللہ کا کہنا ہے کہ جب اقراء باسم ربک الذی خلق (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا) سے بعثت محمدی کا آغاز ہوا تو آپ نے اپنے گھر والوں اور نہایت قریبی دوستوں تک یہ دعوت پہنچائی۔ جن میں حضرت خدیجہؓ ابو بکر صدیق، علی مرتضیٰ اور زید وغیرہ رضی اللہ عنھم شامل تھے۔ یہ سلسلہ تین سال جاری رہا۔ پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ سورہ حجر آیت نمبر ۹۴

(ترجمہ) آپ کو جو حکم ملتا ہے اسے ظاہر کریں اور مشرکوں سے منہ پھیرلیں (ان کی مخالفت کو خاطر میں نہ لائیں)

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۝ وَقُلۡ اِنِّىۡۤ اَنَا النَّذِيۡرُ الۡمُبِيۡنُ ۝ شعراء آیت ۲۱۴

ترجمہ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کی مخالفت) سے ڈرائیں اور فرمادیں کہ میں کھلے بندوں ڈر سنانے والا ہوں۔

ان آیات کے نزول کے بعد آپ نے اعلانیہ دعوت حق کا آغاز کیا۔ اور دس سال تک مسلسل کرتے چلے گئے آپ کے چچا ابو طالب اس دوران آپ کی حمایت کرتے رہے اور آپ کو پیش آمدہ مشکلات کے سامنے سینہ سپر رہے۔ اس عرصہ میں آپ اور آپ کے صحابہ پر قبول حق کی پاداش میں ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آواز توحید کو پوری قوت سے دبا دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر یہ نعرہ حق دبنے کی بجائے بلند ہوتا چلا گیا۔ اور اہل ایمان کی ایک قابل ذکر جماعت آپ کے گرد جمع ہو گئی۔

تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہجرت حبشہ کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ حضرت عثمان بن

عفان، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ایک کثیر جماعت حبشہ کو رخ کر گئی۔ یہ لوگ نجاشی کے ہاں پہنچے۔ اس نے ان کی قابل قدر مہمان نوازی کی۔ مشرکین نے عمرو بن العاص سہمی اور عمارہ بن ولید کو نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ جماعت مسلمین کو ان کی طرف لوٹا دے۔ مگر اس نے انہیں بے نیل مرام واپس کر دیا۔

جس سے مشرکین مکہ کی مخالفت مزید بڑھ گئی اور مسلمانوں پر عرصہ حیات مزید تنگ کر دیا گیا۔ اب کھلے بندوں قتل نبیؐ کے مشورے ہونے لگے۔ اسی دوران آپ کو اور آپ کے خاندان بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں مقید کر دیا گیا۔ اور ایک دستاویز لکھ کر کعبہ کی چھت سے لٹکا دی گئی کہ بنو ہاشم سے خرید کی جائے گی نہ فروخت۔ ہم نشینی کی جائے گی نہ ہم کلامی۔ اور مسلسل تین سال ایک گھاٹی میں مقید ہو کر رہتے ہوئے گزر گئے۔

اس دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس دستاویز کو دیمک چاٹ گئی اور ظلم و ستم کے لکھے ہوئے سب ضابطوں کو نگل گئی۔ مگر قید و بند کے ان تین سالوں میں بھی آپ نے دعوت حق کا فریضہ ترک نہیں کیا۔ آپ برابر تبلیغ دین میں مصروف رہے اور کاروان اسلام کے ساتھ مزید لوگ ہم رکاب ہوتے رہے۔

بعثت کے سنہ ۱۰ میں ابو طالب فوت ہو گئے۔ اب آپ کے خاندان کا کوئی سربر آوردہ آدمی اور آپ کے چچوں میں سے کوئی بھی آپ کا حامی نہ رہا چنانچہ آپ طائف چلے گئے وہاں قبیلہ بنی عبد یالیل آپ کے ننھیال سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ وہ لوگ میری مدد کریں گے مگر انہوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔

اس عرصہ میں آپ ہر سال موسم حج پر باہر سے آنے والے لوگوں کو دعوت حق دیتے اور انہیں دین حق کی پیروی کرنے کی ترغیب دلاتے رہے مگر کسی نے ساتھ نہ دیا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ کے انصار کو آپ کے قریب لے آیا۔ انہوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی پھر آپ کے صحابہ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کا حکم پا کر حرم کعبہ سے سوئے مدینہ تشریف لے گئے۔ یہ رہا مکی دور بعثت کا اجمالی خاکہ۔ اب احادیث و روایات کی روشنی میں اس کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔ جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبی کا بھی اظہار ہو گا۔ اور اس دور ابتلاء میں آپ کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے معجزات اور دلائل النبوۃ بھی بیان کئے جائیں گے۔

جب آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کا اوجھ رکھ دیا گیا

(۱۹۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں محو عبادت تھے۔ اس وقت ابو جہل بن ہشام، شیبہ و عتبہ (ربیعہ کے بیٹے) عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف اور بقول ابن اسحاق دو شخص اور بھی حرم میں موجود تھے۔ یہ کل سات آدمی تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل سجدہ فرمایا ابو جہل کہنے لگا فلاں قبیلہ میں اونٹ ذبح ہوا ہے تم میں سے کون ہے جو وہاں سے اوجھ لائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر رکھ دے۔ تو ان میں سے بدترین انسان اور اہل ارض کا ذلیل ترین شخص عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اوجھ لاکر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا آپ اس وقت سجدے میں تھے۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں وہاں کھڑا تھا مگر مجھ میں بات کرنے کی بھی ہمت نہ تھی کیونکہ میرا قبیلہ نہ تھا جو مجھے ان ظالموں سے بچا سکے۔ اتنے میں سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا وہ آئیں اور کھینچ کر بمشکل وہ اوجھ آپ کے کندھوں سے اتارا۔ مگر آپ ہنوز محو سجدہ تھے۔ سیدہؓ کفار کی طرف رخ کر کے انہیں برا بھلا کہنے لگیں جس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول سجدہ مکمل کر کے سر اٹھایا۔ اور نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کی:۔ "اللھم علیک بقریش۔" اے اللہ قریش کو لے لے یہ تین دفعہ فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِعُقْبَةَ وَعُتْبَةَ وَاَبِیْ جَھْلٍ وَشَیْبَةَ ۔

اے اللہ عقبہ عتبہ ابو جہل اور شیبہ کو لے لے! دو اور شخصوں کا بھی آپ نے نام لیا۔ (۱)

اس کے بعد آپ مسجد سے باہر نکلے تو ابوالبختری سے سامنا ہو گیا وہ اپنی لاٹھی کے سہارے چلا آرہا تھا۔ اس نے آپ کو دیکھ کر چہرا بگاڑا اور آپ کو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا بتاؤ تمہارا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو اس نے کہا خدا کی قسم میں نہیں چھوڑوں گا ورنہ مجھے بتلاؤ اس وقت تمہیں کیا ہے۔ تمہیں کچھ ہوا ضرور ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ یہ چھوڑنے والا نہیں تو آپ نے اسے ماجرا سنا دیا۔ اور اسے بتلایا کہ ابو جہل کے حکم سے میری پشت پر اوجھ رکھ دیا گیا تھا، ابوالبختری کہنے لگا آؤ مسجد چلیں۔ آپ نے انکار کیا مگر وہ آپ کو مجبور کر کے مسجد میں لے گیا اور ابو جہل کے پاس جا کر کہنے لگا او ابوالحکم! تمہارے کہنے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوجھ رکھا گیا تھا؟ اس

---

(۱) چنانچہ آپ کی پشت مبارک کے اوپر اوجھ رکھنے رکھوانے میں جتنے بھی ناہنجار افراد قریش شامل تھے وہ سب کے سب بدر میں قتل ہوئے۔ دیکھئے مدارج النبوۃ وغیرہ

نے کہا ہاں! ابوالبختری نے ڈنڈا اٹھایا اور اس کے سر پر زور سے دے مارا۔ (۱) لوگ ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے اور باہم دست و گریبان ہو گئے۔ ابو جہل نے کہا لوگو! تم پر افسوس ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کیوں کر رہے ہو؟ یہ تو چاہتا ہے ہمارے درمیان پھوٹ پڑ جائے اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت کامیابی حاصل کر لے۔

آپ کے پانچ بڑے مخالفین بہت جلد عبرتناک انجام سے دوچار ہو گئے

عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ آپ کی قوم کے پانچ آدمی بڑے صاحب حیثیت و حشمت تھے (۱) اسود بن مطلب بن اسد ابو زمعہ جس کی ایذاؤں اور ستم رسانیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ اے اللہ اسے اندھا کر دے۔ اس کی ماں اسے رویا کرے۔ (۲) اسود بن عبد یغوث بن وھب بن عبد مناف بن زھرہ (۳) ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم (۴) عاص بن وائل بن ھشام بن سعد بن سہل (۵) حارث بن عبداللہ بن طلاطلہ بن عمرو بن حارث بن عبد عمرو بن ملکان۔

جب یہ لوگ فتنہ انگیزی میں حد سے بڑھ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے میں کمینگی کی تمام حدیں پھلانگ گئے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ
الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ حجر آیت نمبر ۹۴

ترجمہ جو آپ کو حکم دیا جائے اسے ظاہر کر دیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لیں مذاق کرنے والوں کی طرف سے بے شک ہم آپ کو کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مانتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

(۱۹۴) عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محو طواف کعبہ تھے کہ جبریل آ کر آپ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور آپ کو ساتھ کھڑا کر لیا۔ اتنے میں اسود بن مطلب ان کے قریب سے گزرا جبریل امین نے اس کے منہ پر ایک سبز پتہ دے مارا جس سے وہ فوراً اندھا ہو گیا۔ (۲)
اس کے بعد اسود بن عبد یغوث گزرا آپ نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے پیچش لگ گئے اور پیٹ میں ہوا بھر جانے کے سبب بہت جلدی مر گیا۔
تھوڑی دیر بعد ولید بن مغیرہ کا گزر ہوا آپ نے اس کی ایڑی کے نیچے ایک زخم کی طرف اشارہ

---

(۱) ابوالبختری عاص بن ہشام بنو اسد سے تعلق رکھتا تھا خود بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور ایذار سانوں میں سے تھا۔ مگر ابوجہل کی یہ حرکت اسے بھی سخت ناگوار گزری اور ابوجہل کو ڈنڈا دے مارا اور یوں اللہ نے ایک کافر کو دوسرے کافر کے ہاتھوں سزا دلوا دی۔

(۲) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی محو طواف تھے اور کفار بھی جن میں یہ مذکورہ پانچ دشمنان دین بھی تھے۔

کر دیا اس سے چند سال قبل کی بات ہے کہ وہ ایک مرتبہ بنو خزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو تیر بنایا کرتا تھا۔ چونکہ ولید کا تہبند زمین سے لٹک رہا تھا اس لئے کوئی تیر کپڑے میں اٹک گیا اور ایڑی پر خراش ڈال دی مگر وہ معمولی سی تھی جب جبریل نے اس کی طرف اشارہ کیا تو اس سے خون بہ پڑا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہاں سے عاص بن وائل کا گزر ہوا حضرت جبریل نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کر دیا بعد ازاں وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کو چلا گدھے نے اسے ایک جگہ جھاڑیوں پر دے مارا اس کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا جس سے (پاؤں اتنا پھول گیا کہ) وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

چند لمحوں کے بعد وہاں سے حارث بن طلاطلہ کا گزر ہوا آپ نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اس سے پیپ نکلنے لگی اور کچھ دیر میں اس نے جان دے دی۔

(۱۹۵) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چند سال خفیہ طور پر مصروف کار رہے۔ اور وحی الٰہی کو سر عام بیان نہ فرمایا تا آنکہ اللہ نے فرمایا فاصدع بما تومر (یعنی مکہ میں اپنا دعوی بیان کرو) تو پھر اللہ نے آپ کی مخالفت اور آپ سے مذاق کرنے والوں کو تباہ کر دیا۔ وہ پانچ آدمی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل جو یہ آیت لے کر آئے تو اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔

کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس آیت کے نزول کے بعد ان پانچوں کو زندہ دیکھا مگر پھر ایک دن رات میں ہی پانچوں ختم ہو گئے۔ (۱)

ان میں سے عاص بن وائل سہمی بارش کے دن باہر نکلا جب کہ اس کا بیٹا اونٹوں کو چرانے گیا ہوا تھا وہ سوار ہوا اور کسی گھاٹی میں جا کر اترا ابھی زمین پر قدم رکھا ہی تھا کہ چیخ اٹھا مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے مگر کوئی چیز نظر نہ آئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پاؤں پھولتا چلا گیا اور اونٹ کی گردن کی طرح موٹا ہو گیا جس سے وہ وہیں مر گیا۔

حارث بن قیس سہمی نے نمکین مچھلی کا گوشت کھایا۔ بھنی ہوئی مچھلی تھی۔ اسے پیاس لگی۔ وہ پانی پیتا چلا گیا اور پیٹ پھول گیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ وہ مرتے وقت کہہ رہا تھا۔ " قتلنی رب محمد " مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے قتل کیا ہے۔

اسود بن مطلب بن حارث بن عبدالعزی کا زمعہ نامی بیٹا تھا۔ باپ کا بڑا وفادار۔ وہ جب بھی سفر پر جاتا باپ سے کہتا میں جاتے ہوئے فلاں فلاں جگہ ٹھہروں گا اور آتے ہوئے فلاں فلاں جگہ۔

---

(۱) اس میں شک نہیں کہ آیہ مبارکہ فاصدع بما تومر سنہ ۴ نبوی میں نازل ہوئی اور پیش نظر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مذکورہ پانچ کافروں کا انجام بد اس آیت کے نزول کے فوراً بعد ہوا ہے۔ تو یقیناً ان کے مرنے کا واقعہ سن ۴ نبوی کا ہی قرار پائے گا۔

اور وقت مقررہ پر گھر پہنچ جایا کرتا تھا۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود کے لئے دعا کی تھی کہ اللہ اسے اندھا کرے اور اسے اس کی ماں روئے۔ چنانچہ جبرئیل امین نے آکر اسے ایک سبز پتہ دے مارا اور اس کی نگاہ جاتی رہی۔

پھر جس دن اس کے بیٹے نے سفر سے واپس آنا تھا وہ استقبال کے لئے نکلا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ (کیونکہ نابینا ہونے کے سبب خود نہیں چل سکتا تھا) وہ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اتنے میں جبرئیل امین آگئے چنانچہ وہ اپنا سر پھوڑنے لگ گیا۔ اور اپنا چہرہ کانٹوں پر ملنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے غلام سے فریاد کی۔ غلام نے کہا تم خود ہی اپنا یہ حشر کر رہے ہو۔ چنانچہ اس نے اس طرح خود کو مار لیا۔ یہ بھی مرتے ہوئے کہہ رہا تھا مجھے محمد کے رب نے مارا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ زندہ رہا پھر بدر میں اس کا بیٹا قتل ہوا اور یہ اس کے غم میں روتے روتے مرا۔

ولید بن مغیرہ مخزومی کا قدم چلتے ہوئے تیروں پر آگیا جو بنی خزاعہ کے ایک آدمی نے چھیل کر دھوپ میں رکھے ہوئے تھے۔ اس کا قدم ان پر آگیا جس سے وہ ٹوٹ گئے اور ان کا کوئی حصہ کپڑوں میں الجھ گیا جس کی خراش سے اس کی رگ کہل پھٹ گئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

جب کہ ان پانچوں میں سے اسود بن عبدلغوث سفر پر نکلا۔ اسے گرمی کی لو لگ گئی جس کے سبب وہ سیاہ ہو گیا اور حبشی بن گیا جب وہ واپس گھر آیا تو گھر والوں نے اسے نہ پہچان کر دروازہ بند کر لیا اور اسے اندر نہ آنے دیا۔ اس کے دل پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ جان جاتی رہی۔ یہ بھی مرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب نے مارا ہے۔

اللہ تعالی نے قتل کے بغیر ہی ان سب کو مروا دیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان حق کیا (۱) (اب آپ کا راستہ کچھ صاف تھا)

شعب ابی طالب کے مصائب و مشکلات اور شان رسالت کا ظہور

(۱۹۶) اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کل ہماری منزل کہاں ہو گی؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر یا منزل چھوڑی ہے؟ ہماری منزل بنی کنانہ کا دامن کوہ ہو گا۔ جہاں قریش نے کفر پر قسمیں اٹھائی ہیں (۲)

---

(۱) دیکھئے کس طرح اللہ تعالی نے دشمنان دین کا نام و نشان مٹا دیا اور دین آیا ہی اس لئے تھا کہ تمام دینوں پر غالب ہو جائے۔ چنانچہ وہ ہو کر رہا۔ تو کہنا پڑتا ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے — نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر — ذکر اونچا ہے تیرا بول ہے بالا تیرا

(۲) شعب ابی طالب پہاڑ کے دامن میں ایک درہ یعنی غار نما جگہ تھی جو بنو ہاشم کی موروثی تھی۔

(۱۹۷) عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب عمرو بن العاص حبشہ سے ناکام لوٹ آیا اور اس کا ساتھی وہیں مر گیا تو مشرکوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اور پہلے سے کہیں زیادہ سختی کرنے لگے ایک سخت تر دور ابتلاء کا آغاز ہو گیا۔ مشرکین قریش نے اجتماعی فیصلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سربازار قتل کر دیا جائے (یعنی جہاں ملیں پکڑ کر مار دیا جائے)

ابو طالب نے ان حالات کے پیش نظر بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور ان سب سے کہا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے شعب (حویلی) میں داخل ہو جانا چاہیے۔ اور ان کے خون کی حفاظت کرنی چاہیے۔ چنانچہ بنو عبدالمطلب کے کافر و مسلم سب اکٹھے ہو کر شعب ابی طالب میں آ گئے۔ کوئی ایمان کی بنیاد پر آیا تھا تو کوئی خاندان کی بنیاد پر۔

قریش کو جب علم ہوا کہ بنو عبدالمطلب مل کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے گئے ہیں تو انہوں نے باہم مل کر فیصلہ کیا کہ بنو عبدالمطلب سے تمام تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔ کوئی ان کے پاس بیٹھے نہ ان سے خرید و فروخت کرے۔ جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے پیش نہیں کر دیتے۔ ایک دستاویز لکھی گئی جس میں بڑی شد و مد کے ساتھ لکھا گیا کہ بنو ہاشم سے کبھی صلح نہ کی جائے گی۔ ان کے ساتھ نرمی اور رحم دلی کا کوئی برتاؤ نہیں ہو گا۔ بصورت دیگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے پیش کر دیں۔ پھر یہ دستاویز کعبہ کی چھت سے لٹکا دی گئی۔

بنو ہاشم اپنے شعب میں تین سال رہے۔ ابتلاء و امتحان کا یہ سخت ترین دور تھا ان کے لئے بازار بند تھے یہ بازار سے کچھ خرید سکتے تھے نہ بیچ سکتے تھے۔ اگر باہر سے مکہ کی طرف کوئی سامان تجارت یا غلہ آتا تو قریش بھاگ کر باہر سے خرید لیتے تاکہ بنو ہاشم اسے خرید نہ سکیں اور بھوکوں مر جائیں۔ مقصد یہ تھا کہ مجبور ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان آپ سے دستبردار ہو جائے اور آپ کو قتل کیا جا سکے۔ (العیاذ باللہ)

شعب کے شب و روز کچھ یوں تھے کہ جب سونے کا وقت آتا تو ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے آپ جائیں اپنے بستر پر سو جائیں لیکن جب سارے لوگ سو جاتے تو ابو طالب اٹھتے اور اپنے بیٹوں بھتیجوں اور بھانجوں میں سے کسی کو آپ کی جگہ ڈال دیتے اور آپ سے کہتے کہ آپ دوسری جگہ جا کر سو جائیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل سے بچانے کے لئے ایک تدبیر تھی۔

کفار کی اس ظالمانہ تحریر کو دیمک چاٹ گئی (۱)

تین سال مکمل ہونے پر عبد مناف اور بنو قصی کے لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور

---

(۱) یاد رہے سنہ ۷ نبوی ماہ محرم میں قریش نے قطع رحمی کا یہ معاہدہ لکھا تھا اور کعبہ کی چھت سے لٹکایا تھا اور سنہ ۱۰ نبوی محرم میں اسے منسوخ کیا گیا اور شعب ابی طالب میں محصوری کا دور ابتلاء ختم ہوا۔

اس مسلسل قطع رحمی پر برافروختہ ہوئے۔ ایک رات انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہ معاہدہ ختم کر دیا جائے۔ ادھر اللہ تعالی نے اس ظلم کی دستاویز پر دیمک مسلط کر دی جو اس میں لکھے ہوئے سارے ضابطے نگل گئی اور جہاں محض کفر و شرک کی تحریریں تھیں انہیں چھوڑ گئی۔ اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کیا۔ ابو طالب کہنے لگے مجھے ستاروں کی قسم محمد جھوٹ نہیں بول سکتے۔ یقیناً ایسا ہو گیا ہے۔ (۱)

ابو طالب مسجد حرام میں آئے جو قریش سے بھری پڑی تھی۔ جب قریش نے بنو ہاشم کے لوگوں کو آتے دیکھا تو انہیں بڑا تعجب ہوا اور سوچنے لگے شائد یہ جبر مسلسل سے گھبرا کر آ گئے ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں۔ ابو طالب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا ہمارے اور تمہارے درمیان جو ناگواریاں پیدا ہوئیں ہم ان کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتے۔ ذرا وہ دستاویز دکھلاؤ جس میں تمہاری تحریر ہے شائد صلح کا کوئی راستہ نکل آئے۔ یہ آپ نے اس لئے کہا کہ انہیں اس تحریر کی موجودہ حالت پر از خود اطلاع نہ ہو پائے۔

چنانچہ وہ اسے اٹھالائے انہیں یقین ہو چلا تھا کہ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دیا جائے گا اس لئے وہ کہنے لگے وہ وقت قریب آ گیا ہے جب ساری قوم پھر سے متحد ہو جائے گی اور یہ شخص ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ رکھ سکے گا۔ جسے ہم نے فساد کھڑا کرنے کے لئے اب تک زندہ رہنے کی مہلت دی ہے (العیاذ باللہ)

ابو طالب کہنے لگے میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تم پر ایسی بات پیش کروں جس میں ہمارے درمیان انصاف قائم ہو سکے۔ تمہارے سامنے موجود اس دستاویز کے متعلق مجھے میرے بھتیجے نے خبر دی ہے اور وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا کہ اللہ تعالی نے اس پر دیمک مسلط کر رکھی تھی جو معاہدے کی ساری تحریر کھا گئی ہے اور کفر و شرک کی باتیں چھوڑ گئی ہے۔ اب تم اسے کھول کر دیکھ لو اگر صورت حال اسی طرح ہو تو پھر جاؤ آرام کرو جب تک ہمارا ایک فرد بھی زندہ ہے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس نکلا تو ہم انہیں از خود تمہارے حوالے کر دیں گے۔ زندہ رکھو یا قتل کرو۔ قریش کہنے لگے ہمیں تمہاری بات بڑی پسند آئی ہے۔

---

(۱) حفیظ مرحوم کہتا ہے۔

دکھائی شکل اس آغاز کی انجام نے اک دن
چچا کو دی خبر اس مصدر الہام نے اک دن
کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہد نامے کو
شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خامے کو

چنانچہ دستاویز کھولی گئی تو صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے سر مو فرق نہ تھا۔
قریش نے جب اسے ابو طالب کے کہنے کے مطابق پایا تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ تمہارے آدمی کے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ اور وہ اپنے کفر پر اڑے رہ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مخالفت میں کچھ فرق نہ آیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ صحابہ کرام کو ستانے لگے۔
بنو عبدالمطلب نے ان سے کہا جادو کا الزام ہمیں نہیں کسی اور کو دینا چاہیئے۔ تم نے جو ہم سے قطع رحمی کر رکھی ہے یہ جادو سے کہیں زیادہ بری ہے۔ یوں کہو یہ تمہارے جادو کا کمال ہے کیونکہ دستاویز رہی بھی تمہارے پاس جس میں معاہدے کے سارے الفاظ مٹ گئے مگر کفر و شرک کی تحریریں نہ مٹیں۔ تو جادوگر ہم ٹھہرے یا تم؟ مشرکین یہ سن کر بڑے نادم ہوئے۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔
بعد ازاں قریش کے کچھ آدمی ابوالبختری عمر بن ہشام بن حارث بن عبدالعزی بن قصی، مطعم بن عدی، ہشام بن عمر (جو بنی عامر بن لؤی کا حلیف اور اس دستاویز کا محافظ تھا) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزی بن قصی وغیرھم۔ بنو عبدالمطلب سے اس جبر مسلسل پر مزید متفکر ہوئے کیونکہ ان کی مائیں بنو ہاشم سے تھیں۔ ان کا کہنا تھا ہم اس معاہدہ سے بری ہیں۔ ابو جہل نے کہا یہ گزشتہ ایک رات کا فیصلہ معلوم ہوتا ہے۔
محمد بن اسحاق کہتے ہیں قریش نے تین سال تک بائیکاٹ جاری رکھا بنو عبدالمطلب تک کوئی چیز چوری چھپے ہی پہنچ پاتی تھی ورنہ نہیں۔
کہتے ہیں ایک دن ابو جہل حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے ملا جو اپنے غلام کے سر پر گندم کے دانے اٹھوائے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے لے جا رہا تھا۔ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب میں رہتی تھیں۔ ابو جہل اس کے پیچھے پڑ گیا اور کہنے لگا کیا تم بنو ہاشم کیلئے کھانا لے جا رہے ہو؟ بخدا میں تمہیں سارے مکہ میں ذلیل کر کے رکھ دوں گا تب ہی تم کھانا لے جا سکو گے۔ اتنے میں ابوالبختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد آ گیا کہنے لگا کیوں لڑ رہے ہو؟ ابو جہل نے کہا یہ بنو ہاشم کے لئے کھانا لے جا رہا تھا۔ ابوالبختری نے کہا تو پھر کیا ہوا اس کے پاس اپنی پھوپھی کا غلہ تھا۔ اس نے پیغام بھیجا تو یہ اسے غلہ پہنچانے چل پڑا۔ ہٹ جاؤ اس کے راستے سے مگر ابو جہل نہ مانا۔
چنانچہ دونوں باہم دست و گریبان ہوئے ابوالبختری نے اونٹ کا جبڑا اٹھا کر اسے دے مارا جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ اور اس کی اچھی خاصی پٹائی کر دی۔ حضرت حمزہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ کفار ایسی باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر رکھنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ ہماری ذلت نہ ہو

محصوری کے ایام میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیاں زور و شور سے جاری رہیں۔

وَمَعَ ذَالِکَ یَدْعُوْا قَوْمَهٗ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لَیْلًا وَّنَهَارًا سِرًّا وَّجَهْرًا لَا یَتَّقِیْ فِیْهِ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بھی زور و شور کے ساتھ دن رات علانیہ اور خفیہ ہر طرح سے دعوت حق دینے میں مصروف تھے اور کسی انسان سے خوف و خطرہ محسوس نہیں کر رہے تھے۔

شعب ابی طالب کی محصوری کیسے ختم ہوئی

محمد بن اسحاق کہتے ہیں پھر قریش کے کچھ اور لوگ بھی اس معاہدہ ترک موالات سے بیزار ہو گئے۔ ان میں سب سے اچھا کردار ہشام بن عمرو بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حنیل بن عامر بن لؤی کا تھا۔ وہ نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کا بھائی تھا۔ (۱) اور نضلہ اور عمرو دونوں ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ اس لئے ماں کی طرف سے اس کا بنو ہاشم سے رشتہ ملتا تھا۔ یوں بھی وہ اپنی قوم میں ایک مقام رکھتا تھا۔

کہتے ہیں وہ رات کے وقت اونٹ پر غلہ لاد کر لاتا تھا۔ جب شعب ابی طالب کے سامنے اس کا اونٹ آتا تو اس کی رسی اس کے سر سے اتار کر پشت پر رکھ دیتا۔ اسے شعب کے اندر لے جاتا اور انہیں غلہ پہنچا دیتا۔

ایک دن وہ زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے پاس گیا اس کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھی اسے کہنے لگا اے زہیر تمہیں یہ پسند ہے کہ تم آرام سے کھانا کھاؤ، کپڑے پہنو عورتوں سے نکاح کرو اور تمہارے ننہیال (بنو عبدالمطلب) مصیبت میں مبتلا رہیں۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔ وہ کوئی چیز بیچ سکتے ہیں نہ خرید سکتے ہیں۔ کوئی انہیں رشتہ دیتا ہے نہ لیتا ہے۔ مجھے خدا کی قسم ہے اگر تم ابو جہل سے کہتے کہ وہ اپنے ننہیال کے ساتھ ایسا سلوک کرے تو وہ کبھی نہ کرتا۔

۱۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ہشام نضلہ کا بھتیجا تھا۔ سیرت ابن ہشام میں بھی اس طرح ہے کیونکہ دونوں کا رشتہ کچھ یوں ہے۔

(شجرہ)

ہاشم — نضلہ

زوجہ — عمرو — ہشام

زہیر نے کہا ہشام! تمہارا بھلا ہو میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں۔ بخدا اگر میرے ساتھ کوئی اور ہوتا تو میں اس معاہدہ کو توڑ کر رکھ دیتا۔ ہشام نے کہا مجھے ایک شخص معلوم ہے جو تمہارا ساتھ دے سکتا ہے۔ اس نے کہا کون! ہشام نے کہا میں خود! زہیر کہنے لگا ہمیں ایک تیسرا آدمی بھی چاہئے چنانچہ ہشام مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے پاس گیا۔ اور اسے کہا اے مطعم! کیا تم چاہتے ہو کہ عبد مناف کے دو خاندان تمہاری نگاہوں کے سامنے مٹ جائیں۔ اور تم دیکھتے رہ جاؤ۔ اور قریش کی موافقت میں لگے رہو؟ مطعم نے کہا میں کیا کروں؟ میں اکیلا آدمی ہوں ہشام نے کہا دوسرا آدمی بھی ہے کہا کون؟ ہشام نے کہا میں ہوں۔ کہنے لگا ایک تیسرا آدمی بھی چاہئے اس نے کہا تیسرا بھی میں نے تیار کر لیا ہے۔ پوچھا کون؟ کہا زہیر بن ابی امیہ

مطعم نے کہا ایک چوتھا آدمی بھی چاہئے۔ چنانچہ ہشام ابوالبختری کے پاس گیا اور سابقہ گفتگو کی جو مطعم سے کی تھی۔ اس نے کہا کیا اس کام میں کوئی اور ساتھی بھی ہو گا؟ کہا ہاں اس نے پوچھا کون؟ ہشام نے کہا زہیر بن امیہ، مطعم بن عدی اور میں۔ مطعم نے کہا ایک پانچواں ساتھی بھی چاہئے۔

چنانچہ ہشام زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس جا پہنچا اور اسے بنو عبدالمطلب سے رشتہ داری کا احساس دلایا اس نے کہا جس کام کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو کیا اس میں کوئی ہماری حمایت کرنے والا بھی ہو گا؟ کہا ہاں اور پھر اسے سارے نام بتلا دیئے۔

اس کے بعد یہ لوگ مکہ کے ایک محلّہ خطم الحجون میں جمع ہوئے اور مذکورہ معاہدہ توڑ ڈالنے پر اتفاق رائے کیا۔ زہیر نے کہا سب سے پہلے میں آغاز گفتگو کروں گا۔ صبح ہوئی تو یہ لوگ حرم میں آ گئے۔ زہیر ایک حلہ (چوغہ) پہنے حرم میں آیا اور طواف کے سات چکر لگانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یوں مخاطب ہوا۔

"اے اہل مکہ کیا ہم کھائیں پئیں لباس پہنیں اور بنو ہاشم ہلاک ہوتے رہیں؟ کوئی چیز خرید سکیں نہ فروخت کر سکیں۔ یہ کیسا ظالمانہ فیصلہ ہے خدا کی قسم میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اس ظلم و زیادتی کی تحریر کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتے۔"

ابوجہل ایک کونے میں بیٹھا تھا وہ چمک کے بولا جھوٹ نہ بکو! بخدا یہ تحریر نہیں پھاڑی جا سکتی۔ زمعہ نے کہا بخدا بڑے جھوٹے تم ہو ہم تو اس تحریر کے لکھے جانے پر ہی راضی نہ تھے۔ ابوالبختری نے بھی ساتھ دیتے ہوئے کہا زمعہ سچ کہتا ہے ہمیں یہ تحریر قطعی ناپسند ہے مطعم بن عدی نے کہا تم دونوں سچ کہتے ہو اس کے سوا سب جھوٹ ہے۔ ابوجہل کہنے لگا یہ اسی گزشتہ شب میں فیصلہ ہوا ہے۔ ابوطالب مسجد کے کونے میں بیٹھے ساری گفتگو سن رہے تھے۔ مطعم بن عدی دستاویز کو پھاڑنے کیلئے لپکا مگر دیکھا تو دیمک اسے چاٹ چکی تھی۔ صرف اتنے الفاظ باقی تھے۔ "باسمک اللھم"

وَكَانَ كَاتِبُ الصَّحِيْفَةِ مَنْصُوْرَ بْنَ عِكْرِمَةَ فَشَلَّتْ يَدُهُ فِيْمَا يَزْعُمُوْنَ

اور روایات میں آیا ہے کہ دستاویز لکھنے والے شخص منصور بن عکرمہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ ☆

محصوری کے دوران ابولہب کا کردار

(۱۹۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابولہب قریش کا بدترین کافر انسان تھا۔ جب بنو عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے شعب ابی طالب میں چلے گئے تو ایک یہی تھا جو وہاں سے نکل گیا۔ اور سیدھا ھند بن عتبہ بن ربیعہ کے پاس پہنچا اسے کہنے لگا اے ہند! کیا میں نے لات و عزیٰ کی مدد کرنے کا حق ادا کیا ہے یا نہیں۔ اور اسے چھوڑنے والوں سے قطع تعلق کر دکھایا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں اے ابو عتبہ اللہ تمہیں بہتر جزا دے۔

ابولہب کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے متعلق ایسی پیش گوئی کر رہا ہے جو ہمارے خیال میں واقع ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد ایسا ہو گا ویسا ہو گا۔ اس نے ہاتھوں سے مخاطب ہو کر کہا میرے ہاتھوں میں کیا رکھا ہے پھر وہ (ازراہ تمسخر) اپنے ہاتھوں میں پھونکتے ہوئے بولا ہلاک ہو جاؤ تم محمد کی کہی ہوئی کوئی بات بھی تم میں موجود نہیں۔؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔

"تبت یدا ابی لہب وتب" ابولہب کے ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں ہم شعب ابی طالب میں تین سال مقید رہے۔ خوراک ہم سے روک لی گئی تھی۔ اگر ہمارا کوئی آدمی رقم لے کر کچھ خریدنے کو نکلتا تو بے مراد لوٹ آتا تھا۔ تا آنکہ ہم میں سے کئی فرد یونہی ہلاک ہو گئے۔

کہتے ہیں مطعم بن عدی (جس کا پیچھے ذکر گزر چکا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ایک سال بعد ننانویں (۹۹) برس کی عمر میں مر گیا۔

معجزہ شق القمر اور عظمت سید البشر (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۹۹) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ فَرَأَيْتُهُ فِرْقَتَيْنِ۔

چاند پھٹ گیا اور میں اسے اپنی آنکھوں سے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔

☆ یہ طویل حدیث جو شعب ابی طالب میں محصوری کے تقریباً تمام احوال پر روشنی ڈالتی ہے سیرت ابن ہشام جلد اول میں مروی ہے جب کہ خصائص کبریٰ جلد اول میں اس کی تخریج بیہقی سے کی گئی ہے۔

(۲۰۰) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْھَدُوْا۔

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو)

تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

(۲۰۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر مروی ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ سورہ القمر آیت نمبرا

(ترجمہ) قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان میں ولید بن مغیرہ ابو جہل بن ہشام عاص بن وائل عاص بن ہشام اسود بن یغوث اسود بن مطلب بن اسد بن عبد عزیٰ ، زمعہ بن اسود، نضر بن حارث اور ایسے ہی دیگر افراد بھی شامل تھے۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے اگر تم سچے ہو تو ہمارے لئے چاند دو ٹکڑے کر دکھاؤ۔ ایک ٹکڑا کوہ ابو قبیس پر ہو تو دوسرا کوہ تعیقعان پر۔ (۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں یہ کر دکھاؤں تو تم ایمان لاؤ گے؟ کہنے لگے ہاں! وہ چودھویں کا چاند تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے عرض کی کہ انہیں یہ نشانی دکھادی جائے۔

فَاَمْسَی الْقَمَرُ قَدْ مُثِّلَ نِصْفًا عَلٰی اَبِیْ قُبَیْسٍ وَّنِصْفًا عَلٰی قُعَیْقِعَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ یَا اَبَا سَلْمَۃَ بْنَ عَبْدِ الْاَسَدِ وَالْاَرْقَمَ بْنَ اَبِی الْاَرْقَمِ اِشْھَدُوْا۔

تو دیکھتے ہی دیکھتے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ابو قبیس پر تھا اور دوسرا تعیقعان پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آواز دے رہے تھے اوابو سلمہ بن عبدالاسد! اوارقم بن ابی ارقم گواہ رہنا)

(۲۰۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کی خبریں پہنچیں کہ وہ کہتے ہیں ہمیں کوئی نشانی دکھائی جائے۔ تاکہ ہم ایمان لاسکیں آپ نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ انہیں کوئی قدرت دکھائی جائے تو اللہ تعالی نے انہیں یہ دکھلایا کہ چاند پھٹ گیا اور دو

---

(۱) کوہ ابو قبیس مکہ مکرمہ میں حرم شریف سے متصل ہے اور کوہ تعیقعان بھی مکہ مکرمہ میں ہے یعنی کفار کا تقاضا تھا کہ چاند کے دو ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ ہو جائے کہ ایک ٹکڑا کوہ ابو قبیس پر نظر آئے تو دوسرا تعیقعان پر نظر آنا چاہیے۔

چاند نظر آنے لگے ایک صفا پر تھا اور دوسرا مروہ پر۔ یہ منظراتنی دیر قائم رہا جتنا عصر سے رات تک وقت ہوتا ہے۔ سب لوگ دیکھتے رہے پھر چاند ڈوب گیا تو کہنے لگے یہ سحر مستمر ہے (دیر پا جادو ہے) (۱)

چاند کے دو ٹکڑے سب دنیا میں دیکھے گئے

(۲۰۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹا تو کفار قریش کہنے لگے یہ ابن ابی کبشہ (۲) کا جادو ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا انتظار کرو باہر سے مسافر آئیں گے تو تصدیق ہو جائے گی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب دنیا پر تو جادو نہیں کرتا نا!

(۲۰۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم مکہ میں تھے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ کفار قریش نے کہا یہ جادو ہے۔ ابن ابی کبشہ نے تمہاری نگاہوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب دیکھو باہر سے مسافر آئیں گے تو پتا چلے گا اگر وہ بھی ایسے ہی کہیں جیسے تم نے دیکھا ہے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ہے۔

قَالَ فَمَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ مِّنْ وَّجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ اِلَّآ اَخْبَرُوْهُمْ بِاَنَّهُمْ رَاَوْهُ۔

کہتے ہیں پھر دنیا کے جس کونے سے بھی لوگ آئے سب نے یہی بتلایا کہ ہم نے خود ایسا دیکھا ہے (۳)

---

(۱) قرآن کریم میں انہی الفاظ کو دہرایا گیا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ٥

(ترجمہ) قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور جب بھی کفار کوئی معجزہ دیکھ لیں تو منہ پھیر کر کہتے ہیں یہ تو دیر پا جادو ہے۔ سورہ قمر آیت نمبر ۱

(۲) کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے کیونکہ ابو کبشہ آپ کے اجداد میں سے ایک شخص تھا اور بت پرستی کے خلاف تھا۔

(۳) چنانچہ سید سلیمان ندوی اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھتے ہیں کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ معجزہ شق القمر پر احادیث اس قدر ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

وَالْاَحَادِيْثُ فِي الْاِنْشِقَاقِ كَثِيْرَةٌ۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کو دعوت اسلام دینے نکلے

(۲۰۵) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ پر یوم احد سے بھی کوئی سخت تر دن آیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا میں نے تمہاری قوم سے بڑے بڑے سخت دن دیکھے ہیں۔ ان میں سب سے سخت ترین دن یوم عقبہ ہے جب میں نے خود کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال (رئیس طائف) پر پیش کیا مگر اس نے وہی جواب دیا جس کی مجھے توقع تھی۔ پس لوٹ آیا۔ رنج و غم کی وجہ سے اپنے دھیان میں جا رہا تھا تب پتہ چلا جب میں قرن الثعالب (۱) تک جا پہنچا۔

میں نے سر اٹھایا تو مجھ پر ایک بادل سایہ فگن تھا میں نے دیکھا اس میں جبریل امین موجود ہیں۔ انہوں نے مجھے آواز دیتے ہوئے کہا اللہ تعالی نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا ہے۔ اور یہ ملک الجبال (پہاڑوں پر مقرر فرشتہ) آپ کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ ملک الجبال نے مجھے سلام کیا پھر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالی نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا ہے۔ میں ملک الجبال ہوں مجھے اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں یہ دو پہاڑ اٹھا کر ان کفار کے سر پر رکھ دیتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے

امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ شرح المختصر میں لکھتے ہیں۔

اَلصَّحِیْحُ عِنْدِیْ اَنَّ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ مُتَوَاتِرٌ مَنْصُوْصٌ فِی الْقُرْاٰنِ مَرْوِیٌّ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَغَیْرِھِمَا مِنْ طُرُقٍ شَتّٰی بِحَیْثُ لَا یَتَمَارٰی فِیْ تَوَاتُرِہٖ۔

(ترجمہ) میرے نزدیک صحیح رائے تو یہ ہے کہ چاند کا شق ہونا متواتر ہے۔ قرآن میں اس پر نص موجود ہے بخاری اور مسلم وغیرہما محدثین نے مختلف طرق سے اسے روایت کیا ہے۔ تو اب اس کے تواتر میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

(قلت) واقعہ شق القمر کو بخاری اور مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی۔ جبکہ مسلم اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے مذکورہ بالا حدیث ۲۰۰ روایت کی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے پھٹ جانے کے بعد فرمایا اشہدوا۔ اور ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا حسن صحیح۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود اور جبیر بن مطعم سے یہ واقعہ روایت کیا ہے اسی طرح حدیث نمبر ۲۰۴ کو محدث ابو داؤد طیالسی نے عبداللہ بن مسعود ہی سے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ دیکھئے مسند ابی داؤد طیالسی جلد اول ص ۳۸ طبع حیدر آباد۔

(۱) یہ طائف سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے راستہ میں ایک جگہ ہے اہل نجد کا یہی میقات ہے (۱۹۸۳ء) میں جنوبی سعودیہ میں قیام کے دوران) راقم الحروف نے ایک سے زائد مرتبہ یہاں سے احرام باندھ کر حج اور عمرہ کی سعادتیں حاصل کی ہیں اور دعا ہے کہ خدا سب مسلمانوں کو بار بار یہ سعادت عطا فرمائے۔ احقر مترجم غفرلہ

گا جو خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(۲۰۶) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں مجھے حضرت علی بن ابی طالب نے بتلایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبائل عرب میں جاکر اپنی دعوت پیش کرنے کا حکم ہوا تو آپ منیٰ کی طرف نکلے (۱) میں اور ابو بکر صدیق بھی آپ کے ساتھ تھے۔

ہم مجالس عرب میں سے ایک مجلس پر جا پہنچے۔ ابو بکر صدیق نے بڑھ کر انہیں سلام کہا اور وہ ہر موقع پر آگے ہی رہے۔ آپ چونکہ ایک ماہر نساب تھے (قبائل عرب کے حسب و نسب سے خوب واقف تھے) اس لئے آپ نے ان سے پوچھا یہ قوم کس خاندان سے ہے؟ اہل مجلس نے جواب دیا ربیعہ سے آپ نے کہا ربیعہ کی کس شاخ سے اعلیٰ سے یا ادنیٰ سے؟ کہنے لگے اعلیٰ سے۔ آپ نے پوچھا کون سی اعلیٰ؟ کہنے لگے ذہل اکبر۔ ابو بکر صدیق کہنے لگے کیا عوف تمہیں میں سے تھا جس نے کہا تھا لاحر بوادی عوف (وادی عوف میں کوئی مرد حر نہیں) کہنے لگے نہیں۔ آپ نے کہا کیا بسطام بن قیس بن مسعود تمہیں میں سے تھا شہنشاہوں کا باپ اور قبائل کا سردار؟ کہنے لگے نہیں۔ آپ نے سوال کیا کیا شہنشاہوں کا قاتل حوفزان بن شریک تم ہی میں سے ہے؟ کہنے لگے نہیں! آپ نے پوچھا کیا جنگجو اور تند خو جساس بن مرۃ بن ذہل تم ہی میں سے تھا؟ جواب ملا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم شاھان کندہ کے ننھیال ہو کہنے لگے نہیں آپ نے کہا تم فرمانروایان لخم کے سسرال ہو؟ جواب ملا نہیں۔ ابو بکر صدیق نے کہا پھر تم ذہل اکبر ہرگز نہیں تم ذہل اصغر ہو۔

بنو ذہل کا ایک نوجوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کی تعریف میں رطب اللسان ہے

کہتے ہیں یہ سن کر ایک نوجوان جس کو ریش اتر رہی تھی اچھل کر سامنے آگیا اور ابو بکر صدیق کے اونٹ کی لگام پکڑتے ہوئے بولا۔

إِنَّ عَلَى سَائِلِنَا أَنْ نَسْأَلَهُ وَالْعِبْءُ لَا تَعْرِفُهُ أَوْ تَحْمِلُهُ

ہم بھی اپنے سائل سے کچھ سوال کر سکتے ہیں اگرچہ ہم نے اس سے قبل ایسا سائل کبھی نہیں دیکھا۔ اے سائل! تم سوال کرتے رہے اور ہم کوئی چیز چھپائے بغیر جواب دیتے رہے اب ہم بھی کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں۔ بتلاؤ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ ابو بکر صدیق نے جواب دیا قریش سے۔ نوجوان نے کہا واہ وا تم تو اہل ریاست اور قائد عرب ہو۔ عرب کی لگام تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمہارا قریش کی کس شاخ سے تعلق ہے؟ آپ نے کہا بنی تیم بن مرہ سے۔ نوجوان نے کہا اللہ تمہیں

(۱) یعنی تمام قبائل عرب مناسک حج ادا کرنے کے لئے منیٰ میں فروکش تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دعوت اسلام دینے تشریف لے گئے۔ اور یہ آپ کا سنہ ۴ نبوی سے لے کر ہر سال کا معمول چلا آرہا تھا۔

بزرگانہ صفات کا مالک بنائے گیا قصی بن کلاب تم ہی میں سے تھا جس نے مکہ پر باہر سے آکر قبضہ کرنے والوں کو تہ تیغ کیا اور ان سے باقی ماندہ کو مار بھگایا۔ اپنی قوم کو ہر طرف سے جمع کر کے مکہ میں لا بسایا۔ اور حرم کو قبضہ میں لے کر قریش کو رہائش گاہیں مہیا کیں۔ حتی کہ عرب نے اسے مجمع (۱) کا لقب دیا۔ اور قبیلہ عبد مناف کا ایک شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے۔

أَلَيْسَ أَبُوكُمْ كَانَ يُدْعَى مُجَمِّعًا ۔۔۔ بِهِ جَمَّعَ اللهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِهْرٍ

کیا وہ تمہارا ہی باپ نہیں جس نے مجمع کا لقب پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے تمام قبائل بنی فہر کو یکجا اکٹھا کر دیا۔

ابو بکر صدیق نے جواب دیا نہیں۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ نوجوان نے پوچھا کیا عمرو بن عبد مناف (یعنی ہاشم بن عبد مناف) تمہیں میں سے تھا جس نے اپنی قوم کو ثرید بنا کر کھلایا جب وہ قحط زدہ و ناتوان تھے ایک شاعر اسی کے متعلق تو کہتا ہے۔

عَمْرُو الْعُلَى هَشَمَ الثَّرِيدَ لِقَوْمِهِ ۔۔۔ وَرِجَالُ مَكَّةَ مُسْنِتُونَ عِجَافُ

بلند کردار عمرو ہاشم نے اپنی قوم کے لئے ثرید کوٹ کر کھانا بنایا جب کہ مردان مکہ قحط زدہ و لاغر تھے

سَنُّوا إِلَيْهِ الرِّحْلَتَيْنِ كِلَاهُمَا ۔۔۔ عِنْدَ الشِّتَاءِ وَرِحْلَةَ الْأَصْيَافِ

لوگوں نے گرمی اور سردی کی دونوں سیاحتیں اس کے پاس پہنچ کر منائیں۔

كَانَتْ قُرَيْشٌ بَيْضَةً فَتَفَلَّقَتْ ۔۔۔ فَالْمُخُّ خَالِصُهُ لِعَبْدِ مَنَافِ

قریش ایک انڈا تھا جب وہ پھٹا تو خالص زردی جو انڈے کا اصل ہوتی ہے عبد مناف کے لئے ٹھہری۔

---

(۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر کعبۃ اللہ کی تولیت بنو جرہم کے پاس چلی آ رہی تھی۔ اولاد اسماعیل علیہ السلام نے اس بارہ میں ان سے کبھی نزاع نہیں کیا تھا۔ کیونکہ بنو جرہم ان کے ننہیال تھے۔ حضرت اسماعیل کی زوجہ محترمہ بنو جرہم سے تھیں جب بنو جرہم کی آبادی یہاں مکہ میں زیادہ ہو گئی تو اولاد اسماعیل علیہ السلام دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ پھر ایک وقت آیا کہ بنو جرہم میں بد اعمالی آ گئی وہ حجاج سے ناجائز ٹیکسز وصول کرنے لگے اور کعبۃ اللہ کے نذرانوں کو صحیح جگہ خرچ کرنے کی بجائے خود کھانے لگے۔ تب حجازی کے ایک قبیلہ بنو خزاعہ نے بنو جرہم سے جنگ کی اور انہیں معزول کر کے خود متولی کعبہ بن گئے۔ چونکہ کعبہ شریف کے بانی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس ناطے ان کی اولاد کعبہ کی تولیت کا خود کو زیادہ حق دار سمجھتی تھی۔ تاہم وہ بنو جرہم سے رشتہ داری کی بناء پر نہ ٹکرائے کیونکہ وہ انہیں اپنا ہی خاندان سمجھتے تھے۔ مگر بنو خزاعہ کی تولیت وہ برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ عبد مناف کے باپ قصی بن کلاب نے تمام اولاد اسماعیل سے مدد چاہی اور بنو خزاعہ سے لڑائی کر کے انہیں مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور حجاز میں جا بجا بکھری ہوئی اولاد اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں لا کر آباد کیا۔ اور یوں تولیت کعبہ کا اعزاز قریش میں آ گیا۔ اسی کے متعلق بنو ذہل کا نوجوان حضرت ابو بکر صدیق سے سوالات کر رہا ہے۔ مزید تفصیل سیرت ابن ہشام میں دیکھئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اَلرَّائِشِیْنَ وَلَیْسَ یُعْرَفُ رَائِشٌ وَالْقَائِلِیْنَ ھَلُمَّ لِلْاَضْیَافِ

عبد مناف مہمان نواز ہیں اور مہمان نواز کی تعریف کی ضرورت نہیں۔ یہ تو مہمانوں سے کہتے ہیں آؤ۔ آتے جاؤ

وَالضَّارِبِیْنَ الْکَبْشَ یَبْرُقُ بِیْضُہٗ وَالْمَانِعِیْنَ الْبِیْضَ بِالْاَسْیَافِ

مہمانوں کے لئے چمکتی پیشانی والا مینڈھا ذبح کر ڈالتے ہیں اور وطن کی حفاظت کرنے کے لئے تلوار کے دھنی ہیں۔

لِلّٰہِ دَرُّکَ لَوْ نَزَلْتَ بِدَارِھِمْ مَنَعُوْکَ مِنْ ذُلٍّ مِّنْ اَقْرَافٍ

اگر تم ان کے ہاں مہمان بنو تو سمجھو بڑے خوش نصیب ہو وہ تجھے دشمن کے ہاتھوں ذلت اٹھانے سے محفوظ کر دیں گے۔

ابو بکر صدیق نے جواب دیا ہاشم بن عبد مناف ہم میں سے نہیں تھا۔

نوجوان نے کہا صاحب تعریف بزرگ عبدالمطلب تم میں سے تھا؟ چشمہ مکہ کا مالک آسمان کے پرندوں اور جنگل کے درندوں کو پانی پلانے والا جس کا چہرہ شب تاریک میں بدر کامل کی طرح چمکتا تھا؟ آپ نے جواب دیا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا تم اہل افاضہ ہو۔ کہا نہیں۔ اس نے سوال کیا کیا تمہارا تعلق اہل ندوہ سے ہے؟ آپ کا جواب تھا نہیں۔ نوجوان نے پوچھا تم اہل سقایہ سے تو نہیں؟ کہا نہیں! پوچھنے لگا تم اہل افادہ سے ہو؟ ابو بکر صدیق نے جواب دیا نہیں۔ نوجوان نے آخری سوال کیا کیا تم حاجیوں کو الوداع کہنے والے قبیلہ سے ہو؟ آپ نے جواب دیا نہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کے ہاتھ سے اپنے اونٹ کی رسی چھڑوائی اور چلنے لگے۔ نوجوان نے کہا۔

صَادَفَ دَرْءُ السَّیْلِ سَیْلًا یَدْفَعُہٗ یَھْضِبُہٗ حِیْنًا وَّحِیْنًا یَصْدَعُہٗ

طوفان کی ایک لہر دوسری کو دھکیل رہی ہے۔ اور اس سے آہستہ آہستہ نئی لہر اٹھ رہی ہے۔ (یعنی میں نے تمہارے سوالات کے مقابلہ میں سوالات کر کے وہ حالت پیدا کر دی جو سمندر کی لہروں کی آپس میں ہوتی ہے)

پھر اس نوجوان نے کہا اے قریش کے بھائی اگر تم یہاں کچھ ٹھہرتے تو میں تمہیں بتلاتا کہ تم قریش کے اعلیٰ خاندان سے نہیں ادنیٰ سے ہو۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضرت علی کہتے ہیں میں نے ابو بکر صدیق سے کہا۔ اس اعرابی نے گفتگو میں آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ آپ نے کہا ہاں ابوالحسن! ہر مشکل سے ایک بڑی مشکل ہوتی ہے

پھر قصی نے اس قدر قوت پکڑی کہ شہر مکہ کا امیر بن گیا۔ اسی نے مختلف محاکم قائم کئے سقایہ حجابہ افادہ ندوہ وغیرہ۔ اہل سقایہ حجاج کو پانی پلاتے تھے افادہ کا کام ان کی ضیافت تھا اور ندوہ ایک مجلس شوریٰ تھی جہاں کسی ناگہانی آفت کے موقع پر تمام قریش مل کر قومی فیصلے کرتے تھے۔

اور گفتگو سے ہی کئی مشکلیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ (۱)

مفروق نے پھر کہا اے برادر قریش اس کے علاوہ آپ کی کیا دعوت ہے؟ بخدا یہ کسی انسان کا کلام نہیں ورنہ ہم اس کے قائل کو ضرور پہچان جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○

ترجمہ بے شک اللہ تعالی انصاف بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی ہر بری بات اور نافرمانی سے روکتا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم دھیان دو۔ (سورۃ نحل آیت نمبر ۹۰)

مفروق کہنے لگا اے قریشی! آپ نے اچھے اخلاق اور بہترین اعمال کی دعوت دی ہے آپ کو جھٹلانے اور ایذا دینے والے لوگ خود جھوٹے ہیں پھر اس نے چاہا کہ گفتگو میں ھانی بن قبیصہ کو شامل کرے۔ تو کہنے لگا یہ ھانی ہے ہمارا شیخ اور دینی رہنما۔

ھانی نے کہا اے برادر قریش ہم نے آپ کی بات سن لی ہے ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ یک لخت ہمارا اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کی اتباع کرنا بہتر نہیں۔ اگر ہم آپ کے بارہ میں اور آپ کی دعوت کے متعلق غور و فکر نہ کریں تو یہ دور اندیشی نہیں۔ بلکہ اناڑی پن اور خام خیالی ہوگی۔ جلد بازی سے انسان ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ ہمارے پیچھے ایک قوم ہے جنہیں ہم کسی امر پر مجبور کرنا پسند نہیں رکھتے۔ آپ بھی گھر کو لوٹیں ہم بھی لوٹتے ہیں آپ بھی غور کریں ہم بھی کرتے ہیں۔ پھر اس نے چاہا کہ مثنیٰ بن حارثہ بھی شریک گفتگو ہو۔ تو اس نے کہا یہ مثنیٰ ہے ہمارا شیخ اور سپہ سالار۔

مثنیٰ کہنے لگا میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اور آپ کی باتیں مجھے پسند آئی ہیں۔ میرا جواب بھی ھانی بن قبیصہ والا ہے۔ مگر ہم دو کناروں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک سمندری اور دوسرا آسمانی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کون سے کنارے ہیں؟ کہنے لگا ایک تو ساحل سمندر اور ارض عرب ہے (اس سے مراد حکومت یمن ہے) اور دوسری طرف ارض فارس اور کسریٰ کی نہریں (دجلہ و فرات) ہیں اور کسریٰ کی طرف سے ہم پابند ہیں ہم کوئی نیا دین پیدا کر سکتے ہیں نہ کسی ایسے دین والے کی مدد کر سکتے ہیں اور شائد آپ کے اس دین سے کئی شاہان ارض ناراض ہوں گے۔ اس لئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم عربی حکومت کے مقابلہ میں آپ کا تعاون

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا اصل مقصد تو اس مجلس کو دعوت اسلام دینا تھا مگر ہم حسب و نسب میں الجھ کر رہ گئے اور اصل مقصد فوت ہو گیا۔ یہ ایک مصیبت تھی۔

کریں تو یہ ہو سکتا ہے یہ ہم پر لازم رہا اور اگر آپ کسریٰ کے مقابلہ میں ہمارا تعاون چاہتے ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کسری کسی کا گناہ معاف کرتا ہے نہ عذر سنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سچ کہتے ہو تو میں تمہارے جواب پر ناخوش نہیں اللہ کے دین کی مدد وہی کرتا ہے جو ہر طرف سے اسے سمجھ جائے یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق کا ہاتھ تھامے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

پھر ہم اوس و خزرج کے پاس پہنچے اور تب وہاں سے اٹھے جب ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں وہ لوگ بڑے سچے اور صابر تھے اللہ ان سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔

حضرت علی کہتے ہیں پھر ہم ایک پر وقار مجلس میں پہنچے۔ وہاں بڑے مقتدر اور پر وجاہت مشائخ بیٹھے تھے۔ ابو بکر صدیق نے انہیں بڑھ کر سلام کہا۔ اور آپ ہر موقعہ پر آگے ہی رہے۔ آپ نے پوچھا۔ یہ قوم کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے؟ اہل مجلس نے جواب دیا بنو شیبان بن ثعلبہ سے۔ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان۔ اپنی قوم میں ان سے معزز تر کوئی شخص نہیں، اہل مجلس میں مفروق بن عمرو، ھانی بن قبیصہ ، مثنی بن حارثہ اور نعمان بن شریک بھی تھے۔ ان میں مفروق زیادہ صاحب لسان و بیان تھا۔ اس نے اپنے بالوں کی دو زلفیں بنا رکھی تھیں۔ جو اس کے سینے پر دونوں طرف لٹک رہی تھیں۔ وہ مجلس میں ابو بکر صدیق کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ تمہاری قوم کی نفری کتنی ہے کہنے لگا ہزار سے زائد ہے۔ اور اتنی نفری مغلوب نہیں ہوتی۔ آپ نے کہا تمہیں یہ قوت و طاقت کیسے حاصل ہوئی۔ کہنے لگا ہم نے جدوجہد کی ہے اور یہ ہر قوم کا حق ہے۔

ابو بکر صدیق نے پوچھا دشمن سے تمہاری جنگ کیسی رہتی ہے۔ مفروق نے جواب دیا۔ ہم دشمن کا مقابلہ نہایت شدت غضب سے کرتے ہیں اور جب غضب میں آتے ہیں تو ہمارا سامنا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ہم اولاد پر گھوڑوں کو اور مال و دولت پر اسلحے کو ترجیح دیتے ہیں۔ رہی کامیابی تو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ کبھی ہمیں غالب کر دیتا ہے اور کبھی مغلوب۔ شائد تم قریش سے تعلق رکھتے ہو۔ ابو بکر صدیق نے کہا اگر تمہیں پتا چل چکا ہے کہ قریش میں اللہ نے اپنا رسول بھیجا ہے تو وہ رسول یہ میرے ساتھ ہیں۔

مفروق نے کہا ہم نے سنا ہے۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے ادر قریش! آپ کی کیا دعوت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذرا آگے ہو کر بیٹھ گئے اور ابو بکر نے اٹھ کر (آپ کو دھوپ سے بچانے کے لئے) اپنے کپڑے سے آپ پر سایہ کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا میری دعوت یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم میری مدد کرو میری حفاظت واعانت کرو تاکہ میں اللہ کا پیغام پہنچا سکوں کیونکہ قریش نے اللہ کا پیغام ٹھکرا دیا۔ اس کے رسول کو جھٹلا دیا اور حق سے اعراض کر کے باطل پر سہارا کر لیا۔ اور اللہ تو صاحب حمد ہے، بے نیاز ہے۔

اس نے کہا اس کے علاوہ آپ کی دعوت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
اِلٰى قَوْلِهٖ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؕ

ترجمہ فرمادیں کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا حرام کیا ہے یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرو............ تاکہ تم کامیابی پاؤ (انعام آیت نمبر ۱۵۱)

دعوت اسلام کے جواب میں بنو عامر کی گستاخی اور رسول خدا کی غیب سے امداد

(۲۰۷) عبدالرحمٰن عامری اپنی قوم کے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ جبکہ ہم عرب کی سالانہ منڈی عکاظ میں پہنچے تھے۔ آپ نے فرمایا اس قوم کا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ ہم نے کہا بنی عامر بن صعصعہ سے۔ آپ نے کہا بنو عامر کی کس شاخ سے؟ ہم نے کہا بنو کعب بن ربیعہ سے۔ آپ نے پوچھا تمہاری قومی قوت وحشمت کیسی ہے؟ ہم نے کہا جو ہماری پناہ میں آجائے اس کی طرف کوئی رخ نہیں کرتا۔ اور ہمارے مقابلہ میں آنے کی کسی کو ہمت نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اگر میں تمہارے پاس آؤں تو کیا تم میری حفاظت کرو گے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام آسانی سے پہنچا سکوں۔ اور میں تم میں سے کسی کو اس کے ماننے پر مجبور نہ کروں گا؟ بنو عامر آپ سے کہنے لگے آپ قریش کی کس شاخ سے ہیں۔ آپ نے فرمایا بنو عبدالمطلب سے۔ انہوں نے کہا آپ بنو عبد مناف سے یہ مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا وہ ہی تو مجھے سب سے پہلے جھٹلانے والے ہیں۔ کہنے لگے ہم دعوت پر ایمان تو نہیں لاتے البتہ آپ کی حفاظت کریں گے۔ تاکہ آپ اپنی دعوت خوب پھیلا سکیں۔ چنانچہ آپ ان کے پاس ٹھہر گئے۔ ابھی یہ لوگ منڈی میں خرید وفروخت کر ہی رہے تھے۔ کہ ان کے پاس انہیں کا ایک سردار بجرہ بن قیس قشیری آگیا۔ کہنے لگا یہ تمہارے پاس کون بیٹھا ہے؟ کہنے لگے محمد بن عبداللہ قریشی، اس نے پوچھا تمہارا اس سے کیا واسطہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اور ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکے۔ کہنے لگا پھر تم نے اسے کیا جواب دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے اسے اھلاً و سھلاً کہا ہے ہم اسے اپنے علاقہ میں لے جائیں گے اور اس کی ویسے حفاظت کریں گے جیسے اپنی کرتے ہیں۔ اس نے کہا میرا خیال ہے تم سے بڑھ کر کوئی شخص اس بازار سے خطرناک چیز لے کر نہیں جائے گا۔ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے خلاف ہو جائیں۔ اور عرب تمہیں اور اس کو ایک ہی تیر کا نشانہ بنالیں؟ اس کی قوم اسے خوب جانتی ہے۔ اگر وہ اس سے کوئی بھلائی دیکھتے تو دوسروں کی نسبت اس سے زیادہ فائدہ اٹھاسکتے تھے۔ تم ایک قوم کے ایسے مجنون شخص کے پیچھے لگ رہے ہو جسے خود اس کی اپنی قوم نے نکال دیا اور جھٹلا دیا ہے۔ اور تم اس کی اعانت اور نصرت کے درپے ہو؟ کتنی خام خیالی ہے تمہاری۔

پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اٹھو اپنی قوم میں جاؤ! بخدا اگر تم میری قوم کے پاس نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا (معاذ اللہ)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ بجرہ خبیث نے آپ کی اونٹنی کے پہلو میں ضرب لگائی جس سے وہ اچھلی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دیا۔

انہی بنو عامر میں سے ضباعہ بنت عامر بن قرط بھی تھیں یہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی تھیں وہ ان دنوں بنو عامر میں اپنے چچازاد بھائیوں سے ملاقات کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر بے اختیار چیخ پڑیں۔

اے آل عامر میرا کوئی عامر (بسانے والے) نہیں۔ کیا تمہارے سامنے رسول خدا کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا رہے گا اور تم میں سے کوئی اس کو روکنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ تو یہ پکار سن کر اس کے چچازاد بھائیوں میں سے تین آدمی بجرہ کی طرف لپک پڑے۔ جب کہ بجرہ کے ساتھ بھی دو آدمی تھے۔ چنانچہ ضباعہؓ کے چچازاد بھائیوں نے ان تینوں کو ایک ایک کر کے پکڑ لیا اور زمین پر دے مارا۔ اور ان کے سینے پر بیٹھ کر ان کے چہروں پر طمانچے مارنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ان تینوں پر رحمت برسا اور ان تینوں پر لعنت برسا۔

بجرہ کی مدد کرنے والوں کا نام فراس، حزن بن عبداللہ اور معاویہ بن عبادہ۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والوں کے نام یہ تھے غطریف اور غطفان (سہل کے بیٹے) اور عروہ بن عبداللہ۔ راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے اثر میں آپ کی مدد کرنے والے تینوں آدمی اسلام لے آئے جب کہ بجرہ اور اس کے ساتھی کفر کی لعنت کا طوق گلے میں ڈالے واصل جہنم ہو گئے۔

ہمیں یہ واقعہ یحییٰ بن صاعد نے بتلایا۔ انہیں ابراہیم بن سعید جوہری نے انہیں یحییٰ بن سعید اموی نے اور انہیں سعید بن اموی اور انہیں محمد بن سائب نے بتلایا۔

محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ بنو عامر حج سے فارغ ہو کر اپنی قوم میں گئے اور اپنے بزرگ کے پاس پہنچے جو زیادہ سال خوردہ ہونے کی وجہ سے سالانہ منڈی میں نہ جا سکا تھا۔ یہ لوگ جب بھی منڈی سے لوٹتے تو اسے ساری روئے داد سناتے تھے۔ اس مرتبہ اس نے منڈی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک قریشی نوجوان ہمارے پاس آیا تھا وہ خود کو بنی عبدالمطلب سے کہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ نبی ہے۔ اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اور اسے اپنے یہاں ٹھہرائیں۔ اور لوگوں تک آواز حق پہنچانے میں مدد کریں۔

بوڑھے شیخ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ اور کہنے لگا اے بنی عامر کیا اب اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تم نے بڑی قیمتی چیز کھو دی۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ پیغام تو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کسی نے کبھی نہیں دیا۔ خبردار! یہ اعلان حق ہے تمہاری عقل پر پردہ کیوں پڑ گیا تھا۔

(۲۰۸) محمد بن اسحاق کہتے ہیں مجھے بنی کندہ کے ایک آدمی یوسف نے اپنی قوم کے بوڑھوں کی ایک روایت بتلائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ان کی مدد اہل دیہات کریں گے۔ چنانچہ آپ بنو کندہ میں تشریف لائے اور فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری مدد کچھ اہل دیہات کریں گے۔ تم بھی دیہاتی ہو۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو۔ کہنے لگے ہاں! مگر اس شرط پر کہ آپ اپنے بعد حکومت ہمارے لئے لکھ دیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ الٹے پاؤں وہاں سے چل پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے چہرے شاہوں والے اور ایڑیاں دھوکا بازوں کی سی ہیں۔

(۲۰۹) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر لوگوں کو میدان عرفات میں اپنی رسالت پیش کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اپنی قوم پر پیش کرے۔ یعنی خود بھی اسلام لائے اور قوم کو اس کی تلقین کرے۔ کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا پیغام سنانے سے روک دینا چاہا ہے۔

ایک دن آپ کے پاس ہمدان کا ایک شخص آیا آپ نے فرمایا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا ہمدان سے۔ آپ نے پوچھا کیا تمہاری قوم کے پاس عسکری قوت وطاقت ہے؟ (اگر میں تمہارے ہاں چلا جاؤں تو دعوت حق کے لئے وہاں جانا کس حد تک مفید رہے گا) کہنے لگا ہاں۔

چنانچہ وہ آدمی چلا گیا پھر اسے ڈر محسوس ہوا کہ شائد میری قوم مجھے مار نہ ڈالے۔ اس لئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوبارہ آیا۔ تو کہنے لگا میں اپنی قوم کے پاس جا کر یہ دعوت پیش کروں گا اور پھر آکر آپ کو آگاہ کر دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلتا بنا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے انصار کو مدینہ طیبہ سے ماہ رجب میں بھیج دیا۔ (اور اشاعت اسلام کی راہ نکل آئی)

(۲۱۰) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قبائل عرب پر اپنی رسالت کی دعوت پیش کرتے تھے۔ کہ وہ آپ کی مدد کریں تاکہ آپ اللہ کا کلام اور اس کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکیں۔ اور انہیں جنت مل جائے۔

(۲۱۱) عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد تین سال تک دعوت رسالت کو خفیہ رکھا۔ چوتھے سال سے اعلانیہ دعوت کا آغاز فرمایا۔ اور دس سال تک مسلسل یہ سلسلہ جاری رہا۔ موسم حج پر آپ حجاج کے پاس آتے ان کے ٹھکانوں، عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز وغیرہ پر پہنچتے۔ ان سے مطالبہ کرتے کہ وہ آپ کے ساتھ وفا کریں۔ تاکہ آپ دعوت اسلام کا کام جاری رکھ سکیں۔ اور انہیں جنت مل جائے۔ مگر کوئی حامی نہ بھرتا (۱)
آپ نے سب قبائل کو یہ دعوت دی اس دوران جس قدر تکلیف بنو عامر کے ہاتھوں اٹھائی کہیں سے نہ اٹھائی تھی۔ آپ جب ان کے ہاں سے نکلے تو وہ پیچھے سے سنگ باری کر رہے تھے۔

ایک سوبیس سالہ خبیث اور گستاخ رسول بوڑھا

آپ بنو محارب بن خصفہ کے پاس آئے وہاں آپ کی ایک سو بیس سالہ بوڑھے شخص سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اسے دعوت اسلام دی اور یہ مطالبہ کیا کہ مجھے تحفظ دیا جائے۔ تاکہ میں خدا کا پیغام باحسن طریق پہنچا سکوں۔ بوڑھے نے کہا اے آدمی! تمہاری قوم تمہیں خوب جانتی ہے۔ بخدا کوئی شخص اس موسم حج پر تم سے زیادہ خطرناک چیز لے کر نہیں لوٹے گا۔ اس لئے خود کو ہم سے بچا کر رکھو۔

---

(۱) یاد رہے ان دنوں عرب کا دستور تھا کہ وہ موسم حج پر شوال کے مہینہ میں ایک ماہ تک وادی عکاظ میں قیام کیا کرتے تھے پھر وہاں سے اٹھ کر مجنہ میں آجاتے وہاں بیس دن ٹھہرتے پھر بازار ذی المجاز میں آجاتے۔ اور بقیہ ایام حج وہیں پر گزارتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامات پر قبائل عرب کے پاس تشریف لے جاتے اور دعوت اسلام پیش کرتے۔ بعض طاقتور قبائل سے آپ نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مجھے اپنے ہاں پناہ دے دو میں تمہیں دعوت اسلام کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ تم میں جو شخص چاہے اسلام لے آئے۔ البتہ میری پشت پناہی کی جائے۔ تاکہ میں اپنا کام صحیح طور پر نبھا سکوں۔ مگر ہر طرف سے انکار کی ہی صورت میں جواب ملتا تاآنکہ مدینہ طیبہ کے اوس و خزرج نے آپ کی دعوت قبول کی اور اشاعت اسلام کا باب کھل گیا۔

مگر یاد رہے اپنی حفاظت کا مطالبہ آپ نے ابو طالب اور حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد کیا ہے جب تک ابو طالب زندہ رہے وہ آپ کی پوری پوری حفاظت کرتے رہے۔ اور ان کے ہوتے ہوئے آپ کو بڑی حد تک اطمینان حاصل تھا۔ اور آپ بے فکر ہو کر دعوت و ارشاد میں مصروف رہے۔ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ نے شدت سے محسوس کیا کہ مجھے ظاہری طور پر کسی مضبوط پشت پناہی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے تمتع کا حکم فرماتا ہے۔ تب آپ نے قبائل عرب کے سامنے اپنی حفاظت کا مسئلہ رکھا جو بالآخر مدینہ طیبہ کے انصار نے قبول کر لیا۔

ابو لہب اس محاربی کی بات سن رہا تھا وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر تمام حجاج اس کو تم جیسی کھری کھری سنا دیتے تو یہ خود ہی اپنی دعوت چھوڑ دیتا۔ یہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بد دین کذاب ہے۔ محاربی نے کہا بخدا تم اسے خوب سمجھتے ہو۔ یہ تمہارا بھتیجا ہے اور تمہارا گوشت ہے۔ پھر محاربی نے کہا اے ابو لہب شائد اسے کچھ جنون ہے۔ ہمارے قبیلہ میں ایک شخص ہے جو اس کا صحیح علاج کر سکتا ہے۔ ابو لہب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ (۱)

البتہ اس کے بعد وہ جس بھی قبیلہ عرب پر سے گزرتا (جو حج کے لئے آئے ہوئے تھے) ان کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہتا "بے شک یہ بد دین اور کذاب ہے" (العیاذ باللہ)

شیخ ابو نعیم کہتے ہیں بقول واقدی جن قبائل کو آپ نے دعوت اسلام دی اور ان پر اپنی رسالت پیش کی۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ بنو عامر و غسان بنو فرازہ۔ بنو مرہ بنو حنیفہ۔ بنو سلیم۔ بنو عبس۔ بنو نصر اہل ھوازن بنو ثعلبہ عکابہ۔ کندہ۔ بنو کلب بنو حارث بن کعب۔ بنو عذرہ۔ قیس بن الخطیم ۔ ابو جیش بنو انس ر فع وغیرھم۔

خوش قسمت میسرہ بن مسروق ایمان لے آیا

(۲۱۲) عبداللہ بن وابصہ عبسی اپنے والد سے اور وہ عبداللہ کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم (حج کیلئے) منیٰ میں جمرہ اولیٰ کے پاس اترے ہوئے تھے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہمارے پاس تشریف لائے زید بن حارثہ آپ کے پیچھے سوار تھے۔ آپ نے ہمیں دعوت اسلام دی ہم نہ مانے اور یہ ہماری غلطی تھی۔ ہمیں اس سے قبل بھی اطلاع مل چکی تھی۔ کہ آپ دعوت حق دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ آئے اور ہم نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔

ہمارے ساتھ میسرہ بن مسروق عبسی بھی تھا وہ کہنے لگا خدا کی قسم! اگر ہم اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کریں اور اسے اپنے قبیلہ میں ساتھ لے جائیں تو یہ بڑی دانشمندی ہوگی۔ خدا کی قسم اس کا دین اس قدر غالب ہو گا کہ تمام عالم اس کی زد میں ہو گا۔

قوم نے کہا ہمیں ایسی باتیں نہ سناؤ۔ جن کا انجام ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میسرہ میں دلچسپی لی اور اس سے مزید گفتگو کی۔ اس نے کہا آپ کا کلام بہت ہی حسین اور منور ہے۔ لیکن میری قوم میرے خلاف ہے اور آدمی کی زندگی قوم ہی سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر وہی اس کی مدد نہ کریں تو دشمن تو ہوتے ہی دور ہیں۔

---

(۱) مردود کو خدشہ تھا کہ جو معالج آپ کے پاس بھیجا جائے گا کہیں وہ خود داخل اسلام نہ ہو جائے۔ کیونکہ ایسے چند واقعات ہو چکے تھے۔ حدیث نمبر ۱۸۲ میں آپ حضرت ضماد کا واقعہ پڑھ چکے ہیں۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اور یہ قوم اپنے وطن لوٹ گئی۔ رستے میں انہیں میسرہ نے کہا ہمیں فدک چلنا چاہئے وہاں یہود رہتے ہیں ہم ان سے اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تحقیق کریں گے۔ تو یہ لوگ یہود کے پاس آئے۔ انہوں نے کتابیں نکال کر ان کے سامنے رکھ دیں اور انہیں نبی عربی امی کی تعریف سنانے لگے جو اونٹوں پر سواری کرے گا۔ اور سادہ زندگی بسر کرے گا۔ وہ طویل قامت ہو گا نہ پست قد۔ بال زیادہ لمبے ہوں گے نہ زیادہ گھنگھریالے۔ آنکھوں میں سرخی ہوگی۔

یہود کی بد بختی اور سنگدلی کی انتہا خود ان کی زبانی

فَإِنْ كَانَ هُوَ الَّذِي دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ وَادْخُلُوا فِي دِينِهِ فَإِنَّا نَحْسُدُهُ فَلَا نَتَّبِعُهُ وَلَنَا مِنْهُ فِي مَوَاطِنَ بَلَاءٌ عَظِيمٌ

یہود کہنے لگے اگر وہ آدمی انہی صفات کا حامل ہے تو اس کی اطاعت کر لو اس کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ ہم تو اس سے (۱) حسد رکھتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ اور ہمیں اس کے ہاتھوں بڑے مصائب اٹھانے پڑیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ کوئی عربی اس کی اتباع کے بغیر زندہ نہ رہ سکے گا۔ تو تم فوراً اس کے پیرو کار بن جاؤ!

میسرہ نے کہا اے قوم یہ معاملہ تو خوب واضح ہو گیا۔ قوم نے کہا ہم آئندہ سال موسم حج پر اس سے ملاقات کریں گے۔ پھر یہ لوگ اپنے وطن پہنچ گئے مگر اہل وطن نے ان کا ساتھ نہ یا۔ اور ان کا کوئی شخص دوبارہ حج پر نہ آیا۔

---

(۱) کس قدر مقام تعجب ہے کہ علماء یہود کو اس بات کا بھی اعتراف تھا کہ ہمارے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حسد کے سوا کچھ نہیں مگر پھر بھی ایمان نہ لاتے تھے۔ کتنے سنگدل اور بدترین انسان تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ نے فرمایا ہے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ سورہ بقرہ رکوع نمبرا

میں سمجھتا ہوں کہ یہود کو اسلام قبول کرنے سے جہاں یہ چیز مانع تھی کہ بنی اسرائیل سے باہر کسی نبی کا آنا ان کے لئے قابل تسلیم نہ تھا اسی طرح اس میں اس امر کا بھی دخل ہے کہ یہود اپنی کتابوں کی روشنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قاتل دیکھتے تھے وہ پڑھ چکے تھے کہ یہود کی ایک بڑی تعداد آپ کے ہاتھوں قتل ہو گی۔ ایسی باتیں پڑھ کر ان کے دل میں قومی عصبیت نے جگہ بنالی تھی۔ اور وہ نسلی حمیت کی آگ میں جل اٹھے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نصیب میں ایمان نہیں لکھا ہوا تھا۔ احقر مترجم غفرلہ

ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے پھر حجۃ الوداع کے لئے مکہ شریف پہنچے تو میسرہ نے یہاں آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے اسے پہچان لیا۔ وہ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جس دن آپ ہمارے پاس تشریف لائے تھے میں اس دن ہی سے آپ کا غلام بن جانا چاہتا تھا مگر جو ہوا سو ہوا۔ اللہ تعالی میرے اسلام لانے میں تاخیر چاہتا تھا چنانچہ وہ بہت سے لوگ مر گئے ہیں۔ جو اس وقت میرے ساتھ تھے۔ یا رسول اللہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ ؟

آپ نے فرمایا جو دین اسلام پر نہ مرے وہ دوزخ میں جائے گا۔ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے کفر سے بچالیا اور دوزخ سے چھڑالیا۔

راوی کہتے ہیں اس کے بعد وہ سچا مسلمان بنا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ (۱)

یہ روایت حسن بن جہم کی روایت میں ہے۔

زینت عرش بننے والے قدم وادی طائف میں لہو لہو ہو گئے

(۲۱۳) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھی جانے والی دستاویز ظلم تار تار کر دی تو آپ اور آپکے صحابہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال موسم حج پر قبائل عرب کو اپنی دعوت پیش کرنا شروع کی۔ قبائل کے سرداروں سے آپ کی گفتگو یہ ہوتی تھی کہ تم لوگ مجھے اپنے ہاں پناہ دو میری حفاظت کرو میں تمہیں اپنے دین کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ جو اسے پسند کرے گا قبول کرے گا اور جو پسند نہ کرے گا میں اسے مجبور نہیں کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میری حفاظت کرو تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں پھر اللہ تعالی میرے لئے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ مگر کسی قبیلہ نے آپ کی یہ دعوت نہ مانی۔ اور ہر کسی نے یہی جواب دیا کہ کسی شخص کو اس کی قوم ہی بہتر جانتی ہے۔ کیا تم نے کبھی ایسا شخص دیکھا ہے جو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسروں کا بھلا سوچے۔ درحقیقت اللہ نے آپ کی نصرت و اعانت کرنے کا اعزاز انصار مدینہ کے لئے رکھا ہوا تھا۔

ایسے میں ابو طالب فوت ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے سے زیادہ امتحان آ پڑا۔ انہی دنوں آپ (طائف کے سب سے بڑے قبیلہ) بنو ثقیف کے پاس گئے تاکہ وہ آپ کو پناہ دیں۔ اور

۱۔ میسرہ بن مسروق کے تفصیلی حالات ہمیں نہیں مل سکے۔ کتب سیرت میں ان کا تذکرہ بس اسی قدر لکھا ہے کہ وہ بنو عبس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ مگر اس وقت ایمان نہ لائے بعد ازاں حجۃ الوداع کے موقعہ پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور پختہ مسلمان ثابت ہوئے۔

آپ کی مدد کریں۔ وہاں آپ کی تین سرداران ثقیف سے ملاقات ہوئی جو تینوں سگے بھائی تھے۔ عبدیالیل بن عمرو حبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو آپ نے انہیں دعوت حق سنائی۔ اور بتلایا کہ آپ کی قوم نے آپ سے کیا مخالفت روا رکھی ہے۔ (۱)

ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ اگر اللہ نے تمہیں نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو (اس سے بہتر ہے کہ) میں کعبہ کے پردے اتار لوں۔ دوسرے نے کہا بخدا اس مجلس کے بعد میں تم سے ایک لفظ بھی کلام نہیں کروں گا۔ اگر تم نبی ہو تو تمہاری شان اس سے کہیں بلند ہے کہ ہم تم سے بات کریں۔ تیسرے نے کہا کیا اللہ تعالیٰ تمہارے سوا کسی کو نبی نہیں بنا سکتا تھا؟ پھر انہوں نے آپ کی کہی ہوئی باتوں کو سارے ثقیف میں پھیلا دیا۔

چنانچہ وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ کے راستے میں دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پتھر تھے آپ جو بھی قدم اٹھاتے یا رکھتے وہ اس پر پتھر پھینکتے۔ یہ ان کا مذاق اور تمسخر تھا۔ آپ جب وہاں سے نکلے تو قدم ہائے مبارک سے خون بہتا جا رہا تھا۔ آپ راستے میں ایک انگوری باغ کے سائے میں آ بیٹھے۔ آپ از حد زخمی اور غم زدہ تھے۔ قدموں سے خون بہ رہا تھا۔ (۲) اچانک آپ کی نظر پڑی تو باغ میں آپ کے دو بدترین دشمن عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا۔ اور وہیں بیٹھ

---

(۱) یاد رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ شوال ۱۰ نبوی (جنوری ۶۲۰ء) کو اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ کو ہمراہ لئے طائف تشریف لے گئے۔ آپ وہاں کم و بیش بیس دن رہے۔ مگر ان لوگوں نے ہدایت حاصل نہ کی۔ آخر آپ واپس تشریف لے آئے۔

واپسی میں دوران سفر مقام نخلہ پر آپ کے پاس شہر نصیبین کے جن حاضر ہوئے اور آپ سے قرآن سن کر ایمان لے آئے چنانچہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

(۲) حفیظ نے اس مقام کا اپنے انداز میں دلدوز نقشہ کھینچا ہے۔ ۔

فرشتے جن پہ آ آ کر جبین شوق رکھتے تھے
وہ پائے نازنین زخموں کی لذت آج چکھتے تھے
جگہ دیتے تھے جن کو حاملان عرش آنکھوں پر
وہ نعلین مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر

اگر کسی شخص کے ذہن میں سوال آئے کہ ایک وہ وقت تھا جب ابو جہل پتھر لے کر مارنے کے لئے آیا مگر ڈر کر بھاگ اٹھا۔ قریش آپ کو قتل کرنے کی نیت سے حرم کعبہ میں بیٹھے تھے۔ مگر آپ کو دیکھ کر دم بخود بیٹھے رہ گئے۔ اور آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی کسی کو ہمت نہ ہو سکی۔ مگر آج وادی طائف کا عجب مقام ہے کہ پتھر برسائے جاتے ہیں وجود مسعود زخم آلود ہو جاتا ہے نعلین مبارک زخم سے بھر جاتی ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

رہے۔ انہوں نے اپنے غلام "عداس" کو انگور دے کر آپ کے پاس بھیجا۔ وہ (علاقہ عراق میں) بستی نینوی کا عیسائی تھا۔ اس نے آپ کے سامنے انگور لا کر رکھ دیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عداس بڑا متعجب ہوا آپ نے اس سے کہا عداس تم کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگا میں ارض نینوی سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مرد صالح حضرت یونس بن متی علیہ السلام کی بستی سے؟ عداس نے کہا آپ کو (حضرت) یونس بن متی کے متعلق کیا علم ہے؟ آپ نے اس سے (حضرت) یونسؑ کی کچھ عظمت بیان فرمائی اور آپ کسی پیغمبر کی شان میں کمی بیان نہیں کرتے تھے۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے حضرت یونس کی مزید شان بتایئے! آپ نے مزید بیان فرمایا۔

خَرَّ سَاجِدًا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَعَلَ يُقَبِّلُ قَدَمَيْهِ وَهُمَا تَسِيْلَانِ الدِّمَاءَ

وہ شخص آپ کے قدموں میں گر پڑا اور آپ کے (زخمی) قدموں کو بوسے دینے لگا جن سے خون بہ رہا تھا۔

عتبہ اور شیبہ یہ صورت حال دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ جب غلام ان کے پاس واپس گیا تو انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کر دیا۔ اور تو اس کے قدم چومنے لگا۔ قبل ازیں ہم نے تجھے کسی اور کے ساتھ تو ایسا اظہار ادب کرتے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا یہ نیک آدمی ہیں۔ انہوں نے مجھے چند چیزیں بتلائی ہیں جو میں اپنے علاقہ میں قبل ازیں مبعوث ہونے والے نبی کے متعلق جانتا ہوں۔ جسے یونسؑ بن متی کہتے تھے۔ انہوں نے مجھے بتلایا

جواب یہ ہے کہ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں بڑے بڑے مصائب برداشت کئے ہیں۔ پتھر کا زخم تو کم اثرانداز ہوتا ہے زبان کے گھاؤ بہت گہرے ہوتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی زبان درازی کی گئی مگر آپکا دل لوہے سے زیادہ مضبوط اور آپ کا حوصلہ کوہ ہمالیہ سے زیادہ اونچا تھا۔ تاہم جب بھی آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام بنا دیا۔ اس لئے آپ نے ابھی اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا تھا ابھی دین نے مکمل ہونا تھا ابھی یثرب نے مدینہ بننا تھا۔ اور سارے عرب وعجم پر دین کا جھنڈا لہرانا تھا۔ اس لئے قتل کا کوئی منصوبہ کیسے کامیاب ہوتا۔ رہے مصائب تو وہ آپ نے اپنی زندگی بھر جھیلے ہیں۔ اور مبلغین اسلام کو تاقیامت صبر واستقامت کا عملی درس دیا ہے۔

وادی طائف میں بھی اگر آپ دعا کرتے تو پتھر مارنے والوں کے ہاتھ پتھروں کے ساتھ چمٹ سکتے تھے مگر۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزا ہی نہیں

آپ پیچھے حدیث نمبر ۲۰۵ میں پڑھ آئے ہیں کہ جب آپ طائف سے واپس ہوئے تو راستہ میں ملک الجبال نے آکر عرض کیا تھا۔ یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو میں وادی طائف کے اوپر دو پہاڑ اٹھا کر رکھ دوں۔ اور یہ ایک لحظہ میں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں۔ مگر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ یہ لوگ خود نہیں تو ان کی نسلیں میرے دین میں داخل ہوں گی۔

کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ تو یہ دونوں اس پر ہنس پڑے۔ کہنے لگے یہ تمہیں کہیں اپنی عیسائیت (۱) سے نہ ہٹا دے۔ یہ بڑا فریبی ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔

ابن رومان اور عبداللہ بن ابی بکر وغیرھما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو کندہ کے پاس عکاظ میں آئے جہاں وہ حج کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب قبائل سے زیادہ نرم رویہ انہوں نے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کیا۔ آپ نے جب ان کی قوت و شوکت اور خوش اخلاقی ملاحظہ کی تو ان سے گفتگو فرمانے لگے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے۔ دوسرا میرا مطالبہ یہ ہے کہ مجھے اپنے ہاں پناہ دو جیسے اپنی حفاظت کرتے ہو میری بھی کرو اگر میری دعوت غالب رہی تو تمہیں اسے قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار ہو گا۔

قبیلہ کے اکثر لوگوں نے کہا یہ بات تو بڑی اچھی ہے۔ مگر ہم اپنے باپ دادا کی پیروی میں کچھ چیزوں کی پرستش کرتے آ رہے ہیں (اسے کیسے چھوڑیں) تو ان سب میں سے چھوٹی عمر والا ایک شخص بولا۔ اے قوم اس شخص کی بات فوراً مان لو قبل اس کے کہ دوسرے لوگ تم سے سبقت لے جائیں۔ بخدا اہل کتاب پیش گوئی کر رہے ہیں کہ حرم محترم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور اس کا زمانہ قریب تر آ چکا ہے۔ قبیلہ میں ایک کانا آدمی تھا۔ وہ کہنے لگا میری بات سنو۔ اس شخص کو اسکے خاندان والوں نے نکال دیا ہے اور تم اسے پناہ دینا چاہتے ہو۔ کیا سارے عرب سے لڑائی لڑ سکتے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں؟

چنانچہ (حج سے فارغ ہو کر) یہ قوم اپنے وطن کو لوٹ گئی۔ وہاں ایک یہودی نے ان سے کہا خدا کی قسم! تم نے اس کی بات نہ مان کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر تم اس پر سب سے پہلے ایمان لے آؤ تو عرب کے سردار بن جاؤ گے۔ ہم اس نبی کی عظمتیں اپنی کتاب میں لکھی پاتے ہیں۔ پھر یہودی نے آپ کی صفات اپنی کتاب سے گنوائیں تو سب قوم کہنے لگی ہم نے یہ صفات اس میں خود دیکھی ہیں۔ یہودی نے کہا ہم نے اپنی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ وہ نبی مکہ سے نکلے گا اور یثرب کو ہجرت کرے گا۔

اس پر ساری قوم نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سال حج پر سب لوگ آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ مگر ان کے ایک سردار نے انہیں اگلے سال حج پر جانے سے روک دیا۔ تو ان میں سے کوئی شخص بھی نہ آیا جب اس یہودی کی موت آئی تو پاس بیٹھے لوگوں نے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر رہا تھا اور کلمہ پڑھ رہا تھا۔

۱۔ تاہم بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ عداس اسی وقت مسلمان ہو گیا تھا۔ دیکھئے مدارج النبوۃ جلد دوم ذکر سفر طائف

بیعت عقبہ اولیٰ

(مرکز اسلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوتا ہے)

(۲۱۴) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ دین غالب کر دیا جائے۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند ہو جائے اور نصرت حق کا وعدہ پورا کر دیا جائے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول موسم حج پر تبلیغ دین کے لئے نکلے۔ آپ (مکہ و منیٰ کے درمیان ایک جگہ) عقبہ پر جلوہ افروز تھے کہ انصار مدینہ کے قبیلہ بنو خزرج سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے اور انہوں نے اپنی قوم کے بزرگوں سے سنا ہے کہ ملاقات ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم خزرج ہیں آپ نے فرمایا یہود کے ہم علاقہ؟ کہنے لگے ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا تم کچھ دیر بیٹھ سکتے ہو۔ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں؟ کہنے لگے کیوں نہیں۔ تو وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے۔

آپ نے انہیں دعوت حق سنائی پیغام اسلام پیش کیا۔ اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہودی ان کے علاقہ میں (مدینہ طیبہ) میں بکثرت آباد تھے۔ وہ صاحبان کتاب و علم تھے۔ اور یہ خزرج بت پرست مشرک تھے۔ اوس و خزرج کی یہودیوں کے ساتھ کئی مرتبہ جنگیں ہو چکی تھیں۔ جب بھی جنگ ہوتی۔ یہود ان سے کہا کرتے اب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کا وقت ظہور قریب آ گیا ہے۔ ہم اس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تمہارا وہ حشر کریں گے جو قوم عاد و ارم کا ہوا تھا۔"

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا کلام سنایا تو وہ آپس میں کہنے لگے "معلوم ہوتا ہے یہ وہی نبی ہے جس کا یہود نے تمہیں مژدہ سنا رکھا ہے۔ تو کہیں وہ ایمان لانے میں تم سے آگے نہ نکل جائیں" چنانچہ انہوں نے فوراً آپ کی دعوت قبول کر لی اور آپ کی تصدیق کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

پھر کہنے لگے ہم اپنے پیچھے ایسی قوم چھوڑ کر آئے ہیں کہ کوئی قوم ان سے بڑھ کر عداوت پسند اور شر انگیز نہ ہو گی۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی آپ کا غلام بنا دے۔ ہم قوم میں پہنچ کر انہیں آپ کا پیغام سنائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں بھی توفیق ہدایت دے دے تو آپ سے زیادہ کوئی شخص لائق عزت نہیں۔ چنانچہ یہ لوگ دولت ایمان و تصدیق سے مالا مال ہو کر اپنے علاقہ کو لوٹ گئے۔

جہاں تک مجھے (محمد بن اسحاق کو) معلوم ہوا ہے یہ گروہ خزرج کے چھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔

بنو مالک بن نجار سے ابو امامہ اسعد بن زرارہ اور عوف بن حارث بن رفاعہ۔ بنی زریق سے رافع بن مالک بن عجلان۔ بنی سلیمہ بن سعد شاخ بنی سواد بن غنم سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ بنی حرام بن کعب سے عقبہ بن عامر بن نابی۔ اور بنی عبید بن عدی سے جابر بن عبداللہ بن رغاب بن نعمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جب یہ چھ آدمی اپنی قوم میں مدینہ طیبہ پہنچے تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آگاہ کیا۔ اور گھر گھر میں دعوت اسلام پہنچانا شروع کر دی۔ چنانچہ انصار میں سے کوئی ایسا گھر نہ رہا جس میں آپ کا ذکر خیر نہ ہوا ہو۔

جب اگلا سال آیا تو انصار کے بارہ آدمی موسم حج پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ (۱) اور مقام عقبہ پر ہی آپ سے پھر ملاقات ہوئی۔ اور انہیں الفاظ کے ساتھ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ جیسے عورتوں کی بیعت کے الفاظ قرآن کریم میں موجود ہیں۔ (۲) اور یہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ (۳)

---

(۱) ان میں چھ تو وہی تھے جو پہلے بھی آئے تھے اور چھ آدمی مزید ساتھ لائے تھے۔

(۲) سورہ ممتحنہ آیت ۱۲ پارہ ۲۸ رکوع ۸۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں ان شرائط پر آ کر بیعت کرنا چاہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ نہ چوری کریں گی نہ بدکاری۔ اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ اور نہ بہتان تراشی کریں گی جو ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہے (بدکاری کا) تو آپ ان کو بیعت میں داخل فرما لیں اور اللہ سے ان کے لئے بخشش مانگیں بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(۳) یاد رہے مقام عقبہ وادی منیٰ میں ایک جگہ ہے یہاں انصار مدینہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے موقع پر تین مرتبہ ملاقات ہوئی ہے۔ جو بالترتیب سنہ نبوی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ میں تھی۔ پہلی مرتبہ کی ملاقات پر صرف چھ آدمی مسلمان ہوئے مگر وہاں بیعت کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف اتنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دی جو انہوں نے قبول کر لی اور عرض کیا کہ ہم اپنی قوم میں جا کر آپ کا تذکرہ کریں گے۔ اور انہیں بھی آپ کے پاس لائیں گے۔

جب کہ دوسری ملاقات میں بارہ آدمیوں نے جن میں پہلے چھ مسلمانوں میں سے بھی تھے آپ کے ہاتھ پر اقرار

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما دیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قرآن پڑھائیں احکام اسلام کی تعلیم دیں اور دین کے مسائل سے آگاہ کریں۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں مصعب کو "مقری" (قرآن پڑھانے والا) کہا جانے لگا۔ ان کی رہائش مدینہ طیبہ میں ابو امامہ اسعد بن زرارہ برادر بنی نجار کے مکان میں تھی۔

شان انصار مدینہ بزبان حضرت علی مرتضیٰؓ

(۲۱۵) یحییٰ بن یعلی سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انصار مدینہ کا تذکرہ کرنے اور ان کی اسلام میں سبقت و فضیلت بیان کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ جو انصار سے محبت نہ رکھے وہ مومن نہیں۔ خدا کی قسم! انہوں نے اپنے علاقہ میں اسلام کی یوں خدمت کی۔ جیسے گھر میں گائے کے بچے کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ اپنی تلواریں، زبانیں اور مال و دولت سب کچھ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج پر تبلیغ دین کے لئے نکلا کرتے تھے۔ مگر کوئی قبیلہ آپ کی دعوت پر کان نہ دھرتا۔ مجنہ عکاظ اور منیٰ وغیرہ مقامات پر آپ سال بہ سال قبائل عرب کے پاس پہنچتے رہے اور یہ سلسلہ اتنا طویل ہو گیا کہ کچھ قبائل نے تو آپ کو یہاں تک کہہ دیا۔ "کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا جب تم ہماری طرف سے مایوس ہو جاؤ گے؟"

تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کو اس شرف سے نوازا آپ نے انہیں دعوت دی اور انہوں نے فوراً قبول کر لی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں پناہ دی اور دل و جان سے آپ کی نصرت و خدمت کی۔ اللہ انہیں بہتر جزا عطا فرمائے۔ ہم ان کے ہاں پہنچے تو یہ لوگ ہماری میزبانی

توحید و رسالت کرنے کے ساتھ بیعت بھی کی اور وہ اس امر کی بیعت تھی کہ شرک۔ چوری۔ زنا۔ قتل اولاد۔ بہتان اور ہر معصیت سے اجتناب کریں گے یہی بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ چنانچہ دلائل النبوۃ کی عبارت میں محمد ابن اسحاق کی روایت کے کچھ الفاظ یہاں حذف ہو گئے ہیں جو سیرت ابن ہشام میں موجود ہیں۔ سیرت ابن ہشام میں عبارت یوں ہے۔ "جب آئندہ سال آیا تو زمانہ حج میں انصار کے بارہ آدمی پہنچے اور مقام عقبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی "اسی کا نام عقبۃ الاولی ہے" دیکھئے سیرت جلد اول ص ۴۸۱ (اردو) اسی طرح طبقات ابن سعد کے الفاظ ہیں "یہی عقبہ اولیٰ کہلاتا ہے"

اور تیسری ملاقات میں ستر یا بہتر انصار نے اقرار توحید و رسالت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں لے جا کر آپ کی حفاظت کرنے اور آپ کے لئے جان مال اولاد سب کچھ قربان کرنے کی بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ اور دوسری بیعت سے تین ماہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر گئے۔ تاہم بعض اہل سیر نے پہلی ملاقات کو بھی بیعت یعنی بیعت اسلام قرار دیتے ہوئے عقبہ کے نام سے تین بیعتیں لکھی ہیں مگر پہلا طریقہ زیادہ واضح ہے۔

حاصل کرنے پر باہم لڑنے لگے اور قرعہ اندازی تک بات جا پہنچی۔ انہوں نے اپنے مال میں خود سے بھی زیادہ ہمیں حق دار بنا دیا۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے میں اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ (بدر واحزاب وغیرہ کی جنگیں اس پر شاہد ہیں)

(۲۱۶) ام سعد بنت سعد بن ربیعؓ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عرصہ تک دعوت حق کے لئے اقامت اختیار کی مگر آپ کو ایذار سانی اور گالی گلوچ سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گروہ انصار کو عزت و توقیر عطا فرمانا چاہی۔ تو ان کے کچھ لوگ مقام عقبہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ یہ لوگ حج سے فارغ ہو کر سر منڈوارہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا اماں جان وہ کون کون تھے۔ فرمانے لگیں چھ یا سات آدمی تھے۔ اسعد بن زرارہ اور عفراء کے دو بیٹے وغیرہم۔ فرمانے لگیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے انہیں اللہ کا پیغام سنایا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ان لوگوں نے فوراً اللہ اور اسکے رسول کی دعوت پر لبیک کہا اور دوسرے سال اسی مقام پر پھر آپ کے پاس حاضر ہوئے۔

میں نے ام سعد سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کتنی دیر قیام فرمایا؟ کہنے لگیں تم نے ابو صرمہ قیس بن ابی انیس کے اشعار نہیں سنے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ تو آپنے مجھے یہ اشعار سنائے۔

ثَوٰى فِيْ قُرَيْشٍ بِضْعَ عَشْرَةَ حِجَّةً   يُذَكِّرُ لَوْ يَلْقٰى صَدِيْقًا مُوَاتِيًا

پھر آپ قریش میں دس اور کچھ سال اللہ کی یاد دلاتے رہے کہ شائد کسی تصدیق کرنے اور اطاعت کرنے والے سے ملاقات ہو جائے۔

وَيَعْرِضُ فِيْهَا فِي الْمَوَاسِمِ نَفْسَهٗ   فَلَمْ يَرَ مَنْ يُّؤْوِيْ وَلَمْ يَرَ دَاعِيًا

اور موسم حج پر لوگوں کو اپنی رسالت کی دعوت پیش کرتے رہے۔ مگر آپ نے کوئی پناہ دہندہ اور داعی حق نہ پایا۔

فَلَمَّا اَتَانَا وَاطْمَاَنَّتْ بِهِ النَّوٰى   وَاَصْبَحَ مَسْرُوْرًا بِطِيْبَةِ رَاضِيًا

پھر جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو (اسلام کا) گھر مطمئن ہو گیا اور آپ قلب و جگر سے مسرور اور راضی ہو گئے۔

کچھ اور اشعار بھی انہوں نے سنائے تھے (۱)

۱ـ جو مکمل طور پر مستدرک حاکم جلد ۲، ۶۲۷ میں موجود ہیں۔

بیعت عقبہ ثانیہ (مقام عقبہ پر انصار کی دوسری بیعت)

(۲۱۷) زہری سے روایت ہے کہ جب مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حالات سخت تر بنا دیئے تو آپ نے ایک مرتبہ اپنے چچا عباس سے فرمایا۔ اے چچا اب اللہ تعالیٰ قریش کے علی الرغم اپنے دین کی خدمت ایسی قوم سے لے گا۔ جنہیں قریش کچھ حیثیت ہی نہیں دیتے ہوں گے۔ تم میرے ساتھ عکاظ چلو مجھے قبائل عرب کے ٹھکانے بتلاؤ۔ تاکہ میں انہیں اللہ کا پیغام سناؤں۔ شائد وہ میری مدد کریں اور میں تبلیغ کا فریضہ باحسن طریق سرانجام دے سکوں۔ حضرت عباس نے کہا بھتیجے! آؤ عکاظ چلتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ثقیف سے آغاز دعوت کیا اور سارے قبائل تک پہنچے۔ مگر اجابت ندارد۔

اگلے سال اوس و خزرج کے کچھ لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ کچھ کے نام یہ ہیں۔ ابو الہیثم بن تیہان عبداللہ بن رواحہ سعد بن ربیع نعمان بن حارثہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جمرہ عقبہ پر رات کے وقت ملے ان کے پاس بیٹھے، انہیں دعوت حق سنائی اور اس دین کی طرف بلایا جسے لے کر تمام انبیاء و رسل آتے رہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ ہمیں وہ کلام سنائیں جو آپ پر بذریعہ وحی اترتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورہ ابراہیم کی یہ آیات سنائیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا۔

(ترجمہ) اور یاد کریں! جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا دے۔

آپ نے سورہ ابراہیم کے آخر تک تلاوت فرمائی۔

فَرَقَّ الْقَوْمُ وَاَخْبَتُوْا حِیْنَ سَمِعُوْا وَاَجَابُوْهُ۔

قوم پر رقت طاری ہو گئی۔ اور سنتے ہی سر تسلیم خم کر دیا اور کلمہ پڑھنے لگے۔

عباس بن عبدالمطلب (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہاں سے گزرے، دیکھا تو آپ کچھ لوگوں سے گفتگو کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اے بھتیجے! تمہارے پاس یہ کون لوگ بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا چچا! یثرب کے باشندے۔ اوس و خزرج ہیں۔ میں نے دیگر قبائل کی طرح انہیں بھی دعوت اسلام دی جو انہوں نے بلا حیل و حجت مان لی۔ اور میری تصدیق کر دی۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ اپنے علاقہ میں لے جائیں۔

یہ سن کر عباس بن عبدالمطلب اپنی سواری سے نیچے اتر آئے اور ان لوگوں سے کہا اے گروہ اوس و خزرج! یہ صاحب میرے بھتیجے ہیں۔ مجھے سب لوگوں سے پیارے ہیں۔ اگر تم نے ان کی

تصدیق کر دی ان پر ایمان لے آئے اور ان کو ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو میں تم سے ایک مضبوط وعدہ لینا چاہوں گا۔ تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ تم ان سے دھوکا نہیں کرو گے۔ انھیں رسوا نہیں ہونے دو گے۔ کیونکہ یہود تمہارے ساتھ رہتے ہیں جو ان کے دشمن ہیں۔ اور مجھے ان سے خوف ہے۔

اسعد بن زرارہ پر عباس کا قول ناگوار گزرا کیونکہ اسعد اور ان کے ساتھی بھی عباس کی باتوں سے شکایت کر رہے تھے۔ تو وہ کہنے لگے یارسول اللہ اجازت ہو تو ہم اسے جواب دیں۔ ہم آپ کے لئے پریشانی پیدا کرنا اور کوئی ناگوار بات کرنا نہیں چاہتے۔ محض آپ پر ایمان و تصدیق کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جواب دو مگر الزام نہ دو۔ اسعد بن زرارہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا یارسول اللہ! ہر دعوت کا ایک راستہ ہے۔ نرم ہو خواہ سخت۔ آج آپ نے ہمیں ایسی دعوت دی جو لوگوں کے لئے ہیجان خیز ہے۔ انہیں دہشت زدہ کر دینے والی ہے۔ آپ نے یہ دعوت دی کہ ہم اپنا دین چھوڑ کر آپکا دین اختیار کر لیں۔ یہ بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ مگر ہم نے اسے قبول کر لیا۔

آپ نے ہمیں دعوت دی کہ مشرک لوگوں سے رشتہ کاٹ لیں۔ سب قریب و بعید (غیر مسلم) رشتہ داروں سے کٹ جائیں۔ یہ دوسرا کٹھن مرحلہ ہے۔ مگر ہم نے اسے بھی قبول کر لیا۔ آپ نے ہم لوگوں کو جو اپنے علاقہ میں ایک مقام رکھتے ہیں قوت و حشمت کے مالک ہیں۔ کوئی ہم پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ دعوت دی کہ ایک ایسا اجنبی شخص ہم پر حکومت کرے جسے اس کی قوم نے چھوڑ دیا اور اس کے چچوں نے اس سے دست برداری کر لی ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ ایک مشکل ترین کام ہے۔ مگر ہم نے اسے بھی قبول کر لیا۔ یہ تمام مراحل انسانوں کیلئے بہت مشکل ہوتے ہیں مگر اس شخص کے لئے کچھ مشکل نہیں جسے اللہ ہدایت دینا اور مستقبل میں بھلائی سے نوازنا چاہے۔

ہم اپنے ہاتھوں زبانوں اور سینوں سے آپ کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں ہم نے زبان سے آپ کی دعوت کا اقرار کیا۔ دل میں ایسی معرفت محسوس کی جو ہمیں ثابت قدم رکھے گی۔ اور ہاتھوں سے آپ کی بیعت کر رہے ہیں۔ در حقیقت ہم آپ کے اور اپنے رب کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ یارسول اللہ! ہمارے خون آپ کے خون سے کم قیمت اور ہمارے ہاتھ (اپنے مال پر) آپکے ہاتھوں سے کم تر صاحب اختیار ہوں گے۔ ہم آپ کی ایسی ہی حفاظت کریں گے جیسے اپنی جانوں اولاد اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ عہد صحیح نبھایا تو وہ اللہ کی عطا ہو گی اور اگر نہ نبھا سکے تو وہ اللہ کی قضا ہو گی۔ مگر ایسے میں کوئی شخص ہم سے زیادہ بد بخت نہ ہو گا۔ یارسول اللہ ہم یہ باتیں صمیم قلب سے عرض کر رہے ہیں۔ واللہ المستعان

پھر اسعد بن زرارہ نے عباس بن عبدالمطلب کی طرف رخ کیا اور کہا رہے تم۔ اے ہمارے اور نبی کے درمیان بات کرنے والے۔ تمہاری نیت کو تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ تم نے

بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بھتیجے اور تمہیں سب سے محبوب تر ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے رسول ہیں۔ ہم نے ان کے لئے سب قریب و بعید سے رشتہ کاٹ لیا۔ کیونکہ انہیں اللہ نے ہماری طرف بھیجا ہے۔ یہ غلط بات نہیں کہتے۔ اور جو کلام انہوں نے سنایا وہ بشر کا ہو سکتا ہی نہیں۔ تمہارا یہ مطالبہ کہ تم ایک مضبوط وعدہ لینا چاہتے ہو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم ہر قسم کا وعدہ دینے کو تیار ہیں۔ جو چاہتے ہو لو! پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اپنے لئے آپ جو فرمانا چاہتے ہیں ہمیں حکم فرمائیں۔ اور اپنے رب کے لئے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں بیان فرمائے جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے رب کے لئے تو میں یہی کہوں گا کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے لئے یہ کہوں گا کہ جیسے اپنی حفاظت کرتے ہو میری بھی کرو گے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ ہمیں سب کچھ منظور ہے۔

عباس بن عبدالمطلب نے کہا اس پر اللہ کے نام کے ساتھ تمہارا وعدہ رہا اور اس کے ذمہ کے ساتھ تمہارا ذمہ رہا۔ اس حرمت والے مہینہ اور شہر میں یہ معاہدہ ہو رہا ہے۔ تم ان کے اور ان کے خدا کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہو اللہ تمہارا رب ہے۔ اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھوں پر ہے۔ تم ان کی پوری پوری مدد اور پشت پناہی کرو گے۔ اپنے ہاتھوں زبانوں اور دلی جذبات کے ساتھ ان سے وعدہ وفا کرو گے۔ خوشی حاصل ہونے پر ان کا ساتھ چھوڑو گے نہ غمی پہنچنے پر ان سے الگ ہو گے۔

سب نے کہا درست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ سَامِعٌ شَاھِدٌ وَّاِنَّ ھٰذَا ابْنَ اَخِیْ قَدِ اسْتَرْعَاھُمْ ذِمَّتَہٗ وَاسْتَحْفَظَھُمْ نَفْسَہٗ فَکُنْ لِابْنِ اَخِیْ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا

(حضرت) عباس نے (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) کہا اے اللہ تو سن رہا اور دیکھ رہا ہے۔ میرے بھتیجے نے ان لوگوں پر اعتماد کیا ہے اور خود کو ان کے سپرد کر دیا ہے اے اللہ! میرے بھتیجے کا نگہبان ہو)

قوم انصار اس پر خوش تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لانے والے ہیں اور آپ کو اس امر کی خوشی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اشاعت اسلام کا نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اعانت و نصرت کا وعدہ ہم نے دے دیا۔ اب ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ کی رضا اور جنت ملے گی۔ کہنے لگے ہم اس پر بہت راضی ہیں۔

انصار میں سے ابو الہیثم بن تیہانؓ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجے ہوئے رسول ہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں؟ پھر اس

نے کہا کیا تم جانتے نہیں کہ یہ اللہ کے مقدس شہر مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں۔ یہیں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ اور یہیں ان کا خاندان بھی آباد ہے؟ کہنے لگے یقیناً! ابوالہیثم نے کہا اگر کسی امتحان وابتلاء کے دن تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دینا اور انہیں تنہا کر دینا ہے تو آپ کو ایسی دعوت ہی نہ دو ۔ یاد رکھو عرب آپ کو اور تمہیں ایک ہی تیر کی زد میں رکھیں گے۔

اگر تم اللہ کو اپنی جان مال اور اولاد سے عزیز رکھتے ہو تو یاد رکھو اللہ کے ہاں جو تمہارے لئے ثواب ہے وہ تمہاری جان مال اور اولاد سے کہیں بہتر ہے۔

ساری قوم انصار نے جواب دیا نہیں ایسا نہیں ہو گا بلکہ ہم پورے صدق و وفا کے ساتھ آپ کے ساتھ رہیں گے۔

پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کر کے عرض پرداز ہوئے۔ یارسول اللہ! اگر ہم آپ کی پیروی میں لوگوں سے جنگ کریں ۔ سب رشتہ داریاں اور قرابتیں پس پشت ڈال دیں اور جنگ ہمیں اپنی پشت پر سوار کر لے اور کھل کر سامنے آ جائے کیا ایسے میں آپ ہمیں بے یار ومددگار چھوڑ کر اپنے شہر تو نہیں چلے آئیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا

اَلدَّمُ اَلدَّمُ وَالْهَدَمُ اَلْهَدَمُ

تمہاری جنگ کے ساتھ میری جنگ ہو گی اور صلح کے ساتھ صلح ہو گی۔ (۱)

عبداللہ بن رواحہؓ کہنے لگے ابوالہیثم! بس کرو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ سب سے پہلے ابوالہیثم نے بیعت کی۔

ابوالھیثم نے کہا یارسول اللہ! میں اسی طرح آپ کی بیعت کر رہا ہوں جیسے بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں نے (تبلیغ دین کے لئے) بیعت کی تھی۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا یارسول اللہ میں اسی امر پر آپ کی بیعت کر رہا ہوں۔ جس پر حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔

اسعد بن زرارہ نے کہا میں اس بات پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کر رہا ہوں کہ وفا میرے عہد کی تصدیق کرے گی اور عمل میرے قول کی تائید کرے گا۔

نعمان بن حارثہ نے کہا میں آپ کے اور اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں کوئی دور و نزدیک کا رشتہ خاطر میں نہ لاؤں گا۔ یارسول اللہ اگر آپ چاہیں تو ہم تلواریں لے کر ان

۱۔ عرب کے لوگ کسی قوم کے ساتھ حلیف بنتے ہوئے کہتے ہیں الدم الدم والہدم الہدم۔ یعنی جس قوم سے تم لڑو گے ہم بھی لڑیں گے اور جس سے تمہاری صلح ہو گی ہماری بھی ہو گی۔ سیرت ابن ہشام میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

اَنَا مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ مِنِّيْ اُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَاُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ ۔

تم میرے ہو اور میں تمہارا۔ جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا اور جس سے تمہاری صلح ہو گی میری بھی ہو گی۔

(مشرکین و خالفین) اہل منیٰ پر پل پڑیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ابھی) مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

عبادہ بن صامتؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ میں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت گر کی طعنہ بازی کو بار خاطر نہ بناؤں گا۔

سعد بن ربیع عرض پرداز ہوئے یارسول اللہ! میں اللہ کی اور آپ کی بیعت کر رہا ہوں کبھی خدا و رسول کی نافرمانی نہ کروں گا اور نہ کبھی ان سے نقض عہد کروں گا۔

چنانچہ بیعت کر کے سب انصار عقیدت و مسرت میں ڈوبے ہوئے اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ وہ خوش تھے کہ رسول خدا نے انہیں قرآن سنایا۔ اور ان کی تمنا کو شرف اجابت بخش دیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اگلے سال حج پر انصار کے ستر (۷۰) آدمی حاضر دربار رسالت ہوئے۔

(۲۱۸) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انصار کا ایک گروہ حج پر آیا۔ جن میں بنی نجار سے معاذ بن عفراء۔ اسعد بن زرارہ۔ بنی زریق سے رافع بن مالک اور ذکوان بن عبد قیس۔ بنی غنم بن عوف سے عبادہ بن صامت اور ابو عبدالرحمان بن ثعلبہ۔ بنی عبدالاشہل سے ابو الہیثم بن تیہان اور بنی عمرو بن عوف سے عویم بن ساعدہ بھی تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ اپنی دعوت پیش کی۔ اپنی رسالت کی حقیقت ان پر ظاہر فرمائی۔ اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ جسے سن کر انہیں آپ کی دعوت پر یقین و اطمینان حاصل ہوا۔ اور اہل کتاب سے آپ کی جو صفات اور خوبیاں سن رکھی تھیں وہ آپ کی ذات میں سربسر ملاحظہ کرلیں۔ تو سب نے آپ کی تصدیق کر دی اور ایمان لے آئے۔ یہ لوگ بھلائی کے ذرائع تھے۔

یہ لوگ آپ سے عرض کرنے لگے یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اوس و خزرج میں کیسی جنگیں اب تک رہی ہیں۔ پھر بھی ہماری پوری تمنا ہے کہ ہم آپ کے دین کی خدمت کریں۔ اللہ اور آپ کے لئے جان ماریں اور اپنی سمجھ کے مطابق آپ کی اعانت کرنے میں کوئی فروگزاشت نہ رکھیں۔ تو آپ اللہ پر یہ کام چھوڑیں۔ ہم اپنی قوم میں واپس جاتے ہیں۔ انہیں آپ کی عظمت سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور انہیں خدا و رسول کی دعوت دیتے ہیں۔ شائد اللہ ہماری قوم کو اتحاد و اتفاق عطا فرمادے۔ اور ہماری قوت یکجا ہو جائے۔ کیونکہ آج ہم ایک دوسرے کے دشمن بیٹھے ہیں۔ اگر آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں اور ہمارا باہم اتحاد نہ ہو تو پھر بات نہیں بنے گی۔ ہم آئندہ سال پھر حاضر ہونے کا وعدہ کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات پر راضی ہوگئے۔

چنانچہ یہ لوگ اپنی قوم میں واپس مدینہ منورہ آئے۔ خفیہ طور پر دعوت اسلام کا آغاز کیا۔ اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ اور قرآن سنا کر اہل وطن پر راہ حق روشن کرنے لگے۔ تا آنکہ کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں کوئی ایک فرد مسلمان نہ ہو گیا ہو۔

حضرت مصعب کے مدینہ جانے سے وہاں دین اسلام کا چشمہ ابل پڑا

پھر انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ ہماری طرف اپنا کوئی نمائندہ بھجیں جو کتاب اللہ کے ساتھ لوگوں کو حق کی طرف بلائے۔ اس طرح لوگ جلد مائل ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر برادر بنی عبدالدار کو بھیج دیا۔ وہ بنی غنم میں حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں آ کر ٹھہرے اور خفیہ طور پر دعوت حق کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور اہل اسلام کی نفری میں اضافہ ہونے لگا۔ تاہم ابھی تک یہ سلسلہ درون خانہ ہی چل رہا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ کا اسلام لانا اور دین کا پھیلنا

ایک دن اسعد بن زرارہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما مدینہ شریف کے ایک کنواں بئر مرق یا اس کے قریب کہیں آئے۔ اور اہل محلہ کو بلا بھیجا وہ لوگ چھپ چھپ کر ان دونوں کے پاس آ گئے۔ ابھی مصعب بن عمیر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے آگاہ کر رہے اور دین کی باتیں بتلا رہے تھے کہ سعد بن معاذ کو (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) خبر ہو گئی۔

وہ اسی وقت تیر و تفنگ اور ضرب و حرب کے سامان سے مسلح ہو کر اچانک ان کی مجلس پر آ پہنچے۔ اور کہا۔ تم اس اجنبی درماندہ اور انجان شخص کو ہمارے علاقہ میں کس بنیاد پر لائے ہو؟ یہ ہمارے بے وقوف لوگوں کو اپنے باطل خیالات کا قائل کر رہا ہے۔ اور تمہیں بھی اس کی دعوت دینے آیا ہے۔ خبردار جو آئندہ میں نے تمہیں یوں اپنے علاقہ میں مجلس لگائے بیٹھے دیکھا۔ چنانچہ یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

پھر ایک مرتبہ بئر مرق پر اہل دین کا دوبارہ اجتماع ہوا۔ سعد بن معاذ کو پھر اطلاع ہوئی۔ انہوں نے آ کر دوبارہ ڈانٹ ڈپٹ کی۔ مگر پہلے کی نسبت اب لہجہ کافی حد تک نرم تھا۔

جب اسعد بن زرارہ نے سعد کا لہجہ نرم پایا تو کہنے لگے اے میرے خالہ زاد بھائی! اس اجنبی کی بات تو ذرا سن لو اگر پسند نہ آئی تو اس سے بہتر رائے پیش کر دینا۔ اور اگر وہ سچی ہے تو اسے قبول کرو۔ تو سعد نے کہا سناؤ یہ کیا کہتا ہے؟

چنانچہ مصعب بن عمیر نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ہ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ہ

ترجمہ:۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تاکہ تم اسے سمجھ سکو۔

سعد کہنے لگے یہ بڑی سچی کلام ہے۔ وہ یہ سن کر واپس چل دیئے مگر قرآن اپنا اثر کر گیا تھا۔ اور دل میں اسلام اتر آیا تھا۔ تاہم آپ نے ابھی اس کا اظہار نہ کیا۔ پھر آپ اپنی قوم میں پہنچے اور اعلانیہ طور پر اپنے اسلام کو ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگے۔ اے قوم! اگر کسی چھوٹے بڑے یا مرد عورت کو اس کلام میں شک ہے تو اس سے بہتر کلام لے آئے۔ ہم اسے اپنا لیں گے خدا کی قسم یہ ایسا کلام ہے جسے سن کر گردن بھی کٹائی جا سکتی ہے۔

فَاَسْلَمَتْ بَنُوْعَبْدُ الْاَشْهَلِ عِنْدَ اِسْلَامِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ وَدُعَائِهٖ اِلَّا مَنْ لَمْ يُذْكَرْ فَكَانَتْ اَوَّلُ دُوْرٍ مِّنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ اَسْلَمَتْ بِاَسْرِهِمْ۔

آپ کے اسلام لانے سے آپ کی ساری قوم بنی عبدالاشہل اسلام لے آئی اور یہ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے والی انصار کی پہلی قوم تھی۔)

بعدازاں بنونجار نے مصعب بن عمیرؓ کو اپنے ہاں سے نکال دیا۔ اور اسعد بن زرارہ پر بھی سختی کر دی۔ چنانچہ مصعب بن عمیرؓ وہاں سے سعد بن معاذ کے پاس آ گئے۔ اور وہاں دعوت حق دیتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپ کے ہاتھوں جام ہدایت پلاتا رہا۔ تا آنکہ انصار کے ہر گھر میں ایک سے زائد افراد مسلمان ہو گئے۔ بڑے سرداروں نے اسلام قبول کر لیا۔ جن میں عمرو بن جموح بھی تھے۔ بت پاش پاش کر دیئے گئے اور اہل اسلام اپنے علاقہ کی غالب اور معزز اکثریت میں تبدیل ہو گئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آئے۔ آپ کو ان دنوں مقری (قرآن پڑھانے والا) کہا جاتا تھا۔ (۱)

اگلے سال انصار کے ستر افراد حج پر پہنچے۔ جن میں چالیس کا شمار بزرگوں اور اشراف میں ہوتا تھا اور تیس نوجوان تھے۔ ان میں سب سے کم عمر عقبہ بن عمرو، ابو مسعود اور جابر بن عبداللہ تھے۔ ان لوگوں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات ہوئی عباس بن عبدالمطلب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی نبوت و رسالت کی تشریح بتلائی۔ انہیں دعوت دی کہ وہ اسلام لائیں۔ آپ کی بیعت کریں اور دین کی نصرت کے لئے ہر طرح سے تیار ہوں۔ تو سب نے دعوت قبول کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا ہمیں ارشاد فرمایئے کہ ہم پر اللہ کے کہا

---

(۱) مصعب بن عمیر کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ آپ کی مدینہ طیبہ میں آمد سے خوب اسلام پھیلا۔ آپ کی ہر مجلس میں ایک دو آدمی ضرور مسلمان ہو جاتے تھے آپ نے چالیس سال عمر پائی اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

حقوق ہیں اور آپ کے کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے میں یہ کہوں گا کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے لئے یہ کہوں گا کہ (اگر میں تمہارے پاس مدینہ طیبہ میں چلا آؤں تو) میری حفاظت اسی طرح کرو گے جیسے اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو۔

سب نے آپ کے ارشادات کو قبول کیا۔ حضرت عباس نے اس پر ان سے وعدہ لیا۔ اس کے بعد بیعت ہوئی۔ سب سے قبل ابوالہیثم بن تیھان نے بیعت کی۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! لوگوں کے ساتھ ہمارے کئی روابط ہیں شائد وہ اب کٹ جائیں گے۔ تو کیا اس کے بعد آپ اپنے وطن واپس تو نہیں آ جائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کناں فرمایا۔

اَلدَّمُ اَلدَّمُ وَالْهَدَمُ الْهَدَمُ

یعنی تمہارے خون کے ساتھ میرا خون گرے گا اور تمہاری صلح۔ کے ساتھ میری صلح ہوگی۔

ابوالہیثم آپ کا جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے۔ اور پھر اپنی قوم کی طرف رخ کر کے گویا ہوئے اے قوم! یہ اللہ کے سچے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سچے ہیں۔ آج یہ اللہ کے حرم مقدس جائے امن میں اور اپنے رشتہ داروں اور قوم کے درمیان جلوہ فرما ہیں یاد رکھو اگر تم انہیں اپنے ساتھ لے گئے تو عرب تم پر اور ان پر ایک ہی کمان سے تیراندازی کریں گے۔ اگر تم راہ خدا میں جان مال اولاد سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو تو پھر آپ کو اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دو۔ کیونکہ آپ کی رسالت میں کوئی شک نہیں۔ اور اگر تمہیں ڈر ہے کہ کہیں آپ پریشان نہ ہوں تو پھر اب ہی آپ کو ایسی دعوت نہ دو۔

عبداللہ بن رواحہ کہنے لگے ابوالہیثم ! اب بات ختم کرو ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں ابوالہیثم کہنے لگے سب سے پہلے میں بیعت کروں گا۔ چنانچہ سب لوگوں نے بیعت کی۔

بیعت عقبہ ہونے پر شیطان پہاڑ پر چڑھ کر چیخنے لگا

شیطان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر چیخنے لگا او قریش! دیکھو یہ اوس و خزرج تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ یہ آواز سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ (اوس و خزرج) پریشان و خوف زدہ ہوئے آپ نے فرمایا اس آواز سے نہ ڈرو یہ دشمن خدا ابلیس ہے۔ اس کی آواز قریش تک نہ پہنچے گی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور شیطان کو پکار کر فرمایا "او سانپ کے بچے! یہ تیری جرأت؟ میں ابھی فارغ ہو کر تیرا علاج کرتا ہوں۔"

قریش بیعت عقبہ کرنے والوں کو پکڑنے کے لئے لپکے مگر اندھے ہو گئے

وَبَلَغَ قُرَيْشًا الْحَدِيْثُ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى اَنَّهُمْ لَيَتَوَطَّؤُوْنَ عَلٰى رَحْلِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُبْصِرُوْنَهُمْ فَرَجَعَتْ قُرَيْشٌ

ادھر قریش کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو وہ مقام عقبہ کی طرف لپکے (مگر خدا نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے) وہ انصار کے کجاووں کو روندتے پھرتے تھے مگر انہیں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ تو وہ ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔

عباس بن عبادہ بن نضلہ؄ برادر بنی سالم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی اگر آپ چاہیں تو ہم ابھی تلواریں لے کر ان اہل منی پر دھاوا بول دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

چنانچہ یہ لوگ رضائے الٰہی کے حصول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت کا جذبہ لئے کامیاب و کامران واپس وطن لوٹ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لئے جائے پناہ مددگار اور مقام ہجرت سب کچھ مہیا کر دیا تھا۔

عمرو بن جموح؄ کا قبول اسلام اور آپ کے بت کی دلچسپ سرگزشت

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کے بعد جب انصار مدینہ طیبہ میں آئے تو اسلام خوب پھیلا، تاہم کچھ لوگ ابھی اپنے عقیدہ شرک پر قائم تھے جن میں ایک عمرو بن جموح بھی تھے جب کہ ان کا بیٹا معاذ بن عمرو عقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے آیا تھا۔

عمرو بن جموح بنو سلمہ کے معزز ترین فرد اور سرداروں میں سے ایک سردار تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی سے بنا ہوا ایک بت رکھا تھا جسے مناۃ کہتے تھے۔ دیگر سرداروں کا بھی یہی حال تھا۔ وہ اس کی عبادت کرتے اور اسے صاف ستھرا رکھتے تھے۔

جب بنو سلمہ کے کچھ نوجوان جن میں معاذ بن جبل اور خود عمرو کے بیٹے معاذ بھی تھے اسلام لے آئے تو وہ اکثر عمرو بن جموح کا بت اٹھا کر باہر لے جاتے اور بنو سلمہ کے کھودے ہوئے کسی گڑھے میں جہاں لوگوں نے کوڑا کرکٹ ڈالا ہوتا تھا۔ منہ کے بل پھینک آتے۔

ایک دن عمرو نے صبح کے وقت قوم سے کہا۔ تمہارا برا ہو۔ یہ رات کو ہمارے خدا کے ساتھ زیادتی کون کرتا ہے؟ پھر وہ بت کو تلاش کرنے نکلے جب وہ مل گیا تو اسے گھر لائے۔ "خدا کو دھویا" اسے صاف کیا اور خوشبو لگا کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔ پھر اسے کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے

معلوم ہو گیا کہ تمہارے ساتھ یہ حشر کس نے کیا ہے تو میں اسے ذلیل کر کے رکھ دوں گا۔ (خدا کو دلاسہ دے رہے تھے۔ معاذ اللہ)

اگلی شام کو جب عمرو بن جموح سو گئے تو بنو سلمہ کے نوجوان پھر آئے اور بت کو پھر وہیں پھینک آئے۔ پھر آئے دن ایسا ہونے لگا اور عمرو ہر بار اسے ڈھونڈ کر لاتے اور دھو کر اپنی جگہ رکھ دیتے۔

ایک دن حسب معمول انہوں نے بت کو دھو کر خوشبو لگا کر اور صاف کر کے اپنی جگہ رکھا اور اپنی تلوار لا کر اس کے کندھے پر لٹکا دی اور کہا۔ اے بت مجھے نہیں معلوم کہ روزانہ تیرا یہ حشر کون کرتا ہے۔ اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہے تو آج اس تلوار کے ساتھ خود ہی مقابلہ کر لینا۔ جب رات پڑی اور عمرو بن جموح نیند کی وادی میں جا بسے تو مسلمان نوجوان پھر آئے۔ دیکھا تو تلوار بت کے کندھے پر لٹک رہی تھی۔ تلوار انہوں نے اتار لی اور باہر لے جا کر ایک مرا ہوا کتا رسی کے ذریعے بت کے ساتھ باندھ دیا۔ اور اسے کوڑا کرکٹ کے کسی گڑھے میں پھینک آئے۔

عمرو بن جموح نے صبح جب بت کو موجود نہ پایا تو اس کی تلاش میں نکلے۔ جب وہ ملا تو دیکھا کہ "خدا" گندگی میں پڑا ہے اور ساتھ ایک مرا ہوا کتا بھی بندھا ہے۔

عمرو بن جموح نے جب اس کی یہ حالت زار دیکھی تو اس سے متنفر ہو گئے۔ پھر جب بنو سلمہ کے مسلمان افراد نے آپ کو مئے توحید الٰہی کا ایک گھونٹ پلایا تو آپ کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ اور پکے سچے مسلمان ہو گئے۔

اسحاق بن یسار نے بنو سلمہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ جب بنو سلمہ کے لوگ اسلام لانے لگے تو ان میں عمرو بن جموح کی بیوی اور اولاد بھی مسلمان ہو گئی۔ عمرو نے اپنی بیوی سے کہا اپنے بچوں میں سے کسی کو میرے پاس نہ بلانا میں ان کی کلام سننا یا ان کے کسی فعل کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔

بیوی نے کہا درست ہے مگر اپنے فلاں بیٹے سے اگر تم اس کی ایک بات سن لو تو حرج ہی کیا ہے۔ عمرو نے کہا وہ تو بے دین ہو گیا ہے۔ اس کی بات کیا سنوں۔ بیوی نے کہا نہیں اس نے قوم کا ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ اس بیٹے کو بلوایا گیا۔ عمرو کہنے لگے بھئی! وہ جو اس آدمی (مصعب) سے تم نے کلام سنا ہے وہ مجھے سناؤ۔ لڑکے نے پڑھنا شروع کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الی قولہٖ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

عمرو نے کہا یہ کلام کتنا حسین و جمیل ہے۔ کیا اس کا سارا کلام ہی ایسا ہے؟ لڑکے نے کہا ابا جان! اس سے بھی خوب تر ہے۔ پھر لڑکے نے پوچھا کیا آپ اس کی بیعت نہیں کر لیتے؟ آپ کی ساری قوم تو بیعت کر چکی ہے۔ کہنے لگے میں جب تک اپنے بت سے مشورہ نہ کر لوں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں دیکھوں گا کہ بت مجھے کیا جواب دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس بت سے جب اہل قبیلہ بات کرنا چاہتے تھے تو ایک بوڑھی عورت اس کے پیچھے کھڑی ہو جاتی اور بت کی طرف سے جواب دیتی۔ عمرو بن جموح آئے مگر وہ بوڑھی اس دن غائب تھی۔

عمرو نے پہلے بت کا شکریہ ادا کیا۔ پھر کہا اے مناۃ کچھ ہوش کر، تجھے تباہ کیا جا رہا ہے۔ اور تو غافل ہے۔ ہمارے ہاں ایک آدمی آیا ہوا ہے جو ہمیں تیری عبادت سے روکتا اور تجھے چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہے میں نے یہ پسند نہ کیا کہ تجھ سے اجازت لئے بغیر اس کی بیعت کر لوں۔ پھر اس سے لمبی چوڑی گفتگو کی۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ عمرو نے کہا۔ لگتا ہے کہ تو غضبناک ہو گیا ہے۔ اور ابھی میں نے کچھ کیا بھی نہیں۔ عمرو کو اس پر غصہ آ گیا اور اسے توڑ ڈالا۔

ابراہیم بن سلمہ نے محمد بن اسحاق سے اپنی روایات میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جب عمرو بن جموح نے اللہ کو پہچان لیا اور بت پرستی سے کنارہ کشی کر لی تو ضلالت و اندھاپن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خوشی میں یہ اشعار کہے۔

اَتُوْبُ اِلَى اللهِ مِمَّا مَضٰى وَاَسْتَنْقِذُ اللهَ مِنْ نَّارِہٖ

میں گزشتہ گناہوں کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔ اور اس کی دوزخ سے اسی کی پناہ مانگتا ہوں۔

وَاُثْنِیْ عَلَیْهِ بِنَعْمَآئِهٖ اِلٰهِ الْحَرَامِ وَاَسْتَارِہٖ

اور اس کی نعمتوں پر اس کی ثنا کہتا ہوں۔ جو حرم اور اس کے پردوں کا بھی خدا ہے۔

فَسُبْحَانَهٗ عَدَدَ الْخَاطِئِیْنَ وَقَطْرِ السَّمَآءِ وَمِدْرَارِہٖ

تو اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے گناہ کرنے والوں کی تعداد کے برابر اور آسمان اور اس موسلا دھار برسنے والی بارش کے قطروں کی تعداد کے برابر۔

هَدَانِیْ وَقَدْ کُنْتُ فِیْ ظُلْمَةٍ حَلِیْفَ مَنَاةَ وَاَحْجَارِہٖ

اللہ نے مجھے ہدایت دے دی جب کہ میں تاریکی میں تھا۔ مناۃ اور اس کے پتھروں کا حامی اور دوست تھا۔

وَاَنْقَذَنِیْ بَعْدَ شَیْبِ الْقَذَا لِ مِنْ شَیْنِ ذَاكَ وَمِنْ عَارِہٖ

اور سر سفید ہو جانے کے بعد مجھے اس کی نحوست اور عار سے نجات عطا فرمائی۔

فَقَدْ کِدْتُ اُهْلِكُ فِیْ ظُلْمَةٍ تَدَارَكَ ذَاكَ بِمِقْدَارِہٖ

میں تو تاریکی میں ہی ہلاکت کے قریب ہو چکا تھا مگر جس قدر تاریکی تھی اللہ نے اسی قدر مجھے نور ہدایت دے دیا۔

فَحَمْدًا وَّشُکْرًا لَّهٗ مَا بَقِیْتُ اِلٰهَ الْاَنَامِ وَجَبَّارِہٖ

اسی کا شکریہ ادا کروں گا جو تمام انسانوں کا خدا اور جبار ہے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے ہی یہ اشعار بھی ہیں جو انہوں نے اپنے بت کی مذمت میں لکھے ہیں۔

تَاللّٰهِ لَوْكُنْتَ اِلٰهًا لَمْ تَكُنْ　　اَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِيْ قَرَنْ

خدا کی قسم اگر تو خدا ہوتا تو دامن کوہ میں گڑھے کے اندر تو اور کتا اکٹھے نہ پڑے ہوتے۔

اُفٍّ لِمَصْرَعِكَ اِلٰهًا مُسْتَدَنْ　　اَلْاٰنَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ

افسوس ہے تیرے یوں مرنے پر۔ کیا تو ایسا ذلیل خدا تھا اب ہم نے تحقیق کی تو تجھے نہایت حماقت کا مرکز پایا۔

هُوَالَّذِیْ اَنْقَذَنِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ　　اَكُوْنَ فِیْ ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُّرْتَهَنْ

تو وہ اللہ ہے جس نے مجھے بچالیا۔ اس سے پہلے کہ میں اندھیری قبر میں رکھ دیا جاتا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ ذِی الْمِنَنْ　　اَلْوَاهِبُ الرَّزَّاقُ دَیَّانُ الدِّیْنْ

تو اللہ تعالی والی نعمت کے لئے ہر تعریف ہے۔ جو سچا رزق رساں اور جزا و سزا کا مالک ہے۔

شیخ ابو نعیمؒ کہتے ہیں ان تمام روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نہایت مضبوط دلائل ہیں۔ انہی دلائل کو واضح کرنے کے لئے یہ روایات درج کی گئی ہیں۔

سترھویں فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات اور "دلائل النبوۃ" جو سفر ہجرت میں ظاہر ہوئے

(غار کے دہانے پر درخت کا اگ آنا اور کبوتروں کا گھونسلہ بنالینا)

(۲۱۹) ابو مصعب ؒ کہتے ہیں میں نے انس بن مالک زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کی صحبت حاصل کی ہے اور تینوں سے یہ حدیث سنی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے دہانے پر ایک درخت اگ آیا جس نے غار کا منہ ڈھانپ دیا اور حکم خداوندی سے دو جنگلی کبوتروں نے وہاں گھونسلہ بنا دیا۔

ادھر قریش کے کچھ نوجوان جن میں ہر قبیلے سے ایک ایک فرد شامل تھا آپ کی تلاش میں ڈنڈے نیزے اور تلواریں لے کر نکلے اور جستجو کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا فاصلہ صرف چالیس گز رہ گیا۔ ☆

ایسے میں ان میں سے ایک نے غار کی طرف دیکھ کر کہا۔ مجھے غار کے دہانے پر کبوتروں کا گھونسلہ نظر آرہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا کہ اس میں کبھی کوئی شخص داخل نہیں ہوا۔ (ورنہ یہ گھونسلہ ٹوٹ پھوٹ جاتا) (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی بات سن لی اور جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کے ذریعے ہماری حفاظت فرمائی ہے۔

چنانچہ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اللہ سے ان کے لئے خیر مانگی اور ان کے اس عمل کی بہترین

☆ (تخریج) طبقات ابن سعد جلد نمبر ا ص ۲۲۸۔ سیرت ابن کثیر جلد نمبر ا ص ۲۴۰ خصائص کبریٰ

(۱) علاوہ ازیں مسند احمد بن حنبلؒ میں بروایت ابن عباسؓ ہے کہ غار کے دہانے پر اللہ کے حکم سے مکڑی نے جالا بن دیا۔ کفار نے دیکھ کر کہا اگر اس غار میں کوئی داخل ہوا ہوتا تو جالا ٹوٹ جانا چاہئے تھا۔

جزا مقرر فرمادی اس لئے ان کی نسل حرم کعبہ میں رہتی ہے۔ (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیت صدیق اکبرؓ میں آمد اور سفر ہجرت کا آغاز

☆ (۲۲۰) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں فرمایا تھا، اے مسلمانو! مجھے ہجرت والا شہر دکھلایا گیا ہے جو شور زمین میں آباد ایک نخلستان ہے اور اس کے دونوں طرف دو سیاہ پتھریلے میدان ہیں۔

آپ کے اس ارشاد کے بعد لوگوں نے مدینہ (طیبہ) کی طرف یکے بعد دیگرے ہجرت کا آغاز کر دیا اور جو مسلمان قبل ازیں حبشہ کو ہجرت کر گئے وہ بھی وہاں سے مدینہ (طیبہ) کی طرف کوچ کرنے لگے انہی دنوں ابو بکر صدیقؓ نے بھی ہجرت کی تیاری شروع کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "تم ابھی ٹھہر جاؤ! مجھے امید ہے کہ (کسی وقت) مجھے (بھی اذن سفر ملنے والا ہے۔" (۲)

ابو بکرؓ کہنے لگے کہ کیا آپ کو اس بات کا انتظار ہے؟ آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ ابو بکر صدیق رسول خدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کرنے کے لئے منتظر رہنے لگے اور چار ماہ تک دو اونٹ باندھے رکھے اور انہیں ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن ہم اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے تھے کہ اتنے میں کسی نے آکر ابو بکر صدیقؓ سے کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر کو آرہے ہیں۔ آپ نے

---

(۱) اور مواہب لدنیہ میں مسند بزار سے منقول ہے کہ آج حرم شریف میں رہنے والے کبوتر انہی جوڑا کبوتروں کی اولاد سے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوتے ہیں نمبرا اگر نبی کی خدمت سے پرندوں کو یہ عظمت مل جاتی ہے تو صحابہ کرام خصوصاً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہو گا جنہوں نے زندگی کی متاع عزیز صرف خدمت رسول کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ نمبر ۲ بڑوں کے کارناموں سے اولاد کو بھی فائدہ ملتا ہے اگر پرندوں میں قدرت کی یہ رحمت جاری ہے تو ایک مسلمان اس کا زیادہ حقدار ہے مگر یاد رہے اس کے لئے ایمان شرط ہے ورنہ پسر نوحؑ بھی محروم ہی رہ جاتا ہے

(۲۲۱) (تخریج) بخاری شریف جلد اول باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم الی المدینہ ص ۵۵۲ (ضمناً بروایت زہری عن عروۃ عن عائشہؓ)

آگے حدیث نمبر ۲۲۲ میں آرہا ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ان مشرکین میں سے کوئی اپنی نظر جھکائے تو ہمیں دیکھ لے گا۔

(۲) یعنی اے ابو بکرؓ تم ابھی نہ جاؤ جب مجھے اذن سفر ہو گا تو تم میرے ساتھ چلنا بلکہ اہل تشیع کے ہاں ازحد معتبر کتاب اور ان کے بقول امام حسن عسکری کی تفسیر میں ہے کہ ہجرت کے وقت جبریل امین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سلام کہا ہے اور حکم دیا ہے کہ ابو بکر صدیق کو ساتھ لے کر جائیں۔

(دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے) سر پر چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور یہ ایسا (گرمی کا وقت) تھا جس میں آپ کبھی ہمارے گھر قبل ازیں نہ آئے تھے۔

ابو بکر صدیقؓ نے یہ خبر سن کر فرمایا حضور پر میرے ماں باپ قربان اس گھڑی میں آپ کا تشریف لانا کسی اہم کام ہی کے لئے ہو سکتا ہے (۱) اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی اور اجازت پا کر اندر آئے اور آتے ہی فرمایا اے ابو بکر! گھر میں جو لوگ موجود ہیں انہیں ایک طرف کر دو۔ ابو بکر عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ فداک ابی یہ آپکے ہی گھر والے ہیں (۲) حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مکہ مکرمہ سے چلے جانے کا حکم ملا ہے ابو بکرؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! کیا مجھے آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت ہو گی؟ فرمایا ہاں کیوں نہیں؟ ابو بکرؓ نے عرض کیا رسول اللہ بابی انت وامی ان دو سواریوں میں سے جسے آپ چاہیں اپنے لئے پسند فرمالیں آپ نے فرمایا میں قیمت دے کر لوں گا۔ (۳)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے بہت جلدی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کا رخت سفر تیار کیا چمڑے کے ایک تھیلے میں کھانے پینے کی چیزیں ڈال دیں۔ اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑے سے تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ تو اسی دن سے انہیں ذات النطاقین (دو کمر بند والی) کہا جانے لگا (۴)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق سفر پر روانہ ہوئے اور غار ثور میں جا کر قیام فرمایا وہاں آپ تین رات تک رہے۔

---

(۱) یعنی صدیق اکبر کا دل گواہی دینے لگا کہ چار ماہ کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور حبیب خدا کی معیت میں سفر ہجرت کا آغاز ہونے لگا ہے، گہرے دوست ایک دوسرے کی بات کو فوراً سمجھ جایا کرتے ہیں۔

میان عاشق و معشوق رمزے ست　　　کراماً کاتبین راھم خبر نیست

(۲) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ تھا۔

(۳) در حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق سے قیمتاً اونٹنی لینے پر اس لئے مصر تھے کہ آپ راہ خدا میں مال خرچ کر کے ہجرت کرنے کا ثواب حاصل کرنا چاہتے تھے ورنہ ابو بکر صدیق کو یہ کب گوارا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی چیز قیمت کے ساتھ خرید کے لیں انہوں نے تو چار ماہ سے دو اونٹ پال رکھے تھے اور اتنی مدت تک انہیں چارہ بھی ڈالتے رہے اور مقصد صرف یہی تھا کہ ایک اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ عقیدت ہو گا۔ یہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ شیعہ فرقہ شان صدیق اکبر میں یہ بے باکی کرتا ہے کہ ان کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ تھی ورنہ کیا یہ ایک صحابی کی شان ہے کہ نبی کو اونٹنی دے تو اس کی بھی قیمت وصول کرے

(۴) عرب میں اس وقت دستور تھا کہ عورتیں اپنی شلوار یا تہبند کے اوپر کمر بند باندھا کرتی تھیں تاکہ جسم سارٹ اور چاک و چوبند رہے اور تہبند مضبوط بندھا رہے۔ جناب سیدہ اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات یہ ہیں کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن اور ان سے دس برس بڑی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ایمان لائیں آپ سے قبل

غار میں تین راتیں کس صورت حال میں گزریں

ابو بکر صدیق کے بیٹے عبدالرحمان ان دنوں ایک سمجھ دار اور چاک و چوبند نوجوان تھے وہ رات غار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر رہتے اور صبح ہونے سے پہلے مکہ میں قریش کے درمیان یوں آ موجود ہوتے جیسے وہ رات یہیں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کی تلاش کے متعلق قریش جو بھی منصوبہ تیار کرتے عبدالرحمان اسے دل میں محفوظ کر لیتے اور اندھیرا چھانے پر غار میں جا پہنچتے اور دن بھر کی کاروائی سے آپ کو مطلع کر دیتے۔ (۱)

علاوہ ازیں ابو بکر صدیق کے غلام عامر بن فہیرہؓ ان کی بکریاں چرایا کرتے تھے وہ بھی رات کا ایک پہر گزرنے پر بکریاں لے کر غار میں پہنچ جاتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کو دودھ پلاتے اور صبح سے پہلے واپس چلے آتے۔ تین رات تک برابر ان کا یہ معمول رہا۔

ادھر آتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق بنی دئل جو بنی عبد بن عدی کی ایک شاخ ہیں کے ایک ماہر راہبر کو اجیر بنا کر آئے تھے اسے اپنے اونٹ دے آئے تھے اور اسے کہہ دیا تھا کہ تین رات کے بعد غار ثور میں ہم سے آ کر ملے۔ چنانچہ وعدے کے مطابق تین رات گزرنے پر وہ اونٹ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے پاس پہنچ گیا اور وہ اس کے ساتھ سفر پر روانہ ہو لئے۔ عامر بن فہیرہؓ بھی ان کے ساتھ تھے دئلی راہبر انہیں اذاخر جو مکہ سے مغرب کی جانب ایک موضع ہے کے راستے ساحل سمندر کی طرف لے گیا اور ساحلی راستے پر چلتے ہوئے مدینہ طیبہ کو لے چلا۔

(۲۲۱) انس رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک بار فرمایا۔ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے مشرکین مکہ کے قدم نظر آ گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی نظر جھکائے تو ہمیں دیکھ لے گا۔

قَالَ۔ یَا اَبَا بَکْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَیْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔

آپ نے فرمایا اے ابو بکر ان دو ساتھیوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی خدا ہو

صرف سترہ آدمی اسلام میں داخل ہوئے تھے آپ سے اٹھارہ کا عدد پورا ہوا۔ آپ حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوامؓ کی والدہ ہیں۔ ان کی شہادت سے دس دن بعد ۷۳ھ میں مکہ مکرمہ میں آپ کا وصال ہوا سو برس عمر پائی۔ بڑی باہمت اور صاحب کرامت خاتون تھیں رضی اللہ عنہا۔

(۱) حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی ہیں باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی آپ کی والدہ اُم رومان ہیں۔ حدیبیہ کے سال اسلام لائے ۵۳ھ میں وفات پائی۔

(۱)

(۲۲۲) ابن شہاب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رات کے اندھیرے میں غار ثور کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ وہی غار ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

ادھر مشرکین آپ کو تلاش کرتے ہوئے غار کے اتنا قریب پہنچ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر ان کی آوازیں سن رہے تھے۔ ابو بکر صدیق کو سخت خوف محسوس ہونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تو خدا نے رحمت و سکینت (سکون و طمانیت) نازل فرما دی جیسے کہ ارشاد خدا ہے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ الخ

ان دنوں ابو بکر صدیق نے (غریب لوگوں کو دودھ پینے کے لئے) بکریاں دے رکھی تھیں جن کا دودھ آپ کے گھر آیا کرتا تھا۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو کہلا بھیجا تھا کہ وہ بکریاں لے کر غار میں آیا کرے۔

عامر بن فہیرہ بنی ازد سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلے طفیل بن عبداللہ بن سنجرہ کے غلام تھے اور سیدہ عائشہؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ماں کی طرف سے بھائی تھے (یعنی ام رومان اپنے بیٹے عامر کو پہلے خاوند سے لے کر آئی تھیں اور سیدنا ابو بکر صدیق سے ان کا نکاح ہوا)

جب عامر بن فہیرہ اسلام لائے تو ابو بکر صدیق نے انہیں طفیل سے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ بڑے مخلص مسلمان تھے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے قیام غار کے دوران یہ فریضہ انجام دیا کہ روزانہ رات کو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے وہ ان کا دودھ پیتے اور یہ صبح ہونے سے پہلے دیگر چرواہوں کے درمیان مکہ میں ہوتے اور کسی کو محسوس نہ ہوتا کہ عامر رات کہاں تھے۔

۱۔ قرآن کریم میں غار کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔

جب کفار نے آپ کو (مکہ سے) نکلنے پر مجبور کر دیا دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صحابی (ابو بکر صدیق) سے کہہ رہے تھے غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنی رحمت اتار دی اور ایسے لشکروں سے امداد کر دی جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔ سورہ توبہ آیت ۴۰

۲۳۱: (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۵۵۸ باب ہجرۃ النبی بروایت عائشہ عن انسؓ

عبداللہ بن مسعود کی کم سن بکری دستِ رسول کی برکت سے دودھ دینے لگی

(۲۲۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں جب نوبالغ نوجوان تھا تو (مکہ مکرمہ میں) عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق میرے پاس آئے جبکہ وہ مشرکین مکہ سے جان بچا کر نکلے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے اے لڑکے! ہمارے پینے کے لئے تیرے پاس کچھ دودھ ہے؟ میں نے کہا میرے پاس دودھ امانت ہے میں تمہیں نہیں پلا سکتا۔ انہوں نے کہا کیا تیرے پاس ایسی کم سن بکری ہے جسے ابھی نر جانور کے ساتھ جفت نہ کیا گیا ہو؟ میں نے کہا ہاں ہے اور میں نے ایک بکری پیش کر دی۔

فَاعْتَقَلَهَا اَبُوْبَكْرٍ وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الضَّرْعَ فَمَسَحَهُ وَدَعَا فَحَفَلَ الضَّرْعُ۔

”تو ابو بکر صدیق نے اس کے پاؤں پکڑے رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور کچھ دعا پڑھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے تھن دودھ سے بھر گئے“ ابو بکر صدیق ایک پیالہ نما پتھر لے آئے اور اس میں دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں کو حکم دیا کہ سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ گئے۔ اگلے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے مبارک کلام قرآن کریم کا کچھ حصہ سکھلایئے آپ نے فرمایا تم (واقعی) سیکھنے والے نوجوان ہو۔ چنانچہ میں نے آپکی زبان مبارک سے ستر قرآنی سورتیں یاد کیں۔ جن میں کوئی دوسرا آدمی میرے ساتھ شریک نہ تھا۔ ☆

☆ (تخریج) مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۴۴۱۲۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ ص ۱۵۷۔ سیرت ابن کثیر جلد نمبر ۲ ص ۲۶۵ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ یہ واقعہ کب وقوع پذیر ہوا۔ حضرت امام ابو نعیم کے مطابق تو یہ ہجرت کے سفر میں پیش آیا تھا کیونکہ انہوں نے اسے سفر ہجرت کے معجزات میں لکھا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے۔ اس لئے کہ ابن مسعودؓ اس وقت مکہ نہیں حبشہ میں تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود دارارقم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے سے قبل اسلام لائے پھر حبشہ کو ہجرت کرنے والوں میں شامل ہوئے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھانا پھر لپیٹنا آپ کی مسواک اور نعلین مبارک کی حفاظت کرنا آپکا فریضہ تھا۔ آپ کے لئے وضو کا پانی بھی مہیا کیا کرتے، اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل کا سر بھی ابن مسعود ہی نے کاٹا تھا۔ ۳۲ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

سراقہ بن مالکؓ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا

☆☆ (۲۲۴) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ابو بکر صدیق نے (میرے والد) عازب سے گیارہ درھم پر ایک کجاوہ خریدا اور عازب سے کہا (اپنے بیٹے) براء سے کہو کہ وہ یہ کجاوہ میرے گھر تک پہنچا آئے۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں، پہلے آپ مجھے وہ واقعہ سنائیں جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے لئے نکلے تھے۔

ابو بکر صدیق کہنے لگے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ہم رات کے اندھیرے میں مکہ مکرمہ سے نکلے اور ساری رات اور اگلا دن سفر کرتے رہے۔ تا آنکہ دوپہر ہو گئی۔ اور جب دوپہر خوب تپ اٹھی (شدید گرمی ہو گئی) تو میں نے (ایک جگہ پہنچ کر) چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آئے جہاں گرمی سے پناہ لی جائے۔ مجھے ایک چٹان نظر آئی، میں اس کے قریب گیا تو وہاں کچھ سایہ نظر آیا۔

میں نے وہاں جگہ برابر کی اور سائے میں چادر بچھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ادھر تشریف لا کر آرام فرمائیں۔ چنانچہ حضور وہاں سائے میں محو استراحت ہو گئے اور میں راستے پر نکل آیا تاکہ دیکھوں کوئی تلاش کرنے والا تو ادھر نہیں آرہا؟

فرماتے ہیں میں نے دیکھا ایک چرواہا بکریاں لئے آرہا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کس شخص کے غلام ہو؟ اس نے ایک قریشی کا نام لیا جسے میں نے پہچان لیا۔

پھر ہم رات تک چلتے رہے جبکہ قوم قریش ہماری تلاش میں تھی۔ ان میں سے اگر کوئی ہمیں ڈھونڈ پایا تو وہ سراقہ بن مالک بن جعشم تھا۔ جو اپنا گھوڑا دوڑاتا ہم تک آپہنچا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ پکڑنے والا آپہنچا۔ آپ نے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

”نہ ڈرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے“ جب وہ ہمارے قریب آگیا تو میں رو دیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا

وَاللّٰهِ مَا اَبْكِيْ عَلٰى نَفْسِيْ وَلٰكِنْ اَبْكِيْ عَلَيْكَ

قسم بخدا میں اپنی جان کے لئے نہیں روتا۔ میں تو آپ کی فکر کر کے مارے دکھ کے رو رہا ہوں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روو، پھر آپ نے فرمایا اے اللہ اس سراقہ کو سنبھال لے،

☆☆ (۲۲۴) بخاری شریف جلد اول ص ۵۵۷ باب ہجرۃ النبی بروایت ابی اسحاق اور بخاری جلد اول ص ۵۱۰ کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام

(۱) یاد رہے سراقہ کے آنے کا واقعہ آپ کے غار میں جانے سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ غار سے بعد کے سفر میں دکلی راہبر بھی اور عامر بن فہیرہؓ بھی ساتھ تھے اور بعض روایات کے مطابق عبدالرحمان بن ابی بکر بھی ساتھ تھے۔ ایسے میں ایک سراقہ سے ڈرنے کا کوئی معنی نہیں۔ نیز ابو بکر صدیقؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں سخت خوف و خطرہ غار

جیسے تو چاہتا ہے

فَسَاخَتْ فَرَسُهُ فِي الْأَرْضِ إِلَى بَطْنِهَا فِيْ أَرْضٍ صَلْدٍ۔

تو فوراً اس کا گھوڑا پختہ زمین میں پیٹ تک اتر گیا۔

وہ چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اتر آیا اور کہنے لگا اے محمد (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ کی دعا کا اثر ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے دے۔ تو میں دوسری متلاشی قوم کو بھی آپ کی طرف سے اندھا کر دوں گا (انہیں کسی اور راہ پر ڈال دوں گا تاکہ وہ اس راستہ پر چلتے ہوئے آپ تک نہ پہنچ سکیں) آپ نے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑا نکل آیا اور وہ لوٹ گیا۔

ہم چلتے چلتے مدینہ طیبہ آپہنچے۔ لوگ ہمارے استقبال کے لئے امڈ آئے ان کی زبان پر یہی الفاظ تھے۔

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول خدا تشریف لے آئے۔ رسول خدا جلوہ گر ہو گئے۔ لوگ ہماری میزبانی کے لئے باہم الجھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ہاں فروکش ہوئے۔ براءؓ کہتے ہیں آپ کے تشریف لانے

میں پہنچنے تک لاحق رہا مگر جب بحکم قرآن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر طمانیت ورحمت نازل کر دی تو وہ خوف جاتا رہا۔

بعض لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس خوف و خطرہ اور گھبراہٹ کی ہنسی اڑاتے اور آپ کے اخلاص و محبت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مگر یہاں دو باتیں قابل غور ہیں نمبرا آپ کا یہ خوف بشری فطرت کا طبعی تقاضا تھا جس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ورنہ انبیاء کرام بھی اس اعتراض سے نہ بچ سکیں گے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب پہلی مرتبہ آپ کا عصا سانپ بن گیا تو آپ ڈر کے مارے بھاگ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ط يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (سورہ قصص آیت نمبر ۳۱)

اور یہ کہ اپنا عصا پھینک دیں! پھر جب موسیٰؑ نے اسے لہراتے دیکھا جیسے وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور مڑ کر نہ دیکھا (تو ہم نے کہا) اے موسیٰؑ سامنے آؤ ڈرو نہیں بے شک تمہیں امان ہے۔

تو جس طرح حضرت موسیٰؑ کا یہ ڈر قابل گرفت نہیں اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق کا ڈر بھی فطری اور بشری تقاضا ہونے کے باعث کچھ محل اعتراض نہیں۔ نمبر۲ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنا ڈر نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ڈر تھا۔ ان کے یہ الفاظ زیر بحث حدیث میں کس قدر واضح ہیں تو ان کا یہ خوف اور یہ گریہ بھی ان کی محبت و عشق رسول کا پتا دے رہا ہے۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے شب ہجرت میں یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ تو وہ از حد گھبرائے کیونکہ کفار شمشیر بکف گھر کا محاصرہ کئے ہوتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرو نہیں اللہ تمہارا محافظ ہے تو پھر حضرت علی کا ڈر جاتا رہا اور سجدہ شکر بجالائے دیکھئے شیعہ حضرات کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد نمبر ۱۵ مطبوعہ ایران طبع جدید۔ تو حضرت علی کو بحیثیت انسان شب ہجرت میں اپنی جگہ ڈر محسوس ہوا تھا تو حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ پر۔ پھر شیعوں کا حرف حضرت ابو بکر پر اعتراض کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ مترجم غفرلہ۔

سے قبل میں قرآن کی مفصل سورتوں میں سے کچھ حصہ یاد کر چکا تھا۔ (۱) ☆

ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں جلوہ گری اور عبداللہ بن سلامؓ کا قبول اسلام

☆☆ (۲۲۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کی طرف تشریف لائے تو میدان حرہ کے کنارے پر نزول فرمایا (۱) اور انصار مدینہ کو اپنی آمد کی اطلاع بھیجی۔ تو وہ آپ کے پاس دوڑے چلے آئے۔ آپ کو سلام عرض کیا اور گزارش کی کہ آپ دونوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق) سوار ہوں اور ہر قسم کے خوف و خطرہ سے بے نیاز ہو کر مدینہ طیبہ میں تشریف لے چلیں ہم اپنی نگاہیں فرش راہ کئے ہوئے ہیں۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق سوار ہو کر روانہ ہوئے انصار ان کے گرد اسلحہ سے لیس ہو کر حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ ادھر مدینہ طیبہ میں شور مچ گیا کہ رسول خدا آتے ہیں لوگ چھتوں پر چڑھ گئے اور آپ کی راہ دیکھنے لگے۔ ان کے لبوں پر یہ الفاظ تھے جاء نبی اللہ۔ جاء نبی اللہ۔ حضور آگئے ہیں حضور آگئے ہیں۔

انس فرماتے ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے اور ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب جا اترے جبکہ ابو ایوب اپنے گھر میں گھر والوں سے باتیں کر رہے تھے (کہ نہ جانے حضور ہمارے تشریف لائیں گے یا کسی اور کو یہ سعادت ملنے والی ہے)

عبداللہ بن سلام کو آپ کی آمد کا علم ہوا جبکہ وہ اپنے گھر میں کھجوروں کے باغ میں پھل اتار رہے تھے۔ تو وہ اسی حالت میں یہ سنتے ہی اپنے گھر چلے آئے کھجوریں ابھی تک ان کے ہاتھ میں تھیں۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری سے اتر کر پوچھا کہ ہمارے شہر مدینہ کے لوگوں میں سے کس کا گھر یہاں سے زیادہ قریب ہے ابو ایوب انصاری بے قرار ہو کر بولے حضور یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ۔ آپ نے فرمایا جاؤ پھر ہمارے آرام کرنے کی جگہ بناؤ ابو ایوبؓ گئے جگہ تیار کی اور واپس آکر عرض کیا یا نبی اللہ! بچھونا بچھا ہے تشریف لائیے اور ہمارے گھر کو رحمت خداوندی کا مخزن بنائیے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوبؓ کے گھر میں جلوہ افروز ہو گئے تو عبداللہ بن سلام حاضر ہوئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ حق لے کر آئے

☆ ا۔ اسے بخاری نے اور کتاب الزہد میں مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) اس سے مراد قبا شریف ہے کیونکہ مدینہ شریف کے آس پاس دو پتھریلے میدانوں میں سے جنوبی میدان مقام قبا پر ختم ہوتا ہے۔

☆☆ ۲۲۶ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۵۵۶ باب ہجرۃ النبی الخ بروایت عبدالصمد عن عبدالعزیز عن انس بن مالک۔ سیرت ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۷۵

ہیں۔ یہود جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور سردار کا بیٹا ہوں۔ ان میں سب سے بڑا عالم ہوں اور ان میں سب سے بڑے عالم کا فرزند ہوں۔ آپ انہیں بلا کر میرے متعلق پوچھیں قبل اس سے کہ انہیں میرے اسلام لانے کی خبر ہو۔ کیونکہ اگر انہیں اس کی خبر ہو گئی تو وہ میرے متعلق غلط باتیں کہیں گے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا بھیجا تو وہ آ گئے آپ نے ان سے فرمایا اے یہود افسوس ہے اللہ سے ڈرو! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور میرا پیغام حق ہے تم اسلام لے آؤ، وہ کہنے لگے ہمیں تو آپ کے متعلق کوئی علم نہیں (معاذ اللہ)

آپ نے فرمایا عبداللہ بن سلام کا تمہارے ہاں کیا مقام ہے؟ کہنے لگے وہ تو ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے ہم میں سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ اسلام لے آئے تو پھر تمہارا کیا خیال ہو گا۔ کہنے لگے اللہ کی پناہ! وہ کبھی اسلام نہیں لا سکتا۔ آپ نے آواز دی اے ابن سلام! اپنی قوم کے سامنے آؤ! چنانچہ وہ اوٹ سے نکل کر سامنے آ گئے اور کہا اے گروہ یہود! تم پر افسوس ہے اللہ سے ڈرو اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ تم خوب اچھی طرح جانتے ہو کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کا کلام بھی سچا ہے۔ یہود کہنے لگے تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ (۱) چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں سے اٹھوا دیا۔

سراقہؓ کی دلچسپ کہانی خود ان کی زبانی

(۲۲۶) سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کے لئے نکل پڑے تو قریش نے آپ کو پکڑ لانے والے کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔ سراقہ کہتے ہیں میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ہمارا ایک ساتھی آیا اور کہنے لگا قسم بخدا میں نے تین سوار دیکھے ہیں جو ابھی میرے قریب سے گزرے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہی تھے۔

سراقہ کہتے ہیں میں نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ چپ رہے۔ پھر میں نے اسے کہا وہ تو فلاں قبیلے کے آدمی تھے جو اپنا گمشدہ جانور تلاش کر رہے تھے۔ اس نے کہا شائد وہی ہوں گے۔ کہتے ہیں میں تھوڑی دیر وہیں بیٹھا رہا پھر وہاں سے اٹھ کر گھر آیا اور حکم دیا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے نیچے وادی میں پہنچا دیا

---

(۱) حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے مختصر احوال یہ ہیں کہ آپ سیدنا یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں متعدد آیات نازل فرمائیں سورہ آل عمران کا ایک حصہ آپ کے حق میں اترا حضرت عثمان غنیؓ کے ایام محاصرہ میں آپ نے باغیوں کو بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ۴۳ھ میں مدینہ طیبہ میں آپؓ کا وصال ہوا۔

۲۲۷ بخاری شریف جلد اول ص ۵۵۴ ہجرۃ النبی بروایت ابن شہاب الزہری عن عبدالرحمٰن بن مالک المدلجی عن سراقہ

جائے۔ اور پھر میرے حکم سے میرا اسلحہ بھی حجرے کے پیچھے سے نکال لایا گیا۔ اور فال بتانے والا تیر بھی حاضر کر دیا گیا۔ میں نے زرہ پہنی اور تیر سے فال نکالی (کہ میرا یہ سفر اچھا رہے گا یا برا) تو نتیجہ میری خواہش کے خلاف نکلا جو انہیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) نقصان نہ دیتا تھا۔ جب کہ میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کو قریش کے ہاتھ پکڑا کر سو اونٹ حاصل کروں۔

(چنانچہ میں چل پڑا مگر) میرا گھوڑا مجھے پریشان کرنے لگا تا آنکہ اس نے اچھل کر مجھے نیچے گرا دیا۔ میں نے دل میں کہا یہ کیا بات ہے۔ میں نے پھر تیر سے فال نکالی نتیجہ پھر میری خواہش کے خلاف نکلا جو آپ کو ضرر نہ دیتا تھا۔ مگر میں نے آپ کا پیچھا کرنے کی ٹھان لی۔ اور سوار ہو کر آپ کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چل دیا۔ گھوڑا پھر مجھے پریشان کرنے لگا اور یوں اچھلا کہ میں نیچے آ رہا۔ میں نے سوچا یہ آخر کیا ہو رہا ہے۔ میں نے پھر فال نکالی جو میرے ناپسند ہی ظاہر ہوئی اور آپ کے لئے بے ضرر تھی مگر میں نے پھر پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا اور سوار ہو کر چل پڑا۔

آخر میں نے آپ کو جا لیا اور اتنا قریب ہو گیا کہ مجھے آپ کی تلاوت قرآن کی آواز سنائی دینے لگی۔ آپ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر چلے جا رہے تھے۔ جبکہ ابو بکر بار بار پیچھے دیکھ رہے تھے۔ (۱)

سَاخَتْ يَدَا فَرَسِيْ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتِ الرُّكْبَتَيْنِ، فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَزَجَرْتُهَا فَتَمَعَّضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تَخْرُجُ۔

اور اچانک میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھٹنوں تک دھنستے چلے گئے۔ میں نے نیچے اتر کر گھوڑے کو مارا۔ اس نے زور تو لگایا مگر زمین سے نکل نہ سکا۔

محمد ابن اسحاق اور موسیٰ ابن عقبہ کی روایت کے مطابق سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے (بڑے عجز سے) آپ کو پکارا کہ مجھے کچھ مہلت دی جائے تا کہ میں آپ سے بات کر سکوں۔ خدا کی قسم میں آپ سے کوئی دھوکا نہ کروں گا اور نہ ہی آپ کو مجھ سے کوئی ناگوار بات درپیش ہو گی۔

کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق سے فرمایا اس سے پوچھو یہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ابو بکر صدیق نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا مجھے تحریر لکھ کر دے دی جائے جو میرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نشانی رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اسے تحریر تیار کر دو۔ چنانچہ انہوں نے کسی ہڈی یا کھال یا کسی کپڑے پر تحریر لکھ کر میری طرف پھینک دی جسے میں نے اٹھا

---

(۱) اس لئے کہ رسول خدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت و معرفت خداوندی کے انوار سینے میں سمیٹے ہوئے تھے اور قلب مبارک مطمئن تھا جبکہ ابو بکر صدیق کے دل پر ابھی سکینت کا نزول ہونا باقی تھا جو بعد میں "فانزل اللہ سکینتہ علیہ" کی صورت میں نازل کر دی گئی۔ اس لئے رسول خدا مطمئن چلے جا رہے تھے اور صدیق اکبر کا عشق انہیں مڑ مڑ کر پیچھے دیکھنے اور کسی دشمن کی آمد سے متفکر ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔

کر اپنے ترکش میں رکھ لیا اور لوٹ آیا۔

میں نے اس پیش آمدہ واقعہ کے بارہ میں کسی کو کچھ نہ بتایا اور خاموش رہا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ فتح کر دیا اور آپ حنین و طائف کے معرکوں سے بھی فارغ ہو چکے تب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تحریر (جو آپ نے مجھے ہجرت کے موقع پر دی تھی) لے کر آپ سے ملاقات کے لئے نکلا۔ اور مقام جعرانہ (۱) پر آپ کے پاس حاضر ہوا۔

میں انصار کے ایک گھڑ سوار جتھے میں داخل ہو گیا انہوں نے مجھے نیزوں کی زد میں لے لیا اور کہا کہ تم کس نیت سے چلے آ رہے ہو تا آنکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ خدا کی قسم آپ کی اونٹنی کی پنڈلیاں اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جو کھجور کے تنے کے گودے جیسی سفید تھیں۔ میں نے وہ تحریر پکڑے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کی تحریر ہے۔ میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں یہ ایفائے عہد اور خلق خدا سے احسان کرنے کا دن ہے۔ (۲) قریب آ جاؤ۔

چنانچہ میں آپ کے قریب ہو گیا اور کلمہ پڑھ کر اسلام لے آیا پھر میں نے اپنے ذہن پر زور دیا کہ وہ سوالات یاد آ جائیں جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مگر کچھ یاد نہ آیا۔ البتہ میں نے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ اگر ایک گم گشتہ اونٹ میرے حوض پر آ جاتا ہے۔ جب کہ میں نے حوض میں صرف اپنے اونٹوں کیلئے پانی بھرا ہے۔ اگر میں اس اونٹ کو پانی پلا دوں تو کیا میرے لئے اس کا کوئی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر پیاسے جگر والی جاندار چیز کو پانی پلانے میں اجر ہے۔

سراقہؓ کہتے ہیں پھر میں اپنی قوم میں واپس آ گیا اور اپنی زکوٰۃ کے جانور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں روانہ کئے۔ (۳)

---

(۱) یہ وہ مقام ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا اسلام میں وسیع پیمانے پر آنے والا یہ پہلا مال غنیمت تھا۔

(۲) غالباً وہ تحریر یہ تھی کہ اے سراقہ تم واپس چلے جاؤ۔ ہم تمہیں معاف کرتے ہیں اور تمہارے لئے امان نامہ لکھ دیتے ہیں۔ اس لئے سراقہ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے اس امان نامہ کو اوپر اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔

(۳) سراقہ بن مالک بن جعشم بن مالک بن عمرہ بن تیم بن مدلج بن مرۃ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا اے سراقہ وہ بھی کیسا وقت ہو گا جب تجھے کسریٰ ایران کے طلائی کنگن پہنائے جائیں گے چنانچہ فتح مدائن کے بعد ایران کا خزانہ شاہی مدینہ طیبہ میں لایا گیا تو سراقہ کو کنگن پہنائے گئے حضرت عمر فاروق نے خود پہنائے۔ خلافت عثمانی ۲۴ھ میں سراقہ کا وصال ہوا۔

سیدنا صدیق اکبر اپنے اشعار میں غار کا منظر اور سراقہ کی آمد بیان کرتے ہیں

☆ (۲۲۷) محمد بن اسحاق (تعلیقاً) روایت کرتے ہیں کہ اہل علم کی روایت کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت غار ثور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہونے اور دوران سفر سراقہ کے حملہ آور ہونے کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ وَلَمْ اَجْزَعْ يُوَقِّرُنِي وَنَحْنُ فِي سُدْفَةٍ فِي ظُلْمَةِ الْغَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گھبراہٹ میں ڈالنے کے بجائے میری عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا اور حال یہ تھا کہ غار کی تاریکی نے ہم پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

لَاتَخْشَ شَيْئًا فَاِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُنَا وَقَدْ تَوَكَّلَ لِي مِنْهُ بِاِظْهَارِ

کہ کچھ خوف نہ رکھو بے شک اللہ ہی تیسرا ساتھی ہے۔ اور یوں آپ نے میرے لئے توکل کا راستہ ظاہر کیا۔

وَاِنَّمَا كَيْدُ مَنْ تَخْشَى بَوَادِرَهُ كَيْدُ الشَّيَاطِيْنِ كَادَتْهُ لِكُفَّارِ

آپ نے فرمایا جن لوگوں کی تندو تیز سرگرمیوں اور سازشوں کا تمہیں ڈر ہے وہ شیطانوں کی چال بازیاں ہیں جو انہوں نے کفار کو سکھلائی ہیں۔

وَاللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ طُرًّا بِمَا كَسَبُوْا وَجَاعِلُ الْمُنْتَهٰى مِنْهُمْ اِلَى النَّارِ

اور اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کی بداعمالیوں کے سبب تباہ کر دے گا۔ اور ان کا انجام کار جہنم بنا دے گا۔

وَاَنْتَ مُرْتَحِلٌ عَنْهُمْ وَتَارِكُهُمْ اِمَّا غُدُوًّا وَاِمَّا مُدْلِجٌ سَارِ

اور تم انہیں (ہمیشہ کے لئے) چھوڑ کر جا رہے ہو۔ تم صبح (یہاں سے) کوچ کر جاؤ گے یا پھر رات کے اندھیرے میں چل پڑو گے۔

وَهَاجِرٌ اَرْضَهُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ لَنَا قَوْمٌ عَلَيْهِمْ ذُوْوَعِزٍّ وَاَنْصَارِ

تم ان کفار کی سرزمین سے ہجرت کر کے ایسی قوم میں جا پہنچو گے جو ان پر غالب آنے والے ہیں اور ہمارے مددگار

حَتّٰى اِذَا اللَّيْلُ وَارَانَا جَوَانِبُهُ وَسُدَّ مِنْ دُوْنِ مَنْ نَخْشَى بِاَسْتَارِ

تا آنکہ جب رات کے اندھیروں نے ہمیں چھپالیا اور ان لوگوں کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جن کی آمد کا ہمیں ڈر تھا۔

سَارَ الْاُرَيْقِطُ يَهْدِيْنَا وَاَيْنُقُهُ يَنْعَبْنَ بِالْقَوْمِ نَعْبًا تَحْتَ اَكْوَارِ

☆ ۲۲۸ (تخریج) سیرت ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۴۴

تو عبداللہ بن اریقط (۱) راہنمائی کرتا ہوا (ہمارے آگے) چل پڑا۔ اور اس کی اونٹنیاں اچھے سواروں کو لے کر عادت کے مطابق بڑبڑاتی ہوئی دوڑ پڑیں۔

يَعْسِفْنَ عَرْضَ الثَّنَايَا بَعْدَ أَطْوَلِهَا ۔۔۔ وَكُلَّ سَهْبٍ دَقِيقِ التُّرْبِ مَوَّارِ

جو سیدھے راستے سے ہٹ کر ساحلی راستے پر چل رہی تھیں جو کافی دور و دراز کا راستہ تھا اور وہ بیابان اور صحرا کو تیزی سے عبور کر رہی تھیں۔

حَتَّى إِذَا قُلْتُ قَدْ أَنْجَدْنَ عَارَضَنَا ۔۔۔ مِنْ مُدْلِجٍ فَارِسٌ فِي مَنْصِبٍ وَارِ

تا آنکہ میں نے کہہ دیا کہ اونٹنیوں نے ہمیں اس حملہ آور (سراقہ) سے بچالیا جو بنی مدلج کا شاہ سوار تھا اور پتھروں سے چنگاریاں نکالتا ہوا چلا آ رہا تھا۔

يُرْدِي بِهِ مُشْرِفُ الْأَقْطَارِ مُعْتَزِمٌ ۔۔۔ كَالسِّيدِ ذِي اللِّبْدَةِ الْمُسْتَأْسِدِ الضَّارِي

وہ اس شاہ سوار کو ایک بلند اعضا والا منہ زور گھوڑا برائی کی طرف لا رہا تھا۔ گھوڑا کیا تھا ایک لمبے بالوں والا خونخوار و خوفناک شیر تھا۔

فَقَالَ كُرُّوا فَقُلْنَا إِنَّ كَرَّتَنَا ۔۔۔ مِنْ دُونِهَا لَكَ نَصْرُ الْخَالِقِ الْبَارِي

اس نے ہم سے کہا کہ پلٹ آؤ۔ ہم نے جواب دیا کہ ہمارے پلٹنے سے پہلے تو خالق و باری تعالیٰ تمہیں اپنی مدد سے نواز دے گا (تمہارے لئے ایمان کے اسباب پیدا کر دے گا)

أَنْ تَخْسِفَ الْأَرْضُ بِالْأُخْرَى وَفَارِسِهَا ۔۔۔ فَانْظُرْ إِلَى أَرْبُعٍ فِي الْأَرْضِ خَوَّارِ

یعنی زمین کا کچھ حصہ اپنے سوار سمیت باقی زمین میں دھنس جائے گا تو تم اپنے گھوڑے کی چاروں ٹانگیں تو دیکھو زمین میں دھنس کر کیسے ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔

فَهَيَّلَ لَمَّا رَأَى أَرْسَاغَ مُقْرَبِهِ ۔۔۔ قَدْ سُخْنَ فِي الْأَرْضِ لَمْ تُحْفَرْ بِمِحْفَارِ

تو اس نے مارے افسوس کے اپنے سر میں مٹی ڈالی جب اس نے دیکھا کہ اس کے پیارے گھوڑے کے گھٹنے ایسی سنگلاخ زمین میں دھنس گئے ہیں جو کدال سے بھی پھوڑی نہیں جا سکتی۔

فَقَالَ لَهُمْ أَنْ تُطْلِقُوا فَرَسِي ۔۔۔ وَتَأْخُذُوا مَوْثِقِي فِي نُصْحِ أَسْرَارِ

تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے کہا اگر تم میرا گھوڑا زمین سے چھڑوا دو تو جو بھی خیر خواہی کا خفیہ معاہدہ تم مجھ سے لینا چاہو لے سکتے ہو۔

وَأَصْرِفُ الْحَيَّ عَنْكُمْ إِنْ لَقِيتُهُمُ ۔۔۔ وَأَنْ أُعَوِّرَ عَنْهُمْ عَيْنَ عُوَّارِ

۱۔ یہ وہی بنی دئل کا راہبر ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں اس نے اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری خوب خوب نبھائی۔ شیخ محقق مدارج میں فرماتے ہیں اس کے اسلام لانے کے متعلق کوئی تحقیق سامنے نہیں آ سکی۔

اور اگر میں قوم قریش سے ملا تو انہیں تمہارے راستے سے ہٹا کر کسی دوسرے راہ پر ڈال دوں گا اور کرائے کے جاسوسوں کی آنکھیں کانی کر دوں گا۔

فَادْعُ الَّذِیْ هُوَعَنْکُمْ کَفَّ عَدُوَّنَا　　یُطْلِقُ جَوَادِی فَاَنْتُمْ خَیْرُ اَبْرَارِ

تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب سے دعا کریں جس نے آپ کو ہماری عداوت کی شر سے ہمیشہ محفوظ رکھا کہ وہ میرے گھوڑے کو نجات دے دے۔ حضور آپ تو سب نیکو کاروں کے سردار ہیں۔

فَقَالَ قَوْلًا رَسُوْلُ اللّٰهِ مُبْتَهِلًا　　یَارَبِّ اِنْ کَانَ یَنْوِیْ غَیْرَ اِخْفَارِ

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی کہ اے اللہ اگر اس شخص کا ارادہ غیر متزلزل وعدہ کرنے کا ہے۔

فَنَجِّهٖ سَالِمًا مِّنْ شَرِّ دَعْوَتِنَا　　وَمُهْرَهٗ مُطْلَقًا مِّنْ کُلِّ آثَارِ

تو اسے نجات دے دے تاکہ یہ ہماری دعا کے اثر بد سے محفوظ ہو جائے اور اے اللہ اس کا نوخیز گھوڑا بھی ایسے تمام آثار سے آزاد کر دے۔

فَاَظْهَرَ اللّٰهُ اِذْ یَدْعُوْا حَوَافِرَهٗ　　وَفَازَ فَارِسُهٗ مِنْ هَوْلِ اَخْطَارِ

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کے ساتھ ہی فوراً گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکال دیئے اور اس کی پیٹھ پر سوار ہونے والا شخص بھی خوفناک خطرات سے رستگار ہو گیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ اشعار بھی مروی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اَلَمْ تَرَاَنِّیْ صَاحَبْتُ اَیْمَنَ صَاحِبٍ　　عَلٰی وَاضِحٍ مِنْ سُنَّةِ الْحَقِّ مَنْهَجِ

تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے سارے جہاں سے بابرکت ساتھی کی ہم نشینی اختیار کی ہے اور یہ سنت الٰہیہ کا واضح اور سیدھا راستہ ہے۔

فَلَمَّا وَلَجْتُ الْغَارَ قَالَ مُحَمَّدٌ　　اٰمَنْتَ فَثِقْ فِیْ کُلِّ حَسٍّ وَّمُدْلَجِ

جب میں غار میں داخل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابو بکر تم ہر طرح سے بے خوف رہو اور کسی بھی آہٹ پر یا رات کی تاریکی میں کسی بھی آنے والے کی آمد پر دل کو مضبوط رکھو۔

بِرَبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُنَا الَّذِیْ　　یَبُوْءُ بِهٖ فِیْ کُلِّ مَثْوٰی وَمَخْرَجِ

مجھے تیرے رب کی قسم۔ اللہ ہمارا تیسرا ساتھی ہے جس کی عظمت و قدرت کا اعتراف کرتے ہوئے ہم کسی بھی جگہ پناہ لیں گے اور پھر اگلے سفر کے لئے خروج کریں گے۔

وَلَا تَحْزَنَنْ فَالْحُزْنُ وِزْرٌ وَّفِتْنَةٌ　　وَاِثْمٌ عَلٰی ذِی النُّهْیَةِ الْمُتَحَرِّجِ

اور ہرگز غم نہ کرو کیونکہ غم ایک بوجھ اور فتنہ ہے اور ایک دانا و پرہیزگار آدمی کے لئے تو بڑا گناہ ہے۔

فَمَا زَالَ فِيمَا قَالَ مِنْ كُلِّ خُطَّةٍ　　عَلَى الصِّدْقِ يَأْتِينَا بِهِ لَمْ يُلَجْلِجِ

اور حضور کا تو ہر معاملہ میں ہر ارشاد صداقت پر مبنی ہے جو آپ کسی شک وشبہ کی گنجائش کے بغیر ہم سے بیان فرماتے ہیں۔

إِذَا اخْتَلَفَتْ فِيهِ الْمَقَالَةُ بَيَّنَتْ　　رَسَائِلُ صِدْقٍ وَحْيُهَا غَيْرُ مُرْتَجِ

جب آپ کے قول صادق پر لوگ الجھنے لگیں فرشتوں نے اللہ جل ذکرہ کی طرف سے بذریعہ وحی مسلسل پیغامات تصدیق لاکر حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔

مَلَائِكَةٌ مِنْ عِنْدِ مَنْ جَلَّ ذِكْرُهُ　　مَتَى تَأْتِينَا بِالْوَحْيِ يَا قَوْمِ تَعْرَجِ

اے میری قوم جب فرشتے ہمارے پاس اللہ جل شانہ کی طرف سے وحی لا رہے ہیں۔ تو پھر تم ٹیڑھا راستہ کیوں اختیار کرتے ہو۔

فَقَدْ زَادَ نَفْسِي وَاطْمَأَنَّتْ وَآمَنَتْ　　بِهِ الْيَوْمَ مَا لَاقَى جَوَادُ ابْنِ مُدْلِجِ

تحقیق میرا نفس تو اس دن سے اور زیادہ صاحب اطمینان و ایمان ہو گیا ہے جب بنی مدلج کے ایک فرد کے گھوڑے سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔

سُرَاقَةَ إِذْ يَبْغِي عَلَيْنَا وَلِيدُهُ　　عَلَى أَعْوَجِيٍّ كَالْهِرَاوَةِ مُدْلِجِ

جس کا نام سراقہ تھا جب اس کا غلام (گھوڑا) میری اونٹنیوں پر جو مسلسل سفر سے کمزور ہو گئی تھیں حملہ کرنے لگا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ يَا رَبِّ أَنْجِهِ　　فَمَهْمَا تَشَاءُ مِنْ مَاطِعِ الْأَمْرِ فَرِّجِ

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اسے (انجام بد سے) بچالے۔ پھر جب تو چاہے اس پر حقیقت امر کو کھول دے (دولت ایمان عطا کر دے۔)

فَسَاخَتْ بِهِنَّ الْأَرْضُ حَتَّى تَغَيَّبَتْ　　حَوَافِرُهُ فِي بَطْنِ وَادٍ مُعَجَّجِ

تو زمین اس کے گھوڑے کی ٹانگوں سمیت دھنسنے لگی۔ تا آنکہ اس کے پاؤں غبار آمیز وادی میں گر کر غائب ہو گئے۔

فَأَغْنَاهُ رَبُّ الْعَرْشِ عَنَّا وَرَدَّهُ　　وَلَوْلَا دِفَاعُ اللهِ لَمْ يَتَفَرَّجِ

پھر اسے اللہ رب العرش نے ہم سے (ہماری دعا کے اثر بد سے) بچالیا اور واپس بھیج دیا اور اگر وہ اسے نہ بچاتا تو وہ کبھی رستگاری نہ حاصل کر پاتا۔

سراقہ کے ناکام لوٹنے پر ابو جہل کی بدحواسی اور بدگوئی

ابو جہل بن ہشام کو جب سراقہ سے پیش آنے والا واقعہ معلوم ہوا اور اسے پتا چلا کہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا تھا تو اسے خوف لاحق ہوا کہ سراقہ کہیں اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان نہ لے آئے۔

چنانچہ وہ کہنے لگا۔

بَنِیْ مُدْلَجٍ اِنِّیْ اَخَافُ سَفِیْهَکُمْ　　سُرَاقَةَ مُسْتَغْوٍ لِنَصْرِ مُحَمَّدِ

اے بنی مدلج مجھے ڈر ہے کہ تمہاری قوم کا بےوقوف آدمی سراقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کے لئے گمراہی پسند نہ بن جائے۔

عَلَیْکُمْ بِهٖ لَا یُفَرِّقَنْ جُمُوْعُکُمْ　　فَتُصْبِحُ شَتّٰی بَعْدَ عِزٍّ وَسُؤْدَدِ

اسے سنبھالو! کہیں یہ تمہاری قومی وحدت کو پارہ پارہ نہ کر دے۔ ورنہ تم عزت و سیادت کھو کر انتشار کا شکار ہو جاؤ گے۔

یَظُنُّ سَفِیْهُ الْحَیِّ اَنْ جَآءَ شُبْهَةً　　عَلٰی وَاضِحٍ مِّنْ سُنَّةِ الْحَقِّ مُهْتَدِ

قبیلے کا بےوقوف شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ معاذ اللہ) سمجھتا ہے کہ وہ حق و ہدایت کی راہ روشن پر گامزن ہے۔ حالانکہ اس کی اپنی حیثیت مشتبہ ہے۔

فَاَنّٰی یَکُوْنُ لَهُ الْحَقُّ مَا قَالَ اِذَا غَدَا　　وَلَمْ یَاْتِ بِالْحَقِّ الْمُبِیْنِ الْمُسَدَّدِ

تو اس نے صبح ہوتے ہی جو کچھ کہا وہ کب حق ہے۔ بلکہ وہ روشن اور ناقابل انکار حق لایا ہی کب ہے۔

وَلٰکِنَّهٗ وَلّٰی غَرِیْبًا بِسَخْطَةٍ　　اِلٰی یَثْرِبَ مَنْفِیًا بَعْدَ مَوْلِدِ

بلکہ وہ تو سختی روزگار کے ہاتھوں بےوطن ہو کر یثرب کو چل دیا۔ تو وطن سے دوری کتنی افسوس ناک ہے۔

وَلَوْ اَنَّهٗ لَمْ یَاْتِ یَثْرِبَ هَادِیًا　　لَاشْجَاهُ وَقْعُ الْمَشْرَقِیِّ الْمُهَنَّدِ

اور اگر وہ یثرب میں بھاگ کر نہ چلا آیا ہوتا تو مشرقی تلواروں کی ضرب اپنا حق ادا کر چکی ہوتی۔

سراقہؓ کے اشعار ابو جہل کے جواب میں

اَبَا حَکَمٍ وَاللّٰهِ لَوْ کُنْتَ شَاهِدًا　　لِاَمْرِ جَوَادِیْ اِذْ تَسِیْخُ قَوَائِمُهٗ

اے ابو حکم! بخدا۔ اگر تم وہاں موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں اتر گئے تھے۔

عَجِبْتَ وَلَمْ تَشْکُكْ بِاَنَّ مُحَمَّدًا　　نَبِیٌّ وَبُرْهَانٌ فَمَنْ ذَا یُکَاتِمُهٗ

تو تم ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے اور تمہیں اس میں کوئی شک باقی نہ رہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور اللہ کی برہان۔ تو پھر اس برھان خداوندی کو کون چھپا سکتا ہے۔

عَلَیْكَ بِکَفِّ الْقَوْمِ عَنْهُ فَاِنَّنِیْ　　اَرٰی اَنَّ یَوْمًا مَّا سَتَبْدُوْ مَعَالِمُهٗ

اے ابو جہل! تجھے لازم ہے کہ قوم قریش کو آپ کی مخالفت سے باز رکھے۔ کیونکہ میں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ کسی دن ان کا راستہ اہل نظر پر واضح ہو جائے گا۔

بِاَمْرٍ يَوَدُّ النَّصْرُ فِيْهِ بَالِبِهَا　　لَوَانَّ جَمِيْعُ النَّاسِ طَرًّا يُسَالِمُهٗ

اور اس دن سب انصار مدینہ طلب خیر میں یہی تمنا کریں گے کہ اے، کاش سب لوگ ان سے دوستی کرلیں۔

جب آفتاب نبوت نے ام معبد کے جھونپڑے کو رشک قمر بنا دیا

☆ (۲۲۸) صحابی رسول حبیش (۱) بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق ان کا غلام عامر بن فہیرہؓ اور راستے بتلانے والا شخص عبداللہ بن اریقط لیثی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ طیبہ کو جا رہے تھے تو راستہ میں ان کا گزر ام معبد خزاعیہ کے خیمہ پر سے ہوا۔ وہ اپنے خیمہ کے باہر بیٹھی اپنے بچوں کو کھلا پلا رہی تھی وہ بڑی باوقار و باعزت عورت تھی۔

قافلہ اہل ایمان نے اس سے کچھ گوشت اور کھجوریں خریدنا چاہیں مگر اس کے پاس بیچنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ جبکہ اہل قافلہ کا زاد راہ ختم ہو چکا تھا اور انہیں شدت سے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کی دوسری طرف ایک بکری کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا اے ام معبد! اس بکری کا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی یہ کمزور (کم سن) ہونے کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جا سکی۔ آپ نے فرمایا کیا یہ کچھ دودھ دے سکتی ہے۔ ام معبد نے کہا یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھے اس کے دوھنے کی اجازت دوگی؟ ام معبد کہنے لگی آپ پر میرے ماں باپ قربان ضرور! اگر آپ اس میں کچھ دودھ محسوس کرتے ہیں تو دوہ لیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری اپنے پاس منگوائی۔ اپنے ہاتھ اس کے تھنوں سے لگائے اور اللہ کا نام لے کر اس بکری کے لئے دعا کی۔

تَفَاجَتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ، فَدَعَا بِاِنَاءٍ يَرِبُضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهَا ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبِهَاءُ۔

"دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ٹانگیں پھیلا دیں اور اس کے تھنوں میں بے پناہ دودھ اتر آیا۔ حضور نے ایک بڑا برتن منگوایا جو اس پورے قافلہ کو سیراب کر سکتا تھا آپ نے اس میں دودھ کیا دوہا دودھ کا ایک حوض بھر دیا۔ وہ بڑا خوبصورت منظر تھا۔"

چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ام معبد کو پلایا وہ سیراب ہو گئی۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا وہ بھی لبالب ہو گئے اور آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیا اور باقی ماندہ دودھ سب نے تھوڑا تھوڑا پی

---

(۱) آپ کا تعلق بنو خزاعہ کے ساتھ تھا۔ فتح مکہ کے روز آپ حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے آپ کے بیٹے ہشام نے آپ سے روایات لی ہیں۔

☆ ۲۲۹ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد نمبر۳ ص۹۔ مجمع الزوائد جلد۶ ص۵۸ بروایت طبرانی۔

کر ختم کیا۔ آپ نے بکری کو دوبارہ دوہا تو برتن پھر بھر گیا۔ جو آپ نے ام معبد کے پاس چھوڑ دیا پھر اسے مسلمان کر کے اور اس سے بیعت لے کر آگے چل دیئے۔ (۱)

راوی کہتا ہے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ام معبد کا شوہر ابو معبد بکریوں کو ہانکتا ہوا گھر آپہنچا۔ بکریاں بہت ناتواں تھیں کمزوری کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتی تھیں۔ ان کے جوڑوں میں مخ بہت کم تھا۔ ابو معبد نے گھر میں اتنا دودھ دیکھا تو ورطہ حیرت میں ڈوب گیا کہنے لگا یہ اتنا دودھ تجھے کہاں سے مل گیا؟ گھر میں رہ جانے والی بکری تو ابھی کسی نر جانور سے جفت بھی نہیں کی گئی (۲) نہ وہ حاملہ ہے اور نہ ہی گھر میں دودھ دینے والی دوسری بکری یا اونٹنی ہی ہے۔ ام معبد نے کہا نہیں۔ بلکہ بخدا یہاں ایک نہایت بابرکت ہستی تشریف لائی تھی۔ جنکی یہ کچھ صورت حال تھی وہ کہنے لگا مجھے ان کا حلیہ اور شکل وصورت بیان کرو۔

کہنے لگی میں نے دیکھا وہ ایک نہایت حسین انسان تھے۔ دمکتا چہرہ تھا۔ پورا جسم حسن کا ایک حسین پیکر تھا۔ نہ پیٹ بڑھا ہوا تھا نہ سر چھوٹا تھا۔ الغرض ہر ہر عضو میں ایک عجیب دل کشی اور نظر نوازی تھی آنکھیں موٹی اور سیاہ۔ پلکیں خمدار اور آواز میں ایک رعب اور وقار، گردن ایک گونہ کشادہ، داڑھی گھنی، ابرو بڑے باریک دراز اور باہم ملے ہوئے، جب وہ خاموش ہوتے تو چہرے سے جلال ٹپکتا اور گویا ہوتے تو حسن جھلکتا۔ دور سے دیکھو تو حسن و جمال کا پیکر ہیں اور قریب سے مشاہدہ کرو تو کرم و اخلاق کا مظہر ہیں۔ گفتگو از حد شیریں تھی جس میں کچھ الجھاؤ تھا نہ بدگوئی، آپ کی باتیں کیا تھیں موتیوں کا ایک شکستہ ہار تھا جس کے موتی تسلسل سے جھڑ رہے ہوں۔ میانہ قد تھا۔ نہ اتنا لمبا کہ عجیب سا لگے اور نہ اتنا چھوٹا کہ حقیر نظر آئے بلکہ دونوں کے درمیان کا درجہ تھا جو ان دونوں سے زیادہ

---

(۱) ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد خزاعیہ ہے یہ بڑی امیر اور سخی عورت تھیں مسافروں کو مفت کھانا مہیا کیا کرتیں۔ یہ اسی وقت ہی مسلمان ہو گئی تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے جیسا کہ زیر نظر حدیث میں مذکور ہے۔

(۲) یہیں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعجاز نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ قانون فطرت ہے کہ جب تک مادہ جانور کو نر جانور سے جفت نہ کیا جائے اور پھر وہ حاملہ نہ ہو جائے تب تک دودھ نہیں آسکتا، بلکہ انسانوں میں بھی یہی قانون فطرت جاری وساری ہے ایسے جانوروں میں اس کو دودھ پیدا کرنے سے انسان ہزار ہا سائنسی ترقی کے باوجود عاجز ہے اور عاجز ہی رہے گا مگر دست نبوت نے یہ کمال ظاہر کر کے تمام تر کمالات انسانی کو شان رسالت کے آگے عاجز و بے بس کر دیا ہے اور یہی معجزے کی تعریف ہے۔

ام معبدؓ سے روایت ہے کہ وہ بکری جسے دست پاک رسول کی برکت حاصل ہوئی تھی عرصہ دراز تک ہمارے پاس رہی تا آنکہ دور خلافت فاروقیؓ میں جب قحط پڑا اور خشک سالی کا دور دورہ ہو گیا اور جانوروں کے لئے گھاس وغیرہ کا ایک تنکا نظر نہ آتا تھا تو وہ بکری مسلسل بھوکی پیاسی رہنے کے باوجود صبح و شام دونوں وقت برابر دودھ دیتی تھی (طبقات ابن سعد حجۃ اللہ علی العالمین)

جاذب نظر اور حسین ہوتا ہے۔ آپ کے ساتھ کچھ ساتھی بھی تھے جو آپ کا انتہائی احترام کرتے تھے جب آپ کوئی ارشاد فرماتے تو وہ خاموش ہو کر سنتے اور جب کسی کام کا حکم دیتے تو اسے پورا کرنے کے لئے بے تاب ہو جاتے میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو محترم اور مخدوم نہیں پایا درشت روئی اور تند خوئی آپ کے قریب بھی نہ پھٹکی تھی۔ (۱)

ابو معبد نے یہ سن کر کہا بخدا وہ قریش کا آدمی تھا جس کا ذکر ہم اس سے پہلے بھی مکہ میں سن چکے ہیں اور میں اس کی صحبت حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر میں اس کا کوئی راہ حاصل کر پایا تو ضرور کروں گا۔

کہتے ہیں انہی دنوں مکہ مکرمہ میں ایک بلند آواز سنائی دی مگر بولنے والا نظر نہ آتا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ   رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدِ

اللہ تعالیٰ پروردگار جہاں ان دوستوں کو بہتر جزا عطا فرمائے جو ام معبد کے خیمے میں اترے تھے۔

هُمَا نَزَلَا بِالْهُدٰى وَاهْتَدَتْ بِهِ   فَقَدْ فَازَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيقَ مُحَمَّدِ

وہ دونوں ہدایت لے کر اترے تو ام معبد اس سے بہرہ ور ہو گئی اور جس نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کر لی کامیاب ہو گیا۔

فَيَا لَقُصَيٍّ مَا زَوَى اللّٰهُ عَنْهُمُ   بِهِ مِنْ فِعَالٍ لَّا تُجَارٰى وَسُؤْدَدِ

تو اے اولاد قصی (قریش) افسوس تم سے اللہ نے اس نبی (کی مخالفت) کے باعث کتنی ہی بھلائیاں روک لیں اور سیادت بھی۔

لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَقَامُ فَتَاتِهِمْ   وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدِ

بنو کعب کو ان کی لڑکی (ام معبد) کی عظمت مبارک ہو جس کی نشست گاہ اہل ایمان کے لئے جائے پناہ ہے۔

سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِهَا   فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْئَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدِ

اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کے بارہ میں پوچھو اور اگر تم بکری سے ہی پوچھ لو تو وہ بھی (رسالت محمدہ کی) شہادت دے گی۔

دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ   عَلَيْهِ صَرِيحًا ضَرَّةُ الشَّاةِ مُزْبِدِ

ا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے خدوخال آپ کا حلیہ مبارکہ صفات عالیہ اور انداز نشست و برخاست کے متعلق حضرت مصنف آخر میں دو حدیثیں لائے ہیں پہلی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری جناب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت کی معرفت چاہنے والے ان احادیث کو ضرور پڑھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غیر جفت شدہ بکری منگوائی تو وہ آنکھوں کے سامنے دودھ دینے لگی اور بکری کے تھن کیا تھے مکھن پیدا کرنے والا آلہ بن گئے تھے۔

فَغَادَرَهَا رَهْنًا لَدَيْهَا لِحَالِبٍ ۔۔۔ يُرَدِّدُهَا فِي مَصْدَرٍ ثُمَّ مَوْرِدِ

تو آپ اسے دودھ دوہنے والے کے لئے چھوڑ گئے تاکہ وہ اسے گھر سے چراگاہ لے جایا کرے اور واپس لایا کرے۔ (۱)

جبکہ ابو عمر بن حمدان کی روایت میں ہے کہ ادھر مدینہ طیبہ میں بھی زمین و آسمان کے درمیان ایک ایسی ہی غیبی آواز لوگوں نے سنی اور کوئی بولنے والا نہ دیکھا گیا اور پہلی روایت (جس میں مکہ مکرمہ میں غیبی آواز کے اشعار بیان ہوئے ہیں) میں یہ بھی ہے کہ جب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے غیبی شخص کی یہ آواز سنی تو جوش میں آکر اسے اپنے اشعار میں یہ جواب دیا۔

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ زَالَ عَنْهُمْ نَبِيُّهُمْ ۔۔۔ وَقُدِّسَ مَنْ يَسْرِيْ إِلَيْهِ وَيَغْتَدِيْ

وہ قوم نامراد ہو گئی جن کے ہاں سے ان کا نبی چلا گیا اور قابل صد تکریم ہیں وہ لوگ جن کی طرف رسول خدا نے سفر کیا اور ان کے ہاں فروکش ہوا۔

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُوْلُهُمْ ۔۔۔ وَحَلَّ عَلٰى قَوْمٍ بِنُوْرٍ مُّجَدَّدِ

ایک قوم سے اللہ کے رسول نے کوچ کیا تو ان کی عقل جاتی رہی اور دوسری قوم کے پاس تشریف لائے تو وہ ایک نئے نور سے منور ہونے لگے۔

وَهَلْ يَسْتَوِيْ ضَلَّالُ قَوْمٍ تَسَفَّهُوْا ۔۔۔ عَمَايَتَهُمْ هَادٍ بِهٖ كُلُّ مُهْتَدِيْ

اللہ نے انہیں گمراہی کے بعد ہدایت دے دی اور سیدھا راستہ عطا فرما دیا اور جو بھی حق کی پیروی

ا۔ یعنی دست رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ غیر جفت شدہ بکری ہمیشہ کے لئے دودھ دینے والی بن گئی اور دوسری بکریوں کے ساتھ وہ بھی دودھ دینے اور چراگاہ کی طرف آنے جانے لگی۔ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر سمجھتے تھے ان کے لئے یہ واقعہ بہت بڑا درس عبرت تھا، اس لئے کہ جادو تھوڑے وقت کے لئے لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دے دینے کا نام ہے جس سے حقیقت نہیں بدلتی جیسے فرعون کے جادوگروں نے رسیوں کو سانپوں کی شکل میں دکھایا قرآن میں ہے سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ ۔
(ترجمہ) "انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا" جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے واقعتاً اپنے عصا کو سانپ بنا دیا جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سب رسیوں کو نگل گیا اور بعد میں وہاں کوئی رسی موجود نہ تھی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی کیفیت و حقیقت کو تبدیل کر دیا جو اپنی موت تک اسی نئی حقیقت و کیفیت پر قائم رہی۔ تو جادو اور معجزہ میں یہی فرق ہے کہ جادو محض فریب نظر ہے اور معجزہ تبدیل حقیقت۔ اور چونکہ اہل مکہ آپ کو جادوگر سمجھتے تھے اس لئے قدرت کے ہاتف نے آواز دے کر انہیں آپ کے اس دائمی معجزے سے خبردار کیا۔ تاکہ ان پر راہ ہدایت واضح ہو جائے اور حجت قائم کر دی جائے۔

کرے ہدایت پالیتا ہے۔

هَدَاهُمْ بِهِ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ   فَأَرْشَدَهُمْ مَنْ يَّتَّبِعِ الْحَقَّ يَرْشُدِ

اور کیا ایسی قوم کی گمراہی جو قبل اتمام حماقت کے دلدادہ ہیں ایسے راہنما سے برابری کر سکتی ہے جس سے ہر کوئی ہدایت پا رہا ہے۔

وَقَدْ نَزَلَتْ مِنْهُ عَلَى أَهْلِ يَثْرِبَ   رِكَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بِأَسْعَدِ

اور اس رسول خدا کے آنے سے اہل یثرب پر ہدایت کی سواریاں اتر رہی ہیں اور ہر بڑی سے بڑی سعادت لا رہی ہیں۔

نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهُ   وَيَتْلُوا كِتَابَ اللهِ فِي كُلِّ مَسْجِدِ

وہ رسول خدا ہیں عام لوگوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ہر مسجد میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ (یعنی ان کے حکم سے ہر مسجد میں تلاوت کی جاتی ہے)

وَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ   فَتَصْدِيقُهَا فِي الْيَوْمِ أَوْ فِي ضُحَى الْغَدِ

اگر آپ کسی دن کسی غائب چیز کے متعلق پیش گوئی کر دیں تو اسی دن یا اگلی صبح کو ہی اس کی تصدیق سامنے آ جاتی ہے۔

لِيَهْنِ أَبَا بَكْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهِ   بِصُحْبَتِهِ مَنْ يُسْعِدِ اللهُ يَسْعَدِ

ابو بکر صدیقؓ کے لئے ان کی کوشش کے باسعادت ہونے کی مبارک باد ہے جو انہوں نے آپ کی صحبت میں انجام دی ہے۔ جسے اللہ سعادت دے وہ یقیناً باسعادت ہے۔

لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مُقَامُ فَتَاتِهِمْ   وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدِ

بنی کعب کو ان کی لڑکی (ام معبد) کا مقام مبارک ہو، اس کی نشست گاہ (خیمہ) اہل ایمان کی پناہ ہے۔

ابو محمد بن بشر بن محمد کہتے ہیں ہمیں عبدالملک بن وھب نے بتلایا کہ انہیں جو روایت پہنچی ہے اس کے مطابق ام معبد نے ہجرت کی اور اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گئیں اور ابو امیہ محمد بن ابراھیم بن بشر بن محمد کی روایت بھی اسی طرح ہے۔

الوصل الاول

دنیا کے شہنشاہوں کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط اور سیرت طیبہ کے چند اہم گوشے

قیصر روم کے نام آپ کا خط اور اس کا رد عمل

☆ (۲۲۹) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر فرمانروائے روم کو خط لکھا اور اسے دعوت اسلام دی۔ آپ نے حضرت دحیہ کلبی کو خط دے کر روانہ کیا اور فرمایا کہ اسے لے کر بصریٰ کے گورنر کے پاس چلے جانا وہ تمہیں قیصر تک پہنچا دے گا۔

چنانچہ حضرت دحیہ خط لے کر والی بصریٰ کے پاس جا پہنچے اور اس نے آپ کو قیصر کے پاس روانہ کر دیا۔ قیصر ان دنوں فارسی ایرانی لشکروں کو ارض روم سے نکال باہر کرنے پر بتوفیق الٰہی کامیاب ہوا تھا۔ تو وہ اظہار تشکر کے لئے حمص سے ایلیا (بیت المقدس) میں حاضری دینے کو آیا۔ جب اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پہنچا۔ تو اس نے کہا کہ یہاں اگر کوئی شخص اس خط کے بھیجنے والے کی قوم سے ملے تو اسے میرے پاس حاضر کیا جائے۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں مجھے ابوسفیان نے بتلایا کہ وہ ان دنوں بغرض تجارت چند قریشی آدمیوں کے ساتھ شام آیا ہوا تھا۔ ہم لوگ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ قیصر روم کا ایک نمائندہ آیا اور ہمیں لے کر ایلیا کو چلدیا۔ جب ہم اس کے دربار میں پہنچے تو وہ اپنے تخت پر بیٹھا تھا سر پر تاج تھا اور اس کے آس پاس رومی شہروں کے گورنر بھی موجود تھے۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا اس شخص (ابوسفیان) سے پوچھو کہ جس آدمی نے دعویٰ نبوت کیا ہے تم میں سے نسبی طور پر کون اس سے قریب تر ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا میں نسب میں اس سے قریب تر ہوں۔ اس نے کہا تمہاری اس سے کس طرح قرابت ہے؟ میں نے کہا وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ کیونکہ

☆۲۳۰۔ (تخریج) بخاری شریف کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر مختصراً۔ مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۲۳۰۷

ہمارے وفد میں اس وقت میرے سوابنی عبد مناف میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ (۱)

قیصر روم کے سوالات اور ابو سفیان کے جوابات

قیصر نے کہا اسے (ابو سفیان کو) میرے قریب کرو۔ پھر اس کے حکم سے میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے کھڑا کر دیا گیا۔ اور اس نے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں کو بتلاؤ کہ ہم اس سے دعویٰ نبوت کرنے والے شخص کے بارہ میں کچھ سوالات کرنے والے ہیں۔ اگر یہ کہیں جھوٹ کہے تو تم اس کی تکذیب کر دینا بتلا دینا کہ یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ ابو سفیان کہتے ہیں بخدا اگر مجھے اس بات سے حیا مانع نہ ہوتی کہ میرے ساتھی میری دروغ گوئی کو مشتہر کریں گے تو میں سوالات کے جواب میں ضرور کذب بیانی کرتا مگر میں اسی خوف کے پیش نظر سچ کہتا رہا۔

قیصر نے ترجمان کے ذریعے مجھ سے سوال کیا کہ اس آدمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تمہارے درمیان حسب و نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا اس کا نسب ہم سب سے بہتر ہے۔ اس نے کہا کیا تمہارے قبیلہ میں اس سے قبل کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا اس کے دعوائے نبوت سے پہلے بھی تم نے اسے کبھی کذب بیانی کا مرتکب پایا تھا؟ میں نے جواب دیا نہیں! اس نے کہا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اس کی اتباع کرنے والے لوگ صاحب ثروت و سیادت ہیں یا بے کس و بے مایہ؟ میں نے کہا بے کس و بے مایہ ہیں۔ اس نے کہا ان کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی؟ میں نے کہا بڑھ رہی ہے۔ اس نے کہا کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد مصائب و آلام سے دل برداشتہ ہو کر اس کے دین سے برگشتہ بھی ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا اس نے کبھی بدعہدی اور دھوکا دہی بھی کی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ البتہ اب ہمارے حالات ایسے ہیں کہ ہمیں اس سے بدعہدی کا خطرہ ہے؟ (۲)

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو سفیان کا نسبی تعلق

عبد مناف

عبد شمس	ہاشم
امیہ	عبدالمطلب
حرب	عبداللہ
ابوسفیان	نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) دراصل یہ صلح حدیبیہ کے دوران طے پانے والے معاہدہ کی طرف اشارہ ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی خود کفار نے کی تھی جس کی بناء پر یہ معاہدہ منسوخ کر دیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں قرار پانے والی صلح میں یہ بات بھی داخل تھی کہ کوئی بھی فریق دوسرے فریق کے کسی حلیف قبیلہ سے تعرض نہ کرے گا

ابو سفیان (جو بعد میں اسلام لے آئے) کہتے ہیں ساری گفتگو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف میں اگر کوئی لفظ داخل کر سکا تو وہ یہی تھا۔ پھر قیصر نے پوچھا اس کے ساتھ کبھی تمہاری جنگ بھی ہوئی ہے میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر اس کا نتیجہ کیا رہا۔ میں نے کہا رسی اور ڈول والا معاملہ ہے کبھی وہ پانی بھر لیتا ہے اور کبھی ہم (کبھی وہ غالب آ جاتا ہے اور کبھی ہم) اس نے کہا وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا وہ ہمیں کہتا ہے کہ ہم صرف اللہ وحدہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور جن خداؤں کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں وہ ہمیں ان سے روکتا ہے۔ ہمیں حکم دیتا ہے کہ نماز پڑھیں سچ بولیں حرام سے بچیں پاکدامن رہیں وعدہ وفا کریں اور امانت میں خیانت نہ کریں۔

ابو سفیان کے جوابات پر قیصر روم کا حقیقت افروز اور باطل سوز تبصرہ

جب یہ گفتگو ہو چکی تو قیصر نے اپنے ترجمان کے ذریعے مجھے کہا میں نے تم سے اس کے نسب کے بارہ میں پوچھا تم نے بتلایا کہ وہ عالی نسب ہے جبکہ پہلے رسول بھی اپنی قوم میں عالی نسب ہوتے تھے پھر میں نے پوچھا کہ تم میں قبل ازیں بھی کسی نے دعوائے نبوت کیا تھا؟ تم نے جواب دیا، کہ نہیں۔ میں نے اس سے نتیجہ یہ اخذ کیا کہ اگر تم میں قبل ازیں بھی کوئی مدعی نبوت گزرا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پیش رو کی پیروی کی ہے (مگر اب ایسا نہیں کہا جا سکتا) پھر میں نے تم سے، سوال کیا کہ اعلان نبوت سے قبل کبھی تم نے اسے جھوٹ بولتے ہوئے پایا تھا؟ تمہارا جواب تھا نہیں، میں نے اس سے معلوم کر لیا کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص مخلوق سے دروغ گوئی نہ برتے اور اللہ پر جھوٹ کا افتراء کرے (یعنی جھوٹا دعویٰ کرے کہ اللہ نے مجھے رسول بنایا ہے)

قیصر کہنے لگا پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟ تم نے

اور فریقین کو اپنے حلیف مقرر کرنے کی مکمل اجازت ہوگی۔ چنانچہ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے اور بنو خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پھر یہ ہوا کہ بنو بکر اور بنو خزاعہ میں کسی سبب سے جنگ چھڑ گئی۔ قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی صریح مخالفت کرتے ہوئے بنو بکر کی مدد کی اور بنو خزاعہ کو خوب قتل کیا تا آنکہ انہیں مارتے مارتے حرم کعبہ میں لے آئے اور وہاں بھی ان کا قتال جاری رکھا اور حرم کی عزت کا بھی خیال نہ کیا۔ ایسے میں قریش نے اپنے چہروں پر دبیز کپڑے لپیٹ رکھے تھے تاکہ ان کی پہچان نہ ہو سکے اور یہ بات راز ہی میں رہے مگر یہ راز فاش ہو گیا، بنو خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لے کر آئے۔ آپ نے فرمایا ہم ہر قیمت پر تمہاری امداد کریں گے اور قریش کو اس بد عہدی کا مزہ چکھایا جائے گا اس کے فوراً بعد ہی یہی ابو سفیان (جو ابھی تک اسلام نہ لایا تھا) مدینہ طیبہ میں پہنچا اور آپ سے کہا کہ یہ شرارت ہمارے بعض نادان لوگوں کی ہے جس میں میری رضامندی شامل نہ تھی۔ اس لئے معاہدہ قائم رکھا جائے اور اس کی میعاد بڑھائی جائے مگر آپ نے فرمایا کہ اب معاہدہ کی تجدید نہ ہوگی اور پھر آپ نے فتح مکہ کا ارادہ فرما لیا یہ واقعات ۸ھ کے ہیں۔

جواب دیا نہیں، میں نے اس سے جان لیا کہ اگر اس کا کوئی باپ دادا بادشاہ گزرا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ شخص اپنی خاندانی وراثت کی بازیابی چاہتا ہے (مگر اب ایسا گمان بھی ناممکن ہے) پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس کی اتباع بڑے لوگ کرتے ہیں یا کمزور و ناتواں؟ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ اس کے تبع ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ پہلے رسولوں کے متبعین بھی ایسے ہی لوگ تھے۔ (۱)
پھر ان کے متعلق میرا یہ سوال تھا کہ وہ بڑھتے جارہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تم نے بتلایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ اور ایمان کا یہی حال ہوتا ہے تا آنکہ وہ غالب آکر رہتا ہے پھر میں نے پوچھا تھا کہ کسی نے اس کا دین قبول کرنے کے بعد سختی روزگار سے گھبرا کر راہ ارتداد بھی اختیار کی ہے؟ تمہارا جواب تھا کہ نہیں، اور ایمان ہوتا بھی اسی طرح ہے جب وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے تو پھر سخت سے سخت آزمائش بھی اسے نکال نہیں سکتی۔ میں نے تم سے یہ سوال بھی کیا تھا کہ اس سے کبھی تمہاری جنگ بھی ہوئی ہے؟ تم نے بتلایا کہ ہاں ہوئی ہے۔ اور اس میں رسی اور ڈول والا معاملہ ہے کبھی اسے غلبہ

---

(۱) قرآن کریم بھی جابجا اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ کسی بھی قوم میں کسی نبی کی آمد پر سب سے پہلے وہاں کے سرداران اس کے مخالف ہوئے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ .... فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا۔ ہود آیت ۲۷

اور ہم نے نوحؑ کو اپنی قوم کی طرف بھیجا .... تو سرداروں نے جنہوں نے اپنی قوم میں سے کفر کیا تھا یہ کہا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں۔

یونہی حضرت ھود کے بارے میں ارشاد ربی ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ مومنون ۲۸

اور ان کی قوم کے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تھا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا تھا یہ نہیں مگر تمہارے جیسا ایک انسان۔

اسی طرح حضرت شعیبؑ کی قوم کا حال یوں بیان ہوا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا۔ اعراف آیت : ۸۸

سرداروں نے کہا جو آپ کی قوم میں متکبرین تھے اے شعیب ہم تمہیں اور تم پر ایمان لانے والوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے دین پر ہو جاؤ۔

تو مطالعہ قرآن بتلاتا ہے کہ دعوت حق کو ہمیشہ مظلوم و مقہور اور معاشرہ میں پسے ہوئے لوگوں نے اختیار کیا ہے اور طاغوتی قوتیں ہمیشہ اس کے خلاف سرپیکار رہی ہیں۔

حاصل ہوتا ہے تو کبھی تمہیں۔ اور رسولان رب العالمین اسی طرح مبتلائے آزمائش ہوا کرتے ہیں مگر انجام کار کامیابی انہیں کے لئے ہوا کرتی ہے آخر میں میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ تم نے کہا وہ حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ان خداؤں کی پرستش چھوڑ دو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ تمہارے بقول وہ تمہیں نماز۔ سچائی۔ پاکدامنی۔ وعدہ وفائی اور ادائے امانت کا حکم دیتا ہے۔

قیصر نے کہا یہ تمام صفات اس نبی کی ہیں جس کے ظہور کا میں منتظر تھا مگر مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ظاہر ہو گا اگر تمہاری باتیں مبنی بر حقیقت ہیں تو عنقریب اس نبی کی حکومت یہاں بھی ہو گی جس جگہ میرے قدم ہیں (۱)، اگر مجھے اس تک پہنچنے کی امید ہوتی تو میں اس تک پہنچنے کے لئے اپنی ساری کوشش صرف کر دیتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا (یہاں کا فرمانروا نہ ہوتا) تو اس کے پاؤں دھونے کو سعادت سمجھتا۔

قیصر کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا متن

ابو سفیان کہتے ہیں پھر قیصر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا اور اس کے حکم سے (مجلس میں) خط پڑھ کر سنایا گیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے (خاص) بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام، سلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو گے تو سلامتی پا لو گے اور اللہ تمہیں اس کا دوہرا ثواب دے گا (۱) اور اگر انکار کرو گے تو رومیوں کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی تمہارے سر ہو گا۔

اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم اللہ کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کی اطاعت نہ کریں۔ اگر تم اسے قبول نہ کرو تو گواہ رہنا کہ ہم اللہ کے حکم پر سر تسلیم خم کناں ہیں۔

ابو سفیان کہتے ہیں جب خط کا مضمون ختم ہوا تو قیصر کے آس پاس بیٹھے ہوئے سرداران روم نے

(۱) چنانچہ فاروقی دور میں مسلمانوں نے تمام شامی علاقہ فتح کر لیا اور ۱۵ھ میں جنگ یرموک کے فیصلہ کن معرکہ کے بعد قیصر روم اپنے دل پر حسرت کا داغ لئے شام کو چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا اور بیت المقدس سمیت سارا علاقہ شام اسلام کے زیر نگیں آگیا۔

شور مچانا شروع کر دیا اور ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور ہم شاہ کے حکم پر وہاں سے باہر نکل آئے۔ اور جب ہم علیحدگی میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب ابن ابی کبشہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامیابی یقینی ہو گئی ہے۔ دیکھو یہ بنی اصفر کا شہنشاہ (قیصر روم) بھی اس سے ڈرنے لگا ہے۔

ابو سفیان کہتے ہیں واللہ مجھے اس دن سے پورا یقین ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عنقریب سب پر غالب آنے والا ہے۔ تا آنکہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا حالانکہ قبل ازیں میں اسے اچھا سمجھنے والا نہ تھا۔

ایک روایت کیمطابق ابو سفیان کہتے ہیں جب میں قیصر کے پاس پہنچا تو اس کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر وہ بڑے کرب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ کیونکہ خط میں آپ نے اپنی رسالت کے متعلق یہ آیات لکھی تھیں۔

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ الخ

اے اہل کتاب اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترکہ ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ (آل عمران آیت ۶۴)

هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اپنے دین کو ہر دوسرے دین پر غالب کر دے۔ اگرچہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار گزرے۔ (فتح آیت ۲۸)

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ

ان لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دی ہیں اور دین حق کی پیروی نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، تا آنکہ وہ اپنے ہاتھ سے عاجز و خوار ہو کر جزیہ ادا کریں۔ (توبہ آیت ۲۹)

حضور کے خط سے روم میں پیدا ہونے والا اضطراب حضرت دحیہ کلبی کی زبانی

(۲۳۰) حضرت دحیہ کلبیؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خط دے کر

قیصر کے پاس بھیجا جب میں اس کے دروازے پر جا پہنچا تو میں نے آواز دی اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللہِ۔ میں رسول خدا کا فرستادہ ہوں۔ یہ سن کر وہ ڈر گئے۔ دربان نے اندر جاکر بتلایا یہ دروازے پر ایک آدمی کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں۔

قیصر نے فوراً مجھے اندر بلوالیا میں نے اسے رقعہ دیا جو اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے صاحب روم قیصر کے نام"

قیصر کا ایک بھتیجا جس کا رنگ سرخ اور نیلا اور بال لمبے تھے۔ بڑے غرور سے بولا اس نے (صاحب روم لکھا ہے) شاہ روم کیوں نہیں کہا پھر کہنے لگا۔ اے قیصر! اس نے تمہارا نام پہلے کیوں نہیں لکھا اس لئے اس کا خط مت پڑھو قیصر نے کہا اسے (بھتیجے کو) باہر نکال دو پھر اس نے سب سے بڑے پادری کو بلوایا۔ جسکی رائے کو سب اہل روم قابل احترام سمجھتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے تھے۔ جب اسے یہ خط سنایا گیا تو وہ کہنے لگا۔

هُوَ وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ بَشَّرَنَا بِهٖ مُوْسٰی وَعِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ هُوَ وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ بَشَّرَنَا بِهٖ مُوْسٰی وَعِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

"خدا کی قسم یہ وہی رسول خدا ہے جس کی بشارت حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دے چکے ہیں۔ بخدا یہ حضرت موسیٰ و عیسیٰؑ کی بشارت کا مصداق اور اللہ کا سچا رسول ہے"۔ قیصر نے کہا میں تمہاری بات سمجھتا ہوں لیکن یہ میرے لئے ممکن نہیں۔ ورنہ میری حکومت جاتی رہے گی اور اہل روم مجھے قتل کر دیں گے۔ (۱)

---

(۱) یعنی اگر میں نے اس دین اسلام کی اتباع کا اعلان کیا تو اہل روم نہ صرف مجھے تخت حکومت سے نیچے کھینچ ماریں گے بلکہ ایسا اعلان کرتے ہی پکڑ کر قتل کر دیں گے اور اس کا یہ خیال بالکل صحیح تھا۔ جیسا کہ حدیث پیش نظر کی اگلی سطور بتلا رہی ہیں کہ اسقف اعظم۔ جس کے حکم کو اہل روم اپنے لئے واجب العمل سمجھتے تھے وہ عظیم تر مذہبی راہنما تھا مگر جونہی اس نے کلمہ اسلام زبان سے ادا کیا اہل روم نے اس کی تکابوٹی اڑادی۔

اس طرح بخاری شریف میں ہے کہ قیصر جب حمص پہنچا تو معززین روم کو بلوایا اور محل کے تمام دروازے بند کروادیئے پھر اس نے ان سے کہا اے معززین! اگر تم چاہتے ہو کہ ہدایت کا راستہ حاصل کرو اور تمہارا ملک ہمیشہ قائم رہے تو اس پیغمبر کی پیروی اختیار کرلو۔

یہ سن کر وہ وحشی درندوں کی طرح غضبناک ہو کر دروازوں کی طرف لپکے مگر دروازے بند تھے۔ تو وہ کہنے لگے کیا تم ہمیں عیسائیت کو ترک کرنے اور ایک دہقانی کی غلامی کا مشورہ دے رہے ہو۔ ہرقل نے ان کی نفرت دیکھ کر کہا میں تمہیں آزمانا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین پر کس قدر ثابت قدم ہو۔

ظاہر ہے ہرقل نے ایسا اسی لئے کہا تھا تاکہ پتا چلوائے کہ اگر میں اسلام لانے کا اعلان کروں تو ان کا ردعمل کیا ہوگا۔ اور جب اس نے اپنے انجام کی ایک جھلک اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تو بات بدل دی تاکہ جان تو محفوظ رہے۔

جبکہ محمد بن ابی علی کی روایت میں ہے کہ حضرت دحیہ فرماتے ہیں مجھے قیصر نے پھر بلوایا اور کہا اپنے صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جا کر کہہ دینا کہ میں خوب خوب جانتا ہوں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں مگر میں اس ملک سے اپنی جان کیسے چھڑاؤں۔

ثُمَّ اَخَذَ الْكِتَابَ فَوَضَعَهُ عَلٰى رَأْسِهٖ وَقَبَّلَهُ وَطَوَاهُ فِي الدِّيْبَاجِ وَالْحَرِيْرِ وَ جَعَلَهُ فِي سَفَطٍ۔

پھر اس نے آپ کا خط اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا اسے (پیار سے) بوسے دیئے اور دیباج و ریشم میں لپیٹ کر ایک صندوقچے میں رکھوا دیا۔ (۱)

ادھر اس پادری کا یہ حال تھا کہ ہر اتوار کو اس کے پاس عیسائیوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ وہ اپنے حجرے سے باہر نکلا کرتا اور انہیں وعظ و نصیحت کیا کرتا۔ پھر اگلی اتوار تک کے لئے واپس حجرے میں داخل ہو جاتا تھا۔

حضرت دحیہؓ کہتے ہیں میں اس کے حجرے میں جاتا تھا اور وہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات کرتا تھا۔ اب جو اتوار کا دن آیا تو عیسائی لوگ اس کا انتظار کرتے رہے مگر وہ باہر نہ نکلا اور مرض کا بہانہ کر لیا۔ چند ایک بار اس نے ایسے ہی کیا۔ تا آنکہ انہوں نے اسے پیغام بھجوایا کہ تم باہر آؤ گے یا ہم تمہارے حجرے میں آجائیں۔ کیونکہ جب سے تمہارے پاس یہ عربی آیا ہوا ہے تم بدلے بدلے سے لگتے ہو۔

حضرت دحیہؓ کہتے ہیں یہ بات ہونے پر اس نے مجھے بلوایا اور کہا کہ تم اب اپنے ساتھی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ انہیں میرا سلام عرض کرنا اور بتلانا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اس کی ایک پھونک اور ایک کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریمؓ پر ڈالا تھا اور آپ اس کنواری زاہدہ ماں کے بیٹے ہیں۔ عیسائیوں نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی اسے پکڑ کر قتل کر ڈالا۔

اس کے بعد دحیہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آگئے اور ساری بات کہہ سنائی۔ حضرت دحیہؓ جب واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسریٰ کے امیر یمن کی طرف سے بھیجے ہوئے آدمی آئے ہوئے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ شاہ ایران کو خط لکھا تھا تو اس نے صنعا (یمن) میں اپنے امیر کو پیغام بھجوایا اور اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ تمہارے علاقہ سے ایک شخص نے مجھے اپنے دین کی دعوت دی ہے اور بصورت دیگر اطاعت پذیر ہو کر جزیہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے

(۱) شیخ محقق علیہ الرحمہ نے بھی مدارج جلد دوم ص ۳۶۴ پر ارباب سیرت کے حوالے سے قیصر کا یہ عمل لکھا ہے۔ اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر دل سے ایمان لے آیا تھا۔

ورنہ وہ مجھ سے جنگ کرے گا اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو خوں ریزی کرے گا اور بچوں کو گرفتار کر لے گا۔ کیا تم اسے سنبھال سکتے ہو یا میں تمہاری چھٹی کروا دوں؟

چنانچہ امیر صنعاء نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھجوا دیا (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھ کر فرستادوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور پندرہ دن تک وہ بیکار بیٹھے رہے آپ نے ان سے مسلسل اعراض برتا۔ پندرہ دن کے بعد وہ آپ کے پاس آئے آپ نے انہیں دیکھ کر اپنے قریب بلایا اور بتلایا کہ جاؤ اپنے شاہ (کسرائے ایران) کے پاس اسے میرے رب نے آج رات مار ڈالا ہے۔

چنانچہ وہ امیر صنعاء کے پاس پہنچے۔ اسے ساری تفصیل سے آگاہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کسریٰ کے متعلق جو خبر دی تھی وہ بھی بتلائی۔ وہ کہنے لگا تمہیں وہ رات یاد ہے جب اس نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) تمہیں یہ خبر دی تھی۔ انہوں نے کہا وہ فلاں فلاں رات تھی۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ تم نے اسے کیسا پایا۔

قَالُوْا مَا رَاَيْنَا مَلِكًا اَهْيَبَ مِنْهُ لَا يَخَافُ شَيْئًا۔ اِمْنًا لَا يُحْرَسُ، وَلَا يَرْفَعُ اَصْحَابُهُ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ۔

وہ کہنے لگے ہم نے اس سے زیادہ کوئی بارعب بادشاہ نہیں دیکھا اسے کچھ خوف نہیں۔ نہ اس کی کچھ حفاظت کی جاتی ہے، اس کے ساتھی اس کے حضور اونچی آواز سے بات بھی نہیں کرتے۔

حضرت دحیہؓ کہتے ہیں پھر اطلاع آگئی کہ واقعتاً اسی رات کسرائے ایران کو قتل کر دیا گیا تھا۔

کسریٰ شاہ ایران کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

۲۳۱ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کو خط لکھا۔ جسے پڑھ کر اس نے پھاڑ ڈالا۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابن مسیبؒ فرماتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایران کے لئے یہ بددعا کی کہ اللہ ان کی حکومت کو پارہ پارہ کر دے۔ (جیسے انہوں نے خط کو پارہ پارہ کیا)۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عسکری بن سعد بن سہم کو (۱) کسریٰ بن ہرمز شاہ فارس کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جس کا متن یہ تھا۔

---

۲۳۲ (تخریج) بخاری شریف کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر

ا۔ کسریٰ اس وقت میں حکومت فارس کے ہر حکمران کو کہا جاتا تھا جس کا معنی ہے کامیاب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسریٰ کو خط لکھا تھا اس کا نام خسرو بن پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نبی امی محمد رسول (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔
سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہوئے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و لاشریک ہے۔ اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اے کسریٰ! میں تجھے خدائی دعوت پہنچا رہا ہوں میں تمام نسل انسانیت کیلئے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ ہر زندہ انسان کو عذاب آخرت سے ڈراؤں اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔ اے کسریٰ تم ایمان لے آؤ امن میں رہو گے اگر تم ایمان نہ لائے تو سب مجوس کی گمراہی کے تم ذمہ دار ہو گے۔"

کسریٰ نے جب رسول خدا کا یہ خط دیکھا تو اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا: میرا غلام ہو کر مجھے ایسی تحریر بھیجتا ہے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (خط پھاڑے جانے کا ذکر سن کر) فرمایا خدا نے اس کے ملک کے ٹکڑے کر دیئے جیسے اس نے میرے خط کے ٹکڑے کیے ہیں۔

بعد ازاں کسریٰ نے فرماں روائے یمن باذان کو یہ حکم بھیجا کہ حجاز میں ظاہر ہونے والے اس شخص (نبی ﷺ) کے پاس دو طاقتور آدمی بھیجو جو اسے پکڑ کر میرے پاس لے آئیں۔ تو باذان نے اپنے معتمد خاص ابابوہ کو جو اس کا نگران منشی تھا کسریٰ کا خط دے کر بھیجا۔ اور خرخسرو نامی ایک آدمی بھی اسے ساتھ دیا اور رسول کریم ﷺ کو حکم نامہ بھیجا کہ آپ ان کے ساتھ کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ یہ دونوں آدمی روانہ ہوئے، یمن پہنچے وہاں ان کی چند قریشی لوگوں سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کے متعلق ان سے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپ تو مدینہ طیبہ چلے گئے ہیں۔ پھر وہ قریشی خوش ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ مبارک ہو۔ اب بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے اسے پکڑنے کا فرمان جاری کر دیا ہے اب تمہارا کام تو ہو گیا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ ابابوہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے باذان بادشاہ کو فرمان بھیجا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیجے جائیں جو آپ کو لے کر کسریٰ کے پاس پہنچیں۔ تو اس کام کیلئے میں آیا ہوں تاکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو باذان آپ کی حمایت میں کسریٰ کے نام خط لکھ دے گا اور آپ سزا سے بچ جائیں گے ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ آپ کو آپ کے ساتھیوں سمیت ہلاک کر دے گا اور تمہارا علاقہ برباد کر ڈالے گا۔

جب وہ دونوں رسول پاک ﷺ کے پاس آئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور لمبی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا: تمہاری بربادی ہو تمہیں ایسا حلیہ بنانے کا حکم کس نے دیا ہے؟ کہنے لگے: ہمیں ہمارے رب یعنی کسریٰ نے یہ حکم دیا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مگر میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا: اب تم چلے جاؤ۔ کل میرے پاس آنا! ادھر رسول کریم ﷺ کے پاس آسمان سے خبر آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کیا اور اس نے اسے فلاں ماہ میں فلاں رات کے اتنے بجے قتل کر دیا ہے۔

آپ نے ان فرستادوں کو بلا کر کسریٰ کے قتل سے آگاہ کیا۔ وہ کہنے لگے تم کو معلوم ہے کیا کہہ رہے ہو؟ ہم اس بری خبر کا تم سے بڑی آسانی کے ساتھ انتقام لے سکتے ہیں۔ کیا ہم اپنے فرمانروا کو تمہارے حوالے سے یہ خبر پہنچا دیں؟ آپ نے فرمایا اسے میری طرف سے اطلاع کر دو اور اسے یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب کسریٰ کی ساری سلطنت کو اپنی آغوش میں لینے والی ہے۔ اور جہاں تک انسانوں کے پاؤں اور گھوڑوں کے سم پہنچ سکتے ہیں وہاں تک میرا دین بھی جا پہنچے گا اور اسے یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تمہاری حکومت تمہارے ہاتھ میں رہنے دوں گا اور اپنی قوم کے تم ہی فرمانروا ہو گے۔

پھر آپ نے خر خسرو کو ایک ہمیانی دی جس میں کچھ سونا چاندی تھی اور وہ کسی بادشاہ نے آپ کو ہدیہ بھیجی تھی۔ چنانچہ وہ دونوں یہاں سے رخصت ہو کر فرمانروائے یمن باذان کے پاس پہنچے اور اسے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہو سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنے دعویٰ کے مطابق یہ نبی ہے اور ہم اس کی خبر کی تصدیق کے منتظر ہیں۔ اگر وہ صحیح ثابت ہوئی تو پھر اس میں کچھ کلام نہیں کہ وہ سچا رسول ہے (۱) اور اگر خلاف واقعہ نکلی تو پھر ہم اس کے بارہ میں کچھ سوچیں گے۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ شیرویہ کی طرف سے باذان کو یہ خط آ پہنچا۔

امابعد، میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ اور اس لئے کیا ہے کہ وہ اہل فارس کے شرفاء کے قتل کا خوگر تھا اور ان کے لشکروں کو ناحق تباہ کر رہا تھا۔ جب تمہارے پاس میری تحریر پہنچے تو اپنے اہل ملک سے میری اطاعت کا عہد لو اور جس حجازی شخص کے بارہ میں کسریٰ نے تمہیں خط میں پیغام بھجوایا تھا۔ اس کے بارے میں میری طرف سے دوسرا آرڈر آنے تک کچھ اقدام نہ کیا جائے۔

فَلَمَّا انْتَهٰى كِتَابُ شَيْرَوَيْهِ اِلٰى بَاذَانَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ لَرَسُوْلٌ فَاَسْلَمَ وَاَسْلَمَتِ الْاَبْنَاءُ مِنْ فَارِسٍ مَّنْ كَانَ مِنْهُمْ بِالْيَمَنِ۔

شیرویہ کی تحریر پڑھ کر باذان پکار اٹھا کہ بلاشک یہ آدمی سچا رسول ہے تو اسی وقت فرمانروائے یمن نے کلمہ اسلام پڑھ لیا اور اس کے ہاں جتنے اہل فارس رہتے تھے وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(۲)

---

(۱) گویا ابھی قتل کسریٰ کی خبر مدائن سے صنعاء میں بھی نہ پہنچ پائی تھی۔ وجہ یہی ہے کہ اس دور میں ذرائع ابلاغ ایسے ہی غیر ترقی یافتہ تھے مگر حضور ؐ کو اس کی اطلاع بذریعہ وحی مل گئی تھی۔

(۲) بعد ازاں باذان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر تعلق قائم رہا تا آنکہ حجۃ الوداع کے بعد باذان انتقال کر گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کے بیٹے مسہر بن باذان کو والی یمن بنایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ہر علاقہ میں صحابہ کرام بھیجے جو اپنے اپنے علاقہ میں حاکم بھی تھے اور قاضی بھی۔

اس بناء پر قبیلہ حمیر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سونا چاندی کی ہمیانی لانے والے مذکورہ شخص کو خرخسرو کہتے تھے، کیونکہ اس ہمیانی کو اہل حمیر معجزہ کہتے تھے اور خسرو کا معنی ہے معجزہ تو خرخسرو کا مطلب ہوا صاحب معجزہ اس لئے اب تک اس کی اولاد کو خرخسرو صاحب معجزہ کی اولاد کہا جاتا ہے۔

بابویہ نے باذان کو یہ بھی بتلایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی شخص کو پُرہیبت نہیں پایا باذان نے پوچھا کیا ان کے پاس پہرہ دار بھی تھے اس نے کہا نہیں۔

غلبہ روم کے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ کی مشرکین سے شرط بندی

(۲۳۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں جب رومیوں کی اہل فارس سے جنگ ہوئی تو مسلمانوں کی تمنا تھی کہ رومی غالب آئیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے جبکہ مشرکین مکہ اہل فارس کے بت پرست ہونے کی وجہ سے انکا غلبہ چاہتے تھے۔ مگر رومیوں کو شکست ہوگئی جس سے مسلمانوں کو افسوس ہوا (۱) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس امر کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا اہل فارس کو عنقریب شکست ہوگی۔ ابو بکر صدیق نے جا کر مشرکین کو بتلایا۔ وہ کہنے لگے ہم سے ایک مدت مقرر کرو۔ اگر اس دوران رومی غالب آگئے تو ہم اتنی رقم دیں گے اور اگر مغلوب رہے تو اتنا پیسہ ہم تم سے وصول کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے پانچ سال مقرر کر دیئے مگر پانچ سال یونہی گزر گئے۔ تو ابو بکر صدیق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے دس سے کچھ کم (یعنی نو) سال کیوں نہ مدت مقرر کی؟

سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ روم کے متعلق بضع سنین (چند سال) کی پیش گوئی کی تھی اور لفظ بضع نو تک بولا جا سکتا ہے۔ اور حقیقت ہے کہ رومی مغلوب ہونے کے بعد نو سال کے اندر اندر ہی اہل فارس پر غالب آگئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔

الم رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔ اللہ ہی کے لئے ہے قدرت پہلے اور بعد بھی۔ اور اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ (سورۃ روم آیت ۱)

---

(۱) یہ مکی دور میں ۱۰ھ بعثت کی بات ہے جیسا کہ مدارج النبوت میں شیخ محقق کی تحقیق ہے۔

حضرت سفیان کہتے ہیں میں نے سنا ہے کہ رومی جنگ بدر کے دن غالب آئے تھے۔

(۲۳۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الم غلبت الروم کے تحت ابو بکر صدیق کی ابی بن خلف کے ساتھ شرط بندی بیان کی ہے اور کہا ہے کہ رومی اہل فارس پر صلح حدیبیہ کے دن کامیاب ہوئے تھے۔ جبکہ اس آیت کے نزول کو سات سال پورے ہونے والے تھے۔ (۱)

شیخ (ابو نعیمؒ) کہتے ہیں اس واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جو دلالت قائم ہوتی ہے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے مغلوب ہو جانے کے بعد ان کے غالب آ جانے کی پیش گوئی فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زبانی مومنوں کو یہ خبر سنا کر ان کے دلوں سے وہ غم دور کر دیا جو رومیوں پر اہل فارس کے غلبہ سے پیدا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

رہا یہ امر کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے ابتداء جو شرط لگائی تھی وہ پوری نہ ہو سکی تو اس لئے کہ وہ آپ کی تحری اور اجتہاد کی بنیاد پر تھی۔ جس میں اصابت اور خطا دونوں کا احتمال تھا۔ جب اصابت ظاہر نہ ہو سکی تو اسے جناب صدیق اکبر کی تحری میں واقع ہونے والی خطا ہی کہا جا سکتا ہے جبکہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی خبر میں کوئی خطا نہ تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی سن مقرر نہ کیا تھا۔

---

(۱) اگرچہ اس بارے میں کہ روم کو فارس پر فتح حاصل ہونے کی قرآنی پیش گوئی کب پوری ہوئی۔ روایات مختلف ہیں تاہم زیادہ قوی اور صحیح یہی ہے کہ روز بدر نہیں روز حدیبیہ میں اس وعدہ الٰہی کی تکمیل ہوئی تھی۔ پیچھے حدیث نمبر ۲۳۰ میں ابن عباسؓ کی روایت سے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت دحیہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر قیصر روم کے پاس گئے تو ان دنوں وہ فارس پر اپنی عظیم الشان فتح کا شکرانہ ادا کرنے کو بیت المقدس گیا ہوا تھا، اور اس میں کیا شک ہے کہ شاہان ارض کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطوط ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے فوراً بعد روانہ فرمائے ہیں خود اسی حدیث نمبر ۲۳۰ میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ روز حدیبیہ میں ہی اس فتح کا وقوع قرین قیاس ہے نہ کہ روز بدر میں اور راقم الحروف کی ناقص رائے میں ان دونوں روایات میں وجہ توفیق بھی ممکن ہے اس لئے کہ قیصر روم نے سب سے پہلے قسطنطنیہ کے قریب ایرانی فوجوں کو شکست دی پھر سمندر عبور کر کے شام کے ساحل پر اترا اور فارسی لشکروں کو شکست پہ شکست دیتا اور شہر پہ شہر فتح کرتا ہوا طوفان کی طرح بڑھتا چلا گیا اور فارس کے پایہ تخت مدائن پر جا قبضہ کیا تو ممکن ہے رومیوں کی پہلی فتح روز بدر ہو اور آخری روز حدیبیہ، فارس اور روم کی مذکورہ جنگوں کی تفصیل کے لئے تاریخ ابن خلدون اور البدایہ وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

بس چند سالوں میں غلبہ روم کا مژدہ سنایا تھا اور اس میں کیا شک ہے کہ چند سالوں میں ہی اللہ کے فرمان کے مطابق رومیوں کو اہل فارس پر مثالی فتح حاصل ہو گئی (۱) اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور آپ کے "دلائل النبوۃ" میں سے ایک دلیل بین تھی۔

۱۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ابو بکر صدیق کے شرط مقرر کرنے کے بعد حالات نے اس کی تکذیب ہرگز نہیں کی یعنی یہاں کوئی ایسی پریشان کن صورت حال نہیں جس کا حل تلاش کیا جائے۔ اس لئے کہ تقریباً بھی احباب سیر نے یہی بیان کیا ہے کہ رومیوں کی شکست کے بعد مذکورہ آیت مبارک کے نازل ہونے پر ابو بکر صدیق نے ابی بن خلف سے شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومیوں کو اہل فارس پر فتح نہ ہوئی تو میں تمہیں دس جوان اونٹ دوں گا اور اگر فتح ہو گئی تو دس اونٹ تم دو گے اور پھر ابو بکر صدیق نے اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا تم جاؤ اور شرط کی مدت بھی بڑھا دو اور اونٹوں کی تعداد ۱۰۰ مقرر کر دی۔ ابی بن خلف نے بھی اسے منظور کر لیا۔ چنانچہ آیت کے نزول کے سات سال بعد یوم حدیبیہ کو وعدہ الٰہی پورا ہوا اور روم کو فارس پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ "کذا نقلہ الشیخ المحقق عن روضۃ الاحباب"

پھر اس فتح کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے مکہ مکرمہ میں اپنا آدمی بھیجا جس نے ابی بن خلف کے ورثا سے شرط کے مطابق ۱۰۰ اونٹ وصول کئے جنہیں ابو بکر صدیق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر صدقہ کر دیا جبکہ ابی بن خلف جنگ احد میں واصل جہنم ہو گیا تھا۔

لمحہ فکریہ: قرآن کریم کی یہ پیش گوئی اور اس کی تکمیل غیر مسلم اقوام کے لئے ایک بڑا درس عبرت وہدایت ہے تاریخ زوال رومن ایمپائر اور انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد نمبر ۱۷ وغیرہ میں مذکور ہے کہ کسریٰ ایران نے فتح کے بعد ہرقل روم کو لکھا "سب خداؤں کے خدا خسرو کی طرف سے اس کے کمینے بندے کے نام، او کمینے! اگر تجھے اپنے خدا پر بھروسا ہے تو اس نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے کیوں نہ بچایا۔" یہ تحریر پڑھ کر ہرقل کانپ اٹھا اور اس شکست خوردہ فرمانروا نے خسرو کے ہاں اپنا سفیر بھیجا کہ میں تیری اطاعت قبول کرتا ہوں۔ مگر خسرو یہ درخواست سن کر غصے سے پاگل ہو گیا اور کہنے لگا "سفیروں سے میں کلام نہیں کرنا چاہتا بلکہ خود ہرقل کو زنجیر ڈال کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔

ایسے میں ہرقل کی کامیابی کی بشارت قرآن نے سنائی اور ہرقل خدا پر بھروسا کر کے پھر اٹھا اور کامیاب ہوتا چلا گیا۔ بتلایئے اس سے بڑھ کر قرآن کی صداقت اور اس کے وحی الٰہی ہونے کی اور کیا دلیل ہے۔ چنانچہ ایک انگریز مورخ ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) اپنی کتاب رومن ایمپائر (ROMAN EMPIRE) جلد ۴ صفحہ ۵۱۴ میں لکھتا ہے۔

AT THE TIME THIS PREDICTION IS SAID TO HAVE BEEN DELIVERED NO PROPHECY COULD BEMORE DISTANT FROM ITS ACCOMPLISHMENT SINCE. THE FIRST TWELVE YEARS OF HERACLIUS ANNOUNCED THE APPROACHINING DISSOLUTION OF THE EMPIRE.

(ترجمہ) جن حالات میں یہ پیشین گوئی جاری کی گئی ہے ایسے میں اس سے زیادہ ناممکن کوئی اور پیشین گوئی نہیں ہو سکتی۔

نجران کے عیسائیوں کا مباہلہ سے فرار (۱) اور شان محمدی

(۲۳۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (نجرانی عیسائی وفد کے قائدین) عاقب اور طیب (۲) آئے آپ نے انہیں دعوت اسلام دی۔ وہ کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتلا دوں کہ تم اسلام میں کیوں نہیں داخل ہونا چاہتے؟ کہنے لگے ہاں بتلاؤ! آپ نے فرمایا صلیب سے محبت شراب نوشی کی عادت اور خنزیر خوری کی لت تمہیں اسلام سے روکے ہوئے ہے (مگر وہ نہ مانے اور عیسائیت پر ڈٹے رہے)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مباہلہ کرنے کی دعوت دی۔ (۳) انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم کل (مباہلہ کے لئے) آجائیں گے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگلے روز مباہلے کے لئے نکلے۔ اور حضرت علی سیدہ فاطمہ اور حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لے آئے پھر ان عیسائیوں کو پیغام بجھوایا۔ مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور اپنے دین پر اڑے رہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَوْ فَعَلَا لَاَمْطَرَ الْوَادِیْ عَلَيْهِمَا نَارًا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اگر یہ عیسائی مباہلہ کرتے تو یہ وادی ان پر آگ برساتی (حضرت) جابرؓ کہتے ہیں چنانچہ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔

(ترجمہ) تو آپ فرما دیں کہ آؤ ہم اپنے بچے لاتے ہیں تم اپنے لاؤ۔ ہم اپنی عورتیں لاتے ہیں تم اپنی لاؤ اور ہم خود بھی آتے ہیں اور تمہیں بھی بلاتے ہیں۔ پھر جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (نزول

بتلایئے ان حالات میں اس پیشین گوئی کا جلد وقوع پذیر ہو جانا جبکہ غیر مسلم مؤرخین بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ بظاہر یہ ایک ناممکن الوقوع پیشین گوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ورسالت پر ایک عظیم الشان برہان مبین نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱)۔ آگے حدیث نمبر ۲۳۶ کے حاشیہ میں اس واقعہ کا پس منظر اور تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)۔ مگر دیگر روایات میں طیب کی جگہ السید آیا ہے اگلی احادیث میں بھی السید ہی آرہا ہے۔

(۳)۔ مباہلہ یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں سے ہر کوئی اللہ سے یہ دعا کرے کہ اگر ہم سچے ہیں تو ہمارے دشمن پر عذاب نازل فرما۔

عذاب) کی دعا کرتے ہیں۔ (سورہ آل عمران آیت ۶۱)

شعبی ؒ کہتے ہیں حضرت جابرؓ نے کہا۔ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ہیں جبکہ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ سے حضرات حسنین اور وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں۔

(۲۳۵) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ کل چودہ آدمی تھے۔ جن میں السید جوان میں سب سے بڑا آدمی تھا اور عاقب بھی تھے۔ عاقب بھی السید کے بعد ان سب میں صاحب رائے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے کہا۔ تم لوگ اسلام لے آؤ وہ کہنے لگے ہم اسلام لا چکے ہیں (یعنی جس دین پر ہم ہیں یہی اسلام ہے اور صحیح دین ہے) آپ نے فرمایا تم اسلام نہیں لائے۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا جھوٹ کہتے ہو تمہیں تین چیزوں نے اسلام سے روک رکھا ہے صلیب کی پرستش، خنزیر خوری اور تمہارا یہ گمان کہ اللہ کی اولاد ہے۔

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

بے شک (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک (حضرت) آدم جیسی ہے۔ جنہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا انسان ہو جاؤ تو وہ ہو گئے تھے۔ (سورہ آل عمران آیت ۵۹)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت سنائی تو وہ کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں چنانچہ پھر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ الخ

تو جو شخص اس بارے میں آپ سے جھگڑے بعد ازاں کہ آپ کے پاس علم آچکا تو آپ فرمائیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹے بھی بلاتے ہیں اور تمہارے بھی۔

نَبْتَهِلْ کا مطلب یہ ہے کہ ہم خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کریں گے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا پیغام لائے ہیں وہ حق ہے اور اے عیسائیو! جو کچھ تم کہتے ہو غلط ہے اور اے اللہ تو غلط کہنے والوں پر عذاب اتار دے۔

نجرانی عیسائیوں کا اعتراف حق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر تم (دلائل سے) اسلام قبول نہ کرو تو میں تم سے مباہلہ کروں۔ وہ کہنے لگے اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس بارے میں واپس جا کر مشورہ کریں گے اور آپ کو اس سے آگاہ کر دیں گے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ علیحدگی میں اکٹھے ہوئے اور سب نے آپ کو سچا قرار دیا اور السید نے عاقب سے کہا۔

قَدْ وَاللّٰهِ عَلِمْتُمْ اَنَّ الرَّجُلَ لَنَبِیٌّ مُّرْسَلٌ وَّلَئِنْ لَاعَنْتُمُوْهُ اِنَّهٗ لَاسْتِئْصَالُكُمْ وَمَا لَاعَنَ قَوْمٌ نَبِيًّا فَبَقِیَ كَبِيْرُهُمْ وَلَا نَبَتَ صَغِيْرُهُمْ۔

خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ یہ آدمی سچا رسول ہے اور اگر تم نے اس سے مباہلہ کیا تو بیخ و بن سے اکھڑ جاؤ گے کیونکہ جس قوم نے بھی کسی نبی سے مباہلہ کیا ہے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور اگر تم نے اس کی اتباع نہیں کرنی ہے اور اپنے دین پر ہی ڈٹے رہنا ہے تو پھر اس سے آئندہ کبھی دوبارہ آنے کا وعدہ کر لو اپنے وطن کو لوٹنے کی سوچو۔

ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے چند افراد کو لے کر نکلے جو حضرت علی سیدہ فاطمہ اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہم تھے آپ نے ان سے فرما دیا تھا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اتنے میں (عیسائی وفد کا ایک آدمی) عبدالمسیح اپنے بیٹے اور بھتیجے کو لے کر آیا اور اس نے مباہلے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم جزیہ ادا کرنے پر تیار ہیں اور کہا کہ اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے دین پر قائم رہتے ہیں اور آپ سے اور آپ کے دین سے کوئی پرخاش نہیں رکھتے۔ آپ ہمارے ساتھ اپنے صحابہ میں سے کوئی آدمی بھیج دیں جو ہمارے ہاں منصب قضا سنبھالے اور ہمارے درمیان عادلانہ فیصلے کیا کرے۔ آپ نے فرمایا رات کو میرے پاس آنا میں تمہارے ساتھ کسی طاقتور اور امانت دار آدمی کو روانہ کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (۱) کو منتخب فرمایا اور انہیں بلا کر فرمایا اس قوم کے ساتھ چلے جاؤ اور وہاں لوگوں کے درمیان حق و انصاف سے فیصلے کیا کرو۔ (۲)

(۲۳۶) حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہتے ہیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ

---

(۱) طبقات ابن سعدؒ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں سے کہا جب کہ آپ نے ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ کہ یہ ہماری امت کا امین ہے۔ ابوعبیدہ دارارقم میں جانے سے قبل اسلام لائے۔ حبشہ کو ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب فہر بن مالک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے وباء عمواس میں مرض طاعون سے ۱۸ھ میں وفات پائی۔

(۲) نجران یمن کا ایک علاقہ ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو پڑھ کر یمن کا فرمانروا باذان اسلام لے آیا تو وہاں کے عوام بھی اسلام لانے لگے۔ ایسے میں وہاں کے چند عیسائی پادری ساٹھ افراد کا وفد لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۱۰ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے اور حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کے متعلق کج بحثی شروع کر دی آپ نے انہیں ہر طرح کے دلائل سے توحید کی حقیقت واضح کی مگر وہ نہ مانے۔ تو آپ نے قرآن کریم کی مذکورہ آیات کے مطابق انہیں دعوت مباہلہ دی اور اگلے روز حضرت علی سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ

میں تشریف آوری سے قبل) میں نے ایک بار علماء یہود سے کہا کہ میں اپنے باپ دادا حضرت ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام کی تعمیر کردہ مسجد (کعبہ شریف) میں جا کر تجدید عہد کرنا چاہتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ وہ یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑے جبکہ آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اس وقت ہوئی جب لوگ حج سے فارغ ہو چکے تھے اور حضور منیٰ میں تشریف رکھتے تھے۔ لوگ آپ کے آس پاس بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور انہیں دیکھ کر فرمایا تم عبداللہ بن سلام ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میرے قریب آؤ وہ کہتے ہیں میں آپ کے قریب ہو گیا آپ نے فرمایا اے عبداللہ میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں بتلاؤ کیا تورات میں مجھے رسول اللہ نہیں لکھا گیا؟...... میں نے آپ سے کہا آپ ہمیں ہمارے رب کی تعریف سنایئے! اتنے میں حضرت جبریل آکر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور یہ الفاظ کہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ساجھی ہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سورۃ پڑھ کر سنائی۔ عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں میں پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

بعد ازاں حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ طیبہ واپس چلے آئے اور اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ وہ کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں اس وقت ایک کھجور کے درخت کے تنے پر چڑھ کر اسے درست کر رہا تھا۔ مجھے آپ کی آمد کی خبر ہوئی میں نے چھلانگ لگا دی،

عنہم کو ساتھ لے کر میدان میں نکلے تو عیسائیوں میں سے بھی بعض نے مقابلے میں آنا چاہا مگر ان میں سے ابو الحارث بن علقمہ نے جو ان میں سب سے عالم تھا کہنے لگا مجھے یقین ہے کہ یہ اللہ کا سچا رسول ہے اور یہ پانچ افراد (پانچ تن پاک) کی میں ایسی پاکیزہ صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے خواہش کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں ان سے مقابلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، چنانچہ یہ لوگ اسلام تو نہ لائے مگر اپنے علاقہ کی طرف سے جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو گئے اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان پر عامل و قاضی مقرر کیا گیا جن کی مسلسل کوشش سے یہ سب وفد بعد میں اسلام لے آیا۔

میری والدہ نے کہا۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے اگر تمہیں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آمد کی اطلاع دی جائے تو یقیناً تم درخت کے سب سے اوپر والے حصے سے بھی خود کو نیچے گرا دو گے۔ میں نے کہا بخدا مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے بھی وہ خوشی نہ ہوتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے تین سوالات کے دلچسپ جوابات

(۲۳۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام اپنے کھجوروں کے باغ میں تھے انہیں خبر ہوئی تو فوراً. آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا میں آپ سے چند چیزیں پوچھنا چاہتا ہوں جن کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے۔ اگر آپ نے جواب دے دیا تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ (۱) چنانچہ انہوں نے یہ سوالات کئے۔

نمبر۱ بچہ کبھی ماں کا ہم شکل ہوتا ہے کبھی باپ کا اس کی کیا وجہ ہے؟

نمبر۲ روز قیامت سب سے پہلے کونسی چیز ظاہر ہو کر لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرے گی؟

نمبر۳ اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا کونسا ہو گا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی جبرئیل امین نے آکر یہ چیزیں بتلا دی ہیں۔ عبداللہ کہنے لگے جبرئیل کو تو یہود اپنا دشمن سمجھتے ہیں پھر آپ نے یہ جوابات دیئے۔

۱۔ اگر مرد کا نطفہ رحم مادر میں پہلے چلا جائے تو شباہت کا قرعہ باپ لے جاتا ہے اور اگر عورت کا نطفہ مرد سے پہلے رحم میں اتر جائے تو بچہ ماں سے ہم شکل ہو جاتا ہے۔

---

(۱) حالانکہ اس سے قبل والی حدیث نمبر ۲۳۷ میں یہ گزرا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منیٰ میں حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے تھے جبکہ زیر نظر حدیث میں ہے کہ ہجرت کے بعد عبداللہ بن سلام نے تین سوالات پیش کئے اور کہا کہ اگر ان کا جواب مل جائے تو میں اسلام لے آؤں گا۔ اس لئے بظاہر تعارض بین الحدیثین ہے تاہم ہماری ناقص رائے میں ایک وجہ توفیق و تطبیق بھی ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے (اگر آپ مجھے ان کا جواب دے دیں تو میں ایمان لے آؤں گا) کا معنی یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ میں ایمان میں پختہ ہو جاؤں گا یعنی جو ایمان میں پہلے سے قبول کر چکا ہوں اس میں مجھے مزید استقامت مل جائے گی۔ اور قرآن کریم میں استقامت فی الایمان کو ایمان لانے سے تعبیر کیا گیا ہے ارشاد ربی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ تو جو پہلے سے ایمان والے ہیں ان کے دوبارہ ایمان لانے سے مراد ان کا ایمان میں پختہ ہونا ہے۔

۲۔ سب سے پہلے روز قیامت میں آگ ظاہر ہو گی جو مشرق سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی مغرب میں لے جائے گی (جہاں میدان حشر قائم ہو گا)

۳۔ اہل جنت سب سے پہلے بیل کا سر اور مچھلی کا جگر کھائیں گے۔

عبداللہؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ یہود بڑی "بہتان طراز قوم ہے۔ جب انہیں میرے اسلام لانے کی خبر ہو گی تو مجھ پر بہتان بازی کریں گے اور میرے متعلق نامناسب باتیں بنائیں گے۔ آپ مجھے چھپا کر رکھیں اور پیغام بھیج کر انہیں بلوالیں۔ چنانچہ آپ نے یہود کو بلوالیا اور فرمایا اے یہود عبداللہ کا تمہارے ، ہاں کیا مقام ہے؟ کہنے لگے۔

سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَخَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا

وہ ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے۔ ہم میں سے بڑا عالم ہے اور بڑے عالم کا بیٹا ہے ہم سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔) آپ نے فرمایا کیا خیال ہے؟ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو؟ یہود کہنے لگے اللہ اسے اسلام سے پناہ میں رکھے وہ کبھی اسلام نہیں لا سکتا آپ نے آواز دی اے ابن سلام باہر نکل آؤ۔ تو وہ پردے کی اوٹ سے سامنے آگئے اور کہہ رہے تھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

قَالُوْا بَلْ هُوَ شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَجَاهِلُنَا وَابْنُ جَاهِلِنَا۔

یہود کہنے لگے نہیں یہ تو ہم میں سب سے بُرا آدمی ہے اور سب سے بُرے آدمی کا بیٹا ہے۔ سب سے جاہل ہے اور سب سے بڑے جاہل کا بیٹا ہے۔ عبداللہ کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ یہ بہتان طراز قوم ہے؟ (۱) ☆

روح کے متعلق یہود کا سوال اور نزول وحی

(۲۳۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ سے باہر ایک کھیت میں کہیں جا رہا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کا عصا تھا جسے ٹیک ٹیک کر آپ چل رہے تھے۔

ہم یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے۔ ان میں سے کچھ کہنے لگے اس سے کچھ پوچھو ممکن ہے کوئی ایسی بات بتلا دے جو ہم ناپسند رکھتے ہوں۔ بعض کہنے لگے ہم تو ضرور کچھ پوچھیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) روح کیا چیز ہے آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں (عبداللہ بن مسعودؓ) سمجھ گیا کہ آپ پر وحی اترنے لگی ہے۔ چنانچہ میں ایک طرف ہو گیا۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہو گئی تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

☆ (۱) امام بخاری علیہ الرحمہ نے مختلف طرق سے حضرت انس سے یہ حدیث مختلف ابواب میں روایت کی ہے۔

الوصل الثانی

جنات (۱) کا دربار رسالت میں آکر اسلام قبول کرنا اور جنات کے متعلق دیگر وارد شدہ احادیث

سانپ وغیرہ سے تین مرتبہ کہو کہ بھاگ جاؤ نہ بھاگے تو مار دو (الحدیث)

(۲۳۹) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ قَدْ اَسْلَمُوْا فَمَنْ رَاٰی مِنْ هٰذِهِ الْعَوَامِرِ شَیْئًا فَلْیُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَاِنْ بَدَا لَهٗ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَلْیَقْتُلْهُ فَاِنَّهٗ شَیْطَانٌ۔

۱۔ جن کیا ہوتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے اس بارے میں بعض لوگ مبتلائے شکوک ہیں بلکہ ہمارے دور کے بعض ملاحدہ نے وجود جنات کا سرے سے انکار کیا ہے اور ان کے خیال کے مطابق جن ان انسانوں کو کہتے ہیں جو انسانی آبادی سے چھپ کر جنگلوں میں رہتے ہیں جن کی حقیقت اور کچھ نہیں۔ مگر ان کا یہ خیال قطعی غلط ہے۔ قرآن کریم نے اس بارے میں کافی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ سورہ الرحمٰن میں ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ

ترجمہ:۔ انسان کو ٹھیکری کی طرح کھڑکھڑاتی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو شعلہ بار آگ سے اسی طرح سورہ حجر میں ہے کہ جنوں کو انسانوں سے پہلے پیدا کیا گیا۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔

اور جنوں کو ہم نے اس (انسان) سے قبل بے دھواں گرم تر آگ سے پیدا کیا۔ (سورہ حجر آیت ۲۷)

اور یہ تو واضح ہے کہ قرآن نے جا بجا کہا ہے کہ انسان اور جن دو علیحدہ علیحدہ مخلوق ہیں ارشاد ہے۔

لَا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ وَغَیْرُ ذَالِكَ۔

بہر حال جن ایک روحانی غیر جسمانی مخلوق ہے۔ مگر وہ جس جسم اور شکل و صورت کو چاہیں اپنا سکتے ہیں وہ انسانی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں اور مختلف حیوانی اشکال میں بھی۔ ان میں نر و مادہ بھی ہوتے ہیں اور باہم نکاح سے ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ یہ کافر و فاسق بھی ہوتے ہیں اور مومن و متقی بھی۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں روحانی مخلوق کی تین اقسام ہیں (۱) سراسر خیر۔ وہ فرشتے ہیں۔ (۲) سراسر شر۔ وہ شیاطین ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جس میں کچھ افراد اخیار ہیں اور کچھ اشرار اور وہ جن ہیں۔

بے شک مدینہ میں کچھ جن اسلام لائے ہیں تو اگر کوئی شخص گھروں میں رہنے والی ان چیزوں (سانپ، چوہے وغیرہ) کو دیکھے تو اسے تین مرتبہ بھاگ جانے کو کہے اگر تیسری مرتبہ کے بعد پھر نظر آئے تو اسے مار دے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (۱)

کفار جنوں کو پوجتے رہے اور وہ جن مسلمان ہو چکے تھے

(۲۴۰) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ کفار بعض جنوں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جن اسلام لے آئے جبکہ وہ کفار تاہنوز ان کی پرستش میں مصروف تھے۔ چنانچہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

وہ (جنات) جنہیں یہ پوجتے ہیں وہ تو اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۵۷)

(۲۴۱) انہی عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آیت

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ الخ۔

ایک عرب فرقے کے متعلق نازل ہوئی جو بعض جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن تو اسلام لے آئے مگر یہ انسان ابھی تک ان کی عبادت میں منہمک تھے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

جن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقات حاضر کرتے تھے

(۲۴۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں۔ ایک آدمی خیبر سے نکلا کہیں جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی نکل آئے۔ اتنے میں ان دونوں کے پیچھے ایک چوتھا آدمی بھی شہر سے بر آمد ہوا۔ اس نے ان دونوں کو آواز دی کہ لوٹ آؤ۔ چنانچہ اس نے قریب آکر ان دونوں کو سمجھایا اور انہیں واپس کر دیا۔ پھر وہ اگلے آدمی کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ یہ دو شیطان تھے۔ میں ان سے جھگڑتا رہا ہوں تا آنکہ انہیں لوٹا دیا ہے۔ تاکہ وہ تمہیں کچھ نقصان نہ دیں۔ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو تو آپ کو میری طرف سے سلام کہنا اور بتلانا کہ ہم اپنے صدقات جمع کر رہے ہیں اگر وہ آپ کے لئے کار آمد ہوں تو ہم انہیں آپ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔

---

(۱) کیونکہ اگر وہ سانپ در حقیقت عوامر بیوت یا مسلمان جنوں میں سے ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور اسے تمہارے ہاتھوں سے محفوظ رکھے گا ایسے میں ممکن ہے تمہارے لئے کوئی پریشانی بن جائے جبکہ بصورت دیگر کافر جن کی مدد نہ کی جائے گی اور اللہ اسے تمہارے ہاتھوں میں مسخر کر دے گا تاکہ تم اسے قتل کر سکو۔

چنانچہ وہ آدمی مدینہ طیبہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات عرض کر دی تب سے آپ نے لوگوں کو (رات کے وقت) تنہا باہر نکلنے سے منع کر دیا۔

(۲۴۳) حضرت عاصم (جو مشہور سبعہ قراء میں سے ہیں) حضرت زرؓ سے اس آیت مبارکہ

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (سورہ احقاف آیت ۲۹)

اور جب ہم نے آپ کے پاس کچھ جن بھیجے تاکہ وہ کان لگا کر قرآن سنیں۔ پھر جب وہ قرآن سننے کے لئے پہنچے تو کہنے لگے خاموش رہو۔ جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے واپس چلے۔

کے تحت روایت کرتے ہیں کہ وہ ۹ جن تھے۔ ان میں سے ایک زوبعہ بھی تھا۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے صہ (چپ رہ) (۱)

(۲۴۴) معن بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے مسروق سے ایک بار سوال کیا کہ جس رات جن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن سننے حاضر ہوئے تھے تو آپ کو کس چیز نے ان کی آمد سے مطلع کیا تھا؟ انہوں نے کہا مجھے تمہارے باپ عبداللہ بن مسعود نے بتلایا تھا کہ ببول کے درخت نے آپ کو ان کے بارے میں خبر کی تھی۔ اور ایک بار انہوں نے کہا تھا کہ کسی درخت نے خبر کی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے والے آخری جن کی وفات

(۲۴۵) بشر بن عبداللہ ناجی کہتے ہیں میں امام حسن بن ابی الحسنؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں امام ابن سیرین آگئے اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد دو آدمی آئے اور حضرت حسنؒ سے کہنے لگے ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں۔ آپ نے کہا پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو! کہنے لگے جن جنوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی آپ ان کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ آپ یہ سن کر مسکرا دیئے اور کہا مجھے یہ گمان کبھی نہیں ہوا کہ کوئی شخص مجھ سے اس بارہ میں سوال کرے گا۔ البتہ تم ابی رجاء کے پاس چلے جاؤ۔ کیونکہ وہ مجھ سے سن رسیدہ ہیں۔ شائد وہ تمہیں کوئی اپنی دیکھی یا سنی بات بتلا سکیں۔

چنانچہ وہ دونوں آدمی وہاں چل دیئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ ہم ابن رجاء کے پاس پہنچے۔ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے تھے۔ گھر کیا تھا ریگستان تھا۔ ان کے سامنے ایک اونٹنی دو ہی جا رہی تھی۔ ہم نے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ پھر ہم نے کہا۔ آپ سے ہمیں کچھ پوچھنا ہے۔ کہنے لگے جو چاہتے ہو پوچھو۔ ان دو آدمیوں نے وہی سوال کیا۔ کیا آپ کو ان جنوں کے متعلق کوئی علم ہے

---

(۱) یعنی وہ جن ایک دوسرے کو صہ کہہ کر خاموش ہونے کی تلقین کر رہے تھے تاکہ قرآن کریم توجہ سے سنا جائے۔

جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی؟ آپ بھی امام حسن ؓ کی طرح مسکرا دیئے۔ اور کہا مجھے کسی شخص سے ایسے سوال کی توقع تو نہ تھی تاہم جو کچھ میں نے دیکھا یا سنا ہے۔ وہ تمہیں بتلاتا ہوں۔

کہنے لگے ہم ایک سفر میں تھے۔ راستے میں ایک چشمہ پر ہم نے پڑاؤ کیا۔ ہم نے خیمے نصب کئے اور میں قیلولہ کرنے (دوپہر کی نیند کرنے) کی تیاری کرنے لگا اچانک میرے خیمے میں ایک سانپ گھس آیا جو تڑپ رہا تھا۔ میں نے مٹکا الٹا کر پانی نکالا اور اس پر چھڑکا۔ جب میں اس پر پانی چھڑکتا تو وہ ٹھہر جاتا اور جب چھڑکاؤ بند کرتا تو پھر تڑپنے لگتا۔ تا آنکہ کوچ کا نقارہ بجنے لگا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ابھی ٹھہرو! ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس سانپ کا کیا بنتا ہے۔ پھر جب ہم نے نماز عصر پڑھی تو اس وقت تک وہ سانپ مر چکا تھا۔

میں نے اپنے تھیلے سے ایک سفید کپڑا نکالا اس میں اسے لپیٹا اور گڑھا کھود کر اسے وہاں دبا دیا پھر ہم سارا دن اور اگلی رات مسلسل مصروف سفر رہے صبح ہونے پہ ہم ایک اور چشمے پر جا اترے خیمے لگائے۔ اور میں سونے کی تیاری کرنے لگا۔ اچانک مجھے آوازیں آنے لگیں تم پر سلام ہو۔ ایک دو یا دس مرتبہ نہیں بلکہ سو اور ہزار مرتبہ اور اس سے بھی زیادہ سلام ہو میں نے کہا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم جن ہیں اللہ تم پر برکتیں نازل کرے۔ تم نے ہم پر وہ احسان کیا ہے جسکا ہم بدلہ دے ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا میں نے تم سے کیا احسان کیا ہے۔

قَالُوْا اِنَّ الْحَيَّةَ الَّتِيْ مَاتَتْ عِنْدَكَ كَانَتْ اٰخِرَ مَنْ بَقِيَ مِمَّنْ بَايَعَ مِنَ الْجِنِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

انہوں نے کہا جو سانپ تمہارے پاس مرا تھا وہ ان جنوں میں سے آخری جن باقی رہ گیا تھا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی (۱)

(۲۴۶) معاذ بن عبداللہ بن معمر سے روایت ہے کہتے ہیں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آ گیا اور اس نے یہ واقعہ سنایا۔

وہ کہنے لگا اے امیر المؤمنین! میں فلاں جنگل میں جا رہا تھا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ گرد وغبار کے دو بگولے (گرد باد) اٹھے ایک اس طرف سے آیا اور دوسرا دوسری طرف سے۔ وہ آمنے سامنے سے آئے اور ایک دوسرے سے ٹکرا گئے جیسے باہم لڑ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ جدا جدا ہوئے (اور اپنی اپنی راہ کو چل دیئے) اب ان میں سے ایک بگولہ پہلے سے چھوٹا ہو چکا تھا چنانچہ میں آگے بڑھ کر انکی لڑائی والی جگہ پر گیا تو وہاں بہت سے مردہ سانپ پڑے تھے اور ویسے سانپ میں

---

(۱) یعنی تم نے ہمارے قبیلہ کے جن کی وفات پر اسے باعزت طریقے سے کفنایا دفنایا۔ اس لئے ہم تمہارے احسان مند ہیں

نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ مگر ان میں سے کسی ایک سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ میں نے انہیں الٹ پلٹ کے دیکھنا شروع کر دیا تاکہ پتا چلے کون سا خوشبودار سانپ ہے۔ تو وہ خوشبو ایک زرد رنگ والے باریک سے سانپ سے آرہی تھی۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ ان سب میں سے بہتر ہے میں نے اپنی دستار اتار کر اسے اس میں لپیٹا اور دفن کر دیا۔

اس کے بعد میں آگے چلا اچانک مجھے کسی نے آواز دی جبکہ کوئی شخص نظر نہیں آرہا تھا۔ آواز یہ تھی اے بندہ خدا! یہ تو نے کیا کیا؟ میں نے اسے سارا ماجرا سنایا۔

ع فَقَالَ اِنَّكَ هُدِيْتَ هٰذَانِ حَيَّانِ مِنَ الْجِنِّ مِنْ بَنِيْ شُعَيْبَانِ وَبَنِيْ اُقَيْسَ اَلْتَقَوْا فَكَانَ بَيْنَهُمْ مِنَ الْقَتْلِ مَارَئَيْتَ وَاسْتَشْهَدَ الَّذِيْ اَخَذْتَهُ وَكَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اِسْتَمَعُوا الْوَحْيَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

آواز آئی تم نے بہت اچھا کیا۔ یہ بگولے جنوں کے دو قبیلے بنی شیعبان اور بنی اقیس تھے جنکی باہم لڑائی ہوئی جو تم نے دیکھی اور جس سانپ کو تم نے دفن کیا یہ شہادت پانے والا تھا۔ کیونکہ یہ ان جنوں میں سے تھا جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو تم نے بڑا عجیب منظر دیکھا ہے اور اگر جھوٹے ہو تو کذب بیانی کا گناہ پاؤ گے۔

ظہور نبوت سے چار سو سال پہلے اسلام لانے والے جن کی وفات

(۲۴۷) ابراھیم نخعی ؒ سے روایت ہے کہتے ہیں عبداللہ بن مسعود ؓ کے کچھ ساتھی حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک جگہ راستے میں انہیں شاہراہ پر پڑا ہوا سانپ ملا جو گول مول پڑا تھا اور اس سے کستوری کی سی مہک اٹھ رہی تھی۔

کہتے ہیں میں نے کہا، میں تو اس سانپ کی حقیقت سمجھے بغیر آگے نہیں بڑھو نگا۔ کہتے ہیں۔ میں ابھی کچھ دیر ہی وہاں رکا تھا کہ وہ سانپ مر گیا۔ میں نے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر اسے راستے سے ہٹا دیا اور ایک جگہ دفن کر دیا۔ اور دن ڈھلنے پر اپنے قافلہ سے جاملا۔ کہتے ہیں اھل قافلہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مغرب کی طرف سے چار عورتیں آگئیں۔ ان میں سے ایک نے کہا تم میں سے عمر کو کس نے دفن کیا ہے؟ ہم نے پوچھا کون عمر؟ وہ کہنے لگی تم میں سے سانپ کو کس نے دفن کیا ہے؟ میں نے کہا "میں نے" تو اس عورت نے کہا خدا کی قسم تم نے ایک روزہ دار اور شب زندہ دار ہستی کو سپرد خاک کیا ہے جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق حکم کرتا تھا۔ اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت سے ایمان لایا تھا جب اس نے آپ کی بعثت سے چار سو سال قبل آسمانوں میں ان کی تعریف سنی تھی۔

تو اس شخص نے بتلایا کہ ہم نے اللہ کی حمد کہی اور اپنا حج ادا کیا پھر میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور سانپ کے بارے میں جو دیکھا تھا عرض کیا۔

فَقَالَ صَدَقْتَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اٰمَنَ بِیْ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ بِاَرْبَعِ مِاَۃِ سَنَۃٍ۔

وہ کہنے لگے تم سچ کہتے ہو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے وہ جن میری بعثت سے چار سو سال قبل مجھ پر ایمان لایا تھا۔

(۲۴۸) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کچھ لوگ حج کرنے کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے مگر راہ میں بھٹک گئے اور (پیاس کی وجہ سے) موت کے قریب پہنچ گئے جب انہیں موت سامنے نظر آنے لگی تو انہوں نے کفن پہن لئے اور مرجانے کی نیت سے لیٹ گئے۔

تو اچانک ان کے سامنے درختوں میں سے ایک جن نمودار ہوا۔ اور کہنے لگا میں ان جنوں میں سے ہوں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ عَیْنُہٗ وَدَلِیْلُہٗ لَا یَخْذُلُہٗ۔

مومن دوسرے مومن کا بھائی ہوتا ہے اس کا نگہدار اور راہنما ہوتا ہے اسے دھوکا نہیں دیتا یہ تمہارے قریب ہی پانی کا چشمہ ہے اور یہ تمہارا راستہ ہے اس جن نے انہیں پانی کا مقام بھی بتلایا اور سیدھے راستے پر بھی ڈال دیا۔

طائف سے واپسی کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنوں کی ملاقات

(۲۴۹) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو ثقیف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ مکرمہ واپس آرہے تھے آپ مقام نخلہ (۱) پر پہنچ کر آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں جنوں کے ایک وفد کا ادھر سے گزر ہوا جن کا تذکرہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جہاں تک میں نے سنا ہے وہ سات جن تھے جن کا نصیبین (۲) سے تعلق تھا یہ انکے نام تھے۔ حسا۔ مسا۔ شاصرہ۔ ناصرہ۔ ابن الارب۔ ابین۔ اخضم۔

یہ جن آپ کا قرآن سنتے رہے۔ جب آپ نماز ختم کر چکے تو یہ وہاں سے اپنی قوم کی طرف چل دیئے تاکہ انھیں عذاب سے ڈرائیں۔ وہ آپ کا قرآن سن کر ہی ایمان لے آئے اور اطاعت پذیر ہو

---

(۱) نخلہ ایک وادی ہے جہاں طائف کے بلند ترین پہاڑ ختم ہوتے ہیں اور مکہ کی طرف جانے والا ہموار میدان شروع ہوتا ہے وہیں کہیں یہ وادی واقع ہے۔

(۲) نصیبین ملک شام کا ایک شہر ہے جہاں قبیلہ بنو ربیعہ آباد تھا۔

گئے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کا یوں تذکرہ فرمایا۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کے ایک وفد کا رخ موڑ دیا تا کہ وہ قرآن سنیں جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف گئے انہیں ڈر سنانے کے لئے۔

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ''اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔'' علاوہ ازیں قرآن کریم میں ان کا تذکرہ یوں بھی ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا ...... (الخ) ''آپ فرمادیں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے (قرآن) سنا تو کہنے لگے ہم نے بڑا تعجب خیز قرآن سنا ہے'' (جن آیت ۱)

(۲۵۰) اسحاق بن عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں پچیس دن رہے اور بروز منگل ۲۰ ذی القعدہ کو واپس مکہ مکرمہ آئے جبکہ آپ تقریباً ۲۷ شوال کو طائف روانہ ہوئے تھے اور جو مقام حجون (۱) پر جنوں کے وفود کی آپ کے پاس آمد ہے وہ ربیع الاول ۱۱ سنہ نبوی کی بات ہے۔ (۲)

---

(۱) یہ مکہ مکرمہ کے مشرقی علاقہ میں پہاڑ ہے بلکہ اس علاقہ کو بھی حجون کہتے ہیں۔

(۲) گویا واقعات کی ترتیب یوں ہوئی کہ طائف سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں آپ مقام نخلہ پر نماز پڑھ رہے تھے کہ نصیبین کے کچھ جن ادھر آ نکلے اور صاحب قرآن کی زبان پاک سے قرآن کی آیات سن کر ان کے دل پگھل گئے اور وہ ایمان لے آئے جن کا تذکرہ سورہ احقاف میں کیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنے علاقہ میں گئے اور وہاں تبلیغ شروع کر دی چنانچہ چند ماہ تک ان کی تبلیغ جاری رہی جس کے نتیجے میں سات سو جن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے پر تیار ہوئے اور مقام حجون پر ربیع الاول ۱۱ھ میں جنوں کا لشکر جرار آپ سے آکر ملا جیسا کہ اگلی حدیث میں بھی آرہا ہے۔

یاد رہے سورہ جن میں جس وفد جن کی آمد کا ذکر ہے یہ واقعہ اس سے الگ ہے جس کا تذکرہ سورہ احقاف میں مذکور ہے کیونکہ جن جنوں کی آمد سورہ احقاف میں مذکور ہے وہ آپ کی طائف سے واپسی پر آپ سے ملے تھے اور ان کا نصیبین سے تعلق تھا جبکہ سورہ جن والا واقعہ آپ کے اعلان نبوت کے فوراً بعد کا ہے۔ کیونکہ وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ جن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلانے لگے کہ قبل ازیں ہم آسمان کے قریب جا کر ملاء اعلیٰ کی باتیں سنا کرتے تھے مگر اب جو آسمان کے قریب گئے تو ہم پر اوپر سے آگ برسائی گئی اور آگ برسائے جانے کا سلسلہ اعلان نبوت کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔

اکثر و بیشتر مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ مرتبہ جنات آئے ہیں۔

جب مقام حجون پر آپ کے پاس جنوں کا لشکر جرار آیا

(۲۵۱) واقدی کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس آکر تین ماہ مکہ مکرمہ میں رہے تب آپ کے پاس دوبارہ جن آئے۔ چنانچہ مجھے یعقوب بن عمرہ نے یعقوب بن سلمہ کے واسطے سے کعب بن احبار؁ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ کعب؁ کہتے ہیں۔ جب نصیبین کے سات جن جو فلاں فلاں اور اردبان اور احقب تھے مقام نخلہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اپنی قوم کو دعوت حق دینے اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لئے واپس گئے۔ تو پھر تین سو جنوں کا عظیم وفد وہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آیا یہ لوگ مقام حجون پر فروکش ہوئے ان میں سے احقب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور کہا کہ ہماری قوم مقام حجون پر آئی ہوئی ہے اور مشتاق زیارت ہے۔ تو آپ نے اس سے حجون پر ملاقات کا وعدہ کیا (اور پھر وہاں جاکر جنوں سے ملاقات کی)

(۲۵۲) واقدی کہتے ہیں مجھے عبدالحمید بن عمران بن ابی انس نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ جنوں کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آیا اور مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ قیام پذیر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ (جنوں سے ملاقات کے لئے) کوئی ایسا شخص نہ جائے جس کے دل میں کسی بھی دوسرے شخص کے لئے رائی برابر کھوٹ ہو۔

عبداللہ بن مسعود یہ سن کر فوراً اٹھے اور کھجوروں کے شربت والا برتن اٹھا کر آپ کے ساتھ ہو لئے۔

عمران بن ابی انس کہتے ہیں حجون پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود کے گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا میرے آنے تک اس کے اندر کھڑے رہنا اور کچھ خوف نہ رکھنا یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔

راوی کہتا ہے کہ ابن مسعود؁ نے کہا میں دیکھ رہا تھا کہ جنوں کے بڑے بڑے قبیلے گروہ در گروہ آ رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے غائب ہو گئے اور وقت سحر واپس آئے میں تاہنوز کھڑا تھا بیٹھا نہیں تھا۔ راوی کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ؁ سے پوچھا کہ تم ساری رات کھڑے رہے؟ انہوں نے کہا آپ نے مجھے یہی فرمایا تھا کہ میرے واپس آنے تک یہاں کھڑے رہو۔ تو میں آپ کی واپسی تک کیسے بیٹھ سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے کچھ دیکھا؟ انہوں نے کہا میں نے کچھ سیاہ وجود اور رسیاں سی دیکھی ہیں اور سخت شور سنتا رہا ہوں آپ نے فرمایا یہ نصیبین کے جن تھے۔ میرے پاس اپنا ایک جھگڑا لائے تھے جو ان میں چل رہا تھا۔

صبح طلوع ہونے پر آپ نے عبداللہؓ سے فرمایا تمہارے پاس وضو کے لئے کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا میرے پاس شربت خرما کا ایک برتن ہے۔ آپ نے فرمایا خرما پاک پھل ہے اور پانی پاک ساز، پھر فرمایا مجھے وضو کرواؤ تو میں نے وضو کروایا (۱) اتنے میں ان میں سے دو جن آ گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا میں نے تمہارا جھگڑا اٹھا نہیں دیا؟ کہنے لگے کیوں نہیں؟ مگر ہم نے چاہا کہ ہم میں سے کچھ ایسے نمازی بھی ہونے چاہئیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہو؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور انہوں نے ساتھ پڑھی۔ آپ نے نماز فجر میں سورہ ملک اور سورہ جن کی تلاوت فرمائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے جنوں کی خوراک کا انتظام کر دیا

ابن مسعودؓ کہتے ہیں نماز سے فراغت کے بعد میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لگا کر ان کی بات سن رہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں مجھ سے کچھ اور قرآن سننا چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمارے لئے خوراک کا انتظام کیا جائے عبداللہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے پاس جنوں کی خوراک کے لئے کچھ ہے؟

زَوَّدْتُهُمُ الرَّجِيعَ وَلَا يَجِدُونَ عَظْمًا إِلَّا وَجَدُوهُ عَرَقًا وَلَا رَوْثًا إِلَّا وَجَدُوهُ تَمْرَةً نَضِرَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ يُفْسِدُهُ النَّاسُ عَلَيْنَا فَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَنْجىٰ بِالْعَظْمِ وَالرَّجِيعِ ۔

آپ نے فرمایا میں نے گوبر اور لید کو ان کا کھانا بنا دیا ہے۔ (آئندہ) وہ جس ہڈی کو اٹھائیں گے وہ ان کے لئے گوشت کا ٹکڑا بن جائے گی اور جو (خشک) گوبر یا لید اٹھا لیں گے وہ ان کے لئے تازہ پھل کی شکل اختیار کر جائے گا۔ جنوں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ ان چیزوں کو خراب کر دیتے ہیں۔ (ہڈی یا خشک لید سے استنجاء کر لیتے ہیں) تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجاء کرنے کی ممانعت فرمادی (۲)

---

(۱) نبیذ تمر سے وضو کرنا امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک جائز ہے یعنی وہ پانی جس میں کھجور کو گوندھ کر ملایا گیا ہو۔ امام صاحب کی دلیل یہی حدیث ہے بلکہ آپ کے نزدیک ہر ایسا پانی جس میں کوئی پاک اور ٹھوس چیز مل جائے اور پانی کی رنگت ذائقہ اور بو بدل جائے تو بھی اس سے وضو جائز ہے جیسے پانی میں پتے گر کر اس میں گھل جائیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ پانی گاڑھا نہ ہو جائے یعنی پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء پانی کے اجزاء سے بڑھ نہ جائیں نبیذ تمر کا بھی یہی حکم ہے لہذا جہاں کہیں امام اعظم سے یہ مروی ہے کہ نبیذ تمر سے وضوء جائز نہیں اس سے مراد گاڑھا نبیذ ہے جو آسانی سے بہہ نہیں سکتا۔

(۲) بلکہ ابو داؤد میں حضرت رویفع بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے جانور کی لید سے یا ہڈی سے استنجاء کیا اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بری ہیں۔

پھر جب عبداللہ بن مسعود کوفہ تشریف لائے اور وہاں قوم زط کو دیکھا تو فرمایا انسانوں میں سے یہ قوم ان جنوں سے مشابہ ہے جو حجون پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

(۲۵۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب جنات میں) اپنے صحابہ سے فرمایا اگر تم میں سے کوئی جنوں سے ملاقات کے لئے چلنا چاہتا ہے تو چلے۔ تو صرف میں ہی تھا جو آپ کے ساتھ وہاں گیا۔ جب ہم مکہ کے بالائی مقام پر پہنچے تو آپ نے میرے گرد ایک حلقہ کھینچ دیا اور خود تشریف لے گئے اور (ایک جگہ) کھڑے ہو کر قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے سیاہ وجود میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے اور آپ ان میں ایسے چھپے کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تا آنکہ آپ کی آواز بھی مجھ تک پہنچنا بند ہو گئی پھر وہ سیاہ وجود بادل کے ٹکڑوں کی طرح پھٹ گئے اور واپس جانے لگے۔

اب ان میں سے صرف ایک گروہ باقی رہ گیا تھا۔ آپ وہاں سے ہٹ کر مقام ملخہ جو قریب ہی کوئی جگہ تھی) پر آئے اور وہاں سے چل کر میرے پاس آنمودار ہوئے۔ اور فرمایا (تمہیں کچھ پتا چلا کہ) جنوں نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو یہ کھڑے ہیں چنانچہ آپ نے ان (جنوں کے آخری ٹولے) کو ایک ہڈی اور ایک (خشک لید) تھما دی۔ پھر آپ نے نہی فرما دی کہ کوئی شخص ہڈی یا لید سے استنجاء نہ کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سلیمان علیہ السلام کی طرح جنات پر تصرف حاصل تھا

(۲۵۴) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار میں سو رہا تھا کہ ایک شیطان نے آکر مجھے پریشان کرنا چاہا۔

فَاَخَذْتُ بِحَلْقِهٖ فَخَنَقْتُهٗ حَتّٰۤى اَنِّىْ لَاَجِدُ بَرْدَ لِسَانِهٖ عَلٰٓى اِبْهَامِىْ فَيَرْحَمُ اللّٰهُ سُلَيْمَانَ فَلَوْلَا دَعْوَتُهٗ لَاَصْبَحَ مَرْبُوْطًا تَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ۔

تو میں نے اس کو حلق سے پکڑ کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ تا آنکہ مجھے اپنے انگوٹھے پر اس کی زبان کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تو اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر رحمتیں نازل فرمائے (جن کے قبضے میں بہت سے جنات تھے) اگر میں اسے چھوڑ نہ دیتا تو صبح کو لوگ اسے (ستون کے ساتھ) بندھا ہوا پاتے۔

(۲۵۵) ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بہت بڑا خطرناک اور خبیث جن آج رات مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز میں خلل انداز ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر اختیار دیا اور میں نے اسے دبوچ لیا اور چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم

سب اسے دیکھ سکو مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی۔

رَبِّ اغْفِرْلِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (۱)

اے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے (۲)

تو اس دعا کو ذہن میں لا کر میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ ناکام لوٹ گیا۔

(۲۵۶) ابو درداء سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے سنا کہ آپ نماز میں فرما رہے تھے میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر تین بار فرمایا میں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑنا چاہتے ہوں۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آج ہم نے آپ کو دوران نماز ایسی کلام کرتے سنا ہے جو قبل ازیں کبھی نہ سنی تھی اور ہم نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ آپ نے فرمایا بے شک دشمن خدا ابلیس شعلہ بدست آیا تاکہ مجھ پر آگ پھینکے۔ تو میں نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ مگر وہ پیچھے نہ ہٹا میں نے پھر یہی کہا مگر وہ بڑھتا آیا۔ میں نے، پھر یہی الفاظ دہرائے مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

فَأَرَدْتُ أَخْذَهُ فَلَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

تب میں نے اسے پکڑ لینا چاہا اور اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح کو ستون سے بندھا ہوا پایا جاتا اور اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلا کرتے۔

حضرت ابو ھریرہ کے پاس تین رات کونسا چور آتا رہا تھا

(۲۵۷) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر (کی گندم یا کھجوروں) پر نگہبان مقرر کیا۔ میں رات کو وہاں حفاظت کر رہا تھا کہ ایک چور آیا اور غلے سے کچھ چرانے لگا میں نے اس پکڑ لیا تو وہ منت کرنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو میں محتاج اور عیال دار ہوں اس نے التجاء کی اور میں نے از راہ ترحم اسے چھوڑ دیا۔

(۱) سورہ ص آیت ۳۵

(۲) یعنی سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کے بعد جنات پر قبضہ عطا فرمایا تھا اور وہ جنوں کو سرکشی کرنے پر سزا دیتے تھے۔ دیکھئے سورہ سبا آیت ۱۲، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اگر میں جنوں کو پکڑ کر انہیں سزا دوں تو حضرت سلیمان کی اس دعا کے خلاف ہو جائے گا۔

صبح جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابو ھریرہؓ تمہارے رات والے اسیر کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے بہت لجاجت کی اور اپنی بے کسی و بے بسی ظاہر کی میں نے اس پر رحم کیا اور چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ کہا تھا اور وہ پھر آئے گا۔

جب دوسری رات آئی تو پھر وہی چور آیا اور غلہ چرانے لگا۔ ابو ھریرہؓ نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاؤں گا۔ تم نے کہا تھا کہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا مگر تم پھر آگئے وہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دیں اور اس نے بے بسی کا رونا رویا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور رحم سے کام لیا، جب صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اے ابو ھریرہ تمہارے رات والے اسیر کا کیا ہوا؟ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے بہت منت سماجت کی اور بہت ہی بے کسی کا اظہار کیا تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ پھر تم سے جھوٹ کہہ گیا اور وہ پھر آئے گا۔

چنانچہ جب وہ تیسری مرتبہ آیا تو ابو ھریرہؓ نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب تو میں تجھے کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا یہ تین راتیں گزر چکیں تو وعدہ کر جاتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے وہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو میں اب نہیں آؤں گا۔

وَاُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى آخِرِ مَافَاتَهٗ لَنْ تَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ

اور میں تمہیں کچھ کلمات سکھلا دیتا ہوں جن سے اللہ تمہیں نفع دے گا۔ جب تم رات کو سونے لگو تو آیت الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو۔ صبح تک تم اللہ کی حفاظت میں رہو گے کوئی شیطان تمہارے قریب سے نہ پھٹک سکے گا۔

آپ نے یہ سن کر اسے چھوڑ دیا صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ھریرہؓ آج رات تمہارے اسیر کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے مجھے کچھ کلمات بتلائے ہیں اور وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے فائدہ دے گا۔ آپ نے فرمایا وہ کونسے کلمات ہیں؟ انہوں نے عرض کیا وہ کہتا تھا کہ جب تم اپنے بستر میں جاؤ تو مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اس طرح صبح تک اللہ کی حفاظت میرے شامل حال رہے گی اور شیطان میرے قریب نہ آئے گا آپ نے فرمایا اگرچہ وہ بڑا جھوٹا ہے مگر تم سے سچی بات کہہ گیا۔ اے ابو ھریرہؓ. جانتے ہو تم تین رات کس سے ہم کلام رہے ہو؟ ابو ھریرہؓ کہتے ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

حضرت عمر نے شیطان سے تین بار کشتی لڑی اور ہر بار اسے خاک آلود کر دیا

(۲۵۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں شیطان سے سامنا ہوا تو دونوں میں کشتی ہو گئی تو اس نے شیطان کو پٹخ دیا اور خاک آلود کر دیا شیطان کہنے لگا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک تعجب خیز بات بتلاتا ہوں، اس نے کہا نہیں! پہلے وہ بات بتلاؤ! کہتے ہیں اس نے شیطان کو چھوڑا اور کہا کہ اب بتلاؤ مگر وہ انکار کرنے لگا۔ اس پر وہ پھر کشتی لڑنے لگے اور اس آدمی نے شیطان کو گرا کر زمین میں ٹھونس دیا۔ شیطان کہنے لگا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں تمہیں وہ تعجب خیز بات بتلا سکوں۔ اس نے کہا نہیں! پہلے بتلاؤ تب چھوڑوں گا (مگر شیطان کے منت ساجت کرنے پر) پھر اس نے اسے چھوڑا تو وہ پھر منکر ہو گیا، اس آدمی نے پھر شیطان کو پکڑ کر نیچے گرا لیا اور زمین میں ٹھونس مارا، وہ لجاجت کرنے لگا کہ اب مجھے چھوڑ دو میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں! جب تک بتلاؤ گے نہیں قسم بخدا میں نہیں چھوڑوں گا۔ شیطان کہنے لگا کہ تم سورہ بقرہ پڑھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ کہنے لگا شیطان جب اس سورت کا کوئی بھی حصہ سن لیتا ہے تو وہاں سے گدھے کی طرح چیختا ہوا بھاگتا ہے۔

فَقِيْلَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَنْ ذَالِكَ الرَّجُلُ قَالَ وَمَنْ عَسٰى اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ؟

تو عبداللہ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ وہ آدمی کون تھا (جس نے شیطان کو تین بار خاک میں لتھیڑ دیا)؟ آپ نے فرمایا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوا بھی کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے۔

ابلیس کا مسلمان پر پوتا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

(۲۵۹) عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک روز ہم مکہ مکرمہ کے کسی پہاڑ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص ہاتھ میں عصا لئے نمودار ہوا اور اس نے قریب آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کہا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا تمہارا لب ولہجہ جناتی معلوم ہوتا ہے۔ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا میں ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا گویا تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو باپ ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا تم پر کتنے زمانے گزر چکے ہیں؟ (تمہاری عمر کتنی ہے) اس

---

۲۶۰ (تخریج) الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد نمبر ۳ ص ۵۹۴ حرف الہاء نمبر ۸۹۱۵ میں ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس کے تحت اس حدیث کے متعدد طرق بیان کئے گئے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

نے جواب دیا میں نے کچھ چھوڑ کر (نسل انسانیت کا) باقی سارا زمانہ دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی کوئی علامت؟ اس نے کہا جب قابیل نے ھابیل کو قتل کیا میں اس وقت چند سالوں کا لڑکا تھا۔ ہر بات کو سمجھتا۔ ویران ٹیلوں پر آتا جاتا۔ لوگوں کے کھانے پینے کی چیزیں خراب کر دیا کرتا اور ان کے دلوں میں قطع رحمی کے جذبات پیدا کیا کرتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو بہت برا کام ہے بخدا یہ تو کسی زینت پرست بوڑھے اور قابل سرزنش نوجوان کا فعل ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

شیطان کا پرپوتا کہنے لگا میرے متعلق کچھ بدگمانی نہ کریں میں اللہ کی جناب میں اپنے افعال بد سے توبہ کرنے والا ہوں۔ میں تو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی رہا ہوں جب وہ اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ اپنی مسجد میں رہتے تھے۔ میں ان سے اس بات پر جھگڑتا رہتا تھا کہ وہ اپنی قوم کو (ان کی مسلسل اور طویل ترین سرکشی کے باوجود) دعوت حق کیوں دیتے ہیں؟ تا آنکہ وہ ان کی سرکشی پر مارے غم کے رو پڑے اور مجھے بھی رلا دیا اور پھر انہوں نے کہا یقیناً میں اس پر نادم ہوں اور اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہل بنوں (۱) میں نے عرض کیا اے نوح علیہ السلام اس سعادت مند شہید ھابیل بن آدم علیہ السلام کے قتل میں میں بھی شریک کار تھا۔ تو کیا رب کے ہاں میری توبہ بھی قبول کی جا سکتی ہے؟ حضرت نوحؑ نے فرمایا اے ھامہ! (قیامت کی) دائمی حسرت و ندامت سے قبل بڑھ چڑھ کر عمل خیر کرو! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو صحائف اتارے ہیں میں نے ان میں پڑھا ہے کہ جو بندہ بھی اللہ کی بارگاہ میں توبہ کے لئے آتا ہے اس کے گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ تم اٹھ کر وضو کرو اور بارگاہ ایزدی میں دو سجدے ادا کرو جب میں نے آپ کے حکم پر عمل کر دکھایا تو آپ نے مجھے آواز دی۔ سجدے سے سر اٹھا لو آسمان سے تمہاری توبہ کا پروانہ آ گیا ہے۔ تو میں ادائیگی شکر کے لئے پھر سجدے میں گر گیا اور ایک سال تک سجدے میں گرا رہا۔

پھر میں حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ ان کی مسجد میں ان کے مسلمان اہل قوم کے ساتھ رہا کرتا تھا اور ان سے بھی اس بات پر جھگڑتا تھا کہ آپ (لوگوں کی مسلسل نافرمانی کے باوصف) اپنی قوم کو راہ حق کی دعوت کیوں دیتے ہیں؟ تا آنکہ آپ ان کی سرکشی پر رو پڑے اور مجھے بھی رلا دیا اور پھر آپ

---

(۱) شائد اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کی مسلسل سرکشی پر پہلے حضرت نوح علیہ السلام غم کے مارے رو دیئے مگر پھر خیال آیا کہ یہ رونا تو رحمت خداوندی سے مایوسی کا شائبہ بھی رکھتا ہے اور مایوس تو نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس رونے پر بھی آپ کو ندامت آ گئی اور اللہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ چند سطر آگے حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق بھی ایسے الفاظ آ رہے ہیں ان کا بھی غالباً یہی مقصد ہے واللہ اعلم۔ گویا قلوب انبیاء میں کس قدر خوف الٰہی تھا صلوٰت اللہ وتسلیماتہ علیہم الیٰ یوم الحساب۔

نے کہا کہ میں اس پر یقیناً نادم ہوں اور جاہل بننے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

پھر میں جناب یعقوب علیہ السلام کے ہاں کثرت سے حاضر ہوتا رہا اور یوسف علیہ السلام کے نزدیک بھی میرا ایک مقام تھا۔ میں حضرت الیاس کے ساتھ بھی وادیوں میں ملتا رہا (جب وہ زمین پر تھے) اور اب بھی ان سے ملتا ہوں (جب وہ آسمانوں میں رہتے ہیں) (۱)

میں نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی۔ آپ نے مجھے تورات کا کچھ حصہ سکھلایا اور فرمایا اگر حضرت عیسیٰؑ سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام عرض کر دینا پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی حاضر ہوا اور جناب موسیٰ کا سلام پہنچایا اور حضرت عیسیٰؑ نے مجھے فرمایا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام عرض کر دینا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہ پڑیں آپ رو پڑے۔ اور آپ نے فرمایا حضرت عیسیٰ پر بھی تا روز قیامت میرا سلام ہو اور اے ھامہ تمہاری اداء امانت کے سبب تم پر بھی میرا سلام ہو۔ ھامہ نے کہا یا رسول اللہ آپ بھی مجھ پر وہ احسان فرمائیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا انہوں نے مجھے کچھ تورات سکھلائی تھی۔ چنانچہ آپ نے اسے سورہ واقعہ، مرسلات، نباء، تکویر، اخلاص اور معوذتین کی تعلیم دی۔ اور فرمایا اے ھامہ تمہاری کوئی حاجت ہو تو پیش کرو اور پھر بھی ہم سے ملتے رہو۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور اس کے بارے میں ہمیں کچھ نشاندہی نہ فرمائی۔ اب مجھے کچھ خبر نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا۔ (۲)

حدیث کے تمام الفاظ قاضی (ابواحمد محمد بن احمد بن ابراھیم) کی روایت کے مطابق ہیں۔ (۳)

---

(۱) اس جگہ بظاہر اشکال موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی آسمانوں پر جنوں کا جانا مسدود ہو گیا تھا قرآن و حدیث اس پر شاہد ہیں تو الیاس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کو ھامہ کا آسمانوں میں اب چلے جانا کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ وہ ممانعت سرکش اور شیطان جنوں کے لئے ہے جو استراق سمع کے لئے جاتے تھے۔ ھامہ کا جانا اور طرح سے ہے وہ تو نیک مقصد کے لئے جاتا تھا وانما الاعمال بالنیات۔

(۲) اصابہ جلد نمبر ۳ ص ۵۹۵ میں ہے کہ سنن ابی علی بن الاشعث میں ایک حدیث ہے

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ ھَامَۃَ بْنَ اَھِیْمِ بْنِ لَاقِیْسَ فِی الْجَنَّۃِ۔

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھامہ بن اھیم جنت میں ہے۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث صاحب کتاب ابو نعیمؒ کو قاضی ابو احمد اور محمد بن حسن دو شیوخ سے ملی ہے دونوں کے الفاظ باہم مختلف ہیں مگر یہاں ابو نعیم نے قاضی کے الفاظ پیش کئے ہیں۔

اس فصل کی احادیث پر مصنف کا تبصرہ

شیخ (ابو نعیمؒ) کہتے ہیں۔ ان تمام روایات کو دیکھ کر اگر کوئی معترض یہ سوال اٹھائے کہ صحابہ کرام یا دوسرے لوگوں نے جنات کیسے دیکھ لئے جبکہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۔ (۱)

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جبکہ تم انہیں نہیں دیکھ پاتے۔

تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس آیت میں عام لوگوں کی عادت بیان کی گئی ہے (کہ عام لوگ انہیں نہیں دیکھ سکتے) جبکہ انبیاء کرام کے دور میں ان کا ظہور ہوتا رہتا تھا حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کے عہد میں یہ ظاہر و باہر تھے اور دار ندوہ میں شیطان شیخ نجدی کی شکل میں نمودار ہوا۔ جب کفار نبی علیہ السلام کے متعلق حیلہ سازی کر رہے تھے۔

چنانچہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام کے سامنے جنوں کا آنا آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کے لئے تھا اور شواہد و دلائل نبوت میں سے ایک تھا۔ جیسا کہ آپ کا ایک جن کو گردن سے پکڑ لینا جب وہ آپ کی نماز میں خلل انداز ہو رہا تھا بھی ہمارے لئے باعث تقویت بصائر اور موجب زیادت علم ہے۔ (۲)

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو بتلا دینا کہ وہ شیطان دوبارہ چوری کرنے آئے گا بھی اس امر کی دلیل ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر اطلاع دی تھی اور یہ اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جنہیں چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (۳)

---

(۱) اعراف آیت ۲۷

(۲) اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت قرآنیہ عام لوگوں کے متعلق ہے جن کا نور باطن کمزور ہے۔ مگر انبیاء و اولیاء کی نگاہ و قلب نور معرفت سے جگمگائے ہوتے ہیں اس لئے وہ شیاطین کو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ نار پر نور کو قوت اور غلبہ حاصل ہے۔

یہاں ایک اور جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ شیاطین کو اس وقت نہیں دیکھا جا سکتا جب وہ اپنی لطیف صورت میں ہوں مگر جب وہ انسانی شکل میں آجائیں تو ہر کوئی انہیں دیکھ سکتا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ کی چور والی حدیث مبارک سے کئی فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ ۱۔ شیاطین چوریاں کرتے اور لوگوں کے مال کھا جاتے ہیں ان سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے کہ غلہ جات پر آیت الکرسی کا دم کر دیا جائے تو شیاطین کی دست برد سے بچا جا سکتا ہے۔ ۲۔ بعض بندگان خدا کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ اگر شیاطین کو پکڑ لیں تو وہ جان نہیں چھڑا سکتے إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (انی بل علیک لهم سلطان)

۳۔ حاکم و قاضی تک پہنچنے سے قبل چور کو چھوڑا جا سکتا ہے کیونکہ اس وقت تک وہ حق عبد ہے عدالت میں پہنچ کر حق خدا ہو جاتا ہے لہٰذا اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔

اٹھارویں فصل

جانوروں اور درندوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایتیں لے کر آنا۔ آپ کو سجدہ کرنا اور دور رسالت میں جانوروں کی گفتگو کے دیگر واقعات

بھیڑیا شان سید الانبیاء میں رطب اللسان ہے

(۲۶۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک چرواہا میدان حرہ میں بکریاں چرا رہا تھا اتنے میں بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اٹھا کر چلتا بنا۔ چرواہا پیچھے دوڑا اور اس سے بکری جا چھڑوائی بھیڑیئے نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا اے چرواہے! تجھے خوف خدا نہیں تم نے مجھ سے وہ رزق چھین لیا جو مجھے اللہ نے دیا تھا۔

چرواہے نے کہا بڑا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھا مجھ سے انسانوں کی سی باتیں کرتا ہے؟

فَقَالَ الذِّئْبُ اَفَلَا اُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا؟ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يَدْعُوا النَّاسَ اِلٰى اَنْبَاۤءِ مَا قَدْ سَبَقَ۔

بھیڑیئے نے کہا کیا میں تجھے اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتلاؤں دیکھو یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دو میدانوں کے درمیان (شہر مدینہ میں) گزشتہ کی خبریں بتلاتے ہیں۔

بعد ازاں چرواہا واپس آیا اور بکریوں کو مدینہ طیبہ میں کسی جگہ ٹھکانے پر چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور بھیڑیئے کی بات سنائی۔ آپ نے فرمایا۔ چرواہا سچ کہتا ہے یاد رکھو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک درندے انسانوں سے باتیں نہیں کریں گے اور جب تک آدمی سے اس کی جوتی کا تسمہ گفتگو نہیں کرے گا اور جب تک آدمی کو اس کا چابک یہ نہیں

بتلائے گا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں نے کیا کیا تھا۔ (۱)

(۲۶۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک بھیڑیا کسی ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر بھاگ نکلا چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے منہ سے بکری نکلوالی، بھیڑیا (افسوس کے ساتھ) ایک ٹیلے پر گھٹنے اٹھا کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا تم نے میرے منہ سے وہ رزق نکال لیا جو اللہ نے مجھے دیا تھا۔ آدمی نے کہا بخدا آج سا دن میں نے کبھی نہ دیکھا تھا بھیڑیا باتیں کر رہا ہے؟ (۲)

فَقَالَ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ۔

بھیڑیے نے کہا

اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہو گا۔

تو وہ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بتلا کر اسلام لے آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ قیامت سے قبل واقع ہونے والی نشانیوں میں سے ایک ہے اور وہ وقت قریب ہے جب آدمی گھر سے نکلے گا اور اس کی جوتی اور چابک اسے بتلائیں گے کہ اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا کیا۔

(۲۶۲) مطلب بن عبداللہ بن حنطب ؓ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بھیڑیا آگیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ بھونکنے لگا۔ (اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ درندوں کی طرف سے تمہارے پاس نمائندہ آیا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ ان بھیڑیوں کے لئے اپنے مال میں سے کچھ حصہ مخصوص کر دو تو پھر وہ کسی اور کو نہ دو اور اگر چاہتے ہو کہ ان سے بچ کر رہو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو تو پھر جو کچھ یہ اٹھا سکیں وہ ان کا

☆ ۲۶۳ (تخریج) طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۵۹ ذکر وفادات العرب۔ وفد السباع۔ مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۸۰۴۹

(۱) آج کے سائنسی دور میں پیغمبر صادق و برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں چنانچہ مغرب میں آج کل جوتیوں اور ہاتھ کی چھڑیوں میں جاسوسی آلات فٹ کر دیئے گئے ہیں اور گھر میں پڑی ہوئی جوتی گھر میں موجود تمام افراد کی گفتگو ریکارڈ کر لیتی ہے اور جس نے وہ جوتی رکھی ہوتی ہے وہ گھر آکر جب جوتی میں لگے ہوئے ریکارڈر کو آن کرتا ہے تو اسے سب پتا چل جاتا ہے کہ میرے بعد گھر والے کیا کیا باتیں کرتے رہے ہیں۔

۲۔ یہ شخص یہودی تھا اور اہبار بن اوس خزاعی نام تھا بعد میں اسے معلم الذئب کہتے تھے یعنی وہ شخص جسے بھیڑیے نے راہ ہدایت کی تعلیم دی سبحان اللہ۔ ویرزقہ من حیث لایحتسب - ۶۵-۳

رزق ہو گا۔ " (۱) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم تو انہیں کچھ بھی دینے پر راضی نہیں ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بھیڑیئے کی طرف اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ (یعنی اسے کہا کہ لوگوں سے بچ کر بھاگ جائے) تو وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا واپس ہو گیا۔

حکم رسول پر ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر قید گاہ میں واپس آ گئی

(۲۶۳) زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں جا رہا تھا ہم ایک اعرابی کے خیمہ پر سے گزرے وہاں خیمہ میں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگی یارسول اللہ اس اعرابی نے کچھ دیر پہلے مجھے شکار کیا (اور یہاں لا کر باندھ دیا) جنگل میں میرے دو بچے ہیں۔ میرے تھنوں میں دودھ اکٹھا ہو چکا ہے۔ اب یہ نہ مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے استراحت مل جائے اور نہ ہی چھوڑتا ہے کہ میں اپنے بچوں کے پاس چلی جاؤں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو تو واپس آ جائے گی؟ کہنے لگی ہاں۔ ورنہ مجھے اللہ سخت عذاب دے گا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر بعد واپس آ گئی وہ اپنے ہونٹوں کو زبان سے صاف کر رہی تھی (کیونکہ کچھ کھا پی کر آئی تھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حسب سابق خیمے میں باندھ دیا اتنے میں وہ اعرابی ہاتھ میں مشکیزہ لئے آ پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اسے بیچو گے؟ وہ عرض کرنے لگا یارسول اللہ! یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہرنی کو کھول کر آزاد کر دیا۔

زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں بخدا میں نے اسے دیکھا کہ وہ زمین پر چلتی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی اشہدان لا الٰہ الا اللہ واشہدان محمداً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲۶۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قوم پر گزر ہوا جنہوں نے ایک ہرنی شکار کر کے خیمے کے ایک بانس سے باندھ رکھی تھی۔ وہ عرض کرنے لگی یارسول اللہ! مجھے شکار کر لیا گیا ہے جبکہ میرے دو بچے ہیں آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تاکہ میں جا کر

---

(۱) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ بھیڑیا اپنی قوم کی طرف سے پیغام لایا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو ہمارے لئے لوگ اپنے مال میں سے ایک حصہ مقرر کر دیں جو وہ کسی اور کو نہ دیں تو پھر ہم اس حصہ پر قناعت کر لیں گے اور یا پھر ہم اپنی مرضی سے جو چیز اٹھا کر لے جا سکیں اس پر اعتراض نہ کیا جائے اور ہم سے وہ چیز چھین کر واپس لینے کی کوشش نہ کی جائے۔

☆ ۲۶۵ (تخریج) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۹۵ میں ہے کہ اسے طبرانی نے اوسط میں صالح المری سے روایت کیا ہے۔

انہیں دودھ پلاؤں اور واپس آجاؤں؟ آپ نے فرمایا اس کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہم ہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اسے کھول دو تاکہ یہ اپنے دونوں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے۔ وہ کہنے لگے یارسول اللہ اگر یہ نہ آئی تو اس کا ضامن کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا میں ضامن ہوں گا۔ تو انہوں نے اسے آزاد کر دیا ہرنی گئی بچوں کو دودھ پلایا اور لوگوں کے پاس واپس آگئی انہوں نے اسے باندھ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس وہاں سے گزرے اور فرمایا ہرنی کا مالک کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم اسے بیچو گے؟ وہ کہنے لگے یارسول اللہ یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔ اور وہ اپنے بچوں کے پاس چلی گئی۔

ایک گوہ خدا اور رسول کی تعریف و توصیف کرتی ہے

۲۶۵عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ کسی محفل میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں بنی سلیم کا ایک اعرابی آگیا اس نے گوہ پکڑ رکھی تھی اور اسے اپنی آستین میں ڈال رکھا تھا تاکہ اسے اپنی قیام گاہ میں لے جاکر کھائے۔ وہ کہنے لگا یہ لوگ کس کے گرد جمع ہیں؟ صحابہ نے کہا اس کے گرد جس نے دعوائے نبوت کیا ہے۔ تو وہ لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب چلا آیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کا بیٹا تم سے بڑھ کر جھوٹا اور مجھے ناپسند نہیں ہو گا۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ تم مجھے جلد باز کہو گے تو میں تم پر تیزی سے حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے قتل سے سب لوگوں کے لئے خوشی کا سامان پیدا کر دیتا۔

عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تم جانتے نہیں کہ حلیم و بردبار آدمی ہی مرتبہ نبوت کے لائق ہوتا ہے۔ (تمہیں بردباری کرنی چاہئے) پھر وہ اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا مجھے لات و عزیٰ کی قسم میں تم پر ایمان نہیں رکھتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے اعرابی تم کیوں ایمان نہیں رکھتے۔ کس سبب سے تم نے یہ باتیں کہیں اور میری مجلس کی تکریم کو بالائے طاق رکھ کر ناحق گفتگو کی؟ وہ کہنے لگا (ہاں) میری گفتگو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کے خلاف تھی اور مجھے لات و عزیٰ کی قسم میں آپ پر تب تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہیں لاتی۔ ساتھ ہی اس نے آستین سے گوہ نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک دی اور کہا اگر یہ گوہ اظہار ایمان کر دے تو میں بھی داخل اسلام ہو جاؤں گا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ضَبُّ! فَتَکَلَّمَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ یَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِیْعًا لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَمَنْ تَعْبُدُ یَا ضَبُّ؟ فَقَالَ اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهُ وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُهُ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهُ وَفِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِی النَّارِ عَذَابُهُ فَقَالَ مَنْ اَنَا یَا ضَبُّ؟ فَقَالَ اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گوہ! تو گوہ نے صاف عربی زبان میں جسے سب لوگ سمجھ رہے تھے یہ کہا لبیک وسعدیک یارسول رب العالمین اے پروردگار ہر عالم کے رسول میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اے گوہ تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ کہنے لگی میں اس خدا کی عبادت کرتی ہوں جس کا آسمان میں عرش ہے۔ زمین میں قبضہ ہے سمندر پر حکومت ہے جنت میں رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ گوہ کہنے لگی آپ رسول رب العالمین اور خاتم المرسلین ہیں۔ آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب ہے اور انکار کرنے والا ناکام ونامراد۔

اعرابی یہ دیکھ کر بول اٹھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ حقا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ قسم بخدا جب میں آیا تھا تو روئے زمین پر کوئی شخص مجھے آپ سے زیادہ ناپسند نہ تھا اور بخدا اس وقت آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی عزیز ہیں۔ میرے جسم کا بال بال اور رونگٹا رونگٹا آپ پر ایمان لا چکا اور میرا عیاں و نہاں اور ظاہر و باطن آپ پر قربان ہو چکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ کے لئے ہر تعریف ہے جس نے تجھے اس دین کی طرف ہدایت دی ہے جو غالب رہے گا۔ مغلوبیت سے نا آشنا ہے اس دین کو اللہ تعالیٰ صرف نماز سے قبول کرتا ہے اور نماز قرآن کے پڑھنے سے قبول ہوتی ہے۔

پھر آپ نے اسے سورہ فاتحہ اور اخلاص سکھلائیں وہ عرض کرنے لگا یارسول اللہ میں نے نثر اور نظم میں کوئی بھی کلام اس سے حسین تر نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے شعر نہیں۔ جب تم نے قل ھو اللہ احد (سورہ اخلاص) کو پڑھ لیا تو سمجھو ایک تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب مل گیا اگر اسے دو مرتبہ پڑھا تو تم نے دو تہائی قرآن کی تلاوت کا اجر پا لیا اور اسے تین بار پڑھنے سے تمہیں پورے قرآن کی تلاوت کا مقام حاصل ہو گیا اعرابی کہنے لگا ہمارا خدا کتنا اچھا خدا ہے جو تھوڑا سا عمل بھی قبول کر لیتا ہے اور بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اس اعرابی کی کچھ مدد کرو۔ تو انہوں نے اسے اتنا دیا

کہ اسے (کثرت مال کی وجہ سے) درجہ تکبر تک پہنچا دیا۔ (۱) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کرنے لگے یارسول اللہ! میرا خیال ہے میں اسے اپنی اونٹنی دے کر قربت الٰہی کا ایک ذریعہ حاصل کروں میری اونٹنی فارسی نسل سے چھوٹی اور عربی اونٹوں سے بڑی ہے۔ دس ماہ کی حاملہ ہے اور اتنی شاہزور ہے کہ پیچھے سے دوڑ کر پہلے سے گئے ہوئے اونٹوں سے جا ملتی ہے مگر کوئی اونٹ اس سے نہیں مل سکتا مجھے بطور ہدیہ کہیں سے ملی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اونٹ تم دو گے اس کی تعریف تم نے کر دی۔ اور جو اونٹ اللہ تجھے اس کی جزا میں دے گا اس کی تعریف میں بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تمہیں سوراخ دار موتیوں کی اونٹنی ملے گی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہوں گے اور اس پر کریب اور ریشم کا کجاوہ رکھا ہو گا۔ وہ تمہیں لپکنے والی بجلی کی سی تیزی سے پل صراط سے گزار دے گی۔

پھر وہ اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر باہر نکلا۔ آگے اسے ایک ہزار اعرابی ملے جو ہزار جانوروں پر سوار اور ہزار نیزوں اور ہزار تلواروں سے مسلح تھے وہ ان سے کہنے لگا کدھر جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم جھوٹے شخص سے جنگ کرنے جا رہے ہیں جو خود کو نبی سمجھتا ہے۔ اس اعرابی نے (جو انہی کی قوم کا ایک فرد اور ان کا رئیس تھا) کہا میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا تم نے بھی یہ نیا دین اختیار کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں کر لیا ہے۔ پھر اس نے انہیں (گوہ کی گواہی سے متعلق) ساری بات کہہ سنائی۔ تو ان میں ہر کوئی یہ کہنے لگا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان لانے کی خبر پہنچی تو آپ انہیں ملنے کے لئے تشریف لائے۔ وہ آپ کو دیکھ کر سواریوں سے کود پڑے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک کے جس حصہ تک ان کی رسائی ہو رہی تھی اسے چوم رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے۔ لا الٰہ الا محمد رسول اللہ پھر وہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ آپ ہمیں جو حکم دینا پسند فرماتے ہیں ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا تم خالد بن ولیدؓ کے جھنڈے تلے ہو گے۔ (۲)

راوی کہتا ہے سارے عرب میں بیک وقت اسلام لانے والے ایک ہزار آدمی (سب سے پہلے) صرف بنو سلیم ہی سے تھے۔

---

(۱) مطلب یہ نہیں کہ واقعی وہ مال لے کر متکبر ہو گیا مطلب یہ ہے کہ اسے اتنا مال دیا گیا جسے لوگ اچانک حاصل کر کے متکبر ہو جایا کرتے ہیں۔

(۲) غالباً وہ کسی غزوہ کی تیاری کا وقت ہو گا۔

بکریاں آپؐ کو سجدہ کرتی ہیں

(۲۶۶) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ باغ میں بکریاں تھیں۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی آپ کے آگے سجدہ ریز ہو گئیں۔ ابو بکر صدیق نے عرض کیا یارسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔
آپ نے فرمایا میری امت کو یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو سجدہ کرے اور اگر ایک دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جانور آپؐ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے

(۲۶۷) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض گھر والوں نے کچھ جانور رکھے ہوئے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے تو وہ آپ کو دیکھ کر خوشی سے اچھلنے کودنے لگتے۔ اور جونہی انہیں آپ کی آمد کا احساس ہوتا (کہ آپ تشریف لا رہے ہیں) تو وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہونے لگتے۔

اونٹ آپ کو سجدے کرتے اور اپنی فریادیں پیش کرتے ہیں

(۲۶۸) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کی ایک محفل میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک اونٹ آیا اور آپ کے آگے سر بسجود ہو گیا۔

(۲۶۹) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ جب ہم واپس آئے اور بنی نجار کے ایک باغ تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ باغ میں ایک طاقتور اور غصہ سے بپھرا ہوا اونٹ ہے جو باغ میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتا جو بھی داخل ہونا چاہے اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بلا ردو کد) باغ میں تشریف لے گئے اور اونٹ کو آواز دی۔ تو وہ گردن ڈال کر چلا آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کی لگام حاضر کرو۔ پھر

☆ ۲۶۸ (تخریج) جمع الزوائد جلد نمبر۹ ص ۴ کتاب علامات النبوۃ باب ادب الحیوانات لہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اس حدیث کو احمد۔ ابویعلی۔ بزار اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور احمد کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں۔

آپ نے اس کے منہ میں لگام دے کر اسے اسکے مالک کے حوالے کر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بے شک زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو یہ نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوا سرکش جنوں اور انسانوں کے۔

(۲۷۰) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع (۱) سے واپس ہوئے جب ہم میدان حرہ سے اترے (اور بنی نجار کی بستی میں پہنچے) تو ایک اونٹ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنی گردن آپ کے قدموں میں ڈال دی آگے حدیث سابق کی طرح ہے۔

(۲۷۱) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر نکلا جب ہم واپس ہوئے تو دوران واپسی میں نے محسوس کیا جیسے کچھ پرندے ہمارے اوپر سایہ کرتے ہیں اسی دوران ایک سرکش اونٹ آیا جب وہ راستے کے دونوں کناروں کے درمیان (آپ کے سامنے) آیا تو سجدے میں گر گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو انصار کے کچھ نوجوانوں نے کہا یا رسول اللہ یہ ہمارا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی کیا صورت حال ہے کہنے لگے ہم نے اپنے باغ کو پانی دینے کے لئے اس سے بیس سال مشقت لی ہے۔ اس کا جسم خوب چربی دار ہے ہم نے (اس کے بوڑھا ہو جانے کے سبب) ارادہ کیا ہے کہ اسے ذبح کر کے اپنے غلاموں میں تقسیم کریں۔ تب سے یہ ہم پر سرکش ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے ہاتھ بیچ دو وہ عرض کرنے لگے نہیں بلکہ یہ آپ کے لئے ہدیۂ ہے آپ نے فرمایا میں تو اسے لینا نہیں چاہتا مگر تم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو تا آنکہ اسے موت آجائے۔

(۲۷۲) ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت ہے کہتے ہیں کہ بنی مسلمہ کے ایک آدمی نے اونٹ خریدا تاکہ اس پر پانی لاد کر لایا کرے اس نے اسے اپنی جانور باندھنے والی جگہ میں لا کر باندھ دیا۔ مگر اس نے بندھن توڑ لیا تاکہ اس پر کچھ لادا نہ جاسکے اب جو آدمی بھی اس کے پاس جاتا وہ اسے مار بھگاتا۔ اتنے میں ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ سے ماجرا کہا گیا آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو (تاکہ میں اندر چلا جاؤں) وہ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ ہمیں ڈر ہے کہیں اونٹ آپ کو نقصان نہ دے۔ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو چنانچہ انہوں نے کھول دیا۔ اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گیا لوگ یہ دیکھ کر تسبیح کہنے لگے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ان جانوروں سے زیادہ ہمارا حق ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی

---

(۱) ۵ھ میں قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سرکوبی کیلئے تشریف لے گئے جب آپ مقام ذات الرقاع تک پہنچے تو کفار ڈر کر پہاڑوں میں جا چھپے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

کو یہ جائز ہوتا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے تو عورت پر حق ہوتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے۔

(۲۷۳) یعلیٰ بن مرہ ثقفیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین امور (معجزات) دیکھے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کہیں جارہے تھے، ایک اونٹ پر ہمارا گزر ہوا جس پر پانی لادا جارہا تھا۔

اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو بڑبڑانے لگا اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی (آداب بجالایا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا اس کا مالک کون ہے؟ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ وہ کہنے لگا نہیں بلکہ میں اسے آپ کے لئے ہبہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ہم تجھے دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایسے گھرانے کی ملک ہے جن کا ذریعہ معاش اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تمہارے ذہن میں یہ بات آئے کہ اس اونٹ نے ایسا کیوں کیا ہے تو یاد رکھو اس نے زیادہ مشقت لئے جانے اور کم چارہ ڈالے جانے کی شکایت کی تھی۔ تو تم اس سے اچھا برتاؤ رکھو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم اونٹ کی فریاد سن کر اسے اپنے پاس رکھ لیا

(۲۷۴) یعلیٰ بن مرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے چلے۔ اتنے میں ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آیا اور آپ کے آگے سر بسجود ہوگیا مسلمانوں نے یہ دیکھ کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کے لئے ہم زیادہ حق دار ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں غیر خدا کے لئے سجدہ کی اجازت دیتا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ تم جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہہ رہا تھا؟ کہتا تھا کہ اس نے اپنے آقاؤں کی چالیس برس خدمت کی ہے اور جب وہ بوڑھا ہوگیا ہے تو اس سے مشقت زیادہ لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں۔ تا آنکہ ان کے ہاں شادی تھی۔ انہوں نے چھری اٹھائی تاکہ اسے ذبح کر دیں (تو وہ دوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا)۔

آپ نے اس کے مالکوں کو بلوالیا اور انہیں ساری بات سنائی۔ وہ کہنے لگے یارسول اللہ اس نے سچ کہا ہے آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم اسے میرے پاس رہنے دو۔ چنانچہ وہ اسے آپ کے پاس چھوڑ گئے۔

دو سرکش اونٹ آپ کو دیکھ کر مطیع اور سر بسجود ہوگئے

(۲۷۵) غیلان بن سلمہ ثقفی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر

میں تھے ہم نے دوران سفر آپ سے نہایت تعجب خیز کام (معجزہ) دیکھا۔ ہم چلتے ہوئے ایک منزل پر اترے وہاں ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ! میرا ایک باغ ہے جو میری اور میرے اہل وعیال کی کل معیشت ہے اور باغ میں میرے دو اونٹ بھی ہیں جو اس باغ کو پانی دینے کے لئے ہیں۔ وہ دونوں مجھ سے سرکش ہو گئے ہیں اور مجھے اپنے یا باغ کے نزدیک تک نہیں آنے دے رہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص ان کے قریب جا سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت کھڑے ہو گئے اور اس باغ کو چل دیئے آپ نے باغ والے شخص سے فرمایا دروازہ کھول دو وہ عرض کرنے لگا یارسول اللہ وہ نہایت سرکش ہیں اور یوں قابو میں آنے والے نہیں۔ آپ نے فرمایا تم دروازہ کھول دو۔ جب دروازے کو حرکت ہوئی تو وہ طوفان کے سے شور وغوغا کے ساتھ دروازے کی طرف لپک کر آئے۔

مگر جب دروازہ کھلا اور اونٹوں کی نظر رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو فوراً آپ کے سامنے مئودب بیٹھ گئے اور سر سجدے میں رکھ دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سروں سے پکڑ کر ان کے مالک کے حوالے کر دیا۔ اور فرمایا ان سے کام بھی لو اور چارہ بھی اچھا ڈالو۔

لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ کے طفیل اللہ کا احسان ہم پر تو ان سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ نے آپ کے صدقے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور ہلاکتوں سے بچایا۔ تو کیا آپ ہمیں بھی اپنے آگے سجدہ کی اجازت دیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میرے لئے جائز نہیں۔ وہ تو صرف اس زندہ جاوید خدا کے لئے ہے جسے کبھی موت نہیں آ سکتی، اگر میں اپنی امت میں کسی کو غیر خدا کے لئے سجدہ کی اجازت دیتا تو (سب سے پہلے) عورت کو شوہر کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔

(۲۷۶) عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! فلاں خاندان کا پانی لانے والا اونٹ سرکش ہو گیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کھڑے ہو گئے ہم بھی ساتھ ہو لئے۔ (وہاں پہنچ کر) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ اونٹ کے قریب نہ جائیں وہ آپ کو کہیں نقصان نہ دے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قریب ہو گئے۔ اونٹ نے آپ کو دیکھتے ہی سجدہ کر دیا۔ پھر آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اس کی لگام حاضر کرو جو حاضر کر دی گئی آپ نے اس کے منہ میں لگام ڈال دی اور فرمایا اس کے مالک کو میرے پاس بلاؤ جو بلا لیا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ یہ تیرا اونٹ ہے، اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اسے چارا اچھا ڈالا کرو اور طاقت سے زیادہ مشقت نہ لیا کرو وہ کہنے لگا ایسے ہی کیا کروں گا۔

صحابہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ! یہ جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں کیونکہ ان پر آپ کا عظیم

حق ہے تو ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں آپ نے فرمایا نہیں! اگر میں اپنی امت میں یہ امر جائز رکھتا کہ وہ باہم ایک دوسرے کو سجدہ کریں تو عورتوں سے کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔

(۲۷۷) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مدینہ طیبہ میں انصار کا ایک گھرانہ تھا جو اپنے اونٹ پر پانی لایا کرتے اور اپنے باغ کو سیراب کیا کرتے تھے۔ ایک بار اونٹ سرکش ہو گیا اور اپنی پشت کو کسی کے کام آنے سے روک لیا۔ انصار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم اپنے اونٹ پر پانی لایا کرتے ہیں مگر وہ ہم پر برانگیختہ ہو گیا ہے اور ہمارے استعمال کا نہیں رہا۔ جبکہ کھجوریں اور کھیتی سوکھتی جا رہی ہے۔ (۱) آپ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو وہاں چلیں۔ صحابہ آپ کے ساتھ چل پڑے۔

آپ باغ پر تشریف لائے۔ اونٹ ہنوز باغ کے ایک کونے میں موجود تھا۔ آپ اس کی طرف بڑھے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کتے کی طرح خوفناک ہو چکا ہے ہمیں ڈر ہے یہ کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے آپ نے فرمایا مجھے اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ وہ اونٹ چلتا ہوا آیا اور آپ کے آگے سجدہ ریز ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کیا یہ بے عقل جانور ہے اور ہم صاحب عقل ہیں ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کو جائز نہیں کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو شوہر کے آگے سجدہ ریز ہونے کے لئے کہتا۔ کیونکہ اس پر شوہر کا بہت بڑا حق ہے۔

اس فصل کی احادیث پر مصنف کا تبصرہ

شیخ (ابو نعیمؒ) فرماتے ہیں مذکورہ روایات کے مطابق جانوروں کا آپ کو سجدہ کرنا آپ کی خدمت میں شکایات پیش کرنا وغیر ذالک، آپ کی نبوت کی واضح علامات اور دلائل ہیں اور ان سے دو فائدے ضرور حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ نمبرا یا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لغت ہائے بہائم عطا فرمائی گئی ہیں۔ جیسے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی گفتگو کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔ تو یہ امر آپ کی نبوت و

---

(۱) اس دور میں عرب کے دیہات کی سب سے بڑی معیشت یہی ہوتی تھی کہ باغ لگا لیا کرتے مگر چونکہ عرب کی زمین اکثر بے آب اور خشک ہے اس لئے انہیں دور دراز کے چشموں اور پہاڑی وادیوں سے پانی لانا پڑتا اس مقصد کے لئے اونٹ کی ضرورت پڑتی اور یوں اونٹ کو ان کی معیشت میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی اور اس کا سرکش ہو جانا ان کے لئے ایک مصیبت عظمیٰ سے کم نہ ہوتا تھا، تو قربان جائیں اعجاز رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بے کسوں کے کام آ گیا اور ان کی مشکلیں آسان ہو گئیں۔

رسالت کی روشن دلیل ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے لئے تھی۔ نمبر۲ یا پھر آپ کو جانوروں کی شکایات کا مقصد بذریعہ وحی معلوم ہوتا تھا۔ جو بھی ہو بہر حال یہ امر آپ کے لئے ایک معجزہ اور روشن تر دلیل نبوت سے کم نہیں۔

اگر کوئی معترض کہے کہ یہاں ایک تیسرا احتمال بھی ہے وہ یہ کہ آپ نے لوگوں کے جانوروں کے ساتھ عمومی غلط رویے سے اندازہ لگایا ہو گا کہ جانور اپنی زبان حال سے یہی کچھ کہہ رہے ہیں (کہ ہمارے مالک ہم سے کام زیادہ لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال تو موجود ہے مگر کسی اونٹ کو دیکھ کر محض اندازے سے یہ بات کبھی معلوم نہیں ہو سکتی کہ اس کا مالک فلاں قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اور اتنے سالوں سے اسے کام میں لا رہا ہے اور اسے شادی کے موقع پر ذبح کرنا چاہتا ہے۔ صورت حال کو دیکھ کر ایسی باتیں کبھی معلوم نہیں کی جا سکتیں۔ اس لئے یہ احتمال سراسر باطل ہے۔ (۱)

یعفور نامی گدھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(۲۷۸) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں ایک سیاہ رنگ گدھا حاضر خدمت ہوا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں عمرو بن فلاں ہوں ہم سات بھائی تھے۔ ہم میں سے ہر ایک پر انبیاء نے سواری کی ہے۔ میں ان سب سے چھوٹا تھا اور مجھے قدرت نے آپ کی سواری کے لئے رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی میرا مالک بن گیا اور میں جب آپ کو یاد کر کے بے قرار ہو جایا کرتا تو وہ

---

(۱) یہ حدیث نمبر۲۷۵ کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ گزرا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کے فریاد کرنے پر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا تھا کہ اس کے آقاؤں نے برابر چالیس برس اس سے مشقت لی ہے اور اب شادی کے موقع پر اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں، ظاہر ہے یہ باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم کیں یا اونٹ کی بولی اور لغت آپ کو معلوم تھی۔ اور دونوں صورتوں میں آپ کی نبوت و رسالت پر روز روشن کی طرح وضاحت و صراحت کے ساتھ دلیل موجود ہے۔

علاوہ ازیں حدیث نمبر۲۶۵ میں گوہ کا فصیح عربی میں گفتگو کرنا اور آپ کے سوالات کا جواب دینا، حدیث نمبر۲۶۲ میں بھیڑیے کا خالص عربی زبان میں ایک یہودی کو راہ اسلام کی ہدایت دینا اور حدیث نمبر۲۶۳ اور ۲۶۴ میں ہرنی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنا اور پھر بچوں کو دودھ پلا کر واپس آنا مذکور ہوا ہے۔ آخر یہ تمام احادیث یکدم موضوع تو نہیں قرار دی جا سکتیں اس لئے ذی فہم اور خوش قسمت انسان کے لئے ان تمام واقعات میں نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اظہر من الشمس دلائل ہیں مگر جو لوگ ختم اللہ علیٰ قلوبہم اور بل طبع اللہ علیٰ قلوبہم کی صفت رکھتے ہیں وہ کبھی نہیں مان سکتے۔

مجھے زدوکوب کرنے لگتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم یعفور ہو (۱)

---

(۱) یَعْفُوْرٌ بروزن عَصْفُوْرٌ کا معنی ہے ہرن کا بچہ۔ شائد اس گدھے کی سرعت رفتار کے باعث آپ نے اسے یہ لقب عنایت فرمایا۔ شیخ محقق نے مدارج میں امام سہیلی کی کتاب التعریف والا علام کے حوالے سے لکھا ہے کہ پھر یہ یعفور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ کے پاس رہا جب آپ نے کسی صحابی کو بلانا ہوتا تو اسے حکم فرماتے وہ آپ کا حکم پا کر اس صحابی کے گھر پر جاتا اور پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھٹکھٹاتا جب وہ شخص باہر نکلتا تو یعفور اپنے سر سے اشارہ کر کے بتلاتا کہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمارہے ہیں۔ پھر آپ کے وصال پر یعفور نے آپ کی جدائی برداشت نہ کرتے ہوئے کنویں میں چھلانگ لگادی اور اپنا خاتمہ کر لیا (تاہم اس پر اس عمل سے کوئی مؤاخذہ نہیں کیونکہ جانور غیر مکلف ہیں)

انیسویں فصل

تاجدار کشور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر درختوں کا اطاعت بجالانا اور حاضر دربار رسالت ہو جانا

ہر شجر و حجر سے آواز آتی تھی السلام علیک یارسول اللہ

(۲۷۹) سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا ایک بار ہم مکہ کی کسی جانب پہاڑوں اور درختوں میں سے گزر رہے تھے

فَلَمْ يَمُرَّ بِشَجَرٍ وَلَا جَبَلٍ إِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

تو جس بھی پہاڑ یا درخت کے قریب سے آپ گزرتے اس سے آواز آتی تھی السلام علیک یارسول اللہ (۱)

درخت چلتا ہوا آیا اور سامان تسکین قلب رسول بن گیا

(۲۸۰) سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں مقام حجون پر بڑے پریشان غمزدہ بیٹھے تھے آپ نے وہاں دعا کی اے اللہ! مجھے ایسی نشانی دکھا جس کے بعد میں اپنی قوم کی تکذیب سے پریشان نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے حکم سے اپنے پیچھے کھڑے ایک درخت کو آواز دی تو وہ زمین کا سینہ چاک کرتا ہوا آپ کے حضور حاضر ہو گیا اور سلام کا نذرانہ پیش کرنے لگا۔ آپ نے اسے واپس جانے کو کہا تو اپنی جگہ واپس جا کر کھڑا ہو گیا۔ تب آپ نے فرمایا اب مجھے کوئی پروا نہیں کہ قوم میں سے کون مجھے جھٹلاتا ہے۔

---

(۱) بلکہ پیچھے جلد اول حدیث نمبر ۱۵۷ میں گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابتداء نزول وحی کے بعد جب میں گھر آیا تو جَعَلْتُ لَا يَلْقَانِي حَجَرٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

میری یہ حالت تھی کہ راستے میں ملنے والا ہر پتھر اور درخت یہی کہہ رہا تھا کہ السلام علیک یا رسول اللہ۔

☆۲۸۰ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۶۲۰۔ سنن دارمی۔ سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۶۴۰

درخت نے حکم نبی پا کر خود کو زمین سے اکھیڑا اور اپنی جڑوں پہ گھسٹتا ہوا پیش خدمت ہو گیا

(۲۸۱) ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ! میں اسلام لا چکا ہوں مجھے کوئی نشانی دکھلایئے تاکہ میرا یقین بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا تو کونسی نشانی دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا اس درخت کو حکم فرمائیں کہ وہ آپ کے پاس آجائے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے بلا لاؤ۔ وہ اعرابی اس درخت کے پاس گیا اور اسے کہا اے درخت! رسول اللہ کی بارگاہ میں آؤ۔

قَالَ فَمَالَتْ عَلٰى جَانِبٍ مِّنْ جَوَانِبِهَا فَقَطَعَتْ عُرُوْقَهَا ثُمَّ مَالَتْ عَلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ فَقَطَعَتْ عُرُوْقَهَا حَتّٰى اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

کہتے ہیں کہ درخت پہلے ایک طرف گرا پھر دوسری طرف گرا اس نے اپنی جڑیں اکھیڑیں اور چلتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گیا اور اس سے آواز آئی السلام علیک یارسول اللہ" اعرابی نے کہا بس بس مجھے کافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سے کہا واپس چلے جاؤ تو وہ واپس ہو گیا اور حسب سابق اپنی جڑوں اور ٹہنیوں کے ساتھ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔

اعرابی نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کا سرانور اور قدم ہائے مبارک چوم لوں۔ تو آپ کی اجازت سے اس نے اپنا یہ ارمان پورا کر لیا پھر اس نے کہا کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں آپ کو سجدہ کر لوں؟ آپ نے فرمایا کوئی کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا اگر میں اس کی اجازت دیتا تو (سب سے پہلے) عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اس کا عظیم حق ہے۔

درخت آپ کے اشاروں پر اکٹھے ہوتے ہیں

(۲۸۲) وکیع بن مرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں (جارہا) تھا، ہم ایک جگہ ٹھہرے جہاں بہت درخت تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا ان (دور کھڑے) درختوں سے کہو "تمہیں اللہ کا رسول حکم دیتا ہے کہ اکٹھے ہو جاؤ" میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا۔ میں رسول خدا کا فرستادہ ہوں وہ تمہیں حکم فرما رہے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جاؤ۔ میری بات سنتے ہی وہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آڑ میں

☆۲۸۳ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۶۱۷ ۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۶ نقلا عن المسند لاحمد"

قضاء حاجت فرمائی اور واپس آکر مجھے فرمایا ان درختوں سے کہو کہ اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں میں نے انہیں یہ پیغام دیا تو وہ جدا ہو گئے۔

(۲۸۳) یعلیٰ بن مرہ ثقفیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں محو استراحت ہو گئے اتنے میں ایک درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا اور آپ پر سایہ فگن ہو گیا کچھ دیر وہاں ٹھہر کر واپس چلا گیا۔ آپ کے بیدار ہونے پر ہم نے اس کا ماجرا عرض کیا۔ تو آپ فرمانے لگے اس درخت نے اپنے رب عزو جل سے اجازت مانگی تھی کہ مجھ پر سلام پڑھے۔ چنانچہ اسے اجازت دے دی گئی۔ (۲)

(۲۸۴) حکیمہ زوجہ یعلیٰ بن مرہ کی روایت کے مطابق بھی یعلیٰ سے ایسی ہی خبر مروی ہے۔

(۲۸۵) غیلان بن سلمہ ثقفیؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ہمرکاب تھے، ہم نے اس موقع پر آپ سے نہایت تعجب خیز امر (معجزہ) دیکھا۔ وہ یہ کہ ایک جگہ ہمارا گزر ہوا جہاں درخت تو تھے مگر دور دور، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے غیلان! ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ آپس میں مل جائیں میں ان کی آڑ میں استنجاء کرنا چاہتا ہوں، تو میں ان کے پاس گیا اور انہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرما رہے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ۔

فَمَادَتْ اِحْدَاهُمَا ثُمَّ انْقَلَعَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى انْضَمَّتْ اِلٰى صَاحِبَتِهَا، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ خَلْفَهُمَا وَرَكِبَ، ثُمَّ عَادَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ اِلٰى مَوْضِعِهَا۔

چنانچہ ان میں سے ایک درخت اوپر کی طرف لمبا ہوا اور زمین سے اکھڑ گیا۔ پھر وہ چلتا ہوا دوسرے درخت کے ساتھ جا ملا۔

---

(۱) گویا وہ درخت آپ پر سایہ کرنے کے لئے نہیں آیا تھا ممکن ہے آپ پہلے سے سائے میں سوئے ہوں بلکہ وہ صرف بارگاہ نبوت میں سلام پیش کرنے کے لئے آیا تھا گویا درخت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان رکھتے ہیں اور آپ کی عظمت یہ ہے کہ آپ درختوں کو نہ بھی بلائیں تو بھی وہ خود آپ کے پاس حاضری کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ حالت خواب میں بھی اپنے ماحول سے غافل و بے خبر نہیں ہوتے اسی لئے آپ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ اس درخت نے اللہ سے اذن لے کر حاضری دی تھی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں امام بوصیری فرماتے ہیں۔

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ اِنَّ لَهٗ قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عالم خواب میں وحی کے آنے کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آپ کا قلب مبارک آنکھوں کے سو جانے کے باوجود بیدار رہتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے ان کی آڑ میں ہاتھ دھوئے اور پھر سوار ہو گئے۔ پھر وہ درخت واپس چلتا ہوا اپنی جگہ پہ جاکر کھڑا ہو گیا۔

(۲۸۶) عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ انہوں نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ ہم ایک بار سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ ایک کشادہ وادی میں اترے۔ اور قضاء حاجت فرمانے کے لئے ایک طرف چلے میں آپ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر آیا۔ آپ نے چاروں طرف دیکھا مگر وہاں آڑ لینے کے لئے کوئی چیز (درخت وغیرہ) نظر نہ آئی۔ البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت کھڑے تھے۔

فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اِحْدٰھُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِھَا وَقَالَ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ فَاَذِنَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَھَا فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُطَاوِعُ قَآئِدَہٗ، حَتّٰی اَتَی الشَّجَرَۃَ الْاُخْرٰی فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِھَا فَقَالَ لَھَا اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالْمُنْصَفِ بَیْنَھُمَا جَمَعَھُمَا وَقَالَ الْتَئِمَا بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیَّ فَالْتَئَمَتَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس گئے اور اسے ایک ٹہنی سے پکڑ کر فرمایا میرے ساتھ چلو۔ تو وہ اللہ کے اذن سے آپ کے ساتھ یوں چل پڑا جیسے نکیل انداختہ اونٹ شتربان کے پیچھے چلتا ہے۔ پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اسے بھی یونہی کھینچ لائے اور دونوں کو درمیان میں لاکر اکٹھا کر دیا اور انہیں فرمایا کہ باہم مل جاؤ تو وہ مل گئے (۱)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں دور جاکر ایک جگہ بیٹھ گیا (کچھ دیر بعد) مجھے آپ کی آہٹ محسوس ہوئی میں نے (پلٹ کر) دیکھا تو آپ میری طرف تشریف لا رہے تھے اور دونوں درخت ایک دوسرے سے الگ ہو کر سیدھے کھڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد اپنے سر سے دائیں بائیں اشارہ کیا (یعنی دونوں درختوں کو سر کے اشارے سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر جاکر گڑ جاؤ (۲)

(۲۸۷) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ سے ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ معالج تھا لوگوں کا علاج معالجہ کیا کرتا۔ آپ سے کہنے لگا

---

(۱) اور ان کے ملنے سے آڑ بن گئی جس کی اوٹ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی لہٰذا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ٹھہری کہ آدمی کو کھلے میدان میں پاخانہ یا پیشاب کی حاجت ہو تو کسی نہ کسی آڑ اور پردے کی تلاش کرے خواہ اسے کچھ مشقت برداشت کرنا پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا ہے ہمیں بھی حیا اپنانا چاہیے۔

(۲) یہ حدیث مشکوۃ باب المعجزات میں بروایت مسلم موجود ہے۔

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کچھ (عقل سے ماوراء) باتیں کرتے ہو کیا میں تمہارا علاج نہ کروں؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے ایک درخت کو آواز دی تو وہ سجدے کرتا اور سجدے سے اپنا سر اٹھاتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اسے فرمایا واپس چلے جاؤ تو اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ اس عامری حکیم نے یہ دیکھ کر کہا خدا کی قسم آئندہ میں تمہاری کسی بات کو جھٹلایا نہیں کروں گا۔ پھر اس نے قبیلہ بنو صعصعہ سے بھی کہہ دیا کہ آئندہ میں آپ کی کسی بات کو نہیں جھٹلاؤں گا۔ (۱)

آپ کے حکم سے درخت اکٹھے ہو گئے اور پتھر از خود دیوار بن گئے

(۲۸۸) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے، جب آپ وادی روحا (جو مدینہ منورہ سے تیس میل دور ہے) پہنچے تو آپ نے مجھے فرمایا اے "اسیم!" (زھری کہتے ہیں کہ آپ حضرت اسامہ کو پیار سے تصغیر کے ساتھ اسیم کہتے تھے) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر جانے کے لئے تمہیں کہیں کوئی آڑ نظر آتی ہے۔

اسامہ کہتے ہیں میں باہر نکلا اور کافی تلاش کی تا آنکہ میں تھک گیا مگر نہ کوئی ایسی جگہ مل سکی جہاں لوگ موجود نہ ہوں اور نہ ہی کوئی آڑ نظر آئی جس کے پیچھے آدمی چھپ کر قضاء حاجت کر سکے۔ میں واپس آگیا اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کو حق دے کر بھیجنے والے رب کی قسم میں نے بہت تلاش کی مگر کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی جہاں آدمی چھپ کر قضاء حاجت کر لے اور لوگوں سے وادی کے دونوں کنارے بھرے پڑے ہیں۔ ، آپ نے فرمایا کیا کوئی درخت یا کچھ پتھر بھی کہیں نظر پڑے ہیں؟ میں نے کہا ہاں چند چھوٹے چھوٹے کھجور کے درخت ہیں اور ان کے قریب ہی پتھر کی کچھ سلیں ہیں۔

آپ نے فرمایا تو پھر تم ان درختوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم دے رہا ہے کہ آپس میں مل جاؤ تاکہ ان کے لئے پردے کی جگہ بن جائے اور پتھروں سے بھی جا کر یہی کہو، تو میں ان درختوں کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں فرمار ہے ہیں کہ باہم مل جاؤ تاکہ ان کے لئے پردہ کی جگہ بن جائے۔

---

(۱) یہاں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

فَجَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِيْ إِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آئے۔ جو قدموں کے بغیر پنڈلیوں پر چلتے ہوئے آئے تھے۔

كَأَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِمَا كَتَبَتْ فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

گویا ان درختوں کی شاخوں نے راہ (محبت) میں انوکھے رسم الخط کے ساتھ (آپ کی تعریف) لکھی۔

فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُهُنَّ يَتَقَافَزْنَ بِعُرُوقِهِنَّ وَتُرَابِهِنَّ حَتَّى لَصِقَ بَعْضُهُنَّ بِبَعْضٍ فَكَأَنَّهُنَّ نَخْلَةٌ وَاحِدَةٌ وَقُلْتُ ذَالِكَ لِلْحِجَارَةِ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُهُنَّ يَتَقَافَزْنَ حَجَرًا حَجَرًا حَتَّى صِرْنَ كَأَنَّهُنَّ جِدَارٌ۔

تو اس خدا کی قسم جس نے نبی ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی جڑوں اور مٹی کے ساتھ زمین سے اچھل اچھل کر باہر نکل رہے ہیں پھر یوں آپس میں مل کر کھڑے ہو گئے جیسے ایک ہی درخت ہو۔ پھر میں نے پتھروں کو بھی آپ ﷺ کا حکم سنایا تو اللہ عزوجل کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے دیکھا کہ وہ بھی کود کود کر ایک دوسرے پر بیٹھ رہے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی دیوار بن گئی۔

میں آپ کے پاس آیا اور ساری بات سنائی۔ آپ نے فرمایا اے اسیم یہ پانی کا برتن اٹھالو۔ میں نے اٹھالیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم ان درختوں والی جگہ پر پہنچے تو آپ نے برتن مجھ سے لے لیا اور چل دیئے۔ آپ نے وہاں قضاء حاجت فرمائی اور برتن اٹھائے میرے پاس واپس آئے۔ ہم واپس اپنے خیمے میں آئے آپ نے مجھے فرمایا اے اسیم! ان درختوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ واپس ہو جاؤ اور پتھروں کو بھی یہی پیغام دے دو۔

فَأَتَيْتُ النَّخَلَاتِ فَقُلْتُ لَهُنَّ مَا أَمَرَنِي، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُهُنَّ يَتَقَافَزْنَ بِعُرُوقِهِنَّ وَتُرَابِهِنَّ حَتَّى رَجَعَتْ كُلُّ نَخْلَةٍ إِلَى مَكَانِهَا، وَقُلْتُ ذَالِكَ لِلْحِجَارَةِ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُهُنَّ يَتَقَافَزْنَ حَجَرًا حَجَرًا حَتَّى رَجَعَ كُلُّ حَجَرٍ إِلَى مَكَانِهِ، فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

چنانچہ میں درختوں کے پاس آیا اور انہیں آپ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ تو اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ اپنی جڑوں اور مٹی کے ساتھ اچھلتے ہوئے اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ پھر میں نے پتھروں کو بھی آپ ﷺ کا حکم پہنچایا تو اللہ عزوجل کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے دیکھا وہ بھی ایک ایک کر کے اچھلے اور اپنی اپنی جگہ پر جا گرے۔ (اور میں نے واپس آکر آپ ﷺ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔)

رکانہ پہلوان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دلچسپ کشتی

(۲۸۹) ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص کا نام رکانہ تھا۔ سب لوگوں سے بد خلق نہایت طاقتور اور مشرک تھا اضم نامی وادی (۱) میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے اور اسی وادی کی طرف چلدیئے۔ وہاں آپ سے رکانہ کی ملاقات ہو گئی آپ کے ساتھ کوئی بھی ساتھی نہ تھا رکانہ آپ کے سامنے آکھڑا ہوا اور کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہی ہمارے خداؤں لات و عزیٰ کو برا بھلا کہتے اور اپنے خدائے عزیز و حکیم کی طرف دعوت دیتے ہو؟ اگر میرے تمہارے درمیان ایک طرح کی رشتہ داری نہ ہوتی تو میں تمہیں قتل کر کے ہی تم سے کوئی بات کرتا۔ اب تم اپنے خدائے عزیز و حکیم کو پکارو کہ وہ آج تمہیں مجھ سے بچالے، میں تمہارے سامنے ایک بات رکھتا ہوں کیا تم مجھ سے کشتی کرو گے؟ تم اپنے خدا کو پکارنا کہ وہ تمہیں مجھ پر غلبہ دے اور میں اپنے لات و عزیٰ کو پکاروں گا اگر تم نے مجھے گرا لیا تو میری ان بکریوں میں سے دس بکریاں تمہاری ہوں گی اپنی پسند کی لے لینا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا ہاں! اگر تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل عزیز و حکیم کے حضور دعا فرمائی کہ وہ آپ کو رکانہ پر فتح عطا فرمائے ادھر رکانہ نے لات و عزیٰ کو پکارا تاکہ اسے آپ پر غلبہ حاصل ہو۔

پھر آپ نے اسے پکڑا اور نیچے گرا لیا اور اسکے سینے پر بیٹھ گئے رکانہ کہنے لگا تم تو مجھے یوں نہیں گرا سکتے تھے یہ تو تمہارے خدائے عزیز حکیم کا عمل معلوم ہوتا ہے مجھے میرے لات و عزیٰ دھوکا دے گئے ورنہ تم سے پہلے کبھی کسی نے مجھے نہیں گرایا تھا پھر رکانہ نے کہا دوبارہ کشتی کر لو اگر اب بھی تم نے مجھے گرا لیا تو دس بکریاں مزید تمہاری ہوں گی جو تم اپنی مرضی سے چن لینا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا اور پھر نیچے گرا لیا اور اس کے جگر پر بیٹھ گئے۔ رکانہ نے پھر کہا۔ تم نے تو مجھے نہیں گرایا یہ تو تمہارے خدائے عزیز و حکیم کا کام ہے۔ جبکہ مجھے لات عزیٰ دھوکا دے گئے ہیں۔ ورنہ آج تک مجھے کوئی زیر نہ کر سکا تھا۔ رکانہ نے پھر کہا مجھ سے ایک بار پھر لڑ کر دیکھ لو اگر تم نے مجھے اب بھی گرا لیا تو دس بکریاں اور لے لینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر پکڑ لیا اور دونوں نے اپنے اپنے الٰہ کو پکارا جیسے

---

(۱) یہ مدینہ طیبہ کے قریب نشیب میں واقع وادی کا نام ہے۔

☆ ۲۹۰ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد نمبر ۳ ص ۴۵۲ کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب رکانہ بن عبد یزید —— ترمذی حدیث نمبر ۱۷۸۵ — ابو داؤد کتاب اللباس باب فی العمائم ۲۰۷ جلد ثانی (مختصرا)

پہلی مرتبہ پکارا تھا اور ساتھ ہی آپ نے اسے پھر پچھاڑ دیا رکانہ کہنے لگا یہ تم نے مجھے نہیں گرایا تمہارے خدائے عزیز و حکیم نے گرایا ہے جبکہ میرے لات و عزیٰ مجھے اب کی بار بھی رسوا کر گئے۔ اس لئے میری ان بکریوں میں سے تیں بکریاں چن لو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ مال نہیں چاہتا بلکہ تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اے رکانہ تیرا جہنم میں جانا مجھے بہت ناگوار ہے اگر تم اسلام لے آئے تو جہنم سے بچ جاؤ گے رکانہ کہنے لگا نہیں! بلکہ پہلے مجھے کوئی نشانی دکھلاؤ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اللہ گواہ ہے۔ اگر میں اللہ سے دعا کروں اور تجھے نشانی دکھلا دوں تو کیا تم میری دعوت قبول کر لو گے؟ کہنے لگا ہاں!

وہاں قریب ہی ببول کا ایک درخت تھا بڑی ٹہنیوں اور شاخوں والا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اللہ کے اذن سے میرے پاس آؤ۔ تو وہ درمیان سے ٹوٹ گیا اور اپنے آدھے تنے پر چلتا ہوا اپنی ٹہنیاں اور شاخیں لئے حاضر دربار رسالت ہو گیا اور آپ کے اور رکانہ کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ رکانہ نے کہا آپ نے مجھے بڑا عظیم معجزہ دکھلا دیا۔ اب اسے کہیں کہ واپس چلا جائے آپ نے اسے حکم دیا تو وہ اپنی ٹہنیوں اور شاخوں سمیت واپس چلا گیا اور اس کے دونوں حصے باہم مل گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے فرمایا اب تو اسلام لے آؤ تاکہ نار جہنم سے بچ جاؤ۔ رکانہ نے کہا مجھے یوں تو کوئی انکار نہیں جبکہ میں ایک عظیم معجزہ دیکھ چکا ہوں۔ مگر مجھے یہ ناپسند ہے کہ مدینہ طیبہ کی عورتیں اور بچے یہ سنیں کہ میں نے اپنے دل میں تمہارا رعب محسوس کر کے تمہاری بات مان لی ہے کیونکہ مدینہ طیبہ کی عورتیں اور بچے خوب جانتے ہیں کہ آج تک کسی نے مجھے گرایا نہیں اور کبھی میرے دل میں کسی کا خوف آیا نہیں۔ البتہ یہ بکریاں حاضر ہیں آپ اپنا حصہ وصول کر لیں آپ نے فرمایا جب تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو مجھے تمہاری بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ فرما کر آپ واپس تشریف لے آئے۔

ادھر ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کو (نہ پاکر) تلاش کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے۔ انہوں نے بتلایا کہ آپ وادی اضم کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ جبکہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو معلوم تھا کہ وہ رکانہ کی وادی ہے اور اس سے آپ کی مڈبھیڑ ضرور ہو گی تو وہ آپ کی تلاش میں ادھر نکل پڑے۔ اور ڈر رہے تھے کہ کہیں رکانہ آپ کو (تنہا پاکر) قتل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ دونوں ہر اونچی جگہ پر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اتنے میں آپ دور سے تشریف لاتے دکھائی دیئے۔ تو یہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ! آپ اس وادی کی طرف اکیلے کیسے تشریف لے آئے آپ جانتے ہیں کہ

ادھر رکانہ رہتا ہے اور وہ آپ کی تکذیب میں سب لوگوں سے بڑھ کر خباثت پرداز اور سخت کوش ہے آپ ان کی بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں؟

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔

تو جب اللہ میرے ساتھ ہے پھر کون میرے قریب آ سکتا ہے؟ پھر آپ نے انہیں رکانہ سے کشتی کا سارا ماجرا سنا دیا اور جو آپ نے اسے معجزہ دکھلایا تھا وہ بھی بتلایا۔ تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ نے رکانہ کو گرا لیا؟ اس خدا کی قسم جس نے آپ جیسا رسول حق کے ساتھ بھیجا آج تک کوئی انسان اسے گرا نہ سکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے دس انسانوں کی قوت و طاقت کے ساتھ میری مدد فرمائی (میرے بازوؤں میں دس شاہزوروں کی طاقت ڈال دی) (۱)

ایک پتھر بعثت سے قبل بھی مجھے سلام کہتا تھا۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۹۰) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ بِمَكَّةَ لَحَجَرًا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ لَيَالِيَ بُعِثْتُ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِ۔

مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو جن راتوں میں مجھے مبعوث کیا گیا تب وہ مجھے سلام کہتا تھا۔ (آج بھی) جب میں اس کے قریب سے گزرتا ہوں تو اسے پہچان لیتا ہوں۔

(۲۹۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ۔ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ۔

میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھے سلام کہا کرتا تھا۔ میں اسے (آج بھی) پہچانتا ہوں۔

---

(۱) رکانہ بن عبد یزید بعد میں اسلام لے آئے اور مرتبہ صحابیت حاصل کیا اور امیر معاویہ کے ابتدائی دور یعنی ۴۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا چنانچہ ابو داؤد کتاب اللباس اور مستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ میں حضرت رکانہ کے بیٹے ابو جعفر محمد بن رکانہ سے روایت ہے کہ حضرت رکانہؓ کہتے ہیں میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔

بیسویں فصل

کھجور کا خشک تنا ہجر رسول میں رو پڑتا ہے

(۲۹۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ (جمعہ وغیرہ) ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر تعمیر ہوا تو وہ تنا رو پڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا جس سے وہ چپ ہو گیا۔

قَالَ جَابِرٌ وَاَنَا شَاهِدٌ حِيْنَ رَنَّ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَمْ اَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(حضرت) جابرؓ کہتے ہیں میں اس کے رونے کا گواہ ہوں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اسے سینے سے نہ لگاتا تو وہ تاقیامت روتا رہتا (۱)

(۲۹۳) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز ایک درخت کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے وکیع کی روایت کے مطابق وہ کھجور کا تنا تھا۔

تو انصار کی ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا ایک غلام بڑھئی ہے کیا میں اس سے آپ کے لئے منبر نہ بنواؤں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کریں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر پر خطبہ دینے لگے۔

قَالَ فَاَنَّ الْجِذْعُ الَّذِىْ كَانَ يَخْطُبُ عَلَيْهِ كَمَا يَئِنُّ الصَّبِىُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا بَكٰى لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّكْرِ۔

---

(۱) معلوم ہوا کہ زمین میں سے اگے ہوئے تروتازہ درخت ہی نہیں بلکہ خشک لکڑیاں جو عمارت میں نصب شدہ ہیں بھی آپ کو پہچانتی ہیں آپ کے قرب سے لذت و سرور پاتی ہیں اور اگر وہ قرب چھن جائے تو رو پڑتی ہیں مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا۔

استن حنانہ از ہجر رسول — نالہ مے زد ہمچو ارباب عقول

۲۹۴ تخریج یاد رہے بخاری شریف میں حضرت جابرؓ سے دو احادیث مروی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے مسجد نبوی میں ایک ستون تھا جس پر مسجد کی چھت قائم تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرماتے تھے الخ دیکھئے بخاری شریف کتاب علامات النبوۃ جلد اول ص ۵۰۶ جبکہ وہیں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی ہے۔

کہتے ہیں اتنے میں وہ خشک تنا رو پڑا جس کے ساتھ کھڑے ہو کر آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ بچوں کی طرح (بلک بلک کر) رو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تنا ذکر (خدا) نہ پانے کی وجہ سے رو رہا ہے۔ (۱)

(۲۹۴) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مسجد میں ایک لکڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر ہم آپکے لئے کرسی نما بنا کر لائیں اور آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ دیا کریں (تو کیسا ہو) ؟ تو آپ نے قبول فرمالیا۔

فَحَنَّتِ الْخَشَبَةُ كَمَا تَحِنُّ النَّاقَةُ، قَالَ فَاَتَاهَا فَاحْتَضَنَهَا وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ۔

تب وہ لکڑی رو پڑی جیسے اونٹنی روتی ہے آپ منبر سے اترے اور اسے سینے سے لگالیا اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گئی۔

منبر بنوانے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی

(۲۹۵) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ اسلام پھیل چکا ہے لوگ زیادہ ہو گئے ہیں تمام اطراف سے وفود آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم کوئی ایسی چیز بنوا لائیں جس پر آپ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کریں۔ (۲)

تو آپ نے ایک آدمی کو بلوایا اور فرمایا ایک منبر بنا کر لاؤ۔ اس نے کہا ٹھیک ہے آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے اس نے نام بتلایا۔ آپ نے فرمایا تم نہیں بنا سکتے، پھر ایک اور آدمی بلوایا اسے بھی یہی کچھ کہا پھر ایک اور بڑھئی کو دعوت دی اور اسے فرمایا کہ تم منبر بناؤ گے؟ اس نے کہا ہاں! ان شاء اللہ آپ نے فرمایا تمہارا نام؟ کہا ابراھیم۔ آپ نے فرمایا تو تم منبر بناؤ۔ جب وہ بن کر آگیا اور آپ اس پر جلوہ آرا ہوئے تو وہ خشک تنا اونٹنی کی طرح رو پڑا جسکے ساتھ آپ ٹیک لگایا کرتے تھے۔

فَسَمِعَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ صَوْتَهَا شَوْقًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ فَالْتَزَمَهَا، وَقَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ تَرَكْتُهَا لَحَنَّتْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

---

(۱) یعنی پہلے اس تنے کے پاس کھڑے ہو کر ذکر خدا کیا جاتا تھا اب وہ اس نعمت سے محروم ہو جانے کی وجہ سے رو رہا ہے۔

(۲) یعنی آپ کسی اونچی چیز پر بیٹھا کریں تاکہ سب کو آسانی سے زیارت بھی ہو جایا کرے اور آواز بھی سب تک بآسانی پہنچ سکے۔

ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے رونے کی آواز تمام نمازیان مسجد نے صاف سنی آپ منبر سے اتر آئے اور اسے سینے سے لگالیا اور فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے یونہی چھوڑ دیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

استن حنانہ کو محبت رسول کا کیا صلہ حاصل ہوا؟

(۲۹۶) ابن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے کے پاس نماز پڑھتے تھے۔ مسجد کچی تھی اور آپ اس تنے کے (ستون کے) ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم کوئی ایسی چیز بنوا لائیں جس پر آپ روز جمعہ کھڑے ہوا کریں تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ کا خطبہ سن سکیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ منبر بنوایا گیا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چڑھے اور حسب سابق کھڑے ہوگئے۔ تو اچانک وہ تنا آپ کی طرف جھک گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا صبر کرو۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا یہ تنا میرے فراق میں رو پڑا ہے۔ آپ نے پھر اسے فرمایا صبر کرو۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں جنت میں لگوا دوں اور تجھ سے اہل جنت پھل کھایا کریں اور اگر چاہو تو تمہیں پہلے کی طرح ہرا بھرا درخت بنا کر گڑوا دوں مگر اس نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ (جنت میں لگنا پسند کیا)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیا گیا پھر وہ انہی کے پاس رہا تا آنکہ اسے دیمک کھا گئی۔

(۲۹۷) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چوب کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہوگئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ زیادہ ہوگئے ہیں کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنوا لائیں جس پر آپ کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کریں؟ کیونکہ ایک آدمی دور سے آتا ہے۔ اگر وہ آپ کی بات سنے بغیر واپس چلا جائے تو یہ اس پر بڑا شاق گزرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے انصار کے ایک غلام کو منبر بنانے کا حکم دے دیا۔ تو وہ جنگل سے ایک لکڑ کاٹ لایا اور منبر تیار کیا۔ جب آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ چوب گریہ انداز ہوگئی جس کے ساتھ آپ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ آپ منبر سے اتر کر تشریف لائے اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا جس سے وہ خاموش ہوگئی۔

(۲۹۸) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک رومی باشندہ آیا اور کہنے لگا میں آپ کے لئے منبر بناتا ہوں جس پر آپ خطبہ دیا کریں۔ تو یہ ممبر جو تم دیکھ رہے ہو اسی نے بنایا تھا۔

جب آپ اس منبر پر کھڑے ہوئے تو اس خشک تنے نے رونا شروع کر دیا۔ جیسے اونٹنی اپنے بچے پر روتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور اسے گلے سے لگالیا۔ جس سے وہ خاموش ہو گیا۔

(۲۹۹) عمارہ بن غزیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عباس بن سہل بن سعد ساعدی سے سناوہ اپنے والد سے روایت کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نصب شدہ ایک چوب کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! اگر آپ اپنے لئے منبر بنوالیں اور اس پر تشریف فرما ہو کر لوگوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا کریں تو کیسا ہو؟ چنانچہ آپ نے ایک بڑھئی کو پیغام بھجوایا۔

وہ بڑھئی (آپ کا حکم پا کر) چل دیا میں اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ جنگل میں آیا وہاں سے ایک درخت کاٹا۔ اور لا کر اس سے منبر تیار کر دیا۔ پھر ہم اسے اٹھا کر مسجد میں لانے کے لئے وہاں گئے۔ تو دیکھا کہ اس کی دو سیڑھیاں ہیں اور تیسری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست ہے۔

تو قسم بخدا ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر آغاز گفتگو میں تھے کہ اس خشک تنے نے آپ کو اپنے ساتھ نہ پا کر بیل کی طرح اونچی آواز میں بلبلانا شروع کر دیا۔ (عباس راوی نے اس کی آواز کی بلندی کو ہاتھ اٹھا کر سمجھایا جیسے کہ انہوں نے اپنے باپ کو سمجھاتے دیکھا تھا) تا آنکہ لوگ گھبرا گئے اور اس کے رونے کی آواز کے ساتھ لوگ بھی رو پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ۔ اس خشک لکڑی کو تو دیکھو؟

جبکہ محمد بن احمد کی روایت میں ہے کہ آپ نے اتر کر اس پر اپنا دست مبارک رکھا۔ جس سے وہ خاموش ہو گیا۔

(۳۰۰) (ام المومنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ تو آپ کے لئے منبر بنایا گیا جس کی چار سیڑھیاں تھیں۔ آپ اس پر جلوہ آرا ہوئے۔ اور لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا، تو وہ خشک تنا اونٹنی کی طرح رو پڑا۔

آپ اس کے پاس تشریف لائے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں اسی جگہ پر ہرا بھرا درخت بنا کر لگا دے جہاں سے تمہیں کاٹ کر لایا گیا تھا۔ اور اگر چاہو تو اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تمہیں جنت میں لگا دے اور تم وہاں ایک پھل دار درخت کی شکل میں اولیاء اللہ کے لئے کام و دھن کی تواضع کا سامان مہیا کرتے رہو اور انبیاء و مرسلین تمہارا پھل کھایا

کریں۔ ہم نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "ہاں" ! اور فوراً وہ خشک تنا زمین میں اترتا چلا گیا اور غائب ہو گیا۔

———O———

اکیسویں فصل

سفر و حضر میں انگشتانِ دستِ نبوت سے چشموں کا ابلنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا آیات نبوت میں سے عجیب تر آیت معجزات میں سے واضح تر معجزہ اور ثبوت رسالت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں روشن ترین دلیل ہے۔

یہ اس طرح ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ڈنڈے کی ضرب کے ساتھ پتھر سے پانی جاری کر دیا تھا۔ بلکہ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی کا پھوٹ پڑنا اتنا حیران کن نہیں جتنا گوشت پوست کی انگلیوں سے چشموں کا ابل پڑنا تعجب خیز ہے۔ کیونکہ جن چیزوں سے جہان میں پانی نکلتا ہے ان میں پتھر بھی ہے اور انسانوں کا ایک جم غفیر اور جانوروں کا انبوہ عظیم اس سے سیراب ہو جائے۔ جبکہ پتھروں سے پانی کا ابلنا چنداں حیران کن اور انہونا امر نہیں۔ ہاں کسی کی انگلیوں سے ایسے امر کا وقوع یقیناً ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ (۱)

ابن مسعودؓ نے انگشتانِ رسول سے چشمے ابلتے دیکھے

(۳۰۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ نماز کا وقت آگیا۔ ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَآءٍ فَصَبَّهٗ فِيْ صَحْفَةٍ فَجَعَلَ كَفَّهٗ فِيْهِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ۔

---

(۱) اسکا مطلب کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ صاحب کتاب کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کا پتھر سے بارہ چشمے جاری کرنا معجزہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انگشت ہائے رسول سے وفور آب میں جو شان اعجاز ہے وہ پتھر سے ضرب کلیم کے سبب وفور آب میں ہرگز نہیں اگرچہ اپنی جگہ پر وہ بھی بلاریب معجزہ ہے۔ معجزہ ہر وہ کام ہے جو کسی نبی سے ظاہر ہو اور اس کے مقابلہ میں سب انسانوں کی عقل و خرد اور فن و ہنر بے کار ہو جائے اور انھیں نبی کا مقام تسلیم کرنا پڑے ظاہر ہے ایک سنگلاخ پتھر پر ڈنڈا مار کر اس سے ایک آن میں بارہ چشم ہائے آب جاری کر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں مگر پتھر سے پانی کا ابلنا انسانوں نے اپنی زندگی میں ہزارہا بار دیکھا ہے جب کہ کسی انسان کی انگلیوں سے پانچ چشموں کا بہ پڑنا چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی منگوایا اسے ایک کھلے برتن میں ڈالا اور اس میں اپنا ہاتھ رکھ دیا تو آپ کی انگشتوں سے پانی کی دھاریں ابلنے لگیں۔

آپ نے آواز دی " آؤ سب وضو کرو برکت تو اللہ کی طرف سے ہے " لوگ آواز سن کر وضو کے لئے آنے لگے اور وضو کرنے لگے جب میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں برکت اللہ کی طرف سے ہے تو میں دوسروں پر سبقت کرتے ہوئے وہ پانی پیٹ میں اتارنے لگا۔ (۱)

(۳۰۲) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو اگر کسی کے پاس کچھ بچا ہوا پانی ہو تو لاؤ۔ چنانچہ آپ کے پاس ایک برتن پیش کیا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اپنی ہتھیلی اس میں رکھ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا۔ پھر آپ نے آواز دی آؤ پاکیزہ اور بابرکت پانی لے لو! اور برکت تو اللہ کی طرف سے ہے چنانچہ ہم نے اس پانی سے پیا بھی اور وضو بھی کیا۔

عبداللہ کہتے ہیں اور ہم کھانا کھاتے ہوئے کھانے میں سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔

حدیبیہ میں دست رسول کی برکت سے ایک پیالہ پندرہ سو کے لشکر کو سیراب کر گیا

(۳۰۳) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک کٹورا لایا گیا۔ لوگ اسے دیکھ کر اس کی طرف (شدت پیاس سے) لپکے۔ میں نے عرض کیا لوگوں کے پاس یہی کچھ پانی ہے جو آپ کے سامنے پڑا ہے۔

فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَنَّهَا الْعُيُونُ فَأَصَابَ النَّاسُ مِنَ الْمَاءِ حَاجَتَهُمْ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کٹورے میں رکھ دیا تو آپ کے ہاتھوں سے پانی یوں بہنے لگا جیسے چشمے ابلتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے پانی سے اپنی حاجتیں پوری کر لیں۔

راوی کہتا ہے میں نے حضرت جابر سے پوچھا اس وقت تم کل کتنے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ تاہم ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

---

(۱) یعنی دوسرے لوگ صرف وضو کر رہے تھے اور میں پانی پینے بھی لگا۔

☆۳۰۴ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۵۰۵ کتاب علامات النبوۃ بروایت حصین عن سالم بن ابی الجعد عن جابر بن عبداللہؓ

(۳۰۴) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں حدیبیہ کے دن صحابہ کرام کو سخت پیاس محسوس ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کٹورا وضو کے لئے رکھا ہوا تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر آپ کی طرف دوڑے آئے۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے تمہیں؟ کہنے لگے یارسول اللہ ہمارے پاس وضو کرنے یا پینے کے لئے بھی پانی نہیں بجز اس کے جو آپکے سامنے ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کٹورے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ دیکھتے دیکھتے آپ کی انگلیوں سے یوں پانی پھوٹنے لگا جیسے پانچ چشمے ابل رہے ہوں، لوگوں نے پانی سے پیاس بجھائی اور سیراب ہوگئے۔

راوی کہتا ہے میں نے جابرؓ سے پوچھا تم کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا اگر ہم ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو بھی وہ پانی ہمیں کافی ہوتا، تاہم ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

آپ نے پانی کے ایک گھونٹ سے سارے لشکر کو سیراب کر دیا

(۳۰۵) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک (۱) سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا ہاں میرے پاس میرا آفتابہ (وضو کرنے والا برتن) ہے جس میں کچھ پانی بھی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے لاؤ میں لے آیا۔ آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ استعمال کر لو چنانچہ آپ نے اس سے وضو کیا اور باقی صرف اس میں ایک گھونٹ پانی رہ گیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے سنبھال کر رکھو۔ عنقریب اس سے ایک بڑی خبر ظاہر ہوگی۔

ابو قتادہؓ کہتے ہیں جب دوپہر کی گرمی شدید تر ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو رکنے کے لئے کہا۔ لوگ کہنے لگے۔ یارسول اللہ! ہم پیاس سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں گردنیں ٹوٹنے کو ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر کوئی ہلاکت نہیں۔ پھر فرمایا اے ابو قتادہؓ! وضو والا برتن لاؤ! میں لے آیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! بھیڑ نہ کرو۔ یہ پیالہ تم سب کو سیراب کر کے بھیجے گا۔ تو سب لوگوں نے پی لیا بجز میرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، تب آپ نے مجھے بھی پیالہ بھر دیا اور فرمایا اے ابو قتادہ پی لو! میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پئیں آپ نے فرمایا پلانے والا سب سے آخر میں پیا کرتا ہے۔ تو میں نے پیا اور میرے بعد آپ نے بھی نوش فرمایا۔

وَبَقِيَ فِي الْمِيضَأَةِ نَحْوَمَا كَانَ فِيهَا۔ وَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثُ مِأَةٍ۔

---

(۱) غالباً جنگ بدر کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ یہی حدیث مسلم جلد اول کتاب المساجد باب نمبر ۲۲۳ قضاء الفائتۃ میں بالتفصیل مذکور ہے وہاں اسی واقعہ کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر کے قضاء ہونے کا ذکر بھی ہے اور یہ حادثہ راہ بدر میں ہی وقوع پذیر ہوا تھا۔

اور آفتابے میں ابھی تک پہلے جتنا ہی پانی موجود تھا۔ جبکہ اس دن وہ تین سو افراد تھے۔ اور ابراھیم بن حجاج نے تو اپنی روایت میں سات سو کہے ہیں۔

(۳۰۶) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر تھے۔ آپ نے فرمایا کچھ پانی ہے؟ تو میں آپ کے پاس مشکیزہ (اور ایک روایت کے مطابق وضو کا برتن) لے آیا جس میں کچھ پانی تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا اور برتن مجھے دے دیا اب اس میں تھوڑا سا پانی رہ گیا تھا۔آپ نے فرمایا اسے سنبھال لو کیونکہ اس سے ایک خبر ظاہر ہونے والی ہے۔

چنانچہ (پیچھے آنے والے) صحابہ کا قافلہ دن ڈھلے ہم تک آپہنچا اور وہ مارے پیاس کے ہلاک ہونے کو تھے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم ابھی ہلاک ہوا چاہتے ہیں آپ نے آفتابہ منگوایا پھر ایک برتن منگوایا جو پیالے سے بڑا اور کٹورے سے چھوٹا تھا۔ آفتابے کو آپ نے بغل میں دبا لیا۔ اور برتن میں پانی ڈال ڈال کو لوگوں کو پلانے لگے۔ تا آنکہ سب نے پی لیا۔ پھر آپ نے آواز دی کیا کسی کی پیاس باقی ہے؟ پھر آپ نے آفتابہ (مجھے) لوٹا دیا۔ جس میں تاہنوز پہلے جتنا ہی پانی تھا۔

راوی کہتا ہے ہم نے ابو قتادہؓ سے پوچھا تم کتنے آدمی تھے آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق اور عمر فاروقؓ کے ساتھ اسی آدمی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ۔

آپ نے دو گھونٹ سے تین سو صحابہ کرام کو وضو کرا دیا

(۳۰۷) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ (مدینہ طیبہ میں) مقام زوراء یا مدینہ کے گھروں کے پاس موجود تھا۔ لوگوں نے وضوء کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھدیا تو آپکی انگشتوں سے پانی پھوٹنے لگا تا آنکہ سب قوم نے وضوء کر لیا۔

راوی کہتا ہے میں نے (حضرت انس سے) پوچھا آپ اس دن کتنے افراد تھے۔ انہوں نے کہا تین سو۔

☆۳۰۸ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۵۰۴ کتاب علامات النبوۃ بروایت قتادہ عن انسؓ

حدیبیہ کے خشک کنوئیں میں برکت لعاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۰۸) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں حدیبیہ پر تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ اس میں جتنا پانی تھا وہ ہم نے نکال کر استعمال کر لیا (اب اس میں کچھ نہ تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا گیا۔

فَجَلَسَ عَلٰی شَفِیْرِهَا فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَتَمَضْمَضَ ثُمَّ مَجَّ فِیْهَا ثُمَّ مَکَثْنَا عَشْرًا فَاَصْدَرَتْنَا وَرَكَائِبَنَا وَشَرِبْنَا مِنْهَا مَا شِئْنَا۔

آپ تشریف لا کر اس کے کنارے بیٹھ گئے پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور کلی کر کے کنوئیں میں ڈال دی اس کے بعد ہم دس دن وہاں رہے اور وہ کنواں ہمیں اور ہمارے جانوروں کو مسلسل سیراب کرتا رہا اور جس قدر ہم نے اس سے چاہا پیا۔

زہیر نے یہ روایت ابی اسحاق سے لی ہے جس میں حضرت براءؓ کے یہ الفاظ ہیں کہ ہم چودہ سو افراد تھے۔

(۳۰۹) ناجیہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم مقام غمیم (۱) پر تھے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے خالد بن ولید کو کچھ گھوڑ سوار دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا ہے۔آپ نے ان کا سامنا کرنا اچھا نہ جانا (کیونکہ آپ حالت احرام میں تھے) اور آپ ان پر رحیم تھے۔ تو آپ نے فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں کسی اور راستے سے لے چلے؟ میں نے کہا میں حاضر ہوں آپ پر میرے والدین قربان؟

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر میرے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے جسے لوگوں نے چھوڑ دیا ہوا تھا اور وہ غیر ہموار اور تکلیف دہ بھی تھا۔ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مزاحمت کے بغیر حدیبیہ پر پہنچ گئے۔ حدیبیہ ایک خشک کنواں تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے دو تیر نکال کر اس میں پھینکے۔

ثُمَّ بَصَقَ فِیْهَا ثُمَّ دَعَا فَفَارَتْ عُیُوْنًا حَتّٰی اِنِّیْ اَقُوْلُ اَوْ نَقُوْلُ لَوْ شِئْنَا لَاغْتَرَفْنَا بِاَیْدِیْنَا۔ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ یَجِیْشُ لَهُمْ بِالرِّیِّ حَتّٰی صَدَرُوْا عَنْهُ

پھر اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا کی۔ تو دیکھتے ہی دیکھتے کنوئیں میں پانی کے چشمے ابلنے لگے تا آنکہ مجھے (اور ایک روایت میں ہے کہ ہمیں) گمان ہونے لگا کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے ہاتھ کے ساتھ کنوئیں

☆☆ ۳۰۹ تخریج بخاری شریف جلد اول ص ۵۰۵ کتاب علامات النبوۃ بروایت اسرائیل عن ابی اسحاق عن البراء بن عازبؓ۔

(۱) مکہ اور مدینہ کے درمیان حدیبیہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

سے پانی لے سکتے ہیں۔
کہتے ہیں بخدا جب تک ہم وہاں رہے وہ برابر ہمیں سیراب کرتا رہا۔

دو مشکیزوں سے سارے لشکر کی سیرابی کا دلچسپ واقعہ

(۳۱۰) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ساری رات سفر جاری رہا۔ تا آنکہ جب صبح ہونے والی تھی ہم نے پڑاؤ کیا۔ اور کسی مسافر کیلئے پڑاؤ کرنے کے اعتبار سے اس سے زیادہ لطف انگیز اور کوئی وقت نہیں ہوتا۔
چنانچہ ہم ایسے سوئے کہ سورج کی تپش ہی نے ہمیں بیدار کیا۔ سب سے پہلے حضرت بلال اٹھے۔ پھر فلاں اور فلاں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو آپ کو کوئی بھی بیدار نہ کرتا تھا آپ خود ہی نیند سے اٹھتے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند میں آپ کس حالت کے ساتھ ہیں۔

جب عمر فاروق بیدار ہوئے اور لوگوں کی یہ حالت دیکھی اور وہ تھے بھی طاقتور آدمی، توانہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور پھر مسلسل بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے تا آنکہ ان کی آواز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کو اپنی پریشانی سنائی تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ یہاں سے کوچ کر چلو۔ چنانچہ لوگ وہاں سے چل پڑے اور کچھ ہی دور جا کر پڑاؤ کیا گیا۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور وضوء کیا۔ پھر اذان کہی گئی۔ اور آپ نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص الگ بیٹھا ہے اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی آپ نے اسے فرمایا اے فلاں! کیا بات ہے تم نے قوم کے ساتھ مل کر نماز کیوں نہیں پڑھی؟ وہ عرض کرنے لگا یارسول اللہ! مجھے جنابت لاحق ہوئی ہے اور پانی نہیں۔ آپ نے فرمایا تو مٹی استعمال کرو (تیمم کرو) وہ تمہیں کافی ہے۔
پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک جگہ پہنچ کر لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ وہاں اترے اور فلاں صحابی کو بلایا۔ ابو رجاء نے اس کا نام بھی لیا تھا (مگر ان سے روایت کرنے والے) جناب عوفؒ بھول گئے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا۔ اور انہیں فرمایا جاؤ پانی کی تلاش کرو۔ وہ دونوں گئے۔ ایک جگہ انہیں ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مٹکے یا مشکیزے رکھے لے جا رہی تھی۔ یہ دونوں اس کے پاس گئے اور کہا پانی کہاں ہے؟ (۱) اس نے کہا میں نے گذشتہ روز اسی وقت یہ پانی حاصل کیا تھا انہوں نے اسے کہا ہمارے ساتھ چلو کہنے

☆ ۳۱۱ تخریج) بخاری شریف جلد اول باب علامات النبوۃ بروایت ابی رجاء عن عمران بن حصینؓ۔
(۱) یعنی تم نے یہ پانی کہاں سے حاصل کیا اور وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے۔

لگی کہاں چلوں؟ کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، کہنے لگی۔ وہی جسے صابی (نیا دین لانے والا) کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا تیری مراد درست ہے اب تجھے ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ چنانچہ یہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ کو ساری سرگزشت سنا دی اور اس عورت کو سواری سے اترنے کے لئے کہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور دونوں مشکیزوں کا منہ کھول کر برتن میں کچھ پانی ڈالا پھر اس سے کلی کی اور واپس برتن والے پانی میں ڈال دی پھر وہ پانی مشکیزوں میں واپس ڈال کر ان کا منہ بند کر دیا۔ پھر ان کا نیچے والا منہ کھول دیا (۱) اور لشکر میں آوازی دی گئی آؤ پیو اور (جانوروں کو) پلاؤ! چنانچہ لوگ پینے پلانے لگے۔ آخر میں آپ نے اس آدمی کو پانی دیا جسے جنابت لاحق ہوئی تھی اور فرمایا جاؤ اسے اپنے اوپر بہالو!

وہ عورت ایک طرف کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اور خدا کی قسم ابھی تک وہ مشکیزے ایسے ہی پُر تھے جیسے اونٹ سے اتارتے وقت پُر تھے بلکہ ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ پہلے سے بھی زیادہ پھولے ہوئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اس عورت کے لئے کچھ جمع کرو تو لوگوں نے کھجوریں ستو اور آٹا جمع کیا اور ایک کپڑے میں باندھ کر اونٹ پر اس کے آگے رکھ دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے تیرے پانی میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے (خزانہ غیب) سے پلا دیا۔

چنانچہ وہ اپنے گھر پہنچی اور چپ چپ رہنے لگی۔ گھر والوں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ چپ کیوں رہتی ہے؟ کہنے لگی میں نے نہایت تعجب خیز معاملہ دیکھا ہے مجھے دو آدمی ملے اور مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے صابی کہا جاتا ہے تو اس نے یہ کیا (اس نے سارا واقعہ سنایا) اور خدا کی قسم وہ یا تو ان دونوں (اس نے زمین اور آسمان کی طرف اشارہ کیا) کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔

ادھر اہل اسلام اس عورت کی بستی کے آس پاس مشرکین پر حملے کر رہے تھے مگر اسکی بستی کی ابھی تک نوبت نہ آئی تھی۔ تو ایک دن وہ اپنی قوم سے کہنے لگی قسم بخدا مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ لوگ (اہل اسلام) ہمیں چھوڑنے والے نہیں، تو اسلام قبول کرنے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ چنانچہ قوم نے اس کی بات مان لی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔

---

(۱) شائد اس دور میں ایسے مشکیزے ہوں گے جن کے دو منہ ہوتے تھے ایک اوپر والا بڑا دھانہ اور دوسرا نیچے کی طرف والا ٹونٹی نما سوراخ جس سے پانی نکالا تو جاسکتا تھا مگر ڈالا نہیں جاسکتا تھا۔

خشک کنواں ہمیشہ کے لئے آب رواں بن گیا

(۳۱۱) زیاد بن حارث صدائیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے مجھے فرمایا تمہارے پاس کچھ پانی ہے؟ میں نے کہا ہاں تھوڑا سا ہے جو آپ کے لئے کافی ہو گا آپ نے فرمایا کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لاؤ۔ تو میں لے آیا آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کی ہر دو انگلیوں کے درمیان سے چشمہ ابل رہا ہے آپ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے حیا نہ ہوتی تو ہم (ہمیشہ کے لئے) اس سے پیتے اور پلاتے رہتے۔ میرے صحابہ کو آواز دے دو کہ جسے پانی چاہئے وہ اپنی حاجت کے مطابق بھر لے۔

زیادؓ کہتے ہیں میں اپنی قوم سے بطور نمائندہ آپ کے پاس آیا تھا تاکہ واپس جا کر انہیں اسلام اور اطاعت خداوندی کی تعلیم دے سکوں۔ ہمارے وفد کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے ہاں ایک کنواں ہے سردیوں میں تو اس کا پانی ہمیں کفایت کرتا ہے ہم اس کے گرد جمع رہتے ہیں جبکہ گرمیوں میں اس کا پانی بہت کم رہ جاتا ہے اور ہم اپنے آس پاس چشموں پر پھیل جاتے ہیں۔ جبکہ آج کل یہ ہمارے لئے بہت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ ہمارے آس پاس کے سب قبائل ہمارے دشمن ہیں آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہمارا اپنا پانی ہی ہمیں ہمیشہ کافی رہا کرے۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَفَرَكَهُنَّ فِيْ يَدِهٖ وَ دَعَا۔ ثُمَّ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُوْهَا فَاَلْقُوْهَا وَاحِدَةً وَّاحِدَةً وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا فَمَا اسْتَطَاعُوْا اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى قَعْرِهَا بَعْدَهَا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں منگوائیں آپ انہیں اپنے ہاتھ میں لے کر ملتے رہے اور دعا کرتے رہے پھر فرمایا جب تم واپس جاؤ تو انہیں ایک ایک کر کے کنوئیں میں ڈال دینا اور ہر بار بسم اللہ شریف بھی پڑھنا! کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اس کنویں کی گہرائی معلوم نہ ہوتی تھی۔

بائیسویں فصل

سفروحضر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے افزونی طعام کے معجزات

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ایک آدمی کے کھانے سے اسی افراد سیر ہوئے

(۳۱۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا (۱) میں نے محسوس کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں ضعف ہے اور میرے اندازے کے مطابق ایسا بھوک کی وجہ سے ہے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں بنائیں پھر اپنا دوپٹہ اتارا۔ اسکے ایک حصے میں روٹیاں باندھیں اور میرے ہاتھ میں تھما دیں اور دوسرا حصہ میرے اوپر لپیٹ دیا اور مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

میں مسجد میں پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے اور آپ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے میں

---

(۱) ابو طلحہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کا تعارف یہ ہے کہ ابو طلحہ بیعت عقبہ میں ستر انصار کے ساتھ حاضر دربار رسالت ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ آپ سب صحابہ میں بلند آواز تھے آپ کی تیراندازی مشہور تھی۔ غزوہ حنین میں آپ نے بیس کفار کو بیک وقت قتل کیا۔ ستتر برس کی عمر میں ۳۱ھ میں وفات پائی۔

جبکہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا اصل نام سہلہ یا رمانہ تھا پہلے آپ مالک بن نضر کی زوجہ تھیں جو حضرت انس کے والد ہیں۔ پھر یہ مالک مشرک ہو کر قتل ہو گیا۔ تو حضرت ام سلیم بے حد پریشان تھیں ایسے میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے ام سلیم کو پیغام نکاح بھیجا انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تیار ہوں۔ چنانچہ وہ اسلام لے آئے اور ام سلیم سے ان کا نکاح ہو گیا۔ ام سلیم نے اپنا مہر صرف ابو طلحہ کا اسلام رکھا تھا اور ہمیشہ ناز کیا کرتی تھیں کہ میرے جیسا مہر کسی عورت کو نہیں ملا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے ہیں۔

☆ ص ۳۱۳ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۵۰۵ کتاب علامات النبوۃ بروایت اسحاق بن عبداللہ عن انس بن مالک۔

ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تمہیں ابو طلحہ ؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کیا کھانے کی دعوت کے لئے؟ میں کہا ہاں! تو آپ نے اپنے ساتھ والے لوگوں سے فرمایا اٹھو (ابو طلحہ ؓ کے گھر چلیں)۔

آپ ہمارے گھر کو چل دیئے اور میں آگے آگے چلتا ہوا ابو طلحہ تک پہنچا اور ساری بات سنائی وہ کہنے لگے اے ام سلیم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کے ساتھ آرہے ہیں اور ہمارے ہاں تو ان سب کو کھلانے کے لئے کچھ بھی نہیں۔ وہ کہنے لگیں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو ابو طلحہ گھر سے نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے پھر ابو طلحہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اکٹھے ہی داخل ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ حاضر کر دو۔ تو وہی روٹیاں حاضر کر دی گئیں۔ آپ کے حکم سے ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا دیئے گئے اور ام سلیم ؓ گھی سے کچھ سالن بنا لائیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر کچھ پڑھا جس قدر اللہ نے چاہا، پھر فرمایا دس آدمیوں کو اندر لاؤ۔ تو وہ آگئے، اور کھانا لگے کھانے تا آنکہ سیر ہو گئے اور اٹھ کر چل دیئے پھر آپ نے فرمایا دس اور کو اجازت دو۔ تو دس اور صحابہ آگئے کھانا کھایا سیر ہوئے اور چل دیئے۔ پھر آپ نے دس صحابہ اور بلوائے۔ وہ آئے اور سیر ہو کر چلے گئے پھر آپ نے دس اور کو بلوایا وہ بھی آئے اور سیر ہوئے اور اپنی راہ لی۔ پھر آپ نے دس اور کو دعوت دی۔ وہ بھی آئے کھانا کھایا اور سیر ہوئے اسی طرح ساری قوم نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا جبکہ ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔

(۳۱۳) انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۱) سے روایت ہے کہتے ہیں ایک روز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے دیکھا آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہیں اور پیٹ پر پٹی بندھی ہے راوی حدیث اسامہ کہتے ہیں مجھے شک ہے کہ پٹی کے ساتھ پتھر کا بھی ذکر تھا۔ (۲)

تو میں نے آپ کے بعض صحابہ سے پوچھا آپ نے اپنے پیٹ کو کیوں باندھ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا بھوک کی وجہ سے، میں اسی وقت ابو طلحہ ؓ کے پاس گیا (جو ام سلیم ؓ بنت ملحان کے شوہر تھے) میں نے کہا اے باپ! میں دیکھ کر آیا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ کو پٹی سے باندھ رکھا

---

(۱) یہ واقعہ پہلے واقعہ سے قطعی مختلف ہے اگرچہ دونوں میں یہ قدرے مشترک ہے کہ حضرت انس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ اپنے ساتھ ستر یا اسی صحابہ (اصحاب صفہ) کو لے کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور ایک آدمی کا کھانا ان تمام صحابہ کو کھلا دیا اور سب کو شکم سیر بھی کر دیا۔ تاہم دونوں واقعات کی تفصیلات ایک دوسرے سے جداگانہ اور مختلف ہیں اس لئے کہنا پڑے گا کہ دونوں مختلف اوقات میں ظاہر ہوئے ہیں۔

(۲) یعنی حضرت انس ؓ نے کہا تھا کہ آپ کے پیٹ پر پٹی کے ساتھ پتھر بھی بندھا تھا۔

ہے میں نے آپ کے ایک صحابی سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا یہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ یہ سن کر ابو طلحہ میری والدہ کے پاس آئے اور کہا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں روٹی کے چند ٹکڑے اور کچھ کھجوریں ہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے آجائیں تو ہم ان کے لئے پیٹ بھر کھانا مہیا کر سکتے ہیں اور اگر آپ کے ساتھ کوئی شخص اور بھی آیا تو پھر کھانا کفایت نہ کرے گا۔

ابو طلحہ ؓ نے مجھ سے کہا اے انس! جاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو جانا! جب آپ محفل برخاست کریں تو سب صحابہ کے چلے جانے کا انتظار کرنا۔ پھر جب سب لوگ چلے جائیں اور آپ بھی اپنے دروازے تک پہنچ جائیں تو پیچھے سے پہنچ کر عرض کرنا یارسول اللہ! میرا باپ آپ کو بلا رہا ہے۔ تو میں نے اسی طرح کیا مگر جونہی آپ نے میرے منہ سے یہ لفظ سنا کہ میرا باپ آپ کو بلا رہا ہے۔ آپ نے بلند آواز سے تمام صحابہ کو پکار کر فرمایا "اے لوگو آؤ ابو طلحہ کے گھر چلیں" پھر آپ نے مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور صحابہ سمیت ہمارے گھر کو چل دیئے اور ہمارے گھر کے قریب پہنچ کر میرا ہاتھ چھوڑا۔ تو میں اندر داخل ہوا اور کہا اے باپ! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح عرض کیا تھا جیسے آپ نے کہا۔ مگر آپ نے سب صحابہ کو بلا لیا اور انہیں ساتھ لئے تشریف لا چکے ہیں ابو طلحہ باہر آئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں نے انس کو صرف آپکے بلانے کے لئے بھیجا تھا میرے پاس تو اتنا انتظام نہیں کہ سب کو کھانا کھلا سکوں۔ آپ نے فرمایا تم اندر چلو اللہ تعالیٰ تمہارے کھانے میں برکت ڈالے گا۔

چنانچہ ابو طلحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر آئے آپ نے فرمایا تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہے اسے اکٹھا کر کے لے آؤ۔ آپ کے صحابہ دروازے کے قریب (کسی چٹائی وغیرہ پر) بیٹھ گئے۔ ہمارے پاس جو کچھ روٹیاں اور کھجوریں تھیں وہ ہم نے ایک چٹائی سی میں ڈال کر حاضر کر دیں، آپ نے اس پر برکت کے لئے دعا کی پھر فرمایا آٹھ آدمی میرے پاس لے آؤ میں لے آیا۔ وہ اندر آئے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے پھر آپ نے فرمایا آٹھ اور لے آؤ! میں لے آیا اتنے میں پہلے آٹھ جا چکے تھے۔ اسی طرح آٹھ آٹھ آدمی آتے رہے تا آنکہ اسی آدمیوں نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میری والدہ اور ابو طلحہ ؓ کو بھی بلایا اور فرمایا کھاؤ! ہم نے بھی کھایا اور ہم سیر ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے ام سلیم! جو کھانا تم لائی تھیں کیا اس میں کچھ کمی آئی ہے؟ انہوں نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان! اگر میں نے لوگوں کو آ کر کھانا کھاتے دیکھا نہ ہو تو میں کہہ سکتی ہوں کہ ہمارے کھانے میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئی۔

چار سیر آٹے کا کھانا ایک سو تیس صحابہ کرام سے بھی بچ رہا

(۳۱۴) عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں ایک بار ہم نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانا ہے؟ تو ایک آدمی کے پاس ایک صاع (تقریباً چار سیر) آٹا نکلا، چنانچہ اسے گوندھا گیا۔ اتنے میں ایک مشرک آدمی آیا طویل قامت اور غبار آلود بالوں والا۔ وہ کچھ بکریاں ہانکے لا رہا تھا آپ نے اسے فرمایا یہ بکریاں تم نے خریدی ہیں یا ہبہ اور عطیہ میں حاصل کی ہیں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ خریدی ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید فرمائی اور فرمایا کہ اس کا گوشت بھون کر تیار کرو۔

عبدالرحمان کہتے ہیں قسم بخدا ایک سو تیں میں سے ہر ایک شخص کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت سے ایک ٹکڑا کاٹا اور وہ ٹکڑے دو ڈھیروں میں بانٹ کر رکھ دیئے۔ کہتے ہیں ہم سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر دونوں ڈھیروں سے ابھی کچھ بچا ہوا تھا جو اونٹ پر لاد لیا گیا۔ یا جیسے راوی کے الفاظ تھے۔

افزونی طعام کا ایک واقعہ حضرت ابو ھریرہؓ کی زبانی

(۳۱۵) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ ہمارا زاد راہ ختم ہو گیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم سواری کا کوئی جانور ذبح کر لیں؟ عمر فاروق کہنے لگے یا رسول اللہ یا پھر ہم اپنا بچا کھچا کھانا حاضر کرتے ہیں اور آپ اس پر برکت کی دعا فرما دیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنا بچا کھچا کھانا لاؤ۔ چنانچہ چٹائیاں اور چادریں بچھا دی گئیں پھر لوگ کھانا لانے لگے کوئی چند کھجوریں لا رہا تھا اور کوئی تھوڑے سے ستو۔ جب سارے لا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔

کہتے ہیں پھر ہم سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور اپنے برتن بھی بھر لئے مگر کھانا ابھی بچا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جس شخص نے یہ کلمہ اسلام اخلاص کے ساتھ پڑھ لیا۔ وہ جنت سے دور نہیں رکھا جائے گا۔

(۳۱۶) ابو ھریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں غزوہ تبوک میں لوگوں کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے کچھ اونٹ ذبح کر لیں جس سے ہم کھانا بھی بنا لیں گے اور گھی بھی۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے کر لو! اتنے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگئے۔ وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اگر انہوں نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی اس کے بجائے آپ ان سے بچا کھچا کھانا منگوائیں اور پھر اس پر برکت کی دعا فرما دیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی خیر ظاہر فرما دے۔

---

(۱) یعنی گوشت سے کھانا تیار ہو جائے گا اور چربی سے گھی وغیرہ بن جائے گا۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائیاں منگوائیں جو بچھا دی گئیں۔ پھر آپ نے لوگوں سے اپنے بچے کھچے کھانے لانے کو فرمایا تو ایک آدمی مٹھی بھر مکئی لے آیا کوئی مٹھی بھر کھجوریں اور کوئی روٹی کے چند ٹکڑے لے آیا۔ تا آنکہ چٹائی پر ایک ڈھیر سا لگ گیا۔ آپ نے اس پر برکت کے لئے دعا فرمائی پھر آپ نے فرمایا اپنے برتن بھر لو۔ چنانچہ لوگوں نے برتن بھرنے شروع کر دیئے تا آنکہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہ رہا جو بھر نہ گیا ہو پھر لوگوں نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور ڈھیر ابھی بچا ہوا تھا یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا سچا رسول ہوں جو بھی ان دو شہادتوں کو کسی شک کے بغیر دل میں لئے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گا وہ جنت سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔

حضرت جابرؓ کی دعوت کا ایمان افروز واقعہ

(۳۱۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھدائی میں مصروف تھے۔ تین دن تک ہم کھانا نہ کھا سکے اور نہ ہی اس کی طاقت تھی۔ کھدائی کے دوران ایک مضبوط چٹان آ گئی۔ میں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خندق میں یہ چٹان رکاوٹ بن گئی ہے۔ چنانچہ ہم نے اس پر پانی چھڑکا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ کے بطن مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے کدال اٹھایا اور تین مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھ کر اس چٹان پر ضرب لگائی تو وہ ریت کے تودے کی طرح ٹوٹ پھوٹ گئی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر آپ سے اجازت چاہی اور اجازت پا کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا تجھے تیری ماں روئے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت (گرسنگی) دیکھی ہے جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس کچھ جو ہیں اور بکری کا چھوٹا سا بچہ ہے۔

چنانچہ ہم نے جو پیسے، بکری کا میمنا ذبح کیا اور اس کا گوشت بنا کر ہنڈیا میں ڈال دیا پھر میں نے آٹا گوندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا کچھ دیر وہاں (کام کرتا) رہا۔ پھر دوبارہ اجازت چاہی اور اجازت لے کر گھر آیا۔ تو آٹے کی حالت اچھی ہو چکی تھی میں نے بیوی سے اس کی روٹیاں پکانے کو کہا۔ اور خود ہنڈیا چولہے پر چڑھا دی۔

پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور چپکے سے آپ کے کان میں کہا کہ ہمارے پاس کچھ تھوڑا سا کھانا ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو آپ خود اور ایک دو آدمی اپنے ساتھ لے کر

تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا کھانا کیا ہے اور کتنا ہے؟ میں نے کہا تقریباً چار سیر جو ہیں اور ایک بکری کا میمنا۔ آپ نے فرمایا تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میرے آنے تک ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارے اور روٹیاں تنور سے نہ نکالے۔ (۱) پھر آپ نے لوگوں میں اعلان فرمایا۔ چلو جابر کے گھر چلیں۔ جابرؓ کہتے ہیں یہ سن کر مجھے اتنی حیا آئی جسے اللہ ہی جانتا ہے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تجھے تیری ماں روئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ کو لے کر تمہارے گھر آرہے ہیں۔ وہ کہنے لگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کھانے کے متعلق پوچھا تھا؟ میں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا پھر اللہ جانے اور اس کا رسول۔ آپ نے تو بتلا ہی دیا تھا کہ کتنا کھانا ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں بیوی کی باتوں سے میری ساری پریشانی ختم ہو گئی۔ میں نے کہا تم سچ کہتی ہو۔

اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور صحابہ سے فرمایا ازدحام نہ کرو (کھلے ہو کر بیٹھو) پھر آپ نے تنور اور ہنڈیا میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ اور ہم برتنوں میں روٹیوں کے ٹکڑے ڈال کر اور ان پر شوربا ڈال کر آپ کے قریب لا کر رکھنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دستر خوان پر سات یا آٹھ آدمی بیٹھیں۔

(سات آٹھ آدمیوں کے فارغ ہونے کے بعد) جب ہم نے تنور اور ہنڈیا کو دوبارہ کھولا تو وہ پہلے کی طرح پھر بھر چکے تھے۔ ہم نے پھر روٹیوں کے ٹکڑے بنائے اور برتنوں میں ڈال کر ان پر شوربا ڈالا اور قریب لے آئے۔ ہم ہر بار ایسے ہی کرتے رہے اور ہر بار تنور اور ہنڈیا کو کھولنے پر انہیں پہلے کی طرح بھرا ہوا پاتے رہے۔ تا آنکہ سب صحابہ کرام سیر ہو گئے اور کھانا ابھی بچا ہوا تھا۔ پھر آپ نے ہمیں فرمایا لوگوں کو بھوک لگی تھی (اس لئے انہیں پہلے کھلایا گیا تھا) اب تم کھاؤ اور کھلاؤ پھر ہم اس سارے دن میں وہی کھانا کھاتے اور کھلاتے رہے۔ راوی کہتا ہے مجھے حضرت جابرؓ نے بتلایا کہ اس دن صحابہ کرام آٹھ سو یا تین سو تھے (راوی کو شک ہے کہ حضرت جابرؓ نے آٹھ سو کہا تھا یا تین سو)

اصحاب صفہ کے لئے افزونی طعام کا ایک واقعہ

(۳۱۸) واثلہ بن اسقع لیثیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم ایک محفوظ مقام پر رہتے تھے جسے صفہ کہا جاتا تھا (۲) ہم کل بیس آدمی تھے ایک بار ہمیں سخت بھوک لگی۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا۔

---

(۱) شائد اس دور میں ایسا رواج ہو گا کہ روٹیاں پکا کر اور تنور بجھا کر روٹیوں کو تنور ہی میں رکھ دیتے ہوں گے تاکہ وہ گرم رہیں یا کوئی اور فائدہ مدنظر ہوتا ہو گا۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "میرے آنے تک روٹیاں تنور ہی میں رہنے دو" کا کوئی مفہوم ذہن میں نہیں آتا۔ کیونکہ مسلسل تنور میں لگے رہنے سے روٹی جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔

(۲) یعنی مسجد نبوی کے اندر اصحاب کی رہائش ایک محفوظ رہائش تھی جہاں تک کسی دشمن کا پہنچنا مشکل تھا۔

انہوں نے مجھے اپنی بھوک کے بارےمیں آگاہ کرنے کے لئے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ نے اپنے گھر والوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا۔ کچھ ہے؟انہوں نے کہاہاں! یہاں روٹی کے چند ٹکڑے ہیں اور کچھ دودھ ہے تووہ آپ کے سامنے لایا گیا آپ نے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنائے ان پر دودھ ڈالا اور اپنے ہاتھ سے انہیں آپس میں ملایا تو وہ ایک ثرید سا بن گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے واثلہ! اپنے ساتھیوں میں سے دس کو لے آؤ اور دس چھوڑ آؤ۔ میں انہیں بلا لایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام خدا کی برکت کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثرید کو اس کے درمیان سے کچھ لیا۔ اور فرمایا بسم اللہ شریف پڑھ کر اپنے سامنے سے کھاؤ اور درمیان میں رہنے دو کیونکہ برکت درمیان میں آتی ہے اور یہ کھانا بڑھ جائے گا۔

واثلہؓ کہتے ہیں میں دیکھ رہا تھا کہ وہ دس صحابہ انگلیاں پھیلا پھیلا کر کھا رہے تھے تا آنکہ وہ سیر ہو گئے۔ جب وہ کھا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تم اپنی جگہ چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھیج دو۔ تو وہ چلے گئے اور میں تعجب سے کھڑا یہ منظر دیکھتا رہ گیا اتنے میں دوسرے دس صحابہ آ گئے آپ نے انہیں بھی پہلے کی طرح حکم فرمایا اور جو کچھ پہلوں کو ہدایت کی تھی انہیں بھی کی۔ تو انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھالیا اور کھانا ہنوز بچا ہوا تھا۔

کیوں جناب بوھریرہ کیسا تھا وہ جام شیر

(۳۱۹) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ایک وقت تھا کہ میں بھوک کی شدت سے اپنا کلیجہ تھام لیتا تھا اور بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھے رکھتا تھا۔ ایک دن میں اس راستہ پر بیٹھا تھا جدھر سے لوگ (مسجد سے) نکلتے تھے۔ ابو بکر صدیق مجھ پر گزرے میں نے انہیں قرآن کریم کی ایک آیت پڑھ کر ان سے کچھ مانگا (ایسی آیت پڑھی جس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب موجود تھی) اور میرا مقصد یہی تھا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں گے (اور کھانا کھلائیں گے) وہ خاموشی سے گزر گئے اور کچھ نہ کہا۔ پھر عمر فاروق گزرے میں نے ان سے بھی ایک آیت پڑھ کر کچھ مانگا اور میرا یہی مقصد تھا کہ وہ مجھے اپنے پیچھے آنے کو کہیں گے وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہ کیا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سے گزرے اور مجھے یوں دیکھ کر مسکرا دیئے اور میرے چہرے سے ظاہر ہونے والی کیفیت کو بھانپ لیا۔ پھر مجھے فرمایا اے ابو ھریرہ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک! آپ نے فرمایا میرے پیچھے چلے آؤ آپ چل دیئے اور میں پیچھے ہو لیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ میں نے بھی اذن دخول مانگا اور

اجازت پاکر اندر آگیا۔ آپ نے گھر میں دودھ کاایک پیالہ دیکھافرمایایہ دودھ کہاں سے آیا گھر والوں نے کہافلاں مرد یا عورت کی طرف سے ہدیہ آیا ہے۔

آپ نے فرمایااے ابو ھریرہ! میں نے کہالبیک یارسول اللہ فرمایا جاؤ اہل صفہ کو بلالاؤ۔

اہل صفہ مہمانان اسلام تھے جن کے پاس اہل و عیال تھے نہ دولت و مال۔ جب آپ کے پاس صدقہ کی کوئی چیز آجاتی تو اسے ان کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ نہ لیتے۔ اور اگر ہدیہ آتاتو اس سے کچھ تھوڑا سا اپنے لئے رکھ کر باقی انہیں بھیج دیتے۔

مجھے یہ بات طبع کے خلاف اتری میں نے سوچا یہ تھوڑا سا دودھ اصحاب صفہ کے کیا کام آئے گا میں تو چاہتا ہوں کہ اس دودھ سے ایک گھونٹ مجھے مل جائے اور میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کچھ فائدہ اٹھالیں۔ اگر وہ لوگ آگئے تو آپ مجھے ہی ارشاد فرمائیں گے کہ انہیں پلاؤں اور کچھ توقع نہیں کہ اس کا کچھ حصہ مجھے بھی مل سکے۔ تاہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی لازم تھی۔ اس لئے میں گیااور انہیں بلالایا۔ وہ آگئے انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور اجازت پاکر اندر آئے اور کمرے میں اپنی جگہ لے کر بیٹھ گئے۔

آپ نے فرمایااے ابو ھریرہ میں نے عرض کیالبیک یارسول اللہ! فرمایا دودھ لاؤ اور انہیں پلاؤ۔ میں پیالہ اٹھا کر لے آیا۔ میں ایک آدمی کو پیالہ دیتا وہ پی کر سیر ہو جاتا اور پیالہ مجھے واپس کر دیتا تو میں دوسرے آدمی کو دے دیتا وہ سیر ہو کر پیالہ مجھے لوٹا دیتا تو میں اگلے آدمی کے پاس پیالہ لے جاتا اور وہ بھی پی کر مجھے لوٹا دیتا۔ تا آنکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا جبکہ سارے صحابہ سیراب ہو چکے تھے۔

آپ نے پیالہ اپنے ہاتھ میں تھام لیااور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایااے ابو ھریرہ! میں نے عرض کیالبیک یارسول اللہ! فرمایا صرف میں اور تم ہی باقی رہ گئے؟

میں نے عرض کیاہاں یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ بیٹھو اور پیو۔ میں بیٹھ گیااور پینے لگا. آپ نے فرمایااور پیو میں نے اور پیا۔ آپ مجھے بار بار فرماتے رہے اور میں پیتا رہا تا آنکہ میں نے عرض کیا۔ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اب دودھ کے نیچے جانے کا کوئی راستہ نہیں رہا۔ پھر میں نے آپ کو پیالہ دے دیا آپ نے اللہ کی حمد کی بسم اللہ شریف پڑھی اور باقی ماندہ دودھ نوش فرمالیا۔

چند کھجوریں اور ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی دعوت

(۳۲۰) ثابت بنانی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا دور رسالت میں آپ نے کوئی عجیب تر چیز دیکھی ہو تو بتلائیں کہنے لگے ہاں اے ثابت! میں

نے دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور میری کسی کوتاہی پر آپ ؐ نے مجھے کبھی عار نہ دلائی۔ ثابت بنانی نے کہا ان دس سالوں میں جو عجیب تر چیز آپ نے دیکھی وہ کیا تھی؟ حضرت انس ؓ نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری والدہ نے مجھ سے کہا اے انس ؓ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہے اور میں نہیں جانتی کہ آپ کے ہاں صبح کا ناشتا ہو۔ تو یہ گھی لاؤ اور کچھ کھجوریں لے آؤ۔ پھر انہوں نے اس سے حیس(۱) بنایا اور کہا اے انس! اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی (سیدہ زینب ؓ) کے پاس لے جاؤ میں پتھر سے بنے ہوئے ایک برتن میں یہ حیس لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا اسے کمرے کے اس کونے میں رکھ دو اور جا کر ابو بکر (صدیق) عمر (فاروق) عثمان (غنی) علی (مرتضیٰ) اور دیگر صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بلا لاؤ علاوہ ازیں اہل مسجد اور راستے میں ملنے والے تمام احباب کو بھی بلا لاؤ۔

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ کھانا کس قدر کم ہے اور جنہیں بلانے کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ کتنے زیادہ ہیں۔ مجھے آپ کے امر سے سرتابی کی مجال بھی نہ تھی۔ اس لئے میں لوگوں کو بلا لایا تا آنکہ سارا مکان اور حجرہ بھر گیا پھر آپ نے فرمایا اے انیس (۲) ! کوئی اور بھی تمہیں نظر آتا ہے (جو نہ آیا ہو) ؟ میں نے عرض کیا نہیں یا نبی اللہ! آپ نے فرمایا یہ کھانا ادھر لاؤ۔ میں نے وہ برتن لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا

فَغَمَسَ ثَلَاثَةَ اَصَابِعِهٖ فِي التَّوْرِ فَجَعَلَ التَّوْرُ يَرْبُوْ وَيَرْتَفِعُ، فَجَعَلُوْا يَتَغَدَّوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ حَتّٰى اِذَا فَرَغُوْا اَجْمَعُوْنَ وَبَقِيَ فِي التَّوْرِ نَحْوَ مَا جِئْتُ بِهٖ

آپ نے اپنی تین انگلیاں برتن میں ڈبو دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھانا بڑھنے اور بلند ہونے لگا۔ صحابہ کھانا کھانے اور فارغ ہو کر جانے لگے تا آنکہ سب کھا کر چلے گئے اور برتن ابھی تک بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے زینب کے آگے رکھ دو تو میں ان کے آگے رکھ کر دروازہ بند کر کے چلا گیا جو کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا۔

ثابت کہتے ہیں میں نے حضرت انس ؓ سے کہا اے ابو حمزہ! جنہوں نے اس برتن سے کھایا تھا آپکے خیال میں انکی تعداد کیا تھی؟ انہوں نے کہا میرا گمان ہے کہ اکہتر یا بہتر ہوگی۔

---

(۱) عرب لوگ ایک پکوان بناتے تھے گھی میں کھجوریں گوندھ کر ایک پنیر سا تیار کیا جاتا۔ اسے حیس کہتے تھے۔

(۲) یہ انس کی تصغیر ہے۔ اس تصغیر میں پیار و شفقت کا اظہار ہے جیسے یا ابنی کے بجائے یا بنی کہتے ہیں۔ تصغیر کا یہ عمل اردو زبان میں بھی ہے جیسے بچی کو بیٹا یا ندی کو ندیا کہا جاتا ہے۔ یاد رہے ہر زبان میں تصغیر کا عمل مبنی بر شفقت و پیار ہوتا ہے۔

افزونی طعام کاایک حیرت انگیزواقعہ حضرت علیؓ کی زبانی

(۳۲۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (پہلے) ڈراؤ۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا اے علی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ قریبی رشتہ داروں کو (عذاب الٰہی اور دوزخ سے) ڈراؤں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں اس سے میرا دل ہاتھ بھر تنگ ہوا (۱) کیونکہ میں جانتا تھا کہ جب میں ان لوگوں کو اس طرف بلاؤں گا تو یہ نہایت ناپسند کریں گے۔ اس لئے مجھے دل تنگی ہوئی۔ تا آنکہ جبرئیل امین علیہ السلام آ گئے اور انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو آزمائش میں ڈالدے گا۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہمارے لئے کھانا بناؤ بکری کی ٹانگ کا سالن تیار کرو اور ایک بڑا کٹورا دودھ کا بھی اکٹھا کر لاؤ پھر جا کر تمام بنو عبدالمطلب کو بلا لاؤ تاکہ میں ان سے بات کروں اور جو کچھ مجھے حکم دیا گیا ہے وہ ان تک پہنچا دوں! میں نے آپکے ارشاد پر عمل کیا۔ اور وہ اس دن چالیس افراد تھے یا ایک آدمی اس سے کم وبیش ہو گا۔ ان میں آپکے چچا ابو طالب۔ حمزہؓ۔ عباسؓ اور ابو لہب بھی تھے۔

جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے مجھے وہ کھانا لانے کو فرمایا جو میں نے ان لوگوں کیلئے تیار کیا تھا۔ میں نے اسے سامنے رکھدیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا اسے اپنے دانتوں سے کاٹا اور (گوشت والے) برتن کے کناروں میں پھیلا دیا۔ اور فرمایا نام خدا کی برکت سے کھاؤ۔

فَاَكَلَ الْقَوْمُ حَتّٰى مَا بَقِيَ لَهُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَاجَةٌ ثُمَّ مَا اَرٰى اِلَّا مَوَاضِعَ اَيْدِيْهِمْ وَالَّذِيْ نَفْسُ عَلِيٍّ بِيَدِهٖ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مِنْهُمْ لَيَاْكُلُ مِثْلَهٗ وَيَشْرَبُ مِثْلَهٗ۔

قوم نے کھانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ کسی کی حاجت باقی نہ رہی۔ مگر کھانے پر صرف ہاتھ لگنے کے نشانات نظر آرہے تھے (کھانا مکمل طور پر جوں کا توں بچا پڑا تھا) حالانکہ اس اللہ کی قسم جسکے قبضے

(۱) قلبی کیفیت کو بیان کرنے کیلئے ایک انداز ہے یعنی شدت غم واندوہ سے میرا دل یوں سکڑ گیا جیسے کوئی کپڑا ہاتھ بھر چھوٹا رہ جائے۔

☆ ۳۲۲ (تخریج) مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ ص ۳۰۳ میں ہے کہ اس حدیث کو بزار اور احمد نے روایت کیا ہے اور احمد کے رجال رجال صحیح ہیں اور بزار کی اسناد میں سے بھی ایک سند شرط صحیح پر ہے

میں میری جان ہے۔ ان میں سے ہر آدمی یہ سارا کھانا اکیلا کھا سکتا اور یہ دودھ اکیلا پی سکتا تھا۔

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنا چاہی تو ابولہب نے بڑھ کر اپنی بات شروع کر دی اور کہا تمہارے میزبان نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ تو لوگ کھا کر چلے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کچھ کہہ نہ سکے۔ اگلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! اس شخص (ابولہب) نے مجھ سے پہلے وہ باتیں کہنا شروع کر دیں جو تم سن چکے ہو اور میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی لوگ اٹھ کر چل دیئے۔ تو کل کی طرح آج پھر کھانا تیار کرو۔ اور ان لوگوں کو بلاؤ تو میں نے کھانا بنایا اور ان کو بلا لایا۔ آپ نے کھانا منگوایا۔ ان کے سامنے رکھا۔ اور اسی طرح کیا جیسے کل کیا تھا۔ سب نے کھانا کھایا تا آنکہ کسی کو کچھ کھانے کی حاجت نہ رہی۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا انہیں پلاؤ بھی! تو میں وہی بڑا کٹورا لے آیا سب نے پیا تا آنکہ سیراب ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو فرمائی۔

غیب سے بکری آئی اور چار سو صحابہ کو دودھ پلا گئی

(۳۲۲) حضرت (۱) نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم تقریباً چار سو آدمی ہم سفر تھے۔ ہم نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں پانی کا نام تک نہ تھا، اس جگہ اترنا لوگوں کو ناگوار محسوس ہوا تاہم جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں اترتے دیکھا تو سبھی اتر پڑے۔

اچانک ایک بکری دوڑتی ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئی اسکے سینگ ایسے تھے جیسے فولاد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوہا پھر تمام لشکر کو دودھ سے سیراب کیا اور خود بھی نوش فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

يَانَافِعُ اَمْلِكْهَا وَمَآ اَرَاكَ تَمْلِكُهَا۔

ص ۳۲۲ (تخریج) الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۴۸ حرف النون میں نافع کے عنوان کے تحت ہے۔ یہ حدیث ابن سعد سے منقول ہے جس کی سند ہے عن خلف بن الولید خلف بن خلیفہ عن ابان بن بشر عن شیخ من اہل البصرۃ عن نافع آگے لکھا ہے کہ اسے حاکم نے بھی کُنّی میں ابوالفضل کے عنوان میں روایت کیا ہے۔

(۱) اس نافع میں اختلاف ہے کہ یہ کون نافع ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے مشہور حضرت نافع رضی اللہ عنہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ حاکم نے لکھا ہے کہ ابان نے ابوالفضل سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جس کا نام نافع تھا واسط شہر میں آیا کرتا تھا اس نے حجاج کے دور تک طویل عمر پائی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی حدیث روایت کیا کرتا تھا کہ میں ایک مرتبہ آپ کا ہم سفر تھا اور بکری غائب سے آئی الخ۔ معلوم ہوا یہ مشہور نافع نہیں ہیں۔

"اے نافع اس بکری کو سنبھال لو مگر مجھے نہیں امید کہ تم اسے سنبھال سکو"۔ کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے نہیں امید کہ تم اسے سنبھال سکو تو میں نے ایک میخ لے کر زمین میں گاڑی۔ پھر ایک مضبوط رسی اس بکری کے گلے میں ڈالی اور اسے میخ سے باندھ دیا۔

اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ لوگ بھی سو گئے اور میں بھی سو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ رسی کھلی پڑی ہے اور بکری غائب۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس امر سے آگاہ کیا آپ نے مجھے فرمایا اے نافع! میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم اسے سنبھال نہ سکو گے؟

اِنَّ الَّذِیْ جَآءَ بِهَا هُوَ الَّذِیْ ذَهَبَ بِهَا۔

بے شک جو اسے لایا تھا وہی لے بھی گیا۔

عمر فاروق کی چند سیر کھجوریں چار سو صحابہ بھی نہ کھا سکے

(۳۲۳) دکیر بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم چار سو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لینے کیلئے آئے آپ نے فرمایا اے عمر! جاؤ انہیں کھلاؤ بھی اور کچھ دو بھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس تو صرف چند سیر کھجوریں ہیں جو کہ میرے اہل وعیال کے کھانے کا کل سامان ہے۔ ابو بکر صدیق کہنے لگے۔ تم حکم نبی سنو اور اس پر عمل کرو! عمر فاروق کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر۔

یہ کہہ کر عمر فاروق وہاں سے چلے اور اپنے گھر آئے اپنی گردن سے (بندھی ہوئی) چابی اتاری اور دروازہ کھول کر قوم سے کہا اندر آجاؤ۔ تو وہ داخل ہو گئے میں سب سے آخر میں داخل ہوا۔

فَقَالَ خُذُوْا فَاَخَذَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَا اَحَبَّ ثُمَّ الْتَفَتُّ اِلَيْهِ وَاِنِّيْ لَمِنْ اٰخِرِ الْقَوْمِ وَكَاَنَّا لَمْ نَرْزَأْ تَمْرَةً۔

آپ نے فرمایا لو کھاؤ! تو ہر آدمی نے اپنی حاجت کے مطابق کھایا۔ میں نے کھانے کی طرف دیکھا جب کہ میں سب سے آخر میں بیٹھا ہوا تھا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ہم نے (دستر خوان سے) ایک کھجور بھی کم نہیں کی۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے کھانے میں کیسی برکت آئی

(۳۲۴) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے) تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے لئے کھانا تیار کیا جو آپ دونوں حضرات کے لئے کافی تھا۔ میں نے کھانا لا کر سامنے رکھ دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ

اور باشندگان مدینہ میں سے تیس سرکردہ افراد کو بلاؤ۔ کہتے ہیں یہ بات مجھ پر بڑی بھاری اتری میرے پاس تو اس سے زائد کھانا بھی نہ تھا۔ میری طبیعت بوجھل سی ہو گئی۔ آپ نے پھر فرمایا جاؤ تیس اشراف مدینہ کو بلا لاؤ۔ میں بلا لایا۔ وہ آ گئے۔ آپ نے فرمایا کھاؤ۔ وہ کھانے لگے تا آنکہ سیر ہو گئے۔ پھر انہوں نے گواہی دی کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جانے سے پہلے آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔

پھر آپ نے فرمایا جاؤ ساٹھ معززین مدینہ کو میرے پاس لاؤ۔ ابو ایوبؓ کہتے ہیں تیس کی جگہ ساٹھ کا لفظ سن کر مجھے دونا خوف محسوس ہوا تاہم میں انہیں بلا لایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو بھئی زور لگا لو! تو وہ کھانے لگے اور سیر ہو گئے پھر انہوں نے گواہی دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جانے سے پہلے آپ کی بیعت کر لی۔

پھر آپ نے مجھے فرمایا اب جاؤ مزید نوے اشراف مدینہ کو دعوت دے آؤ کہتے ہیں اب مجھے ساٹھ اور تیس کی جگہ نوے کا لفظ سن کر پہلی دونوں مرتبہ سے کہیں زیادہ خوف محسوس ہوا مگر میں انہیں بلا لایا انہوں نے آ کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر انہوں نے گواہی دی کہ آپ سچے رسول خدا ہیں اور تب باہر نکلے جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر لی تھی۔ کہتے ہیں اس دن میرے اس دو افراد کے کھانے سے ایک سو اسی افراد نے کھانا کھایا جو سب کے سب انصار تھے (۱)

ایک پیالہ ثرید سے صبح تا ظہر صحابہ کرام جماعت در جماعت کھاتے رہے

(۳۲۵) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثرید کا ایک پیالہ لایا گیا جسے لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اور لوگ اس سے صبح سے دوپہر تک کھاتے رہے۔ ایک جماعت کھا کر اٹھتی تو دوسری بیٹھ جاتی۔

ایک شخص نے حضرت سمرہؓ سے پوچھا کیا وہ کھانا بڑھ جاتا تھا؟ آپ نے فرمایا تمہیں تعجب کس بات پر ہے؟ وہ ادھر سے بڑھتا تھا۔ آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ تکثیر طعام یا انگلیوں سے پانی جاری کرنے جیسے معجزات دکھانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرنا اور انہیں داخل اسلام کرنا ہوتا تھا اور معجزہ کی حقیقت بھی یہی کچھ ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے ابتدائی دور میں آپکا دو افراد کے کھانے کو انسانوں کی ایک بڑی جماعت کیلئے کافی وافی بنا دینا صرف اس لئے تھا کہ اہل مدینہ اسلام لے آئیں تو اس معجزے کو دیکھ کر ۱۸۰ افراد اسلام لے آئے پھر انہوں نے آگے جہاں تک یہ واقعہ پہنچایا ہو گا وہاں تک دین حق کی صداقت پہنچی ہو گی اور یہ معجزہ مزید کئی لوگوں کی ہدایت کا سبب بنا ہو گا۔

(۳۲۶) حارث بن عبدالرحمان کہتے ہیں ایک بار میں ابو سلمہ بن عبدالرحمان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں بنی غفار کا ایک آدمی آگیا جو عبداللہ بن طہفہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا۔ ابو سلمہ نے اسے کہا ہمیں اپنے والد سے سنی ہوئی کوئی حدیث سناؤ۔

انہوں نے کہا مجھے میرے والد عبداللہ بن طہفہ نے بتلایا کہ جب کبھی مہمان جمع ہو جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ہر آدمی ایک مہمان کو اپنے ساتھ گھر لیجائے۔ ایک مرتبہ بہت سے مہمان آگئے تو آپ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو گھر لیجائے۔ عبداللہؓ کہتے ہیں میں ان مہمانوں میں تھا جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ آپ نے گھر جاکر پوچھا اے عائشہؓ! گھر میں کچھ ہے! انہوں نے کہا ہاں تھوڑا سا حیس (گھی میں گندھی ہوئی کھجوروں کا کھانا ہے) میں نے اسے آپ کے افطار کیلئے بنایا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے لے آؤ۔ وہ ایک چھوٹے سے پیالے میں لے کر آگئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا اور باقی ہمارے آگے رکھ دیا پھر فرمایا نام خدا کی برکت سے کھاؤ! ہم کھانے لگے تا آنکہ (شکم سیر ہو جانے کے باعث) ہم اسے دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کچھ پینے کو بھی ہے؟ تو سیدہؓ نے فرمایا تھوڑا سا دودھ ہے جو میں نے آپ کے افطار کے لئے رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے لے آؤ! وہ لے آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ پیا پھر فرمایا لو تم برکت نام خدا سے پی لو! ہم نے پیا تا آنکہ ہم سیراب ہو گئے اور دودھ کی طرف دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔

پھر ہم نماز کے لئے نکلے۔ اور آپ جب نماز کے لئے نکلتے تو گھر والوں کو جگایا کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا نماز! نماز! اتنے میں آپ نے ایک شخص کو منہ کے بل اوندھے پڑے دیکھا تو فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں عبداللہ ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ ایسی نیند ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند رکھتا ہے(۱)

(۱)۔ یعنی اوندھے منہ لیٹنا اللہ کو ناپسند ہے بلکہ پہلو پر سونا چاہیئے۔ تخریج مجمع الزوائد جلد نمبر ۸

ستئیسویں فصل

چند مختلف اہم معجزات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

جبل حراء وجد میں آیا پھر آپکے حکم سے ساکن ہو گیا

(۳۲۷) سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ جبل حراء (۱) پر تھے اور وہ حرکت کرنے لگا۔ آپ نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا اے حراء ٹھہر جا! تجھ پر نبی صدیق اور شہید ہی تو ہیں۔ جب کہ اس وقت آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق عثمان غنی علی مرتضیٰ حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمان بن عوف تھے۔ اور اگر میں چاہوں تو نویں آدمی کا نام بھی لے سکتا ہوں۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ وہ نوواں بھی بتلائیں تو آپ نے فرمایا "وہ میں تھا" (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

---

(۱) مکہ مکرمہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ص ۳۲۸ (تخریج) یاد رہے حضرت انس بن مالک اور بریدہ اسلمی وغیرھما صحابہ سے بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد اور مسند احمد بن حنبل وغیرھا کتب حدیث میں یہ حدیث بکثرت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر چڑھے جبکہ آپکے ساتھ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تھے۔ تو پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید ہی تو ہیں۔ جبکہ ابو داؤد جلد دوم کتاب السنہ ص ۲۸۲ میں اور مسند احمد بن حنبل (حبوب) جلد نمبر ۲۲ ص ۱۹۰ کتاب المناقب میں اور اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نو آدمیوں کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور اگر میں دسویں آدمی کی جنت پر گواہی دے دوں تو بھی میں گناہگار نہ ہونگا۔ راوی حدیث عبداللہ بن ظالم کہتا ہے کہ میں نے حضرت سعید سے پوچھا وہ نواں کون ہے تو انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حراء پہاڑ پر تھے آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمان بن عوف تھے۔ اچانک پہاڑ حرکت کرنے لگا آپ نے فرمایا حراء! ٹھہر جا تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید ہی تو ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا دسواں کون ہے تو انہوں نے کچھ دیر ٹیک لگائے خاموشی اختیار کیے رکھی پھر کہنے لگے وہ دسواں میں تھا۔ ۱۲

یاد رہے یہی دس وہ صحابہ ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ بھی کہا جاتا ہے گویا یہ حدیث بھی عشرہ مبشرہ کی منقبت پر حجتہ بینہ ہے۔

سنگریزے تسبیح پڑھتے ہیں

(۳۲۸) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں گواہ ہوں کہ میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حلقے میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں سنگریزے تھے۔ وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح کہنے لگے۔ حلقے میں ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اور تمام اہل مجلس ان کی تسبیح سن رہے تھے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سنگریزے ابو بکر صدیق کو دے دیئے تو وہ ان کے ہاتھ میں بھی محو تسبیح تھے جسے تمام اہل حلقہ سن رہے تھے پھر انہوں نے وہ عمر فاروقؓ کو دے دیئے تو وہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح سے رطب اللسان رہے پھر انہوں نے آگے عثمان غنیؓ کو تھما دیئے تو وہاں بھی وہ تسبیح گویاں تھے جسے سب اہل مجلس سن رہے تھے۔ پھر انہوں نے وہ ہمیں دے دیئے مگر ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں انہوں نے تسبیح نہیں کہی۔

(۳۲۹) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے دست مبارک میں چند سنگریزے لئے تو وہ تسبیح کہنے لگے پھر آپ نے انہیں زمین پر رکھدیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر انہیں اٹھایا وہ تسبیح بولنے لگے۔

در و دیوار نے آمین کہا

(۳۳۰) ابو سعید ساعدی بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن عبدالمطلب سے ملے اور فرمایا کل آپ اور آپکے بچے گھر سے نہ نکلیں ایک دوسری روایت کے مطابق یوں ہے کہ آپ نے فرمایا اے عباس کل آپ اور آپ کے بچے گھر میں رہیں۔ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔

چنانچہ حضرت عباسؓ نے سب بچوں کو ایک کمرے میں جمع کر دیا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا السلام علیکم۔ تم نے کیسی صبح کی؟ سب نے کہا اچھی صبح کی ہے اور ہم اللہ کی حمد کہتے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان! آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ قریب ہو جاؤ! تو سب افراد ایک دوسرے سے مل کر بیٹھ گئے۔

کہتے ہیں جب سارے آپ کے نزدیک تر ہو گئے تو آپ نے ان پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا "اے اللہ! یہ عباس میرا چچا ہے۔ اور یہ میرے اہلِ بیت ہیں انہیں آگ سے یوں چھپا دے (دور کر دے) جیسے انہیں میری چادر نے چھپا رکھا ہے۔ تو دروازے کی دہلیز اور کمرے کی دیواروں سے تین بار آواز آئی آمین آمین آمین!

(۳۳۱) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ مجھ پر تین بڑے مصائب آئے ہیں۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال جبکہ میں آپ کا ایک کم سن صحابی اور ادنیٰ خادم تھا۔ (۲) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت (۳) اور توشہ دان کی چوری۔ لوگوں نے کہا ابو ھریرہ! وہ توشہ دان کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہم ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے۔ لوگوں کو بھوک نے آلیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! کچھ ہے؟ میں نے کہا ہاں توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے لاؤ میں اسے آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ہاتھ ڈال کر اس سے کچھ کھجوریں نکالیں اور بچھا دیں پھر فرمایا دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ میں بلا لایا۔ انہوں نے کھجوریں کھائیں اور سیر ہو گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے رہے اور کھاتے رہے تا آنکہ سارا لشکر شکم سیر ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا اٹھا لو جو تم لائے تھے۔ جب بھی ضرورت پڑے اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا مگر کبھی اسے الٹ کر نہ دیکھنا۔

ابو ھریرہ فرماتے ہیں جب میں نے توشہ دان واپس لیا تو وہ پہلے سے کہیں بھرا ہوا تھا پھر ابو ھریرہ فرمانے لگے۔ کیا میں تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ میں اس سے کتنا عرصہ کھاتا رہا؟ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات (ظاہرہ) میں بھی کھاتا رہا۔ تا آنکہ جب عثمان غنی شہادت پاتے ہیں تو میرے گھر میں چوری ہوتی ہے اور توشہ دان جاتا رہتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جو کی گٹھڑی ایک عرصہ تک چلتی رہی

(۳۳۲) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو میرے گھر میں کسی جاندار چیز کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا البتہ ایک نرم سے کپڑے میں تھوڑے سے جو بندھے ہوئے تھے۔ میں اسی سے اپنے کھانے کا کام چلاتی رہی تا آنکہ ایک لمبا عرصہ گزر گیا۔ پھر ایک بار میں نے اسے ناپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

خالی برتن میں گھی ابل آیا __ گھی کے ساتھ وادی بہنے لگتی، فرمان رسول

(۳۳۳) حمزہ بن عمرو اسلمیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے سفر پر روانہ ہوئے تو میرے پاس زاد سفر میں گھی کا ایک برتن تھا۔ ایک جگہ میں نے محسوس کیا کہ گھی

---

(۳۳۲) (تخریج) ترمذی شریف جلد دوم کتاب المناقب مناقب ابی ہریرہؓ ص ۲۲۳ بروایت ابی العالیہ الریاحی عن ابی ہریرۃ

۳۳۳ (تخریج) بخاری شریف جلد دوم ص ۹۵۵ کتاب الرقاق باب فضل الفقر بروایت ابی بکر بن ابی شیبہ آگے مثل مسند دلائل النبوۃ

کم ہو گیا ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا اور گھی کا برتن دھوپ میں رکھ دیا۔ اچانک اس میں گھی بڑھنے لگا اور اس میں سے خر، خر، کی آواز آنے لگی۔ میں اٹھا اور برتن کو اوپر سے اٹھالیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے تھے فرمانے لگے۔ اگر تو اسے یونہی چھوڑ دیتا تو یہ وادی گھی کے ساتھ بہنے لگتی۔

حضرت جابر کا قرض کیسے ادا ہوا؟۔ ایمان افروز واقعہ

(۳۳۴) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ان کے والد غزوہ احد میں جام شہادت نوش کر گئے اور اپنے پیچھے بیٹیاں اور مجھ پر (جابرؓ پر) قرضہ چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کے پھل کٹنے کا موسم آیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میرے والد احد میں شہید ہو گئے تھے اور مجھ پر بہت سا قرض ڈال کر چلے گئے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہوں کو آپ خود نمٹائیں۔

آپ نے فرمایا تم جاؤ اور ہر کھجور کے پھل کا علیحدہ ڈھیر لگا دو۔ میں نے لگا دیا پھر آپ کو بلا لایا۔ جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو بڑھ چڑھ کر بیان کرنے لگے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا اپنے ساتھیوں کو بلاؤ۔ پھر آپ انہیں ناپ ناپ کر دیتے رہے تا آنکہ میرے والد کا سارا قرضہ اتر گیا۔

جابرؓ فرماتے ہیں میں اسی پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ قرض اتار دے۔ خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے جا سکوں (تو بھی خیر ہے) مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پورے کے پورے تمام ڈھیر مجھے دے دیئے اور جب میں نے اس ڈھیر کو دیکھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔

بکری کے گوشت سے جتنے بازو میں چاہتا نکلتے رہتے، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۳۵) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے بکری کا گوشت پکا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو رافع مجھے اس میں سے ایک

ص ۳۳۵ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۳۲۴ کتاب فی الاستقراض و اداء الدیون باب الشفاعۃ فی وضع الدین۔

بازو دے دو، میں نے پیش کر دیا۔ آپ نے کھالیا پھر فرمایا ایک بازو اور دے دو۔ میں نے وہ بھی دے دیا اور آپ نے اسے تناول فرما لیا۔ پھر فرمایا مجھے ایک بازو اور پکڑا دو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے توجتنے بازو میں مانگتا تم دیتے چلے جاتے۔

(۳۳۶) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں سے کندھے کا گوشت بڑا پسند تھا۔ ایک دن آپ نے بکری ذبح کروائی اور غلام سے فرمایا اس کا ایک کندھا لاؤ۔ وہ لے آیا۔ پھر آپ نے فرمایا ایک اور لے آؤ وہ لے آیا پھر آپ نے فرمایا ایک اور لے آؤ وہ ایک اور لے آیا پھر اس نے عرض کیا یارسول اللہ! بکری کے کندھے تو دو ہی ہوتے ہیں اور میں آپ کے پاس تین کندھے لاچکا ہوں (اس کی کیا حقیقت ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو جتنے کندھے میں مانگتا تم دیتے چلے جاتے۔

شیخ ابو نعیم فرماتے ہیں ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یہ دلالت ہے کہ آپ جب اللہ سے لوگوں کی عادت کے خلاف کوئی چیز مانگ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور عطا فرما دیتا ہے۔ تاکہ آپ کی عظمت و شوکت کو ظاہر کیا جائے۔ اور تخلیقی امور میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی کرامت و رفعت کو یوں ظاہر فرمایا کہ اگر آپ بکری کے گوشت میں سے بازو کا گوشت مسلسل مانگتے رہتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سوال کو مسلسل شرف قبولیت عطا فرماتا رہتا۔

حضرت جابر کا سست اونٹ تیز رفتار بن گیا

(۳۳۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں اپنے اونٹ پر سب لوگوں سے آخر میں تھا۔ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر کچھ مارا یا اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی چیز کے ساتھ اس کے پہلو میں چبھو کا دیا۔ اس کے بعد وہ ساری قوم سے آگے آگے چلتا تھا اور میں اسے روکتا تو وہ رکنے کا نام نہ لیتا۔

(۳۳۸) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کی۔ آپ پیچھے سے میرے قریب پہنچے۔ جبکہ میرے نیچے میرا تھکا ماندہ اونٹ تھا جو سفر کے قابل نہ تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہے؟ میں نے عرض کیا علیل ہے۔ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے ہٹ کر اسے ڈپٹا اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ تو وہ سب اونٹوں سے

---

۳۳۹ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۴۱۶ کتاب المغازی باب استیذان الرجل امامہ بروایت اسحاق بن ابراھیم۔ آگے مثل سند دلائل النبوۃ

آگے آگے چلنے لگا تب آپ نے فرمایا اب تمہارے اونٹ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا اچھا ہے اسے آپ کی برکت حاصل ہو گئی ہے۔

(۳۳۹) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں اپنے ست رفتار اونٹ پر سوار تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سے گزرے اور میرے اونٹ کو اپنے عصا سے چبھو کا دیا تو وہ سب سواریوں سے آگے نکلنے لگا۔

(۳۴۰) حضرت جابر روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچے تو میرا اونٹ تھک چکا تھا۔ آپ نے اسے کوئی چیز چبھوئی تو وہ اچھل پڑا کہتے ہیں پھر میں اس کی لگام کھینچنے کی کوشش کرتا تو کھینچ نہ پاتا تھا۔

(۳۴۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ ڈر گئے (۱)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ ؓ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے جو بہت ست رفتار تھا مگر جب آپ اسے ایڑی لگا کر باہر نکلے تو لوگوں کے گھوڑے اس سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں، یہ تو سمندر ہے (۲) ہے کہتے ہیں پھر اس کے بعد اس اونٹ سے کوئی آگے نہ نکل سکا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے آگے سے

(۳۴۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ارشاد فرماتے تھے۔ صفیں درست کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے سے۔

(۳۴۳) ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اپنی صفیں اچھی طرح درست رکھا کرو میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے آگے سے۔

(۳۴۴) ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنے پیچھے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے دیکھتا ہوں اس لئے صفیں درست رکھا کرو۔

---

(۱) یعنی افواہ پھیل گئی کہ مدینہ طیبہ پر حملہ ہو گیا ہے تو لوگ اس آفت ناگہانی سے گھبرا گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے میں فوری طور پر لوگوں کو تسلی دینے کے لئے حضرت طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔

(۲) یعنی جس گھوڑے پر میں سوار ہوں سمندر کی طرح ٹھہراؤ اور ثابت قدمی رکھتا ہے۔

☆ ۳۴۲ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۱۰۰ کتاب الاذان باب تسوۃ الصفوف بروایت حمید عن انسؓ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال بلند آوازی

(۳۴۵) حضرت براءؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا جو اسقدر بلند آواز سے تھا کہ گھروں میں پردہ نشین عورتوں نے بھی سن لیا۔ آپ بلند آواز سے فرما رہے تھے اے لوگو! کئی ایسے بھی ہیں جو زبان سے تو ایمان لائے ہیں مگر ایمان کے متعلق ان کے دل میں اخلاص نہیں۔ مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کیا کرو۔ انکی خفیہ باتوں میں نہ پڑا کرو۔ کیوں کہ جو شخص اپنے بھائی کی پردہ دری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بھید افشاء کر دیتا ہے۔ اور جس کی اللہ پردہ دری کر دے وہ اپنے گھر کے اندھیرے کمرے میں بیٹھا ہوا بھی رسوا ہو جاتا ہے۔

(۳۴۶) عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک بار ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نماز ختم ہونے کے بعد آپ ہماری طرف بڑے غضب میں بلند آواز کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ پردہ نشین عورتوں نے بھی بند حجروں میں اسے سن لیا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! کئی ایسے ہیں جو زبان سے ایمان لائے ہیں مگر ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کو گالی نہ دو۔ ان کی خفیہ باتوں میں نہ پڑو۔ کیونکہ جو مسلمانوں کی ذاتی اور خفیہ باتوں میں پڑتا ہے اللہ اسے رسوا کر دیتا ہے۔ اس کی پردہ دری کر دیتا ہے خواہ وہ اپنے گھر کے اندھیرے کمرے یا پردے میں ہو۔

(۳۴۷) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن رواحہ نے محلہ بنی غنم میں یہ آواز سن لی اور وہیں بیٹھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ ابن رواحہ محلہ بنی غنم میں (سرراہ) بیٹھے ہیں انہوں نے آواز سنی کہ آپ لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ بیٹھ جاؤ تو وہیں بیٹھ گئے ہیں (۱)

(۳۴۸) عبدالرحمان بن معاذ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا جس سے ہمارے کانوں کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ ہم اپنے اپنے (خیموں اور) مقامات میں بیٹھے آپکا خطبہ سن رہے تھے آپ لوگوں کو مسائل حج سکھلا رہے تھے پھر آپ نے فرمایا اب تم نے کھجور کی گٹھلی جیسی کنکریاں مارنی ہیں۔

---

(۱) اس حدیث کے یہاں اندراج کی وجہ ظاہر ہے کہ آپ کی آواز قدرتاً اتنی بلند تھی کہ مسجد نبوی سے نکل کر دور تک پہنچی اور محلہ بنی غنم میں اسے عبداللہ بن رواحہ نے سنا۔

آپ جیسی سماعت و بصارت کسی اور کو حاصل نہیں

☆(۳۴۹) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے ایسا کرنا چاہئے۔ آسمان میں کہیں بھی چار انگشت جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی جبین نیاز جھکائے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز نہ ہو، قسم بخدا اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو گے زیادہ روؤ گے نرم بستروں پہ عورتوں سے لطف اندوزی چھوڑ دو گے اور بارگاہ خداوندی میں محو دعا رہنے کے لئے گھاٹیوں میں جا بسیرا کرو گے اور قسم بخدا میں چاہتا ہوں کہ درخت بن جاؤں جسے لوگ کاٹا کریں۔

آپکا پسینہ بے مثال خوشبودار تھا

(۳۵۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیمؓ کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ آپ کے لئے چمڑے کی چٹائی بچھا دیتیں آپ اس پر آرام فرمایا کرتے۔ پھر وہ چٹائی سے آپ کا پسینہ اتار کر عطردان میں ڈال لیا کرتیں۔ (۱)

(۳۵۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (اپنے گھر سے) ہماری طرف تشریف لاتے تو ہمیں آپ کی آمد کا علم ہو جاتا تھا۔ آپ کے وجود والی خوشبو دار ہوا ہمارے مشام جاں کو معطر کر رہی ہوتی۔

(۳۵۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چند بے مثال خصال تھیں مثلاً یہ کہ جس راستے سے آپ گزر جاتے لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ آپ ادھر سے گزر گئے ہیں۔ کیونکہ آپ کے وجود مبارک کے خوشبودار پسینے سے یا اس کی خوشبو دار ہوا سے راستے معطر ہو جاتے

☆ ۳۵۰ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد نمبر ۲ ص ۵۱۰ کتاب التفسیر تفسیر سورہ ھل اتی علی الانسان علاوہ ازیں اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۳۵۱) (تخریج) مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۷ کتاب المناقب باب طیب عرقہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

(۱) چنانچہ مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۵۷ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی عنبر یا کستوری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔ اور کوئی ریشم یا دیباج آپ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں پایا۔

تھے (۱)

آپ کے بول و براز کی برکت و رحمت

(۳۵۳) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں جاتے ہیں مگر وہاں کوئی گندگی نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ! تم نہیں جانتیں کہ زمین انبیاء کے وجود سے نکلنے والی ہر چیز کو نگل لیتی ہے اور وہاں کچھ نظر نہیں آتا؟

(۳۵۴) ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے کسی پہر میں اٹھے اور گھر میں پڑے ہوئے ایک برتن میں پیشاب کیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی مجھے پیاس لگ رہی تھی۔ میں نے وہی برتن اٹھا کر پی لیا اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام ایمن! اٹھو اس برتن میں جو کچھ ہے اسے بہا دو۔ میں نے کہا قسم بخدا وہ تو میں پی چکی ہوں۔ کہتی ہیں اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے تا آنکہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا رہیں تم، تو تمہیں کبھی پیٹ کی مرض لاحق نہ ہو گی۔

(۳۵۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو بہت لمبا قیام فرماتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بنے ہوئے ایک کنوئیں میں بول فرمایا تو پورے مدینہ میں اس سے میٹھا کوئی کنواں نہ رہا اور جب آپ کے گھر میں لوگ آتے تو آپ اسی کنوئیں سے لوگوں کو میٹھا پانی نکال کر دیتے۔ دور جاہلیت میں اس کنوئیں کا نام برود تھا۔ (عربی میں ٹھنڈے سرمے کو برود کہتے ہیں)

---

(۱) یہ شعر اس حدیث کا صحیح ترین ترجمہ ہے

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

اور راقم کی نظم کردہ ایک نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک شعر یہ مفہوم یوں ادا کرتا ہے۔

ناز سے ان کی زلفیں جو لہرا گئیں
سب فضائیں معطر معطر ہوئیں
چھائیں زلفیں جو چہرے پہ شب ہو گئی
جب ہٹایا انہیں روشنی ہو گئی

(۳۵۵)(تخریج) مستدرک للحاکم جلد نمبر ۴ ص ۶۳ کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر ام ایمنؓ۔ مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ ص ۲۷۱ میں ہے کہ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک

(۳۵۶) عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں ان کی ٹوپی گم ہو گئی۔ آپ نے کہا ٹوپی تلاش کرو۔ لوگوں نے تلاش کی مگر نہ ملی۔ آپ نے کہا پھر ڈھونڈو تو وہ مل گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک پرانی اور بوسیدہ سی ٹوپی ہے۔

حضرت خالدؓ کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا فرمایا تو سر منڈوایا۔ لوگ آپ کے بالوں کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور مجھے آپ کی پیشانی کے بالائی حصہ سے اترنے والے بال مل گئے۔ جو میں نے اس ٹوپی میں سی لئے۔ اس کے بعد میں اسے پہن کر جس بھی جنگ میں گیا ہوں فتح و نصرت نے میرے قدم چومے ہیں۔ (۱)

(۳۵۷) ابو اسحاق نے ابو السفر سے روایت کی ہے کہ خالد بن ولید حیرہ میں ایرانی سرداروں میں سے کسی عورت کے ہاں مہمان ہوئے۔ ساتھیوں نے کہا احتیاط سے رہنا کہیں یہ عجمی لوگ تمہیں زہر نہ پلا دیں آپ نے فرمایا زہر میرے پاس لاؤ۔ تو تھوڑی سی زہر آپ کے پاس لائی گئی آپ نے اسے پکڑ لیا اور بسم اللہ شریف پڑھ کر یکلخت پی گئے (۲) مگر آپ کو کچھ نقصان نہ ہوا۔

---

۳۵۷ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد نمبر ۳ ص ۲۹۹ کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر خالد بن الولید۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۴۹ میں ہے کہ اسے طبرانی اور ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) واقدی نے اپنے مغازی میں حضرت خالد کی ٹوپی کے بڑے ایمان افروز واقعات بیان کئے ہیں اور شفا شریف میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔

(۲) گویا زہر کا اثر نہ کرنا نبی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی برکت سے تھا جیسے اس موئے مبارک کی برکت سے آپ کو دشمن نقصان نہ دے سکا یونہی زہر بھی اپنا اثر نہ دکھا سکا۔

چوبیسویں فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں جو پل بھر میں قبول ہو گئیں

آپ کی دعا سے اہل مکہ پر قحط سالی اور پھر بارش کا نزول

(۳۵۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا اور یہ ارشاد فرمایا۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (۱)

فرما دیجئے میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

پھر جب قریش نے آپ سے از حد مخالفت کی تو آپ نے ان پر یہ دعا کی اے اللہ میری مدد فرما اور ان پر قحط کے سات برس بھیج دے جیسے حضرت یوسف کے زمانہ میں اہل مصر پر آئے تھے۔ چنانچہ قریش پر اس قدر قحط پڑا کہ وہ مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اور جب کوئی آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو دھواں سا ہی نظر آتا۔ (۱) ایسے میں ابو سفیان (جو اس وقت اسلام نہ لائے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مدینہ طیبہ) آئے اور کہا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاکت کے قریب ہے ان کے لئے دعا فرمائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اسی بارے میں ہے۔

---

(۱) سورہ ص آیت ۸۶

۳۵۹ (تخریج) بخاری شریف جلد دوم ص ۷۱۰ کتاب التفسیر سورۃ ص بروایت اعمش عن ابی ضحیٰ عن مسروق عن ابن مسعودؓ

(۲) یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر گئے تھے۔ یعنی جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مکہ سے ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا اور وہ اپنا وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں جا بسے تو اللہ کی غیرت کو جلال آیا اور اہل مکہ پر قحط کا عذاب مسلط کر دیا قرآن کریم کی یہ آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ سورہ نحل آیت ۱۱۲

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ۔ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ..... اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (سورہ دخان آیت ۱۰۔ ۱۲)

اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلا دھواں لے آئے گا۔ جو لوگوں کو گھیر لے گا۔ یہ بڑا دردناک عذاب ہے اے ہمارے رب ہم سے عذاب اٹھا لے بے شک ہم ایمان لائیں گے.... ہم کچھ دیر کے لئے عذاب اٹھا رہے ہیں مگر تم پھر (شرک کی طرف) لوٹ جاؤ گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اٹھا لیا جب کہ وہ آ چکا تھا (یعنی نبی علیہ السلام کی دعا سے بارش آ گئی اور قحط کا عذاب اٹھ گیا) پھر وہ لوٹ گئے۔ تو اللہ نے انہیں بدر کے دن پکڑ لیا جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ

جس دن ہم بڑی پکڑ کریں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔ (سورہ دخان آیت ۱۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ دھواں تو جاتا رہا اور پکڑ یوم بدر میں ہو گئی۔ اور اللزام (۱) بھی یوم بدر میں ہی ہوا تھا۔ سورہ الٓمٓ غلبت الروم اور ایک روایت کے مطابق سورہ والقمر میں یہ مضمون موجود ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بادل آئے اور ایک ہفتہ تک برستے رہے

(۳۵۹) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات (ظاہرہ) میں لوگ قحط سالی سے دوچار ہو گئے۔ ایک روز آپ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے اور بال بچے فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے۔ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ ایک بستی (مکہ) کی مثال دیتا ہے جو امن و سکون میں تھی۔ اس کے پاس اس کا رزق تمام اطراف عالم سے پہنچتا تھا۔ اس نے نعمت ہائے خداوندی کی ناشکری کی تو اللہ نے اس عمل بد کی سزا میں ان پر بھوک اور خوف مسلط کر دیا۔

(۱) یہ اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (سورہ طٰہٰ ۱۲۹)

اور اگر تمہارے رب کی طرف سے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا اور کفار کو ایک مقررہ مہلت نہ ملی چکی ہوتی تو انہیں عذاب لپٹ جاتا۔

تو اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ابھی آپ نے دعا ختم نہ کی تھی کہ پہاڑوں جیسے عظیم الشان بادل گھر آئے۔ پھر ابھی آپ منبر سے اترنے نہ پائے تھے کہ پانی کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک سے گر رہے تھے چنانچہ سارا دن بارش ہوتی رہی۔ پھر اگلے دن پھر پرسوں پھر اس کے بعد تا آنکہ دوسرا جمعہ آگیا اور بارش ہنوز جاری تھی۔

وہی دیہاتی یا کوئی اور آدمی پھر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ عمارتیں گرنے لگیں اور مال اسباب تباہ ہو گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! ہمارے آس پاس بارش ہوتی رہے ہمارے اوپر نہ ہو کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بادل کو جس طرف اشارہ کرتے تھے بادل اسی طرف پھٹتا چلا جاتا تھا۔ تا آنکہ مدینہ طیبہ ایسے ہو گیا جیسے بادلوں کے درمیان خالی جگہ ہوتی ہے اور پھر وادی قناۃ ایک مہینہ تک بہتی رہی۔ اور جس طرف سے بھی کوئی شخص باہر سے آیا اس نے بتلایا کہ ہمارے ہاں خوب بارش ہوئی ہے۔ ابن مبارک کی روایت ہے کہ باہر سے آنے والے کہتے تھے کہ تیز بارش نے ہمیں آلیا ہے۔ (۱)

(۳۶۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ! جانور ہلاک ہو گئے اور آمدورفت معطل ہو کر رہ گئی آپ اللہ سے دعا کریں۔ آپ نے دعا فرما دی تو بارش کا سلسلہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جاری رہا۔

کہتے ہیں پھر ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ مکانات گر گئے آمدورفت معطل ہو گئی اور مواشی ہلاک ہو گئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے اللہ! بارش صرف چھوٹے بڑے پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور بیابانوں پر ہوتی رہے! (مدینہ شریف کو چھوڑ دے) تو فوراً مدینہ طیبہ سے بادل یوں چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

آپ کی دعا سے ابو لبابہؓ (۲) پر کیا گزری؟

(۳۶۱) عبداللہ بن عبداللہ نے عبدالرحمان بن حرملہ سے اور انہوں نے سعید بن مسیبؓ سے اور

---

(۱) یعنی مدینہ طیبہ کے آس پاس بارش ہو رہی تھی اور مدینہ خشک تھا۔

۳۶۱ (تخریج) بخاری شریف جلد اول ص ۱۳۸ کتاب الاستسقاء بروایت مالک عن شریک بن عبداللہ بن ابی نمر عن انسؓ

۳۶۲ (تخریج) مجمع الزوائد جلد نمبر ۲ ص ۲۱۵ میں ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے جب کہ امام سیوطی نے خصائص میں اس کی روایت بیہقی سے بھی کی ہے۔

(۲) ابو لبابہ بن عبدالمنذرؓ مقتدر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر انہیں

انہوں نے ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ دوران خطبہ فرمایا اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ ابولبابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کھجوریں ابھی کھلیانوں میں پڑی ہیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ ہمیں اتنا سیراب کر کہ ابولبابہ برہنہ بدن اٹھے اور اپنی چادر سے اپنے کھلیان کے سوراخ بند کرتا پھرے! (۱)

کہتے ہیں اس وقت آسمان میں بادل کا نام ونشان نہ تھا مگر بڑی کثرت کے ساتھ بارش ہوئی اور انصار نے ابولبابہؓ سے بار بار آکر کہا کہ اس وقت تک بارش نہ رکے گی جب تک تم وہ کچھ نہ کروگے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ چنانچہ ابولبابہؓ برہنہ بدن اٹھے اور چادر سے اپنے کھلیان کے سوراخ بند کرنے لگے تو آسمان تھم گیا۔

راوی حدیث عبداللہ بن عبداللہ وہی ہیں جنہیں ابواوس کہا جاتا ہے۔

بنو سلامان کے لئے بارش کی دعا

(۳۶۲) واقدی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ بنوسلامان کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شوال ۱۰ھ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا آج کل تمہارا علاقہ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا بڑی قحط سالی ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمارے علاقہ پر بارش نازل کرے اور ہم اپنے وطن ہی میں مقیم رہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان کے علاقہ پر بادل برسا۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ! دعا کے ساتھ ہاتھ بھی اٹھایئے کیونکہ آپکا یہ عمل ہمارے لئے باعث کثرت وبرکت رہے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر مسکرا پڑے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے تا آنکہ آپکی بغلوں کی سفیدی نمودار ہوگئی۔

وہ لوگ کہتے ہیں پھر ہم یہاں تین دن ٹھہرے رہے اور آپ کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتے رہے پھر ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں وداع کیا اور ہمیں عطیات سے نوازا چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیہ غلہ (ازجنس گندم یا کھجور) دیا گیا اور حضرت بلالؓ نے معذرت کرتے ہوئے کہا ہمارے پاس آج اس سے زیادہ نہ تھا۔ اہل وفد نے کہا یہ جو دیا ہے کیا کم ہے اور یہ کتنا

اپنے پیچھے مدینہ طیبہ پر نگران مقرر کیا تھا اور عدم شرکت کے باوصف انہیں غنیمت اور ثواب میں سے حصہ بھی عطا فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا وصال ہوا۔

(۱) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی ضرورت محسوس فرمائی تو لوگوں کے لئے بارش کی دعا کر دی جب کہ ابولبابہؓ کی کھجوریں ابھی تک کھلیان میں پڑی تھیں جنہیں بارش سے نقصان ہو سکتا تھا اس لئے انہوں نے مذکورہ بات کہہ دی۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تفنن فرمایا کہ اے اللہ! اتنی بارش کر کہ ابولبابہ اپنے کھلیان کی حفاظت کے لئے دوڑا پھرے۔ اور پھر اسی طرح ہوا۔ سبحان اللہ۔

پاکیزہ عطیہ ہے! کہتے ہیں پھر ہم اپنے وطن پہنچے تو پتا چلا کہ یہاں اسی وقت بارش ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

آپ کی دعا سے حضرت علیؓ کو مرض سے شفا

(۳۶۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر گزر ہوا جب کہ میں کہہ رہا تھا کہ اے اللہ اگر میری موت آچکی ہے تو مجھے آرام دے دے اگر موت نہیں آئی تو یہ مصیبت مجھ سے اٹھا لے اور اگر یہ امتحان ہے تو مجھے صبر دے دے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے یہی الفاظ دہرا دیئے آپ نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر دیتے ہوئے فرمایا اے اللہ اسے شفا عطا فرما دے! کہتے ہیں اس کے بعد مجھے وہ شکایت دوبارہ کبھی نہیں ہوئی۔

نماز میں بال سنوارنے والے پر آپ کی دعا

(۳۶۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سجدے میں دیکھا جو اپنے بالوں کو ہاتھوں سے زمین سے اٹھائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اس کے بال بدنما کر دے۔ تو اس کے سر سے بال گر گئے۔

آخری ایام میں آپ کی چند دعائیں

(۳۶۵) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا سر باندھو تاکہ میں مسجد میں جاسکوں۔ تو میں نے ایک زرد رنگ کپڑے سے آپ کا سر باندھ دیا آپ دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لے کر چلتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور کچھ کلام فرمائی پھر فرمایا اگر کسی شخص کو کسی امر میں نفس کا غلبہ ہے اور اسے خوف ہے کہ نفس اسے گناہ میں مبتلا کر دے گا تو وہ اٹھ کر مجھ سے سوال کر سکتا ہے تاکہ میں اس کے لئے اللہ سے دعا کروں۔
ایک عورت اٹھی اور اس نے انگشت سے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔ (۱) آپ نے اسے فرمایا تم (سیدہ) عائشہؓ کے گھر پہنچو میں وہیں آرہا ہوں ایک اور آدمی نے کہا یارسول اللہ میں بخیل

---

(۱) یعنی اشارہ کرتے ہوئے بتلایا کہ میری زبان کے لئے دعا فرمائیں کہ یہ بدکلامی سے محفوظ ہو جائے اور اس سے اگر کچھ نکلے تو اچھی بات نکلے۔

ہوں بزدل ہوں اور زیادہ سوتا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ میرا دل سخی بنا دے بزدلی کی جگہ بہادری عطا کر دے اور زیادہ سونے کی عادت بھی چھڑوا دے آپ نے دعا فرمادی۔

فضل بن عباس کہتے ہیں پھر میں نے ایک جنگ میں اسے اپنے ساتھ دیکھا اور حالت یہ تھی کہ سخاوت، شجاعت اور شب زندہ داری میں ہم میں سے کوئی بھی اس کا ہم پلہ نہ تھا۔

ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر جاکر) اس عورت کے سر پر ایک شاخ رکھی (۱) اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس عورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر جانتی ہوں۔ تا آنکہ وہ مجھے کہا کرتی تھی اے عائشہؓ! نماز اچھی طرح سے پڑھا کریں! (۲)

ابو ثروانؓ پر آپ کی دعا

(۳۶۶) عبدالملک بن عنبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ثروان بنی عمرو بن تیم کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے خوف سے باہر نکلے ایک جگہ اونٹوں کا ہجوم دیکھا تو اسی طرف چل دیئے، قریب آئے تو دیکھا یہ چند اونٹ ہیں۔ آپ ان کے درمیان میں داخل ہو گئے (جہاں ان کا چارہ پڑا تھا) وہاں آپ بیٹھ گئے اونٹ اپنی جگہ سے ہٹنے لگے۔ ابو ثروان نے اونٹوں پر چکر لگایا مگر کچھ نظر نہ آیا (کہ یہ اپنی جگہ سے کیوں ہٹے ہیں) پھر وہ اونٹوں کے درمیان داخل ہوا تو وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے دیکھا۔ ابو ثروان نے کہا تم کون ہو؟ میرے اونٹ بھگا دیئے تم نے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے اونٹوں سے مانوس ہونا چاہتا تھا۔ ابو ثروان نے کہا تم کون ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ پوچھو میں ایک آدمی ہوں۔ میں نے تمہارے اونٹوں سے مانوس ہونا چاہا ہے۔ ابو ثروان نے کہا میرا خیال ہے تم وہی آدمی ہو جسے لوگ نبی سمجھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ اس امر کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ابو ثروان نے کہا یہاں سے نکل جاؤ وہ اونٹ کبھی بہتر نہیں ہو سکتے جن میں تم ہو اور اس نے آپ کو وہاں بیٹھنے نہ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دعا فرمائی اللھم اطل شقاہ وبقاہ اے اللہ اس کی بدبختی کی عمر لمبی کر دے۔

راوی حدیث عبدالملک کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا میں نے ابو ثروان کو دیکھا جب وہ بہت

---

(۱) کیونکہ آپ غیر عورت کے سر پر ہاتھ نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

(۲) یعنی وہ عورت ہر کسی کو نیکی کی تلقین کرتی بدکلامی سے کوسوں دور تھی۔

بوڑھا ہو چکا تھا اور موت کی تمنا کرتا تھا۔ لوگوں نے اسے کہا ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے (جنت میں نہ جاؤ گے) تم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر چکے ہیں اس نے کہا ہرگز نہیں، میں کچھ عرصہ بعد آپ کے پاس آیا تھا جبکہ اسلام ہر طرف غالب ہو چکا تھا تو میں آپ پر اسلام لے آیا۔ آپ نے میرے لئے دعا فرمائی اور استغفار کی۔ مگر پہلی دعا تو سبقت لے جا چکی تھی۔ (۱)

آپ کی دعا سے ابو قرصافہؓ کی خشک بکریاں توانا و شیر دار ہو گئیں

(۳۶۷) ابو قرصافہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہتے ہیں میرے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ میں یتیم لڑکا تھا والدہ اور خالہ کی زیر کفالت تھا۔ تاہم میرا زیادہ میلان خالہ کی طرف تھا۔ میں اپنی چھوٹی چھوٹی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ اکثر مجھے کہتی تھی۔ پیارے بیٹے؟ اس آدمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ بھٹکنا وہ تمہیں راہ سے ہٹا دے گا اور گمراہ بنا دے گا۔

تو میں گھر سے نکلتا چراگاہ میں جاتا بکریاں وہیں چھوڑتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاتا آپ کے پاس بیٹھتا آپ کی باتیں سنتا رہتا اور رات کو کمزور اور خشک تھنوں والی بکریاں لئے گھر واپس ہو جاتا۔ ایک بار میری خالہ نے مجھ سے کہا کیا بات ہے تیری بکریاں خشک ہو چکی ہیں۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ پھر اگلے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جا پہنچا آپ کے معمولات پہلے ہی دن جیسے تھے۔ البتہ آپ یہ فرما رہے تھے۔ اے لوگو ہجرت کرو اور اسلام کو مضبوطی سے تھام لو کیونکہ جب تک جہاد ہوتا رہے گا ہجرت ختم نہ ہو گی۔ پھر میں بکریاں لے کر گھر آگیا اور تیسرے دن پھر آپ کے پاس جا پہنچا وہاں بیٹھا رہا اور تب اٹھا جب اسلام لا چکا اور بیعت کے لئے آپ کے دست مبارک میں ہاتھ دے چکا تھا۔ پھر میں نے آپ سے اپنی خالہ کے معاملے اور بکریوں کے متعلق آپ سے عرض کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا بکریاں میرے پاس لاؤ۔ میں لے آیا آپ نے ان کی پشتوں اور تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تو وہ چربی اور دودھ سے بھر گئیں۔

جب میں اپنی خالہ کے پاس بکریاں لایا تو وہ کہنے لگیں میرے پیارے بیٹے! بکریاں ایسے ہی چرایا کرو میں نے کہا اے خالہ میں نے آج بھی پہلے ہی کی طرح بکریاں چرائی ہیں مگر میں تمہیں اپنا قصہ بتلاتا ہوں پھر میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے حاضر ہونے اور آپ کی سیرت و کلام کے متعلق آگاہ کر دیا تو میری والدہ اور خالہ کہنے لگیں ہمیں بھی آپکے پاس لے چلو۔ تو میں اپنی والدہ اور

ص ۳۶۸ (تخریج) مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۹۵ میں ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔

(۱)۔ یعنی اگرچہ اسلام لانے کی وجہ سے وہ جنتی ہو گیا مگر آپؐ کی پہلی دعا کی وجہ سے اسکی عمر اور مرض دونوں طویل ہو چکی تھیں۔

خالہ کو لے چلا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو یہ تھا۔ ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ۔ (۱)

گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کے لئے آپ کی دعا

(۳۶۸) جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں گھوڑے کی پشت پر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میں نے سینے پر آپ کے ہاتھ کا اثر (نشان) محسوس کیا۔ اور آپ نے فرمایا" اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا اے اللہ اسے پختہ کار بنادے اور ہادی وہدایت یافتہ کردے"۔ اس کے بعد میں گھوڑے سے کبھی نہ گرا۔ (۲)

آپکی دعا سے عتیبہ بن ابولہب کو شیر نے پھاڑ ڈالا

(۳۶۹) عروہ بن زبیر ھبار بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتیبہ ملک شام کے سفر پر چلے میں بھی ان کے ساتھ تیار ہوا۔ عتیبہ نے کہا بخدا میں اس کے پاس (نبی صلی اللہ علیہ وسم کے پاس) جاتا ہوں اور اس کے رب کے بارہ میں اس کی دل آزاری کرتا ہوں۔ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں وہ ہوں جو اس خدا کا منکر ہے جو دنا فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی کی صفت والا ہے۔ (۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ابعث علیہ کلبًا من کلابک" اے اللہ اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط کردے"! عتیبہ وہاں سے اٹھا ابولہب کے پاس پہنچا اس نے کہا اے بیٹے! تم نے اسے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا میں نے اس خدا کا انکار کیا ہے جس کی وہ عبادت کرتا ہے۔ ابولہب نے پوچھا کہ پھر اس نے تجھے کیا کہا؟ عتیبہ نے بتلایا کہ اس نے کہا تھا اے اللہ اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط کردے۔ ابولہب نے کہا اے بیٹا، خدا کی قسم اب میں تمہارے متعلق دعاء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اثر پذیری سے بے خوف نہیں رہ سکتا۔

راوی کہتا ہے پھر ہم سفر پر روانہ ہوئے اور مقام شراۃ پر جاکر پڑاؤ کیا۔ وہ شیروں کی آماجگاہ تھی۔

---

(۱)۔ ابو قرصافہ کا نام جندرہ بن خیشنہ ہے یہ مالک بن نضر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں مل جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ شام چلے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔

(۲) آج بھی اگر گھوڑ سواری یا کسی قسم کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیکھنے والے اپنے عمل میں کمی محسوس کریں تو اس دعا کو پڑھیں۔ ان شاءاللہ فائدہ ہوگا۔ تاہم وہ ثبتہ واجعلہ کی جگہ ثبتنی واجعلنی کہیں۔

(۳) اگلی احادیث میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔

ہم ایک راہب کے عبادت خانہ کے قریب اترے تھے۔ اس راہب نے کہا اے عرب کے مسافرو! یہاں تم کیوں اتر پڑے یہ تو شیروں کی چراگاہ ہے۔ ابولہب نے ہم سے کہا تم میرا حق تو پہچانتے ہو ہم نے کہا ابولہب! کیوں نہیں؟ اس نے کہا بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے پر دعا کی ہوئی ہے۔ اب خدا کی قسم میں اسکے متعلق بہت پر خطر ہوں۔ تم اس عبادت خانے میں اپنا سامان رکھو۔ پھر میرے بیٹے عتیبہ کا بستر بچھاؤ پھر اس کے آس پاس اپنے بستر بچھا دو ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم نے اپنا سامان جمع کیا تو وہ ایک اونچا سا چبوترہ سا بن گیا اس پر ہم نے اس کا بستر بچھایا اور آس پاس (زمین پر) اپنے بچھونے جما دیئے۔ چنانچہ ہم اور ابولہب اس کے گرد نیچے سوئے تھے اور وہ سامان کے اوپر سو رہا تھا۔

رات کو ایک شیر آ گیا اور ہمارے چہرے سونگھنے لگا۔ مگر اسے اپنا مطلوب نہ ملا۔ وہ کچھ دیر کھڑا رہا پھر اس نے چھلانگ لگائی اور وہ سامان کے اوپر چڑھا ہوا تھا۔ اب اس نے عتیبہ کا منہ سونگھا پھر اس کے سر پر اتنے زور سے اپنے پنجے مارے کہ کھوپڑی پھٹ گئی۔ اس کے منہ سے صرف اتنے لفظ نکلے۔ میری تلوار او درندے! اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ ہم کود کر اٹھے مگر شیر جا چکا تھا۔ اور عتیبہ کا سر پھٹا پڑا تھا۔ ابولہب نے کہا میں جانتا ہوں۔ خدا کی قسم یہ دعاء محمد کے اثر سے کبھی بچ نہ سکتا تھا۔

(۳۷۰) عثمان بن عروہ بن زبیرؓ اپنے گھر کے بعض بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی عتیبہ بن ابولہب کے گھر تھی جسے اس نے طلاق دے دی۔ پھر جب وہ شام جانے لگا تو اس نے کہا میں ہر قیمت پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں اور اس کے رب کے متعلق اسے ایذا دیتا ہوں تو وہ آیا اور یوں گویا ہوا. اے محمد! میں اس کا انکار کرتا ہوں جو قریب ہوا پھر اور قریب ہوا پھر اتنا فاصلہ رہ گیا جو دو کمانوں میں ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کے آگے تھوک دیا۔ اور آپ کی بیٹی آپ کے گھر بھیج دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط کر دے۔

کہتے ہیں ابوطالب اس وقت موجود تھے وہ یہ سن کر غمزدہ سا چہرہ لئے ایک طرف ہٹ گئے۔ اور عتبہ سے کہا میں تمہارے متعلق اپنے بھتیجے کی دعا سے ڈرنے لگا ہوں۔ تو وہ لوٹ گیا اور ابولہب کو جا کر ساری بات کہہ سنائی۔ پھر وہ شام کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ایک جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا۔ وہاں ایک راہب نے اپنے دیر میں سے ان پر جھانکتے ہوئے کہا یہ جگہ درندوں کا ٹھکانہ ہے۔ ابولہب نے کہا اے گروہ قریش! اس رات میری مدد کرو مجھے اپنے بیٹے کے متعلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کے پورا ہونے کا بہت خطرہ ہے۔

تو انہوں نے اپنے کجاوے اکٹھے کئے۔ ان پر عتیبہ کا بستر بچھایا اور خود اس کے گرد نیچے سو گئے۔

اتنے میں ایک شیر آیا اور ان کے چہرے سونگھنے لگا اس نے اپنی دم لہرائی اور کود کر اوپر جا چڑھا اور اس (کے سر) پر اس زور سے پنجہ مارا کہ کھوپڑی کے ٹکڑے ہو گئے اور وہیں اس کی جان نکل گئی۔ کسی شاعر نے کہا تھا۔

فَسَائِلْ بَنِي الْاَشْعَرِ اِنْ جِئْتَهُمْ   مَاكَانَ اَنْبَآءُ اَبِي وَاسِعٍ

اگر تم بنی اشعر کے ہاں جاؤ تو اس سے پوچھو ابو واسع کا کیا ماجرا ہے۔

لَا وَسَّعَ اللّٰهُ لَهُ قَبْرَهُ   بَلْ ضَيَّقَ اللّٰهُ عَلَى الْقَاطِعِ

اللہ اس کی قبر کو وسعت نہ دے۔ بلکہ خدا ایسے شخص کی قبر تنگ کرے۔

رَحِمَ نَبِيٍّ جَدُّهُ ثَابِتٌ   يَدْعُوْا اِلَى نُوْرٍ لَهُ سَاطِعٍ

جس نے ایسے نبی سے رشتہ کاٹ لیا جس کی عظمت مسلمہ ہے اور وہ اپنے چمکتے ہوئے نور (اسلام) کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اَسْبَلَ بِالْحِجْرِ لِتَكْذِيْبِهِ   دُوْنَ قُرَيْشٍ نَهْزَةَ الْقَادِعِ

اور اس شخص نے اس نبی کی تکذیب کے لئے سب قریش سے بڑھ کر مخالفت کرتے ہوئے ساری عقل استعمال کر دی۔

فَاسْتَوْجَبَ الدَّعْوَةَ مِنْهُ بِمَا   بَيَّنَ لِلنَّاظِرِ وَالسَّامِعِ

تو پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مستحق ٹھہرا جو دیکھنے اور سننے والے پر ظاہر ہے۔

اَنْ سَلَّطَ اللّٰهُ بِهِ كَلْبَهُ   يَمْشِي الْهُوَيْنَا مَشْيَةَ الْخَادِعِ

کہ اللہ نے اس پر اپنا ایک درندہ مسلط کر دیا جو یوں آہستہ چلتا ہوا آیا جیسے ایک دھوکا باز آدمی آتا ہے۔

حَتّٰى اَتَاهُ وَسْطَ اَصْحَابِهِ   وَقَدْ عَلَتْهُمْ سِنَةُ الْهَاجِعِ

تا آنکہ وہ اس شخص تک آ پہنچا جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان میں تھا۔ اور ان پر اس وقت گہری نیند کا قبضہ تھا۔

فَالْتَقَمَ الرَّأْسَ بِيَافُوْخِهِ   وَالنَّحْرَ مِنْهُ فَغْرَةَ الْجَائِعِ

تو درندے نے تالو سمیت اس کے سر کو اور سینے تک اسکے جسم کو نگل لیا جیسے بھوکا آدمی منہ پھاڑ کر کھانا کھاتا ہے۔

(۳۷۱) محمد بن عمرو واقدی روایت کرتے ہیں کہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آنے سے پہلے عتبہ بن ابی لہب کے گھر میں تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحب زادی ام کلثوم عتیبہ بن ابی لہب کے گھر میں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ظہور اسلام سے قبل ان سے ان کا نکاح کیا تھا۔ (۱)

(۳۷۲) ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى — اور ستارے کی قسم جب وہ جھکا

تو عتیبہ بن ابو لہب نے کہا میں ستارے والے خدا کا انکار کرتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط کر دے۔

تو طاؤس کہتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ عتیبہ اپنے ساتھیوں سمیت قافلے میں شامل ہو کر شام کو چلا۔ جب وہ شام کے قریب پہنچے تو اسے وہاں ایک شیر نظر آیا۔ جسے دیکھ کر مارے ڈر کے اس کے شانے حرکت کرنے لگے۔ ساتھیوں نے پوچھا کیوں ڈر رہے ہو؟ بخدا ہم اور تم برابر ہی تو ہیں (اور ہمیں تو کسی چیز سے ڈر محسوس نہیں ہو رہا) اس نے کہا بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر دعا کی ہے اور خدا کی قسم آسمان کے سائے میں کوئی بھی انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر سچا نہیں ہے۔ پھر رات کا کھانا لایا گیا مگر اس نے ایک لقمہ نہیں لیا۔

پھر جب سونے کا وقت آیا تو سب نے اپنے سامان کے ساتھ اس کی حفاظت کی اور اسے اپنے درمیان میں سلایا اور خود بھی (اس کے آس پاس) سو گئے اتنے میں ایک شیر دبے پاؤں آیا اور ایک ایک آدمی کا سر سونگھنے لگا۔ تا آنکہ عتیبہ کے پاس پہنچ گیا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ وہ انتہائی گھبراہٹ میں زندگی کا آخری سانس لیتے ہوئے کہہ رہا تھا کیا میں نے کہا نہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ کوئی انسان سچا نہیں۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا۔

عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کے لئے حسن کی دعا

(۳۷۳) عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی

---

(۱) یاد رہے عتبہ بن ابی لہب بعد میں اسلام لایا اور شرف صحابیت حاصل کیا جب کہ عتیبہ گستاخی رسول کے باعث واصل جہنم ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ نبوت سے قبل اپنی صاحب زادیوں کا ان سے نکاح کر دیا تھا۔ مگر ان کی رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی۔ جیسا کہ مدارج النبوت جلد دوم ص ۵۸ ۴ میں شیخ محقق کی تحقیق ہے۔ پھر جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے بیٹوں سے کہا اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو تو تمہارا مجھ سے قطعی کوئی تعلق نہ ہو گا چنانچہ انہوں نے طلاق دے دی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کا حضرت عثمان غنی سے نکاح کر دیا۔ پھر جب ۲ھ میں جنگ بدر کے زمانہ میں حضرت رقیہ کا مدینہ طیبہ میں انتقال ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم کا جناب حضرت عثمان غنی سے نکاح کر دیا۔

طلب فرمایا۔ میں ایک پیالہ لئے حاضر ہو گیا جس میں پانی بھی تھا اور چند ایک بال بھی۔ میں نے وہ بال نکالے اور پیالہ آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ جَمِّلْہُ اے اللہ اسے جمال عطا فرما۔

راوی حدیث ابو نہیک ازدی کہتے ہیں پھر میں نے انھیں ترانویں (۹۳) سال کی عمر میں دیکھا جب کہ اس کے سر اور داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہ تھا۔

آپ کی دعا سے نابغہؓ کے دانت سو سال سے زائد عمر میں بھی قائم رہے (۱)

(۳۷۴) یعلی بن اشدق سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نابغہ بن جعد سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شعر سنایا جو آپ کو بڑا پسند آیا۔

بَلَغْنَا السَّمَآءَ مَجْدَنَا وَسَنَآءَنَا وَاِنَّا لَنَرْجُوْا فَوْقَ ذَالِکَ مَظْھَرًا

ہم نے اپنی عظمت اور بھلائی آسمان تک پہنچا دی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس سے بھی اوپر ہماری عظمت کا مظہر قائم ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو یعلی وہ مظہر آسمانوں سے اوپر کہاں ہو گا؟ میں نے عرض کیا جنت میں۔ آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ ان شاء اللہ تعالی پھر جب میں نے آپ کو یہ اشعار سنائے۔

وَلَاخَیْرَ فِیْ حِلْمٍ اِذَا لَمْ تَکُنْ لَّہٗ بَوَادِرُ تَحْمِیْ صَفْوَہٗ اَنْ یُّکَدَّرَا

اور بردباری میں کوئی خوبی نہیں جب اس سے پہلے وہ امور نہ ہوں جو آئینہ حلم کو داغدار ہونے سے بچاتے ہیں۔

وَلَاخَیْرَ فِیْ جَھْلٍ اِذَا لَمْ یَکُنْ لَّہٗ حَلِیْمٌ اِذَا مَآ اَوْرَدَ الْاَمْرَ اَصْدَرَا

اور لاعلمی میں کوئی خوبی نہیں جب وہ ایسے بردبار شخص میں نہ ہو کہ جب وہ کسی مصیبت کو ذہن میں لائے تو اسے فوراً نکال دے۔

ص ۳۷۵ (تخریج) الاصابہ جلد ۳ ص ۵۳۷ حرف النون زیر عنوان نابغہ میں ہے کہ اس حدیث کو بزار اور حسن بن سفیان نے اپنی اپنی مسند میں اور ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں روایت کیا ہے۔

(۱) نابغہ بن جعد دور جاہلیت اور دور اسلام کے مشہور شعراء میں سے ہیں۔ انہوں نے طویل ترین عمر پائی جو ۱۸۰ یا ۲۳۰ سال پر مشتمل تھی۔ ابو نعیمؒ تاریخ اصفہان میں لکھتے ہیں کہ ان کا صحیح نام قیس بن عبداللہ تھا حضرت امیر معاویہ نے انہیں اصفہان بھیجا تھا چنانچہ یہ وہیں رہے اور وہیں وصال پایا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے خوب اشعار کہے ہیں۔ اللہ تمہارا چہرہ سلامت رکھے۔
یعلی کہتے ہیں پھر میں نے نابغہؓ کو سو سال سے زائد عمر میں دیکھا۔ اس وقت تک ان کا ایک دانت بھی نہ گرا تھا۔

آپ کی دعا سے نزول ملائکہ

(۳۷۵) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو میں نے سنا آپ فرما رہے تھے۔

يَا مَالِكَ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔

"اے روز جزا کے مالک ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔ تو میں نے (اس دعا کے بعد) دیکھا کہ لوگ (کفار) کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور فرشتے آگے پیچھے سے ان پر وار کر رہے ہیں۔

آپ کی دعا سے میاں بیوی میں بے پناہ محبت ہو گئی

(۳۷۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ طیبہ کے) بازار نبط (۱) میں سے گزرے آپ کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک عورت سامنے سے آگئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں اپنے شوہر کے ساتھ ایک بیوی کی طرح رہتی ہوں۔ اور میں ایک مسلمان عورت ہوں اور وہی کچھ چاہتی ہوں جو ایک مسلمان عورت چاہتی ہے۔ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے پاس بلاؤ۔ تو وہ اسے لے آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہاری بیوی کیا کہتی ہے؟ اس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ابھی تک اس عورت سے جماع کرنے کے سبب غسل کا پانی میرے سر سے سوکھا نہیں ہے۔ عورت کہنے لگی یا رسول اللہ! مہینے میں صرف ایک بار نہیں ہے (۳)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس سے نفرت کرتی ہو؟

---

(۱) ان لوگوں کو نبط کہتے ہیں جو غیر عرب ہوں اور اہل عرب سے مخلوط ہو جائیں۔
(۲) کہ میرا شوہر مجھ سے محبت کرے اور مجھ سے فریضہ زوجیت ادا کرے۔
ص ۳۷۶۔ (تخریج) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۶۷ میں ہے کہ اس حدیث کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔
(۳) یعنی میرا شوہر مہینے میں صرف ایک بار میرے پاس آتا ہے اور یہ رویہ رشتہ ازدواج کے تقاضوں کے منافی ہے۔

کہنے لگی ہاں۔ اس رب کی قسم جس نے آپ کو نبوت سے سرفراز کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اپنے سروں کو میرے قریب کرو۔ تو انہوں نے اپنی پیشانیاں اپنے آپ کے (پیشانی) کے قریب کر دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا وَحَبِّبْ اَحَدَهُمَا اِلَى الْاٰخَرِ ۔

اے اللہ ان کے درمیان محبت پیدا فرما اور ان دونوں کو ایک دوسرے کا متوالا کر دے۔

پھر چند دن کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر گزر ہوا وہ مرد چمار تھا آپ نے دیکھا کہ اس کی عورت اپنی گردن پر چمڑا اٹھائے (شوہر کے پاس) لا رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! کیا یہ وہی عورت نہیں جو چند روز قبل ہم سے یہ کچھ کہہ رہی تھی؟ تو عورت کے کان میں آپ کی آواز پڑ گئی اس نے چمڑا وہیں پھینکا اور دوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسم کے قدم چوم لئے۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا اور تمہارے شوہر کا کیا حال ہے؟ کہنے لگی اس رب کی قسم جس نے آپ کو عزت عطا فرمائی دنیا میں کوئی بچہ یا باپ مجھے اس سے زیادہ محبوب نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اشہد انی رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ عمر فاروقؓ کہنے لگے وانا اشہد انک رسول اللہ۔ اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۷۷) عروہ بارقیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک تاجر سے ملے اور اسے ایک دینار دیا اور فرمایا ہمارے لئے اس سے بکری خرید لاؤ وہ گئے اور ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں۔ پھر ایک آدمی ملا جس کے ہاتھ پر انہوں نے ایک دینار میں ایک بکری بیچ دی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسرا دینار اور بکری لے کر حاضر ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔

بَارَکَ اللہ فِیْ صَفْقَةِ یَمِیْنِکَ ۔

اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کے سودے میں برکت ڈالے۔

عروہ کہتے ہیں کہ اس تاجر نے کہا اب میں اگر (کوفہ کے بازار) کناسہ میں کھڑا ہو جاؤں تو چالیس ہزار درہم کا نفع کمائے بغیر گھر نہ لوٹوں۔

عفان بن سعید بن زید نے بھی ان کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "میں نے کئی بار آزمایا ہے کہ کناسہ میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور چالیس دینار کمائے بغیر گھر نہیں لوٹتا"

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امت کے لئے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں اس لئے اس عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمہائے مبارک کو بوسہ دینا جائے اعتراض نہیں۔ تاہم اس کو بنیاد بنا کر کسی عالم یا شیخ کو ہرگز یہ حق نہیں بنتا کہ عورتیں اس کے قدموں پر گریں یا انہیں بوسہ دیں۔ یہ ناجائز ہے۔

حضرت مقدادؓ کے لئے مال میں برکت کی دعا

(۳۷۸) ضباعہ بنت زبیرؓ سے روایت ہے جو حضرت مقدادؓ کے گھر تھیں۔ کہتی ہیں کہ ایک دور میں صحابہ کرام (بھوک اور قحط کی وجہ سے) دو تین دن کے بعد رفع حاجت کے لئے نکلا کرتے تھے (کیونکہ اکثر پیٹ خالی ہوتا تھا) اور اونٹوں کی طرح مینگنیاں کر کے اٹھ آتے۔

ایک دن حضرت مقدادؓ قضاء حاجت کے لئے نکلے اور مقام حجبہ پر پہنچے جو جنت البقیع کے قریب تھا۔ وہاں وہ ایک ویران جگہ میں داخل ہو گئے ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں ایک چوہے نے اپنے سوراخ سے دینار نکالا پھر وہ مسلسل دینار پر دینار نکالتا لایا تا آنکہ سترہ ہو گئے انہوں نے وہ اٹھا لئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا آپ نے فرمایا تم نے سوراخ میں از خود تو ہاتھ نہیں ڈالا تھا انہوں نے کہا نہیں اس رب کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، آپ نے فرمایا تو یہ تم پر صدقہ ہے جو سوراخ میں سے نکلا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت ڈالے۔

ضباعہؓ کہتی ہیں کہ ان میں سے آخری دینار تب ختم ہوا جب میں حضرت مقداد کے گھر میں چاندی کی تھیلیاں دیکھنے لگی تھی۔

آپ کی دعا سے سیدہ فاطمہؓ کی بھوک جاتی رہی

(۳۷۹) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا۔ ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ میں نے دیکھا ان کے چہرے میں خون کا قطرہ تک نہ تھا۔ اور بھوک کی شدت سے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو اپنے قریب کر لیا وہ آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر جہاں گلے کا ہار لٹکا رہتا ہے رکھ دیا اور انگلیاں پھیلا دیں پھر فرمایا

اللھم مشبع الجاعۃ ورافع الوضعۃ لا تجع فاطمۃ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے اللہ بھوکوں کو سیر کرنے والے اور گرے ہوؤں کو اٹھانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کو بھوکا نہ رکھ۔

عمرانؓ کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا تو ان کے چہرے پر زردی کی جگہ خون جھلک رہا تھا۔ اس کے بعد میں ان سے ملا تو وہ فرمانے لگیں اس کے بعد مجھے کبھی بھوک نہ لگی۔

---

۳۸۰ (تخریج) مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۰۴ میں ہے کہ اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

راوی حدیث سلیمان بن احمد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں پھیلائیں اور اپنی ہتھیلی ان کے سینے کے بالائی حصہ پر رکھ دی۔ اور آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر فرمایا۔
اللھم مشبع الجاعۃ وقاضی الحاجہ ورافع الوضعۃ لا تجع فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
اے اللہ بھوکوں کو سیر کرنے والے حاجتیں پوری کرنے والے اور خاک افتادگان کو سربلند کرنے والے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھوکا نہ رکھ۔
کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ فوراً ان کے چہرے سے زردی کا نام ونشان تک مٹ گیا اور خون آ گیا پھر میں نے ان سے چند روز کے بعد پوچھا تو وہ فرمانے لگیں اے عمران اس روز کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی۔

آپ کی دعا سے حضرت علی کو سردی محسوس ہوتی تھی نہ گرمی

(۳۸۰) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار میرے پاس مسجد (کوفہ) کے لوگ اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے ہم نے امیرالمومنین حضرت علیؓ سے ایسی چیز دیکھی ہے جو ہمارے لئے بڑی تعجب خیز ہے۔ میں نے کہا کیا ہے؟ کہنے لگے آپ ہمارے پاس سخت سردی میں تشریف لاتے ہیں تو صرف ایک تہبند اور چادر زیب تن ہوتی ہے اور گرمی میں آپ روئی سے بھری ہوئی شیروانی پہنے تشریف لے آتے ہیں (انہیں سردی محسوس ہوتی ہے نہ گرمی)
میں گھر گیا اور اپنے والد سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ لوگ آپ کے متعلق بڑی حیران کن چیز محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ہے وہ؟ انہوں نے کہا آپ کا لباس۔
آپ نے مجھے فرمایا کیا تم اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (میدان خیبر میں) بلایا تھا جب کہ میری آنکھیں خراب تھیں تو آپ نے اپنی ہتھیلیوں میں تھوکا پھر انہیں میری آنکھوں پر مل دیا اور فرمایا۔
اللھم اذھب عنہ الحر والبرد
اے اللہ اس سے گرمی اور سردی کا اثر دور کر دے۔ تو اس خدا کی قسم جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے آج تک کبھی گرمی سے تکلیف محسوس کی ہے نہ سردی سے۔

آپ کی دعا سے صحابہ کو سردی محسوس نہ ہوئی

(۳۸۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ایک سرد رات میں صبح کی

اذان کہی مگر کوئی نمازی نہ آیا میں نے پھر اذان دی۔ پھر بھی کوئی نہ آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! آج لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا ان پر سردی غالب آگئی ہے۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔

اللھم اکسر عنھم البرد

اے اللہ ان سے سردی کا زور توڑ دے۔

بلال کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح اور چاشت کی نماز کے لئے آگے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔

آپ کی دعا سے آسیب زدہ لوگ شفایاب ہو گئے

(۳۸۲) ام جندب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پیچھے بنو خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لئے چلی آ رہی تھی۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! یہ میرا بچہ ہے اور میرے اہل و عیال میں سے صرف یہی بچا ہے۔ اسے آسیب ہے یہ کلام نہیں کرتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کچھ پانی لاؤ پانی لایا گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے پھر (پانی میں) کلی فرمائی اور اسے وہ پانی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اسے یہ پلاؤ اور کچھ اس کے اوپر بہاؤ۔ اور میں اللہ سے اس کے لئے شفا طلب کرتا ہوں۔

ام جندب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اس عورت کے پاس گئی اور میں نے کہا اس پانی میں سے کچھ مجھے بھی دیدو۔ وہ کہنے لگی یہ تو اس بیمار کے لئے ہے۔ کہتی ہیں پھر میں ایک سال بعد اس عورت سے ملی اور بچے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا اسے شفاء ہو گئی اور وہ دوسرے لوگوں سے کہیں زیادہ دانا و عقل مند ہے۔

(۳۸۳) یعلی بن مرہؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ راستہ میں ایک جگہ ہم نے ایک عورت دیکھی جو اپنا بچہ لئے بیٹھی تھی وہ کہنے لگی یا رسول اللہ میرے اس بچے کو آسیب ہے۔ اور ایک دن میں نامعلوم کئی مرتبہ ہم اس کے ہاتھوں پریشان ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے مجھے پکڑاؤ۔ تو اس نے بچہ آپ کی طرف اٹھا دیا آپ نے اسے اپنے سامنے کجاوے میں رکھ لیا۔ پھر اس کا منہ کھولا اس میں تین مرتبہ پھونک ماری اور فرمایا بسم اللہ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اے دشمن خدا یہاں سے دفع ہو جا۔ پھر آپ نے بچہ اس عورت کے حوالے کر دیا اور فرمایا جب ہم لوٹ کر یہاں سے گزریں تو مجھے اس کی حالت سے آگاہ کرنا۔

کہتے ہیں ہم چلدیئے۔ پھر وہاں سے واپسی پر گزرے تو وہ عورت اسی جگہ تین بکریاں لئے بیٹھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خبیث (جن یا شیطان) نے کیا کیا؟ وہ کہنے لگی اس رب کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے اب تک ہم نے اس کا کوئی اثر نہیں دیکھا اور یہ بکریاں ہدیہ قبول

فرمائیں۔

آپ نے (مجھے) فرمایا کہ اتر کر ایک بکری لے لو اور باقی لوٹا دو۔

(۳۸۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے اس لڑکے کو جنون ہے اور صبح وشام کھانے کے وقت اس پر جنون کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے کوئی نہ کوئی خباثت کھڑی کر دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے سینے پر ہاتھ پھیرا پھر اس کے لئے دعا فرمائی۔ اس نے وہیں قے کی تو اس کے پیٹ سے ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ سانپ نکل آیا جو زمین پر چلنے لگا۔ (۱)

آپ کی دعا سے عثمان بن ابی العاص کا سینہ شیطان سے محفوظ ہو گیا

(۳۸۵) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے متعلق قرآن یاد نہ رہنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے جسے خنزب کہتے ہیں۔ تم میرے قریب آؤ اے عثمان! پھر آپ نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور میرے سینے پر دست مبارک رکھ دیا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ نے فرمایا اے شیطان عثمان کے سینے سے نکل جا کہتے ہیں پھر میں جو چیز بھی سنتا مجھے یاد رہتی۔

آپ کی دعا سے اندھا بینا ہو گیا

(۳۸۶) حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں (حبیب کو) ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ جب کہ ان کی آنکھیں سفید تھیں جن سے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔

آپ نے ان سے سوال کیا کہ تمہاری آنکھیں کیسے جاتی رہیں؟ انہوں نے کہا میں اپنے اونٹوں کو کہیں لے جا رہا تھا کہ میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر آ گیا اور میری نظر ختم ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں تھتھکارا تو وہ بینا ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں پھر میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اسی برس کی عمر میں سلائی میں دھاگا ڈال لیتے تھے جب کہ ان کی آنکھیں سفید تھیں۔

---

(۱) گویا وہ جن تھا جو اس بچہ پر قابض تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے وہ سانپ کی شکل میں نمودار ہوا اور غائب ہو گیا۔ اور جنات کا سانپ کی شکل میں ظاہر ہونا پیچھے تفصیل سے مذکور ہوا ہے ص ۳۹۶

(تخریج) مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ ص ۳ کے مطابق اسے طبرانی نے روایت کیا ہے جس کے رجال ثقات ہیں۔

آپ کی دعا سے جلا ہوا ہاتھ درست ہو گیا

(۳۸۷) محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ام جمیل رضی اللہ عنہا (۱) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں تجھے (محمد بن حاطب کو) لے کر حبشہ سے (ہجرت کر کے) مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جب میں مدینہ طیبہ سے ایک یا دو رات کے فاصلہ پر تھی میں نے ایک جگہ تمہارے لئے کھانا پکانا شروع کیا۔ لکڑیاں ختم ہو گئیں میں لکڑیاں چننے نکل گئی۔ تم نے ابلتی ہوئی ہنڈیا اٹھائی جو تمہاری کلائی پر الٹ گئی (اور ہاتھ جھلس گیا) میں تمہیں لے کر مدینہ طیبہ پہنچی تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ محمد بن حاطب ہے یہ پہلا بچہ ہے جس کا نام آپ کے نام پر رکھا گیا ہے آپ نے تیرے سر پر دست شفقت پھیرا برکت کے لئے دعا فرمائی اور تیرے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈالا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ہاتھوں پر تھتکارنے لگے اور ساتھ یہ فرما رہے تھے۔

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سُقْمًا۔

اے لوگوں کے پروردگار اس کی تکلیف دور کر دے اور اسے شفا دے دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیری ہی طرف سے شفاء ہے ایسی شفا عطا فرما کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے،

میری والدہ کہتی ہیں پھر میں تجھے لے کر ابھی آپ کی مجلس سے اٹھی بھی نہ تھی کہ تیرے ہاتھ بالکل درست ہو چکے تھے۔

ام اسحاق کو پانی کا چھینٹا مارا تو ان کے سب غم غلط ہو گئے

(۳۸۸) بشار بن عبدالملک کہتے ہیں مجھے میری دادی ام حکیم نے بتلایا کہ ام اسحاق رضی اللہ عنہا کہتی

ص۳۸۸ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۶۲ کتاب معرفۃ الصحابہ زیر عنوان فاطمہ بنت مجلل۔ اور خصائص کبریٰ میں امام سیوطیؒ کے مطابق اسے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) ام جمیل کا نام فاطمہ بنت مجلل ہے یہ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ مکہ سے حبشہ کو ہجرت کر کے گئیں وہاں ان کا شوہر فوت ہو گیا۔ پھر یہ کشتی پر سوار ہو کر اپنے بیٹے محمد بن حاطب کو لے کر وہاں سے مدینہ منورہ آئیں راستے میں محمد بن حاطب کا ہاتھ جل گیا جیسا کہ پیش نظر حدیث میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہاتھ فوراً درست ہو گیا یہ محمد بن حاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ بھی روایت کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنی والدہ کے واسطہ سے بھی۔ ۸۶ھ میں ان کا وصال ہوا۔

ص۳۸۹ (تخریج) الاصابہ جلد نمبر ۱ ص ۳۲ حرف الالف زیر عنوان اسحاق میں ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں بروایت بشار بن عبدالملک عن جدتہ ام حکیم ذکر کیا ہے۔

ہیں میں اپنے بھائی کے ساتھ ہجرت کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئی۔ راستے میں اس نے مجھے کہا ام اسحاق! تم یہاں بیٹھو میں مکہ مکرمہ میں اپنا زاد راہ بھول آیا ہوں. میں نے کہا مجھے تمہارے متعلق اس بدکار سے ڈر ہے۔ ان کی مراد اپنا شوہر تھا۔ (یعنی میرا شوہر جو مشرک ہے کہیں تمہیں قتل نہ کر دے) بھائی نے کہا ان شاء اللہ ہرگز نہیں۔

کہتی ہیں میں وہاں چند دن ٹھہری رہی ایک آدمی کا مجھ پر گزر ہوا جسے میں پہچانتی تو تھی مگر نام نہیں معلوم تھا۔ اس نے کہا ام اسحاق! یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے کہا اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہوں۔ اس نے کہا اب تمہیں بھائی کبھی نظر نہیں آئے گا۔ اسے تمہارے شوہر نے قتل کر دیا ہے۔ تو میں وہاں سے چل پڑی اور مدینہ طیبہ پہنچی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ وضو فرما رہے تھے میں آپ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھائی اسحاق قتل ہو گیا۔ کہتی ہیں میں جتنا بھی آپ کی طرف دیکھتی اتنا ہی آپ وضو میں منہمک ہو جاتے۔ پھر آپ نے پانی کا چلو لیا اور میرے چہرے پر چھینٹا مار دیا۔

بشار کہتے ہیں مجھے میری دادی نے بتلایا کہ ام اسحاق کو عظیم مصیبت نے آگھیرا تھا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو نظر تو آتے تھے مگر رخسار پر گرتے نہ تھے (آنسو خشک ہو گئے تھے، مگر آپ کے ایک چھینٹے سے دل مطمئن ہو گیا)

پچیسویں فصل

مختلف غزوات اور جنگی مہمات میں ظاہر ہونے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور "دلائل النبوۃ"

ہم نے یہ معجزات غزوہ بدر سے غزوہ تبوک تک بالترتیب ذکر کیے ہیں اور ساتھ ساتھ واضح کر دیا ہے کہ یہاں کون سا معجزہ کیسے ثابت ہوتا ہے۔ اس بارے سارے بیان میں ہمارا یہ دعویٰ اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی گوشہ کسی نہ کسی معجزہ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور حیات طیبہ کے ہر پہلو سے کوئی نہ کوئی دلیل نبوت ظاہر ہو رہی ہے، اور آپ کی شان ہی یہی ہے۔ کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ اور شریعت صبح قیامت تک کے لئے آپ کے دامن نبوت سے وابستہ کی جا چکی ہے۔

غزوہ بدر کے معجزات

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

(۳۸۹) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہتے ہیں شام سے اہل مکہ کا تجارتی قافلہ لوٹا۔ اہل مدینہ کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ اس قافلہ کو پکڑنے نکلے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ اہل مکہ کو اس کی اطلاع مل گئی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قافلہ کا پیچھا کر رہے ہیں۔ تو وہ بڑی سرعت کے ساتھ مکہ کو دوڑ پڑے تاکہ ان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی غالب نہ آ جائیں چنانچہ قافلہ آپ کے پہنچنے سے قبل جا چکا تھا (۱) ادھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو میں

---

(۱) اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ ۲ھ میں کفار قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرپرستی میں شام سے بہت سا سامان تجارت خرید کر مکہ مکرمہ جا رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی آمد کا علم ہوا تو آپ نے اس کا پیچھا کیا ادھر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے وحی اتار دی کہ اے مسلمانو! ممکن ہے تم اس تجارتی قافلہ پر غلبہ پالو اور تمہیں لڑائی کے بغیر بہت

سے ایک گروہ کی ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور وہ قافلہ سے ہی ملنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس میں جنگی طاقت کچھ نہ تھی اور مال غنیمت بہت تھا۔ جب قافلہ ہاتھ سے نکل گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ پا سکے تو آپ مسلمانوں کو ساتھ لے کر لشکر کفار سے جنگ کے ارادہ سے چل پڑے۔ مگر ان پر جنگ کے لئے جانا قدرے گراں گزر رہا تھا کیونکہ دشمن بہت طاقتور تھا۔

چنانچہ مسلمانوں نے (مقام بدر میں) پڑاؤ کیا جب کہ ان کے اور پانی کے درمیان ریت کا میدان تھا جس میں پاؤں دھنسے جا رہے تھے۔ تو اس سے مسلمان کو سخت کمزوری محسوس ہوئی۔ ادھر شیطان نے ان کے دلوں میں (اس حالت پر) غصہ ڈال دیا وہ ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کر رہا تھا کہ تم خود کو دوستان خدا سمجھتے ہو۔ اور تم میں اس کا رسول بھی ہے پھر بھی مشرکین نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اور تم جنابت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہو (۱) تو اللہ تعالیٰ نے شدید بارش نازل فرمائی مسلمانوں

سا مال و اسباب مل جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قافلہ تو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور پھر ایک لشکر جرار تم سے جنگ کرنے کو آ جائے، چنانچہ مسلمان یہی چاہ رہے تھے کہ ہم قافلہ کو جا پائیں اور اللہ ہمیں بغیر کسی لمبی چوڑی مشقت کے مال و اسباب دے دے مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا اللہ چاہتا تھا کہ کفار مکہ اپنی پوری جنگی قوت کے ساتھ مقابلہ پر آئیں اور ذلت آمیز شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں تاکہ کفر کی کمر ٹوٹ جائے، قرآن کریم کی یہ آیات اسی واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ

اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں دو گروہوں (تجارتی قافلہ اور لشکر جرار) میں سے ایک کا وعدہ دیا تھا اور تم چاہتے تھے کہ وہ ملے جس میں کانٹا برابر تکلیف نہ ہو مگر اللہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھلائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دی جائے۔ (سورہ انفال آیت ۷)

چنانچہ اہل قافلہ کو آپ کے تعاقب کا علم ہو گیا اور انہوں نے راستہ بدل لیا اور مکہ مکرمہ اطلاع بھجوا دی کہ تمہارا قافلہ اور سامان خطرے میں ہے تو تم مدد کو پہنچو تو فوری طور پر ابو جہل ایک بڑا لشکر لے کر مدینہ کو چل پڑا اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو ایسے میں صحابہ کرام پر امتحان کا عجب وقت آ گیا۔ کیونکہ وہ اس وقت سفر میں تھے جنگ کی تیاری بھی نہ تھی وہ تو صرف ایک چھوٹے سے تجارتی قافلہ کو پکڑنے نکلے تھے۔ مگر اچانک ایک بڑے لشکر سے لڑنا پڑ گیا مگر صحابہ نے جرأت و ہمت اور عشق حقیقی کا مظاہرہ کیا چنانچہ بدر میں لڑائی ہوئی اور حق کامیاب ہو گیا۔

(۱) بدر کے میدان میں کفار پہلے پہنچ چکے تھے انہوں نے پانی پر قبضہ کر لیا پھر وہ خشک زمین پر قابض ہوئے جب کہ مسلمانوں کے حصہ میں ریتلا میدان آیا جس میں پاؤں دھنستے جا رہے تھے صحابہ نے وہاں پڑاؤ کیا رات کے وقت بعض کو احتلام کی شکایت ہو گئی اور پانی تو وضو کے لئے بھی نہ تھا چہ جائے کہ غسل کے لئے ہو ایسے میں شیطان ان کے دل میں وسوسے ڈالنے لگا کہ اگر تم سچے ہوتے تو تمہاری یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش نازل فرمائی چنانچہ ارشاد باری ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

نے پانی پیا (پیاس بجھائی) پاک ہوئے اور اللہ نے ان سے شیطان کی ناپاکی دور کر دی۔ ریگستان بارش کی وجہ سے پختہ ہو گیا اور اس پر انسانوں اور جانوروں کا چلنا پھرنا آسان تر ہو گیا۔

اب مسلمان کفار کے مقابلہ پر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی جبریل امین پانچ سو فرشتوں کا ایک لشکر لے کر آئے اور میکائیل پانچ سو کا دوسرا لشکر، جب اسلام اور کفر کے دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو ابو جہل نے کہا۔

اَللّٰھُمَّ اَوْلاَنَا بِالْحَقِّ فَانْصُرْہُ

اے اللہ جو ہم میں سے حق سے زیادہ قریب ہے اس کی مدد فرما۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا۔

یَا رَبِّ اِنْ تُھْلَکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ لَنْ تَعْبُدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا

"اے اللہ اگر یہ مختصر سی جماعت ختم ہو گئی تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہو گی۔" تو جبریل امین نے آپ سے عرض کیا آپ ایک مشت خاک اٹھائیں! آپ نے اٹھالی اور کفار کے منہ پر دے ماری۔ تو کوئی ایسا مشرک باقی نہ رہا جس کی آنکھوں نتھنوں اور منہ میں وہ خاک نہ پڑی ہو پھر وہ پیٹھ دے کر بھاگے۔

عقبہ بن ابی معیط کی گستاخی اور بدر میں اس کا قتل

(۳۹۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عقبہ بن ابی معیط جب بھی سفر سے واپس آتا دعوت کا اہتمام کرتا تھا۔ تب عام لوگوں پڑوسیوں اور تمام اہل مکہ کو مدعو کرتا۔ ساتھ ہی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اکثر بیٹھا کرتا۔ مگر اسے آپ کی باتیں بڑی عجیب سی محسوس ہوتیں اور اس کی شقاوت پہلے سے بھی بڑھ جاتی۔

ایک مرتبہ وہ سفر سے لوٹا۔ کھانا تیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا آپ نے فرمایا۔ میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَھِّرَکُمْ بِہٖ وَیُذْھِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِہِ الْاَقْدَامَ

تو جب اس اللہ نے تمہیں اونگھ میں گھیر دیا اور تم اس کی طرف سے امن میں تھے اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ناپاکی دور کر دے اور تمہارے دل مضبوط کر دے اور قدم جما دے۔ چنانچہ بارش آنے سے صحابہ نے پانی کا ذخیرہ جمع کر لیا اور ریگستان پانی کے برسنے سے مضبوط فرش کی شکل اختیار کر گیا اور پاؤں دھنسنا بند ہو گئے۔

اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا اے چچازاد بھائی پہلے کھانا تو کھاؤ! آپ نے فرمایا میں نہیں کھاؤں گا جب تک تم یہ نہیں کہتے تو اس نے یہ شہادت دے دی اور آپ نے کھانا تناول فرمالیا۔ یہ بات ابی بن خلف تک پہنچی وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ عقبہ! تم بد دین ہو گئے ہو؟ وہ اس کا دوست بھی تھا۔ عقبہ نے کہا نہیں بخدا میں تو بد دین نہیں ہوا۔ البتہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے میرا کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور بصورت دیگر اپنی ہم نوائی میں شہادت ادا کرنے کو کہا مجھے حیا آئی کہ ایک آدمی میرے گھر سے کھانا کھائے بغیر نکل جائے۔ تو میں نے شہادت دیدی اور اس نے کھانا کھالیا۔ ابی بن خلف نے کہا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں جب تک تم خود جاکر اس کے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) چہرے پر تھوک نہیں دیتے اور گردن نہیں دباتے۔ تو کہتے ہیں اس سیاہ بخت نے ایسا کر دکھایا پھر اس نے کسی (ذبح شدہ) جانور کا اوجھ اٹھایا اور آپ کے کندھوں کے درمیان پھینک مارا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میں جب بھی تجھ سے مکہ سے باہر ملا تیرا سر تلوار سے اڑا دوں گا۔ چنانچہ عقبہ بدر میں گرفتار ہوا اور عاجز ہو کر قتل ہوا جب کہ اسیران بدر میں سے اس کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل نہیں کیا گیا۔ اسے عاصم بن ثابت بن اقلح نے قتل کیا تھا۔(۱)

کمزور سے مجاہد نے اپنے سے کئی گنا طاقتور آدمی کو گرفتار کر لیا

(۳۹۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عباسؓ کو (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے اور بدر میں گرفتار ہو گئے) ابو الیسر کعب بن عمرو نے گرفتار کیا تھا جبکہ ابو الیسر پست قامت اور کمزور سے آدمی تھے اور عباس بلند قامت و توانا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو الیسر! تم نے عباس کو کیسے گرفتار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کام میں ایک آدمی نے میری مدد کی تھی جسے میں نے قبل ازیں نہ دیکھا تھا اور نہ پھر وہ بعد میں دیکھا گیا اس کی ایسی ایسی شکل و صورت تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک معزز فرشتے نے تمہاری مدد کی تھی۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام اور البدایہ والنہایہ میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے قتل کا آرڈر دیا تو وہ کہنے لگا مجھے کیوں قتل کیا جارہا ہے؟ آپ نے فرمایا اے لوگو! جانتے ہو اس نے میرے ساتھ کیا کیا تھا پھر آپ نے اس کی خباثتوں کو بیان کیا۔

ص ۳۹۲ (تخریج) طبقات ابن سعد جلد نمبر ۴ ص ۱۲ عنوان العباس بن عبدالمطلب ۔ مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۳۳۱۰

بادل میں سے گھوڑوں کی آوازیں آرہی تھیں

(۳۹۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں مجھے بنی غفار کے ایک آدمی نے بتلایا کہ میں اور میرا چچازاد بھائی (گھر سے) آئے اور ایک پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں سے ہم بدر کی لڑائی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے ہم اس وقت مشرک تھے ہمیں اس امر کا انتظار تھا کہ گردش زمانہ کس کے خلاف ٹھہرتی ہے۔ تاکہ ہم بھی مال و اسباب لوٹنے والوں میں شامل ہو سکیں۔

ابھی ہم پہاڑ ہی پر تھے کہ ایک بادل ہم سے قریب ہوا ہمیں اس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آنے لگیں پھر میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا حیزوم! (۱) آگے بڑھو۔

کہتا ہے یہ سن کر دہشت سے میرے چچازاد بھائی کا دل پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ جب کہ میں بھی مرنے ہی والا تھا مگر میں نے دل کو مضبوط کر لیا۔

تلوار کی زد پڑنے سے قبل ہی کافر کا سر اڑ جاتا تھا

(۳۹۳) ابو داؤد مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ کہتے ہیں بدر کے دن میں کسی مشرک کا پیچھا کر رہا تھا تا کہ اس کا سر قلم کروں مگر میری تلوار چلنے سے قبل ہی وہ سر سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ تو میں نے پہچان لیا کہ اسے کسی اور نے قتل کیا ہے۔

(۳۹۴) ابو داؤد کہتے ہیں مجھے میری قوم بنو سعد بن بکر کے ایک آدمی نے بتلایا کہ میں بدر کے دن تھک ہار چکا تھا میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میرے آگے جنگ سے نکل کر جا رہا ہے۔ میں نے سوچا اس کے ساتھ جا ملتا ہوں تاکہ اس سے مانوس ہو سکوں وہ ایک وادی میں اترا میں بھی اسے جا ملا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا ہے اور قریب کوئی انسان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

غزوہ بدر میں شریک فرشتوں کی شکل و صورت کیا تھی

(۳۹۵) عکرمہ غلام ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ابو رافعؓ غلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب (مکہ میں) مقتولان بدر کی اطلاع آئی تو لوگوں نے ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو آتے دیکھا تو کہنے لگا یہ ابو سفیان آگیا ہے۔ ابو لہب نے کہا اے میرے چچازاد بھائی! قریب آؤ اور مجھے ساری بات سناؤ! مجھے اپنی جان کی قسم تم سے صحیح معلومات مل سکتی

---

(۱) یہ حضرت جبریل امینؑ کے گھوڑے کا نام ہے۔

ہیں۔ کہتے ہیں ابو سفیان اس کے پاس بیٹھ گیا اور لوگ کھڑے تھے۔ اس نے کہا ہم قوم (مسلمین) سے ملے اور اپنے کندھے ان کے لئے ارزاں کر دیئے۔ انہوں نے جیسے چاہا ہمیں قتل کیا اور جیسے چاہا قیدی بنایا۔ مگر بخدا اس کے باوجود میں اپنے لوگوں کو کچھ ملامت نہیں کرتا۔ کیونکہ ہم نے کچھ سفید رنگ کے آدمی آسمان سے زمین کی طرف آتے دیکھے تھے جو بھورے سے رنگ والے گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدا کی قسم وہ کچھ نہ چھوڑ رہے تھے اور نہ ان کے مقابلے میں ہماری طاقت کچھ کام آ رہی تھی۔ ابو رافع کہتے ہیں میں نے یہ سن کر اپنے حجرے (خیمے) کی طنابیں اٹھاتے ہوئے کہا خدا کی قسم پھر وہ فرشتے ہی تھے۔

(۳۹۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں غزوہ بدر میں فرشتوں کی پہچان سفید دستاریں تھیں جن کے شملے انہوں نے اپنی پشتوں پر ڈال رکھے تھے۔ جبکہ غزوہ حنین میں ان کی دستاریں سبز تھیں تاہم انہوں نے بدر کے سوا کہیں لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ حنین میں وہ صرف تعداد بڑھا کر مسلمانوں کے دل مضبوط کر رہے تھے، لڑائی میں شریک نہ تھے۔

بدر میں آپ کا تضرع فرشتوں کا نزول اور اسیروں کے متعلق مشورے

(۳۹۷) ابو زمیل کہتے ہیں مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ روز بدر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین ایک ہزار اور آپ کے صحابہ تین سو سترہ (۱) ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم رو بقبلہ کھڑے ہو گئے آپ کی چادر کندھوں سے گر پڑی۔ آپ نے بارگاہ ذوالمنن میں ہاتھ پھیلا دیئے اور زور زور سے اپنے رب عزوجل کو پکارنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰهُمَّ اٰیْنَ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔

اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا پورا فرما۔ اے اللہ تیرا وعدہ کب پورا ہو گا؟ اے اللہ اگر اہل اسلام کی یہ مختصر سی جماعت ختم ہو گئی تو پھر کبھی زمین میں تیری عبادت نہ ہو گی۔

آپ ہاتھ پھیلائے مسلسل اللہ کو پکارتے رہے تا آنکہ آپ کے کندھوں سے چادر گر گئی۔ ابو بکر صدیق آئے چادر اٹھائی اور آپ کے کندھوں پر ڈال دی۔ پھر پیچھے سے آپ کا دامن پکڑ لیا اور

(۱) بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کی تعداد میں ہمیشہ اصحاب سیر میں اختلاف رہا ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان کی تعداد ۳۱۰ سے کچھ اوپر تھی اور ۳۲۰ سے کم تھی اور ۳۱۹ والی روایت زیادہ صحیح ہے مسلم شریف میں بھی ۳۱۹ مروی ہے۔

ص ۳۹۸ (تخریج) مسلم شریف جلد دوم ص ۹۳ کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکہ اس کے علاوہ ترمذی، ابو داؤد، اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنے رب کو کافی پکار بیٹھے وہ آپ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ مبارکہ اتاری۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا سن لی (اور فرما دیا) کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کر رہا ہوں جو پے بہ پے آ جائیں گے۔

اور پھر واقعی فرشتے اتر آئے ابو زمیل کہتے ہیں مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی اس دن کسی مشرک کے پیچھے لگا ہوا تھا اچانک اس نے اپنے اوپر ڈنڈے کے لہرانے اور کسی گھوڑ سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ اقدم حیزوم! آگے بڑھو حیزوم! پھر اس نے دیکھا کہ وہی مشرک اس کے آگے گرا پڑا ہے۔ اس کی ناک ٹوٹ چکی ہے۔ چہرہ پھٹ گیا ہے جیسے کسی نے اس کے (منہ پر) ڈنڈا مارا ہو اور زخم والی ساری جگہ سبز ہو گئی تھی۔ وہ انصاری صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی ہے، چنانچہ اس دن ستر کفار قتل ہوئے اور ستر گرفتار۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب قیدی گرفتار کر کے لائے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا ان قیدیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ابو بکر صدیق کہنے لگے یہ چچا کی اولاد اور اہل خاندان ہیں۔ میرا خیال ہے آپ ان سے فدیہ (معاوضہ) لے لیں تاکہ ہمیں کفار پر کچھ (مالی) قوت حاصل ہو جائے اور شائد اللہ انہیں اسلام کی طرف ہدایت دے دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن خطاب! تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ نہیں! میری ایسی رائے ہرگز نہیں جو ابو بکر صدیق پیش کر رہے ہیں۔ میں تو یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ آپ ہمیں ان پر اختیار دے دیں تو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل بن ابی طالب کی گردن اڑائیں مجھے میرے فلاں رشتہ دار پر قبضہ دیں تاکہ میں اس کا سر اڑا سکوں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کی رائے پسند فرمائی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند نہ فرمایا۔

اگلے دن جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق دونوں بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتلایئے آپ کا اور آپ کے ساتھی کا رونا کس سبب سے ہے؟ اگر میں رو سکا تو روؤں گا ورنہ رونے والا منہ بنا لوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ چیز دیکھ کر رو رہا ہوں جو فدیہ پسند کرنے کی وجہ سے میرے ساتھیوں پر پڑنے والی تھی۔ ابھی مجھے ان کا عذاب دکھلایا گیا جو اس درخت (آپ نے اپنے قریب کھڑے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا) کے

قریب آ چکا تھا۔ تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (سورہ توبہ آیت ۶۷)

کسی نبی کو یہ حق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں تا آنکہ وہ زمین پر پورا قبضہ حاصل کر لے۔ تم دنیا کا سامان چاہتے ہو جبکہ اللہ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے تحریر نہ لکھی جا چکی ہوتی تو جو کچھ تم نے (فدیہ) لیا ہے اس پر تمہیں دردناک عذاب آ پہنچتا۔ تو (اب) تم نے جو غنیمت حاصل کی ہے اسے کھاؤ وہ حلال اور پاکیزہ ہے۔

اے عباس وہ سونا ہی دیدو جو گھر چھوڑ آئے ہو۔ فرمان رسولؐ

(۳۹۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضرت عباس کو ابو الیسر کعب بن عمرو نے گرفتار کیا تھا۔ وہ ایک پست قامت آدمی تھے جبکہ عباس بلند قامت تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے کہا عباس! اپنا بھی فدیہ دو اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی اور اپنے ایک حلیف عتبہ بن ححدم برادر ابی الحارث بن فہد کا بھی۔ کیونکہ تم مالدار آدمی ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں تو مسلمان تھا مگر یہ لوگ مجھے مجبور کر کے لے آئے آپ نے فرمایا تمہارے اسلام کو اللہ بہتر جانتا ہے اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تمہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا باقی تمہارا ظاہر تو ہم پر آشکارا ہے اس لئے فدیہ ادا کرو۔ جبکہ قبل ازیں مال غنیمت کے طور پر ان کا بیس اوقیہ سونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ چکا تھا۔ عباس کہنے لگے یا رسول اللہ! وہی سونا میرا فدیہ شمار کرلیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! وہ تو ہمیں اللہ نے تمہاری طرف سے دلایا ہے، تو انہوں نے کہا (اس کے سوا) میرے پاس کوئی مال نہیں۔

آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم مکہ میں چھوڑ آئے ہو۔ جب تم ادھر آنے لگے تو تم نے (اپنی بیوی) ام الفضل بنت حارث سے جبکہ تمہارے ساتھ تیسرا کوئی انسان نہ تھا۔ یہ کہا تھا کہ اگر میں اس سفر میں مارا جاؤں تو بیٹے فضل کو اتنا دے دینا اور عبداللہ کو اتنا، عباس کہنے لگے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اس مال کو میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہ جانتا تھا اس لئے میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۳۹۹ (تخریج) مسند احمد بن حنبل جلد اول زیر عنوان مسند عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب۔

(۳۹۹) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں روز بدر ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر کسی پر چالیس اوقیہ سونا فدیہ لازم کر دیا۔ جبکہ عباس پر ۱۰۰ اور عقیل پر اسی (۸۰) اوقیہ لازم کیا۔ عباس کہنے لگے کیا رشتہ داری کی وجہ سے آپ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ اس خدا کی قسم جس کی قسم عباس اٹھایا کرتا ہے۔ آپ مجھے ہمیشہ کے لئے قریش کا فقیر آدمی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم قریش کے فقیر کیسے بن سکتے ہو جبکہ تم ام الفضل کو سونے کا ہار دے کر آئے ہو پھر تم نے آتے وقت اسے کہا تھا۔ اگر میں قتل ہو جاؤں تو اس مال کی وجہ سے تم تادم آخر مالدار رہو گی اور اگر میں لوٹ آؤں تو پھر تمہیں کسی چیز کی فکر نہیں۔

تو وہ پکار اٹھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتلائی ہے۔ تب اللہ نے یہ آیہ مبارکہ نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورہ توبہ آیت ۶۸)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں میں مقبوضہ قیدیوں سے فرما دیں اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کچھ بہتری جانی تو تم سے جو کچھ لیا گیا ہے، اس سے بہتر تمہیں دے دیا جائے گا۔

معاذؓ و معوذؓ کی جانبازی اور ابو جہل کا قتل

(۴۰۰) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ معاذ بن عمرو بن الجموح برادر بنی سلمہ نے کہا میں لوگوں سے سن رہا تھا کہ ابو جہل اونچے درخت کی طرح ہے اور اس تک کوئی پہنچ نہیں سکے گا، کہتے ہیں جب میں نے سنا تو اسے اپنے لئے ایک چیلنج بنالیا۔ میں اس کی طرف چل پڑا جب مجھے موقع ملا تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور ایسا وار کیا کہ پنڈلی کے درمیان میں سے اس کی ٹانگ کٹ گئی۔ خدا کی قسم اس کی ٹانگ ٹوٹنے کی آواز یوں آئی جیسے کھجور کی گٹھلی پر پتھر مارا جائے تو وہ ٹوٹ کر اڑ جائے۔

کہتے ہیں بعد ازاں اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر وار کر کے میرا بازو کاٹ دیا جو کندھے کی جلد کے ساتھ اٹکے ہوئے میرے پہلو میں لٹکنے لگا اور مجھے اس کی وجہ سے جنگ کرنے میں دقت محسوس ہونے لگی۔ میں سارا دن اسے پیچھے کی طرف کھینچے لڑتا رہا۔ جب اس کی تکلیف بڑھ گئی تو میں نے اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا تو وہ تن سے جدا ہو گیا میں نے اسے پھینک دیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ معاذ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ اس کے بعد معوذ بن عفراء ابو جہل کے قریب پہنچے جبکہ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ انہوں نے اس پر وار کیا کہ زمین پر آ رہا مگر ابھی سانس لے رہا تھا۔ پھر معوذ لڑتے رہے تا آنکہ شہید ہو گئے۔

۴۰۱ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۴۲۴ کتاب معرفۃ الصحابہ مناقب معاذ بن عمرو بن الجموح۔

بعدازاں عبداللہ بن مسعود ابوجہل پر گزرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے بدر کے جسم کی تلاش کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ عبداللہؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا وہ آخری سانس لے رہا تھا میں نے اسے پہچان لیا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ پھر میں نے کہا او دشمن خدا! اللہ نے تجھے رسوا کیا یا نہیں؟ کہنے لگا مجھے اس نے کیسے رسوا کیا ہے کیا تم نے آدمی سے زیادہ پختہ چیز ماری ہے؟ (ایک انسان ہی تو مارا ہے) مجھے یہ بتلاؤ کہ آج گردش زمانہ کس کے حق میں رہی ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے حق میں۔

راوی کہتا ہے میں نے محمد ابن اسحاق سے پوچھا یہ آدمی سے زیادہ پختہ چیز مارنے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا وہ کہہ رہا تھا تم نے ایک انسان ہی تو مارا ہے (نیا کام کونسا کیا ہے) اور ابن شہاب سے خطابی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کی تلوار دستے سے پکڑی پھر اسے ہوا میں لہرایا وہ بلاحس و حرکت اوندھا پڑا تھا آپ نے ایک وار کیا تو اس کا سر کٹ گیا جو آپ نے اٹھالیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولان بدر سے خطاب فرمایا

(۴۰۱) انس رضی اللہ عنہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پچیس اور کچھ سرداران قریش کی نعشیں بدر کے خشک کنوؤں میں سے کسی کنوئیں میں پھینکی گئیں۔ پھر آپؐ نے سواری تیار کروائی جو تیار کر دی گئی۔ آپ اس پر سوار ہو کر چل پڑے ہم بھی ساتھ ہولئے، ہمارا یہی خیال تھا کہ آپ قضاء حاجت کو تشریف لے چلے ہیں۔ آپ چلتے چلتے اس کنوئیں پر جا پہنچے اور کفار کے لاشوں کو ان کے اور ان کے باپ دادوں کے نام سے پکارنے لگے اے فلاں بن فلاں! کیا اب تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھلی معلوم ہو رہی ہے؟ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے بجا طور پر پالیا کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ درست پالیا ہے؟

عمر فاروقؓ کہنے لگے یارسول اللہ! آپ ایسی نعشوں سے گفتگو فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ

ص ۴۰۲ (تخریج) بخاری شریف جلد دوم ص ۵۶۶ کتاب المغازی باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ کفار قریش بروایت سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن انس بن مالک عن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما۔ علاوہ ازیں مسلم شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے مگر حضرت ابی طلحہ سے نہیں حضرت انس سے مروی ہے۔

نہیں سن رہے۔ (۱) یہ ان کے لئے جھڑک، ذلت اور انتقام ہے۔

عمیرؓ بن وھب آپؐ کو قتل کرنے آئے اور مسلمان ہو گئے

(۴۰۲) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں قریش کے لوگوں کو بدر میں قتل ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک دن عمیر بن وھب اور صفوان بن امیہ مقام حجر (۲) میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ عمیر (ان دنوں اسلام لانے سے قبل) قریش کا ایک نہایت فتنہ پرداز آدمی تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو ایذاء دینا اس کا محبوب شغل تھا اور اس کے ہاتھوں انہیں مکہ میں بڑی اذیت پہنچ چکی تھی۔ اس کا بیٹا وھب بن عمیر اسیران بدر میں شامل تھا۔

ان دونوں نے کنوئیں میں پھینکے جانے والے مقتولان بدر اور ان کے انجام پر گفتگو کی۔ صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندگی بے لطف ہو گئی ہے۔ عمیر نے کہا بخدا تم سچ کہتے ہو۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا میرے پاس کوئی سامان نہیں اور میرے اہل و عیال نہ ہوتے کہ اپنے بعد جن کے تباہ حال ہونے کا مجھے خوف ہے تو میں سوار ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچتا اور انہیں قتل کر کے دم لیتا۔ اور میرے پاس تو انہیں پیش کرنے کو عذر بھی ہے۔ کیونکہ میرا بیٹا ان کے ہاں گرفتار ہے۔ (۳)

---

(۱)۔ جبکہ مسلم اور بیہقی اور ابو داؤد میں یہ الفاظ یوں ہیں۔
فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے مگر یہ میری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔
اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد مدارج النبوۃ جلد دوم میں شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ یہ حدیث صحیح جو متفق علیہ ہے اس امر کو صراحت سے بیان کر رہی ہے کہ مردے ضرور سنتے ہیں جو کچھ ان سے خطاب کیا جائے اس کا انہیں علم و شعور ہوتا ہے۔
(۲) یعنی حرم کعبہ میں حجر اسود کے قریب۔
۴۰۲ (تخریج) مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ ص ۲۸۶ میں ہے کہ اسے طبرانی نے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔
(۳) یعنی اگر میں مدینہ طیبہ جاؤں اور وہ لوگ مجھ سے پوچھیں کہ تم کیوں آئے ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنے بیٹے کو ملنے آیا ہوں۔

صفوان نے اسے موقع غنیمت جانا اور کہا تمہارا قرضہ بھی میرے ذمے رہا وہ میں ادا کرونگا اور تمہارے اہل و عیال بھی میرے بچوں کے ساتھ رہیں گے جب تک وہ زندہ رہیں گے میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا اور جو چیز بھی میرے قبضے میں ہے وہ ان پر نثار کرنے میں دریغ نہ کروں گا۔ عمیر نے کہا یہ راز اپنے پاس ہی رکھنا اس نے کہا ایسا ہی کروں گا۔

تو عمیر نے اپنی تلوار تیز کروائی اس پر زہر کی پان چڑھائی۔ پھر سفر کرتا ہوا مدینہ طیبہ جا پہنچا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے یوم بدر اور اس دن خود پر ہونے والے اکرام خداوندی اور دشمنوں کی زبوں حالی کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اچانک نظر پڑی تو دیکھا عمیر بن وھب مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھا رہا تھا اور تلوار گلے میں لٹک رہی تھی۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔ یہ کتا دشمن خدا عمیر بن وھب کوئی فتنہ لے کر آیا ہے۔ اسی نے ہمارے درمیان آتش جنگ بھڑکائی تھی اور روز بدر ہمارے متعلق دشمن کو معلومات فراہم کی تھیں۔ پھر وہ اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دشمن خدا عمیر بن وھب تلوار بدست آیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ عمر فاروق آئے اور اس کی تلوار کو اس کے گریبان سمیت پکڑ لیا اور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا چلو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھو اور اس خبیث کا دھیان رکھو یہ پر خطر ہے۔

تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا، جب آپؐ نے دیکھا کہ عمر فاروق اس کی تلوار کی میان اس کے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں تو فرمایا عمر! اسے چھوڑ دو! پھر فرمایا عمیر! تم میرے قریب آجاؤ! وہ قریب ہو گیا اور کہنے لگا اِنْعَمُوْ صَبَاحاً۔ تمہاری صبح نعمت بھری ہو۔ یہ دور جاہلیت میں آداب بجالانے کا ایک طریقہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے آداب سے بہتر اسلامی آداب عطا فرمائے ہیں اور وہ سلام ہے جو اہل جنت کے آداب میں سے ہے۔ اس نے کہا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا مجھے ابھی اس سے پوری آگاہی نہیں۔ آپ نے فرمایا عمیر تمہارا کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا میں اس قیدی کے لئے آیا ہوں جو تمہارے پاس ہے۔ اس کے متعلق کچھ بھلائی کرو آپ نے فرمایا تو تمہاری گردن میں یہ تلوار کس لئے ہے؟ کہنے لگا اللہ اسے رسوا کرے کیا تلوار سے بھی کبھی کچھ فائدہ ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا سچ بتلاؤ تم کس مقصد سے آئے ہو! اس نے کہا میں اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ مقام حجر پر بیٹھ کر کنوئیں میں ڈالے جانے والے مقتولان بدر کے متعلق باتیں کرتے رہتے تھے۔ پھر تم نے کہا اگر مجھ پر قرضہ اور یہ میرے عیال نہ ہوں تو میں اس مہم پر روانہ ہو جاؤں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آؤں۔ صفوان نے تمہارے

قرضے اور عیال کی ذمہ داری اپنے سر لے لی اس شرط پر کہ تم مجھے قتل کرو گے، جبکہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔ عمیر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم آپ کی وہ باتیں جھٹلایا کرتے تھے جو آپ ہمارے پاس آسمانی خبریں اور اللہ سے نازل ہونے والی وحی لایا کرتے تھے مگر یہ بات تو وہ ہے جو میرے اور صفوان کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی۔ تو خدا کی قسم میں جان گیا ہوں کہ اللہ ہی نے آپ کو اس سے خبردار کیا ہے۔ اللہ کے لئے حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی اور وہ مجھے اس راہ پر لے آیا پھر آپ حق کی شہادت دے رہے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کو دین کے مسائل اور قرآن سکھلاؤ اور اس کا قیدی بھی آزاد کر دو، تو ایسا ہی کر دیا گیا۔

پھر عمیرؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں نور خدا (اسلام) کو بجھانے کے لئے پوری کوشش کرتا رہا ہوں اور دین خداوندی کے پیروکاروں پر ہر طرح کے ظلم ڈھاتا رہا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں مکہ جاؤں اور انہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں شائد اللہ انہیں ہدایت دے دے ورنہ میں انہیں اذیت پہنچاؤں گا جیسے آپ کے ساتھیوں کو پہنچایا کرتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ مکہ چلے گئے۔

ادھر جب سے عمیر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے تھے۔ صفوان قریش سے کہہ رہا تھا تمہیں ایسے واقعہ کی مبارک بادی ہو جو انہی دنوں وقوع پذیر ہونے والا ہے اور اس سے تم حادثہ بدر کی سب تلخیاں بھول جاؤ گے، صفوان باہر سے آنے والے لوگوں سے پوچھتا رہتا تھا تا آنکہ ایک سوار آیا اور اس نے عمیر کے اسلام لانے کے متعلق آگاہ کیا۔ صفوان نے قسم اٹھالی کہ اس سے کبھی کلام نہ کرے گا اور نہ اسے کچھ نفع دینے کی کوشش کرے گا چنانچہ عمیرؓ مکہ مکرمہ آئے اور وہاں دعوت حق کا کام شروع کر دیا اور مخالفین اسلام پر سختیاں شروع کر دیں تو ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے۔

رضی اللہ وارضاہ۔

غزوہ احد (۱) کے معجزات

قتل ابی بن خلف کی پیش گوئی پوری ہو گئی

(۴۰۳) عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ میدان احد میں شکست کے بعد جب لوگ کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو ایسے میں آپ کو سب سے پہلے حضرت کعبؓ ہی پہچاننے والے تھے کعبؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں خود کے نیچے سے چمک رہی ہیں تو میں نے بلند آواز سے پکارا مبارک ہو اے مسلمانو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ آپ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔ جب صحابہ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کو لے کر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چلے گئے ابو بکر صدیق عمر فاروق حضرت علی، طلحہ زبیر حارث بن صمہ اور دیگر مسلمانوں کا ایک گروہ آپ کے ساتھ تھا، آپ کو وہاں بٹھا دیا گیا۔

اتنے میں ابی بن خلف آ گیا وہ کہنے لگا اے محمد! اگر تم بچ جاؤ تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی آدمی اس کی خبر لے؟ آپ نے فرمایا چھوڑو اسے! جب وہ قریب آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن صمہ سے نیزہ لے لیا، جیسا کہ مجھے روایات

---

(۱)۔ جنگ بدر کی شکست نے کفار قریش کو غیظ و غضب کی آگ میں ہر وقت جلتے رہنے پہ مجبور کر دیا وہ غصے سے پاگل ہو گئے۔ چنانچہ شوال ۳ھ میں قریش نے مدینہ طیبہ پر اچانک حملہ کرنے کی ٹھانی اور زور و شور سے تیاری شروع کر دی۔ حضرت عباسؓ جو اسلام لا چکے تھے انہوں نے خفیہ طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بھجوا دی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ایک ہزار کا لشکر لے کر نکلے جن میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی منافقین بھی تھے جو راستے سے ہی لوٹ گئے اور باقی سات سو صحابہ کرام کی جماعت رہ گئی۔ احد پہنچ کر پہاڑ کی پشت پر صف آرائی ہوئی پہاڑ کی پشت کی طرف سے حملہ کا خطرہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پچاس آدمیوں کا دستہ مقرر کر دیا اور انہیں حکم دے دیا کہ تم نے کسی بھی صورت حال میں یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی کفار کے قدم اکھڑ گئے اور بھاگ نکلے مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے۔ ایسے میں ان پچاس آدمیوں نے وہ جگہ چھوڑ دی جہاں انہیں کھڑا کیا گیا تھا۔ لشکر کفار کا ایک دستہ خالد بن ولید کی سرپرستی میں تعاقب میں کھڑا تھا انہوں نے خالی جگہ دیکھ کر ادھر سے حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی اور مشہور ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اچانک کعب بن مالک نے آپ کو دیکھ لیا اور فوراً پکارا کہ یہ حضورؐ موجود ہیں یہ سن کر مسلمانوں کا دل مضبوط ہوا اور وہ آپکی حفاظت کرنے لگے اور آپ کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اس جنگ میں تقریباً ستر صحابہ کرام شہید ہوئے تفصیل کتب سیرت میں دیکھیں۔

ملی ہیں ان کے مطابق صحابہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ پکڑ کر یوں (تیزی سے) ہلایا کہ ہم آپ کے آس پاس سے دوڑ کر دور ہو گئے جیسے اونٹ کے حرکت کرنے پر اس کی پشت سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ پھر آپ اس کے سامنے آگئے اور اسے اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ اپنے گھوڑے سے گر کر لڑھکتا چلا گیا۔

(۴۰۴) عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ابی بن خلف برادر بنو جمح نے جب کہ وہ مکہ میں تھا قسم اٹھا رکھی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کرے گا اس کی یہ قسم آپ تک پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں اسے قتل کروں گا ان شاءاللہ۔

تو (احد) میں ابی بن خلف لوہے میں ڈوب کر آ گیا اور اس نے کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ رہا تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔ چنانچہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا۔ آپ کو بچانے کے لئے مصعب بن عمیر برادر بنی عبدالدار اس کے سامنے آگئے اور نتیجہ شہادت پا گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف کی ہنسلی (سینے اور کندھے کو ملانے والی ہڈی) دیکھ لی جو اسکی زرہ اور خود کے جوڑ میں سے چمک رہی تھی آپ نے نشانہ لے کر اسی ہڈی پر نیزہ دے مارا اور ابی گھوڑے سے نیچے آرہا، مگر اس کے زخم سے خون نہ بہا۔

اس کے ساتھی آئے اور اسے اٹھا کر لے گئے جبکہ وہ بیل کی طرح آواز نکال رہا تھا۔ ساتھیوں نے کہا اتنا کیوں رو رہے ہو تم؟ یہ ایک معمولی سی خراش ہے! تو ابی نے انہیں بتلایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ابی کو قتل کروں گا پھر اس نے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے جو تکلیف ہے اگر وہ تمام ذی المجاز (مکہ کے قریب ایک بستی) والوں پر ڈال دی جائے تو وہ مرجائیں (۱)۔) پھر وہ مر گیا۔

قتادہؓ کی آنکھ درست اور دوسری آنکھ سے روشن تر ہو گئی

(۴۰۵) قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز احد ان کی آنکھ گر گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی جگہ لگا دیا اور وہ دوسری آنکھ سے زیادہ اور روشن تر ہو گئی۔

ص۴۰۵ (تخریج) طبقات ابن سعد جلد ۲ ص۴۶ مستدرک للحاکم جلد نمبر۲ ص۳۲۷ دلائل النبوۃ (امام بیہقی) جلد نمبر۲ ص۴۷۔

(۱)۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزے سے ابی کو اگرچہ معمولی خراش آئی تھی مگر اسے اسقدر تکلیف محسوس ہوئی جس سے ایک بڑا قبیلہ یا ایک بڑا ہجوم بھی مر سکتا تھا۔ یہ بھی آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ٹھہرا۔

محمد بن اسحاقؒ کہتے ہیں بدر میں خبیب بن سیاف کے کندھے کے جوڑ پر کسی نے وار کیا (تو بازو کٹ گیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں (کندھے کے ساتھ) واپس لگایا کہ وہاں ایک باریک سی لکیر نظر آتی تھی۔

(۴۰۶) قتادہ بن نعمان بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمان ہدیہ کی گئی جو آپ نے روز احد مجھے دے دی۔ اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اسے اتنا چلایا کہ اس کے کنارے کھڑکھڑانے لگے اور میں آپ کے رخ انور کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کو تیروں سے بچاتا رہا۔ میرا چہرہ آپ کے سامنے تھا جو آخری تیر آیا اس سے میری آنکھ باہر نکل آئی جو میں نے پکڑ لی۔ کفار پیچھے ہٹ گئے اور میں اپنے ہاتھ پر اپنی آنکھ رکھے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے جب میری آنکھ کو ہتھیلی پر دیکھا تو آپ کے آنسو نکل آئے اور فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ قَتَادَةَ كَمَا وَقٰى نَبِيَّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِوَجْهِهٖ وَاجْعَلْهَا اَحْسَنَ عَيْنَيْهِ وَاَحَدَّهُمَا نَظَرًا۔

اے اللہ قتادہ کی یوں حفاظت فرما جیسے اس نے اپنے چہرے کے ساتھ تیرے نبی کی حفاظت کی ہے اور اس کی یہ آنکھ دوسری سے بھی حسین اور تیز بنا دے۔

منصور بن احمد المغربی کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آنکھ اپنے دست مبارک سے چشم خانہ میں رکھی تو وہ دوسری آنکھ سے بھی حسین اور روشن تر تھی۔

شہید احد حضرت حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا

(۴۰۷) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حنظلہ بن ابی عامر ثقفی اور ابو سفیان باہم مبارزت طلبی کر رہے تھے۔ جب حنظلہ اس پر غالب آگئے تو شداد بن اوس نے جسے ابو شعوب کہا جاتا تھا انہیں دیکھ لیا اور تلوار سے وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ورنہ ابو سفیان قتل ہو چکا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ صَاحِبَكُمْ لَتُغَسِّلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ لوگوں نے ان کی بیوی سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا جب انہوں نے نقارۂ جنگ سنا تو وہ اس وقت جنبی تھے (ان پر غسل ضروری تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے (۴۰۸) واقدی نے حضرت حنظلہؓ کا واقعہ ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں حنظلہ بن ابی عامر نے جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول سے نکاح کیا تھا اور اسی رات کو وہ ان کے پاس بھیجی گئی جس کی صبح غزوہ احد کا وقوع ہوا انہوں نے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ رات اپنی بیوی کے پاس رہیں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب انہوں نے نماز فجر پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہا تو بیوی نے نہ جانے دیا آپ اس کے پاس بیٹھ گئے کچھ دیر بیٹھے رہے تا آنکہ دوبارہ غسل واجب ہو گیا۔ پھر انہوں نے جانا چاہا۔ جب کہ وہ عورت قبل ازیں اپنی قوم سے چار آدمی بلوا چکی تھی تاکہ انہیں اس امر پر گواہ بنائے کہ حنظلہ نے اس سے صحبت کی ہے۔ اس سے پوچھا گیا تجھے یہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ تو اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ حنظلہ ؓ کے لئے آسمان پھٹا ہے اور وہ اس میں داخل ہو گئے ہیں اور آسمان پھر برابر ہو گیا تو میں نے خیال کر لیا کہ یہ حنظلہ ؓ کی شہادت کا اشارہ ہے اس لئے میں نے گواہی بنائی کہ انہوں نے مجھ سے جماع کیا ہے (۱)۔ اور میں نے انہیں صبح کے وقت جانے نہ دیا۔

جب حنظلہ ؓ شہید ہو گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ امیر حمزہ ؓ بن عبدالمطلب کے پہلو میں مقتول پڑے ہیں۔ باقی شہداء کا مثلہ کر دیا گیا تھا مگر ان کا جسم محفوظ رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ حنظلہ بن ابی عامر کو چاندی کے برتنوں میں آب باراں سے زمین و آسمان کے درمیان غسل دے رہے تھے۔

ابو اسید ساعدی کہتے ہیں ہم نے (غور سے) دیکھا تو آپ کے سر سے قطرے گر رہے تھے۔ ابو اسید کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو یہ امر بتلایا تو آپ نے ان کی بیوی کو پیغام بھجوایا اور اس سے اس بارے میں سوال کیا تو اس نے بتلایا کہ وہ گھر سے جاتے ہوئے جنبی تھے۔

اوس اور خزرج کے چار چار جلیل القدر صحابی

(۴۰۹) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں دو قبیلوں اوس و خزرج نے باہم ایک دوسرے کو اپنا فخر بیان کیا۔ اوس نے کہا ہمارے چار آدمی قابل فخر ہیں۔ خزرج نے کہا ہمارے بھی چار ہیں۔ اوس نے کہا ہمارے چار تو یہ ہیں۔ سعد بن معاذ ؓ جن کے وصال پر اللہ کا عرش جنبش میں آیا۔ خزیمہ بن ثابت ؓ جن کی شہادت دو مردوں کی شہادت کے برابر تھی حنظلہ بن راہب ؓ جنہیں

---

(۱) تاکہ اللہ کے حضور جنت میں ان کی زوجہ قرار دی جا سکوں اور جنت میں ان کا قرب حاصل کروں، یاد رہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ گواہوں نے صورت جماع دیکھی تھی۔ بلکہ دونوں میاں بیوی نے ان کے سامنے جماع کا اقرار کیا تھا۔

۔ جنبی ہونے کی صورت میں جنگ پر جانے کی وجہ یہ تھی کہ نماز فجر کے بعد جب انہوں نے بیوی سے صحبت کی اس وقت لشکر روانہ ہو رہا تھا اس لئے حضرت حنظلہ غسل کیے بغیر دوڑ کر لشکر میں مل گئے تھے۔ واللہ اعلم

۴۱۰ (تخریج) مستدرک للحاکم جلد نمبر ۴ ص ۸۰ باب دعاء النبی للانصار کتاب معرفۃ الصحابہ

فرشتوں نے غسل دیا اور عاصم بن ثابت بن اقلح ؓ شہد کی مکھیوں نے جن کی حفاظت کی تھی۔

خزرج نے کہا ہم میں چار وہ صحابی ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کیا (لکھا) ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، اور ابو زید رضی اللہ عنہم، راوی حدیث قتادہ ؓ کہتے ہیں میں نے انس ؓ سے پوچھا ابو زید کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرے چچوں میں سے ہیں۔

احد میں دشمن سامنے تھا اور صحابہ کو بے خوفی سے نیند آرہی تھی

(۴۱۰) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے احد کے روز سر اٹھایا تو دیکھا ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی ڈھال کے نیچے اونگھتے ہوئے جھوم نہ رہا ہو چنانچہ اسی بارے میں یہ آیت ہے۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ (۱) جب تمہیں اللہ کی طرف سے بے خوفی تھی اور تم پر اونگھ غالب تھی

اور ارشاد خداوندی ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا (۲)

پھر غم کے بعد اللہ نے تم پر بے خوفی سے اونگھ نازل کر دی (۳)

(۴۱۱) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز احد صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامن کوہ میں (افسردہ) بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے انہیں بے خوفی عطا کرنے کے لئے ان پر اونگھ طاری کر دی تو وہ خراٹے لے رہے تھے ڈھالیں ہاتھوں میں باہم ٹکرا رہی تھیں اور دشمن نیچے کھڑا تھا۔

(۴۱۲) حضرت زبیر ؓ ہی سے روایت ہے کہ بخدا میں معتب بن قشیر برادر عمرو بن عوف کی آواز سن رہا تھا مجھے اونگھ آرہی تھی اور اس کی آوازیوں سنائی دے رہی تھی جیسے خواب دیکھ رہا ہوں وہ کہہ رہا تھا

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا

اگر ہمارے پاس کچھ صداقت ہوتی تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔

---

(۱) انفال آیت ۱۱

(۲) آل عمران آیت نمبر ۱۵۴

(۳) صحابہ کرام جب انتہائی اندوہناک حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے تو ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط کرنے اور انہیں ہر قسم کی پریشانی اور فکر سے آزاد کرنے کے لئے ان پر اونگھ سی طاری کر دی کہ جو بیٹھا تھا وہ بیٹھے سو رہا تھا اور جو کھڑا تھا وہ کھڑے سو رہا تھا۔

شیخ (ابو نعیمؒ) فرماتے ہیں غزوہ احد کے ضمن میں مذکورہ احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے یہ دلائل ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ قول سچ کر دکھلایا کہ میں ابی بن خلف کو قتل کروں گا اور ابی کا یہ قول غلط ثابت ہوا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔

۲۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ چشم خانہ سے گر جانے کے بعد پھر اپنی جگہ لگ گئی اور ایسی لگی کہ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور تیز نظر ہو گئی۔ گویا اس میں دو طرح سے دلیل نبوت موجود ہے۔ (آنکھ کا درست ہو جانا اور دوسری سے زیادہ روشن ہونا)

۳۔ حضرت حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا۔ انصار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور یوں ان کی جنابت دور کی گئی۔

۴۔ دشمن کے نزدیک تر ہونے کے باوجود صحابہ کرام کو اونگھ آ رہی تھی حالانکہ ایسی حالت میں نیند کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تو جو چیز بھی عادت سے ہٹ کر ظاہر ہو گی وہ دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔ واللہ اعلم

(۴۱۳) نافع بن عاصمؒ سے روایت ہے کہتے ہیں جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (احد میں) خون آلود کیا وہ عبداللہ بن قمئہ تھا بنو ہذیل سے تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک جنگلی بکرا مسلط کر دیا جس نے اپنے سینگوں سے اسے مار مار کر ہلاک کر دیا۔

غزوہ بنو نضیر (۱) اور عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قتل کی گھناؤنی سازش سے آپ کیسے محفوظ ہوئے

(۴۱۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے متعلق شان نزول وارد ہے۔ آیہ یہ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے یہود مدینہ کے ساتھ بقاء باہمی اور علاقائی سالمیت کے لئے معاہدہ کیا تھا کہ ہم مسلمان اور تم یہود سب مل جل کر رہیں گے بیرونی دشمن کا دفاع مشترکہ طور پر کریں گے مگر یہود نے اپنی شرپسند فطرت کے مطابق متعدد بدعہدیاں اور غداریاں روا رکھیں چنانچہ صفر ۴ھ میں قصہ بئر معونہ جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو کلاب کے مقتولان کی دیت ادا کرنے کے لئے کچھ رقم کی ضرورت پڑی تو آپ نے بنو نضیر سے قرض لینا چاہا آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان سے رقم کا مطالبہ کیا اور ان کے قلعہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہود نے آپ کو اوپر سے پتھر پھینک کر قتل کرنا چاہا۔ اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع کر دی۔ آپ فوراً اٹھ کر وہاں سے چل دیئے۔ بعدازاں آپ نے محمد بن مسلمہؓ کے ذریعے بنو نضیر کو پیغام بھجوایا کہ دس دن کے اندر ہمارے علاقہ سے نکل جاؤ اس کے بعد جو بھی بنو نضیر کا شخص یہاں نظر آیا اس کی گردن اڑا دی جائے گی اس پر وہاں کے چند یہودی علماء نے بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کو مشورہ دیا کہ فوری طور پر یہاں سے چلے جانا چاہئے مگر عبداللہ بن ابی منافق نے حیی کو پیغام بھجوایا کہ گھبراؤ نہیں میں تمہاری مدد کے لئے آ رہا ہوں اور بنو قریظہ کے یہود بھی تمہارے ساتھ ہیں ڈٹے رہو یہاں سے جانا نہیں۔ چنانچہ جب بنو نضیر نے حضور کا حکم نہ مانا تو آپ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن جاری رہا۔ عبداللہ بن ابی یا کوئی اور کافران کی مدد کو نہ آیا۔ پندرہ دن کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ دو یا جلا دو جب ان کے باغات کٹنے لگے تو اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ بہت جلد وہاں سے بھاگنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ طیبہ کا مقدس خطہ ان کے ناپاک وجود سے خالی ہو گیا۔ بنو نضیر سے کہا گیا تھا کہ تم اسلحہ ساتھ نہیں لے جا سکتے صرف اتنا سامان لے جا سکتے ہو جو تم اپنی سواریوں پر لاد سکو۔ چنانچہ بنو نضیر کے مال غنیمت میں سے پچاس زرہیں اسی قدر خود اور بہت سی تلواریں ہاتھ آئیں اور ان کے قلعوں اور باغات پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ سورہ حشر پارہ نمبر ۲۸ کی آیت ۱ تا ۱۷ میں غزوہ بنو نضیر کے متعلق مفصل بیان موجود ہے یاد رہے بنو نضیر مدینہ سے نکل کر مختلف گروہ ہو گئے کچھ خیبر میں جا آباد ہوئے کچھ شام چلے گئے اور کچھ دوسرے علاقوں میں جا بسے۔ (احقر مترجم عفرلہ)

اے ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے۔ جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس نے ان کا ہاتھ تم تک پہنچنے نہ دیا۔ (سورہ مائدہ آیت ۱۱)

وہ فرماتے ہیں کہ عمروؓ بن امیہ ضمری جب بئر معونہ سے واپس آ رہے تھے تو بنو کلاب کے دو آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دے رکھی تھی۔ عمروؓ نے انہیں قتل کر دیا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطاشدہ امان کا علم نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا فدیہ (دیت) میں ادا کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے ہاں پہنچے ابو بکر صدیق عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنھم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ بنو نضیر نے پرتپاک استقبال کیا اور کہا ابو القاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایئے کیسے تشریف لانا ہوا۔ آپ نے فرمایا میرے ایک صحابی نے بنو کلاب کے دو آدمی قتل کر دیئے ہیں۔ جنہیں میں نے امان دے رکھی تھی۔ مجھ سے ان کی دیت مانگی گئی ہے، تو میں اس سلسلہ میں تم سے تعاون چاہتا ہوں۔ یہود کہنے لگے کیوں نہیں۔ ابو القاسم! (۱) آپ کا تشریف لانا باعث افزونی محبت و کرامت ہے۔ تشریف رکھیں ہم آپ کے لئے رقم جمع کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوار قلعہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ابو بکر صدیق آپ کے دائیں عمر فاروق بائیں اور حضرت علی آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔

ادھر بنو نضیر نے باہم مشورہ کیا کہ آپ پر اوپر سے پتھر پھینکا جائے اور بعض اہل علم تو کہتے ہیں کہ انہوں نے پتھر پھینک بھی دیا تھا مگر جبریل امین نے اسے تھام لیا اور آپ پر گرنے نہ دیا پھر جبریلؑ نے آپ کو ان بدکردار یہود کے گھناؤنے پروگرام سے آگاہ کیا تو آپ وہاں سے کھڑے ہو کر چل دیئے ابو بکر صدیق عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنھم بھی آپ کی پیروی میں وہاں سے ہٹ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔

یاایہاالذین آمنوااذکرو الخ

(۴۱۵) عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بنو کلاب کے دو مقتولوں کی دیت کے سلسلہ میں کچھ تعاون حاصل کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس گئے۔ جب کہ انہوں نے قبل ازیں (غداری اور بدعہدی کا ثبوت دیتے ہوئے) آپ کے متعلق بعض راز کی باتوں سے (بزعم خود) قریش کو آگاہ کیا تھا۔

چنانچہ جب آپ نے مقتولان بنو کلاب کی دیت کے بارہ میں ان سے گفتگو کی تو وہ کہنے لگے ابو

---

(۱) یہود اکثر آپ کو ابو القاسم کہہ کر پکارتے تھے حالانکہ ان کی کتب میں آپ کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود تھا۔ یہ بھی ان کا ایک تغافل عارفانہ تھا۔

القاسم! آپ تشریف رکھیں تاکہ آپ کھانا کھا سکیں اور اس ضرورت کی تکمیل کر سکیں جس کے لئے آپ تشریف لائے ہیں ہم آپس میں مشورہ کرتے اور آپ کے مقصد کے لئے سوچ و بچار کرتے ہیں۔ آپ اور آپ کے ساتھی ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے اور ان کے صلاح ومشورہ کا انتظار کرنے لگے۔

وہ لوگ اندر گئے شیطان مسلسل ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا کہنے لگے اسے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) تم اپنے قبضہ واختیار میں پھر کبھی یوں نہ پاؤ گے جیسے اب پا رہے ہو۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرو اور مزے سے اپنے علاقہ پر قابض رہو تمہارے سر سے بلا ٹل جائے گی۔ ایک آدمی نے ان میں سے کہا اگر تم پسند کرو تو میں اس دیوار پر چڑھ جاتا ہوں جس کے نیچے وہ بیٹھے ہیں اور اوپر سے پتھر لڑھکا دیتا ہوں جو ان کی موت کا ضامن ہو گا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس سازش سے آگاہ کر دیا آپ اچانک یوں کھڑے ہو گئے جیسے قضائے حاجت کے لئے باہر جا رہے ہیں۔ اور اپنے صحابہ کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر چل دیئے۔ ادھر دشمنان خدا یہود جب اپنا منصوبہ تیار کر چکے اور مشورہ مکمل کر چکے تو (باہر آکر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے اور آپ کا انتظار کرنے لگے۔

جب کافی دیر گزر گئی آپ واپس نہ آئے تو اتنے میں مدینہ طیبہ سے ایک آدمی آیا۔ انہوں نے اس سے آپ کے بارے میں پوچھا اس نے کہا میں نے دیکھا ہے آپ مدینہ طیبہ کو تشریف لے جا رہے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں داخل ہو چکے تھے۔ یہود مسلمانوں سے کہنے لگے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جلدی کی ہے جس حاجت کے لئے وہ آئے تھے ابھی ہم اسے مکمل نہ کر پائے تھے کہ وہ چلے بھی گئے۔

صحابہ کرام وہاں سے اٹھے اور واپس مدینہ طیبہ آئے۔ ادھر قرآن نازل ہو چکا تھا اور دشمنان خدا کی چیرہ دستی کی یوں نشان دہی کی گئی تھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان یہود بنی نضیر کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا جائے تو آپ نے اللہ کے حکم سے ان پر گرفت کی اور انہیں یہاں سے چلے جانے کو کہا کہ وہ یہاں سے نکل کر جہاں چاہیں چلے جائیں انہوں نے کہا آپ ہمیں کدھر بھیج رہے ہیں؟ فرمایا حشر کی طرف۔

بنو نضیر کے یہود کا اعتراف حق اور ہٹ دھرمی

(۴۱۶) واقدی نے حضرت عروہ۔ زہری اور محمد بن اسحاق کے بیانات سے کچھ زائد تفصیلات بھی لکھی ہیں۔ جن میں یہود کے ہاں آپ کی نبوت کے مسلمہ ہونے اور تورات میں آپ کی صفات و محامد کی موجودگی پر نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

واقدی کہتے ہیں جب بنو نضیر کے ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کہا ابوالقاسم! جیسے آپ چاہتے ہیں ہم ویسے ہی کریں گے وہ وقت بھی ہمیں دیکھنے کو ملا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے تشریف رکھیں ہم آپ کیے لئے کھانا لاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہودی علیحدگی میں باہم مشورہ کرنے لگے۔ حُیَی بن اخطب (۱) نے کہا اے گروہ یہود! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے ہیں جن کی تعداد دس سے بھی کم ہے۔ اس وقت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، حضرت علی، طلحہ ، زبیر، سعد بن معاذ، اسد بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے۔ تو اس گھر کے اوپر سے ان پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر پتھر گرا کر انہیں قتل کر دو انہیں تنہا پانے کا اس سے بہتر موقع کبھی نہ مل سکے گا۔ اگر یہ قتل ہو گئے تو ان کے ساتھی بھی بکھر جائیں گے جو قریشی ہیں ۔ وہ وطن مکہ لوٹ جائیں گے رہے یہاں کے باشندے اوس وخزرج تو اوس تمہارے حلیف ہیں اس لئے زمانے بھر میں اگر کچھ کام تمہارے کرنے کا ہے تو وہ اسی وقت ہے عمرو بن حجاش بن کعب نضیری نے کہا میں اس گھر کی چھت پر چڑھتا اور پتھر گراتا ہوں۔ سلام بن مشکم کہنے لگا اے قوم! آج ایک بار میری بات مان لو خواہ میری کوئی بات پھر کبھی نہ ماننا۔ بخدا تمہاری یہ حرکت مسلمانوں کے ساتھ باہمی معاہدہ امن کو توڑ دینے کے مترادف ہے تو ایسا ہرگز نہ کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو بخدا اس دین کو سنبھالا دینے والا کوئی بھی شخص ظاہر ہو گا اور روز قیامت تک اسے قائم رکھے گا اور یہود ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو جائیں گے اور یہ دین غالب ہو جائے گا۔

ادھر عمرو بن حجاش (۲) پتھر لے کر اوپر چڑھ گیا تاکہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دے۔

---

(۱) حُیَی بن اخطب بنو نضیر کا سردار تھا اسی شخص کی ہٹ دھرمی سے بنو نضیر اسلام قبول نہ کر سکے اور انہیں ذلت کے ساتھ مدینہ طیبہ سے نکلنا پڑا۔ حالانکہ کنانہ بن صوریا اور سالم بن مشکم جیسے اصحاب علم یہود نے اسے ترغیب بھی دی تھی کہ اسلام قبول کر لیا جائے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

(۲) روایات میں ہے کہ اس عمرو بن حجاش بدمعاش کو اپنے عمل بد کی فوری سزا مل گئی۔ چنانچہ غزوہ بنو نضیر کے اختتام پر بنو نضیر میں سے جو دو آدمی یامین بن عمیر اور اسعد بن وہب اسلام لے آئے تھے ان میں سے یامین نے ایک شخص کو مال دیا اور عمرو بن حجاش کو قتل کروا دیا۔

ابھی وہ گرانے ہی والا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آ گئی۔ اور آپ کو ان کے ارادوں سے خبر دار کر دیا گیا۔ آپ تیزی سے اٹھے جیسے قضائے حاجت کو جا رہے ہیں اور مدینہ طیبہ کا راستہ پکڑ لیا۔ آپ کے صحابہ وہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ انہیں گمان تھا کہ آپ قضائے حاجت کو تشریف لے گئے ہیں مگر جب آپ کے واپس آنے کی امید نہ رہی تو ابو بکر صدیق ؓ کہنے لگے ہمارا یہاں بیٹھنا بے سود ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی کام کو تشریف لے جا چکے ہیں، حُیَی بن اخطب نے کہا ابوالقاسم جلدی چلے گئے ہم تو ان کی حاجت پوری کرنا اور انہیں کھانا کھلانا چاہتے تھے، یہود کو اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔ کنانہ بن صوریا نے ان سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں یہاں سے اٹھ گئے تھے؟ انہوں نے کہا بخدا ہم نہیں جانتے اور نہ ہی تم جانتے ہو۔ اس نے کہا کیوں نہیں۔ بخدا میں تو جانتا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہاری دھوکہ بازی سے باخبر کر دیا گیا تھا۔ اس لئے خود کو دھوکا میں نہ رکھو۔ قسم بخدا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں وہ یہاں سے تب ہی اٹھے ہیں جب انہیں تمہارے ارادے سے مطلع کر دیا گیا تھا بے شک وہ آخر الانبیاء ہیں۔ تم یہ تمنا رکھتے تھے کہ آخری نبی بنی ہارون میں ظاہر ہو مگر اللہ نے جہاں سے چاہا ظاہر کر دیا۔ اور ہماری کتب اور تورات جن میں تغیر وتبدل نہیں ہوا ان سب میں لکھا ہے کہ اس کی ولادت مکہ میں اور ہجرت یثرب کی طرف ہوگی تو ان کی صفات بھی تورات میں آخری نبی کے متعلق مذکور صفات سے سر مو مخالف نہیں۔ اور مجھے تو یوں نظر آ رہا ہے کہ تمہیں اپنے بچوں کو روتا پیٹتا اور گھروں کو یونہی بے آباد چھوڑ کر یہاں سے کوچ کرنا پڑے گا (۱)

جب کہ تمہارے اموال ہی تمہاری دنیوی شرافت کا باعث ہیں؟ تو تم دو میں سے میری ایک بات مان لو جب کہ تیسری میں کوئی بھلائی نہیں انہوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ کنانہ نے کہا اسلام لے آؤ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو جاؤ تمہارے مال بھی محفوظ رہیں گے اور اولاد بھی، اور تم ان کے بڑے ساتھیوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ اور تمہارے مال بھی تمہارے ہاتھ میں رہیں گے اور تمہیں تمہارے شہروں سے نکالا بھی نہیں جائے گا۔ انہوں نے کہا ہم تورات کو نہیں چھوڑ سکتے اور نہ ہی عہد موسیٰ سے انحراف کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا تو پھر وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں پیغام بھیجنے والے ہیں۔ کہ میرے شہر سے نکل جاؤ ایسے میں تم کہہ دینا کہ ہاں درست ہے، تب وہ تمہاری جان ومال سے کچھ پرخاش نہ رکھیں گے تمہارے مال تمہارے قبضہ میں رہیں گے چاہو تو بیچو چاہو تو رکھو۔ یہود نے

---

(۱) یعنی تمہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا جائے گا اور تم انتہائی ذلت سے اپنے گھر کھلے چھوڑ کر نکل جانے پہ مجبور ہو گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔

کہا یہ بات ہمیں تسلیم ہے (۱) اس نے کہا بخدا ایک اور صورت بھی ہے جو میرے لئے سب صورتوں سے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا اگر میرا عمل تمہارے لئے باعث رسوائی نہ ہو تو میں اسلام لے آؤں۔ مگر شقاء میرے اسلام سے کبھی بھی عار محسوس نہ کرے گی تا آنکہ مجھے بھی تمہارے جیسی مصیبت سے دو چار ہو جانا پڑے۔ شقاء اس کی بیٹی تھی جس کے حسن و جمال کے ذکر سے حضرت حسانؓ (دور جاہلیت میں) تشبیب کیا کرتے تھے (اپنی غزلوں کا آغاز کیا کرتے تھے)

پھر سلام بن مشکم نے کہا اے یہود میں تو پہلے سے تمہارے طریقہ کار کو اچھا نہ سمجھتا تھا اب وہ ہمیں پیغام بھیجیں گے کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ تو اے حُیّی بن اخطب ان کے اس پیغام پر کچھ رد و کد نہ کرنا اور بطیب نفس ان کے شہر سے چلے جانا۔ اس نے کہا ایسا ہی کروں گا۔

ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام بھی وہاں سے آ گئے۔ راستے میں ایک آدمی انہیں مدینہ طیبہ سے آتا ہوا ملا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے دیکھا وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو رہے تھے۔ جب صحابہ آپ کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا ہے۔ ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تشریف لے آئے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود نے مجھ سے دھوکا کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ اتنے میں محمد بن مسلمہ آ گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا تم بنو نضیر کے یہود کے پاس جاؤ۔ اور انہیں کہہ دو کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے وہاں جا کر فرمایا میں تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں مگر پہلے تم مجھے ایک بات بتلاؤ جو تم خوب جانتے ہو۔ یہود نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں تمہیں اس تورات کی قسم دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھی۔ کیا تمہیں یاد ہے جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ایک بار تمہارے پاس آیا تھا۔ تمہارے درمیان تورات رکھی تھی اور تم نے اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے کہا تھا کہ اے ابن مسلمہ! اگر تم چاہو تو ہم تجھے کھانا کھلائیں اور اگر چاہو تو

---

(۱) کنانہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ اے یہود تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ باہم مصالحت و معاونت کے ماحول میں مسلمان اور یہود مل جل کر مدینہ میں رہیں گے۔ مگر تم نے اس معاہدہ کو توڑ دیا اب اگر اسلام لے آؤ تو بہتر ہے ورنہ تمہیں وہ نکال دیں گے اور تمہیں پیغام مل جائے گا کہ اپنا مال و اسباب اٹھا کر چلتے بنو ایسے میں دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ تا کہ کم از کم تمہارا مال و اسباب تو محفوظ رہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر جنگ ہو گی اور نتیجتاً جانیں بھی گنواؤ گے اور مال و دولت سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ یہود نے اس کی بات سن کر کہا کہ ہم وطن چھوڑ دیں گے مگر یہ دین اسلام قبول نہیں کر سکتے۔

تمہیں یہودیت سکھلائیں میں نے کہا مجھے کھانا کھلاؤ یہودیت نہ سکھلاؤ۔ بخدا میں کبھی یہودی نہ بنوں گا۔ تم نے مجھے ایک تھال میں کھانا لاکر دیا آج بھی وہ تھال میری نظروں کے سامنے ہے۔

پھر تم نے مجھ سے پوچھا تم ہمارا دین کیوں قبول نہیں کرتے بجز اس کے، کہ یہ دین یہود ہے۔ گویا تم اس حنیفیت (خالص دین) کی تلاش میں ہو جو تم نے سن رکھی ہے۔ تو یاد رکھو کہ وہ ابو عامر راھب کے پاس تو نہیں۔ اسے تو وہ خندہ جبیں مجاہد لے کر آئے گا جس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ یمن کی طرف سے آئے گا (۱) اونٹ کی سواری کرے گا دستار زیب سر ہوگی۔ روٹی کے چند ٹکڑے اس کے لئے سامان شکم سیری ہوں گے۔ کندھے پر تلوار ہوگی۔ کوئی مخصوص علامت اس کے ساتھ نہ ہوگی (۲) اور اس کی باتیں پرازِ حکمت ہوں گی۔ بخدا تمہاری اس بستی (مدینہ) میں لوٹ مار مثلہ اور قتل عام ہوگا۔

یہود نے یہ سن کر کہا ہاں اللہ کی قسم ہم نے یہ کہا تھا۔ مگر یہ تو وہ نبی نہیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اب تو میں بالیقین پہچان چکا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے آپ کا فرمان ہے کہ تم نے میرے قتل کا ارادہ کر کے غداری کا ثبوت دیا ہے۔ پھر انہوں نے یہود کو ان کی سازش اور عمرو بن حجاش کے پتھر لے کر چھت پہ چڑھنے کے متعلق سب کچھ بتلا دیا تو وہ مہر بلب ہوگئے ایک حرف بھی ان کے منہ سے نکل نہ پایا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے کہا۔ آپ فرماتے ہیں میرے شہر سے نکل جاؤ میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد جو یہاں رہا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

واقدی نے بیان حدیث جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ حُیَی کہنے لگا میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیغام بھجواتا ہوں کہ ہم اپنے علاقہ اور مال و دولت کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے وہ جو ہمارا بگاڑ سکتا ہے بگاڑ لے۔

سلام بن مشکم نے کہا اے حُیَی تیرا نفس تجھے تباہ کر رہا ہے۔ بخدا اگر مجھے یہ خوف دامن گیر نہ ہو کہ میں تمہیں کم عقل کہے جانے اور تمہارے متعلق بدگوئی کیے جانے کا باعث بن جاؤں گا۔ تو میں اپنے ہم نوا یہود کو ساتھ لے کر تجھ سے الگ ہو جاؤں اے حُیَی ایسا نہ کرو بخدا تم بھی جانتے ہو اور

---

(۱) اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے یمن کی طرف آنے کا اشارہ بستی مکہ سے ظہور کی طرف ہے، کیونکہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ اور یمن ایک ہی سمت پر واقع ہیں یعنی جانب جنوب پر۔

(۲) جیسے حضرت صالح کے پاس اونٹنی حضرت موسیٰ کے پاس عصا حضرت سلیمان کے پاس تخت۔ اور حضرت عیسیٰ کے پاس بیماروں کے لئے دم تھا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس صرف ایک معجزہ نہ تھا جو آپ کے لئے علامت اور تشخص بن کر رہ جاتا بلکہ آپ کو اللہ نے ہر قسم کے معجزات و کمالات کا جامع بنایا تھا۔

تمہارے ساتھ ہم بھی اس سے واقف ہیں کہ وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ اس کی صفات ہمارے ہاں تحریر شدہ ہیں اور ہم اسی حسد کے باعث اس کی پیروی نہیں کر رہے کہ نبوت بنی ہارون سے کیوں نکل گئی۔

آؤ ہم اس کی طرف سے عطا کردہ امن کو قبول کر کے اس کے علاقہ سے نکل جائیں، تم جانتے ہو قبل ازیں تم نے اس سے دھوکا کرنے میں بھی مجھ سے مخالفت کی ہے۔ پھل پکنے کا وقت آنے پر ہم آئیں گے۔ یا ہم میں سے کوئی شخص آئے گا پھل فروخت کرے گا اور واپس ہمارے پاس آ جائے گا۔ جب ہمارے مال ہمارے ہاتھ رہیں گے تو یوں سمجھو کہ گویا ہم یہاں سے نکلے ہی نہیں (۱)

واقدی حدیث جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درخت کاٹ دینے کا حکم فرمایا تو وہ کہنے لگے جو کچھ آپ مانگتے ہیں ہم دینے پر تیار ہیں اور آپ کا علاقہ چھوڑ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا آج میں یہ نہ مانوں گا بلکہ تم یہاں سے نکل جاؤ اور جو کچھ سامان اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے لے جاؤ البتہ اپنا اسلحہ نہیں لے جا سکتے ہو۔

سلام بن مشکم نے کہا تم پر افسوس ہے۔ اب بھی مان لو قبل ازیں کہ کوئی اس سے بھی برا حکم صادر کر دیا جائے حُیّی نے کہا اس سے برا کیا ہو گا سلام نے کہا تمہاری اولاد گرفتار کر لی جائے گی اور تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ حُیّی نے ایک دو روز تک انکار کیا (مگر پھر بنو نضیر کے یہود کو لے کر مدینہ چھوڑ گیا)

جب یہ صورت حال یامین بن عمیر اور اسعد بن وھب نے ملاحظہ کی تو وہ باہم کہنے لگے بخدا ہم جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ہمیں اسلام قبول کرنے میں کس چیز کا انتظار ہے تاکہ ہمارے خون اور مال محفوظ رہیں تو وہ رات کے وقت قلعے سے اترے۔ اسلام لے آئے اور اپنا مال محفوظ کر لیا۔

(۴۱۷) محمد بن عمر کہتے ہیں مجھے ابراہیم بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ جب بنو نضیر مدینہ طیبہ سے نکل گئے تو عمرو بن سعدیٰ وہاں آیا۔ ان کے گھروں کو دیکھا تو وہ ویران پڑے تھے۔ وہ بڑا فکر مند ہوا۔ پھر وہ بنو قریظہ کے یہاں آیا جو اپنے معبد میں مصروف عبادت تھے اور انکا بگل بجایا جا چکا تھا۔ عمرو کو دیکھ کر وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ زبیر بن باطا نے کہا ابو سعد! تم کہاں تھے چند

---

(۱) بنو نضیر کے یہاں مدینہ میں کھجور کے باغات تھے جن پر پھل لگے تھے۔ کنانہ کہہ رہا ہے کہ ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں پھل پکنے کے وقت ہمارا کوئی نمائندہ آئے گا اور پھل اتروا کر لے جائے گا یا فروخت کر دے گا اور اس طرح ہم یہاں سے نکل کر بھی یہیں رہیں گے کیونکہ ہمارے باغات ہمارے قبضہ میں ہوں گے۔ بخلاف اس کے اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ٹھکرا کر یہیں ڈیرہ جمائے رکھا تو پھر مال تو کیا ہمیں جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

دن سے ہم نے تجھے دیکھا نہیں؟ حالانکہ وہ کبھی عبادت گاہ سے نکلا نہ تھا۔ یہود میں بڑا عابد وزاہد آدمی تھا۔ اس نے کہا آج میں نے عبرتوں کا سامان دیکھا ہے جو ہماری ہدایت کے لئے ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ گھر خالی پڑے ہیں جب کہ وہاں کبھی عزت بزرگی، شرافت، فاضلانہ رائے اور مدبرانہ عقل کا دور دورہ تھا۔ وہ لوگ اپنے مال چھوڑ گئے اور دوسرے ان پر مالک بنے۔ وہ لوگ بڑی ذلت کے ساتھ یہاں سے نکلے۔ مجھے تورات کی قسم ہے اللہ نے جس قوم کو باقی رکھنا ہو ان پر ایسا عذاب نہیں بھیجتا۔ کعب بن اشرف پر اپنے گھر میں سوتے ہوئے عذاب الٰہی آیا۔ شیبہ کے دونوں بیٹوں پر حملہ ہوا ان کا کام تمام ہوا اور وہ (دوسروں کے لئے) درس عبرت بن گئے۔ پھر بنو قینقاع پر خدا نے عذاب نازل کیا اور انہیں (جو یہود کے جد اعلیٰ تھے) اپنے علاقے سے نکال دیا گیا۔ حالانکہ وہ افرادی جنگی اور مالی قوت سے بہرہ ور تھے۔

اے قوم! میری بات مان لو جو کچھ ہو چکا تم نے دیکھ لیا اب آؤ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لیں۔ بخدا تم جانتے ہو کہ وہ نبی ہے، ہمارے علماء ابن الہیبان اور ابو عمیر بن جو اس جو سب یہود سے بڑے عالم تھے بیت المقدس سے اس نبی کے انتظار میں یہاں آئے پھر انہوں نے ہمیں اس کی اتباع کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ جب وہ تشریف لائیں تو ہماری طرف سے انہیں سلام عرض کر دینا۔ پھر وہ دونوں اپنے دین پر مر گئے اور ہم نے انہیں اسی میدان حرہ میں دفن کر دیا تھا، کہتے ہیں یہ سن کر سب یہود خاموش ہو گئے کسی نے ایک لفظ تک نہ کہا۔ عمرو نے اپنی بات پھر دہرائی اور ایسی ہی کچھ اور باتیں بھی کہیں۔ انہیں جنگ۔ گرفتاری۔ اور جلاوطنی کا خوف دلا دیا۔ زبیر بن باطا نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے کہا میں نے تورات پڑھی ہے اور اس نبی کی صفات تورات کی کتاب باطا میں دیکھی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی مگر جو کتاب مثانی ہم نے نئی بنائی ہے اس میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔

تو کعب بن اسد نے اسے (زبیر کو) کہا اے ابو عبدالرحمٰن! پھر تمہیں اس نبی کی اطاعت کون نہیں کرنے دیتا؟ اس نے کہا تم، کعب نے کہا مجھے تورات کی قسم میں تو کبھی تمہارے اور اس نبی کے درمیان حائل نہیں رہا۔ زبیر نے کہا تم ہمارے مذہبی اور دینی راہنما ہو اگر تم نے اس کی اطاعت کر لی تو ہم بھی کر لیں گے اگر تم نے انکار کیا تو ہم بھی انکار ہی کریں گے۔

تو اب عمرو بن سعدی کعب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا مجھے تورات کی قسم جو طور سینا پر موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ یہ نبی اس دنیا میں عزت وشرافت کی علامت ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی راہ پر گامزن ہے۔ اور کل قیامت میں اپنی امت کو لے کر جنت میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے گا۔ کعب نے کہا نہیں ہم تو اپنے عہد اور عقیدہ پر قائم رہیں گے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پناہ نہیں

چاہئے۔ ہم انتظار کریں گے کہ محیّ کیا کرتا ہے۔ اسے بڑی ذلت وخواری کے ساتھ نکالا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کئے بغیر چین پالے، اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آ گیا تو یہی ہمارا مقصود ہے پھر ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور اگر ناکام رہا تو پھر اس کے بعد زندگی میں کچھ لطف نہ ہو گا۔

عمرو بن سعدیٰ نے کہا جو کام ہو کر رہے گا تم اسے پیچھے دھکیل سکتے ہو؟ (۱) کعب نے کہا ابھی ہم مرتو نہیں چلے۔ میں جب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ چیز (ایمان وسلامتی) مانگوں گا وہ مجھے دے گا۔ عمرو نے کہا بخدا مجھے تورات کی قسم بات جلد ختم ہونے والی ہے جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کریں گے تو ہم ان قلعوں میں محصور ہو جائیں گے جنھوں نے ہمیں بے کار روک رکھا ہے۔ ایک وقت تک ہم محصور ہی رہیں گے تا آنکہ ہمیں ان کے حکم پر اترنا پڑے گا اور ہماری گردنیں اڑا دی جائیں گی، کعب بن اسد نے کہا اس بارے میں میرا خیال بھی تم جیسا ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ اس اسرائیلی کی بات کے پیچھے لگ جاؤں جو مقام نبوت سے آشنا ہے نہ عظمت خداوندی سے باخبر۔ عمرو نے کہا کیوں نہیں عنقریب اسے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

کہتے ہیں بنو قریظہ انہی خیالات میں تھے کہ ایک دن اچانک ان پر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا ہراول دستہ آ دھمکا تو عمرو نے کہا یہی ہے وہ، جو تم کہتے تھے (غزوہ بنو قریظہ کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے)

شیخ (ابو نعیم) فرماتے ہیں۔ ان روایات کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہی بتلانا تھا کہ علماء یہود کو اعتراف تھا کہ غیر مبدل تورات میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات موجود ہیں اور وہ صفات ان کے ہاں مشہور تھیں۔ اور یہیں سے استدلال ہوتا ہے کہ آج یہود کے ہاتھ میں موجود تورات کی خرافات سراسر باطل ہیں۔ اور یہود کا اپنی کتاب کو مثانی کہنا بھی اس کے محرف ومبدل ہونے کی

---

(۱) یہ عمرو بن سعدیٰ کی طرف سے بنو قریظہ کے مذہبی پیشوا کعب بن اسد کے لئے ہدایت کا آخری تازیانہ تھا کہ اے کعب سوچ لو وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور ہم غفلت میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پر اچانک خدا کا غضب آ جائے اور ہم حسد کی آگ میں سے جہنم کی آگ میں منتقل ہو جائیں مگر کعب نے یہ احمقانہ جواب دیا کہ ہم ابھی مرنے والے تو نہیں۔

(نعوذ باللہ من مثل ہذہ الضلالۃ العمیا)

دلیل ہے۔ (۱)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی سازش سے مطلع کیا جانا اور آپ کو ان کے ارادہ قتل سے محفوظ رکھا جانا بھی آپ کے لئے دلیل نبوت ہے۔

---

(۱) یہ حدیث نمبر ۴۱۸ میں زبیر بن باطا یہودی کے ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے "کہ غیر تحریف شدہ تورات میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات دیکھی ہیں جب کہ ہماری بنائی ہوئی تورات جسے ہم مثانی کہتے ہیں میں یہ صفات نہیں ہیں۔" تو یہاں یہود اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں کہ ہماری بنائی ہوئی تورات سے آخر الانبیاء علیہ السلام کی صفات نکال دی گئی ہیں۔

غزوہ خندق (۱) کے معجزات

آپ نے تین ضربوں سے پتھر توڑا اور تین بادشاہتوں کے فتح ہونے کی خبر دی

(۴۱۸) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں صحابہ کرام مدینہ طیبہ کے گرد خندق بنا رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے کدال لے کر ضرب لگائی اور فرمایا اس ضرب سے اللہ تعالیٰ روم کے خزانے ہم پر کھول دے گا پھر دوسری ضرب لگائی اور فرمایا اس ضرب سے اللہ تعالیٰ ہم پر خزانہ فارس کا در وا کر دے گا پھر تیسری ضرب پر فرمایا اس ضرب سے اللہ تعالیٰ یمن کو ہمارا مددگار اور معاون بنا کر لائے گا۔ (اسلام کے لئے یمن کے دروازے کھل جائیں گے)

(۴۱۹)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں روز خندق ہم خندق کھودنے میں مصروف تھے ایک جگہ ایسی سنگلاخ چٹان آ گئی جس پر کدال کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے اس کا ماجرا نبی صلی اللہ

---

(۱) غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب یہود بنو نضیر کو مدینہ طیبہ سے نکالا گیا تو وہ اس کا انتقام لینے کے لئے قریش مکہ کے پاس مدد لینے گئے پھر پورے عرب کا دورہ کر کے انہوں نے مزید کئی قبائل کو اپنا ہم نوا بنایا چنانچہ ۵ھ میں ابو سفیان کی سرپرستی میں دس ہزار کا لشکر جرار مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا مدینہ طیبہ میں بسنے والے یہود کا ایک اور قبیلہ جسے بنو قریظہ کہا جاتا تھا جنکا کچھ ذکر پیچھے گزر چکا ہے اور کچھ آگے آ رہا ہے بھی کھل کر ان کا ہم نوا بن گیا۔ حالانکہ قبل ازیں وہ غیر جانبدار اور معاہدہ امن کا پابند چلا آ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حملہ کی پیشگی اطلاع پا کر سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ طیبہ کے گرد کافی گہری اور چوڑی خندق کھدوائی اور صحابہ کرام کے شانہ بشانہ دن رات کام کیا۔ لشکر کفار نے ایک مہینہ تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے رکھا مگر خندق کو عبور نہ کر سکے اس دوران مسلمانوں پر محصوری کی وجہ سے کئی کئی فاقے گزر گئے چنانچہ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکثیر طعام کی صورت میں چند بار اعجاز نبوت دکھایا۔ خندق کھودنے کے دوران پتھر کی ایک سخت چٹان کے توڑنے کا معجزہ بھی ظاہر ہوا یہ معجزات اگلے صفحات پر تفصیلاً آ رہے ہیں۔ ایک ماہ تک کفار کا دس ہزار پر مشتمل لشکر بھی سامان رسد کی قلت کا شکار ہو گیا اور خوراک ختم ہو گئی پھر اللہ نے ان پر نہایت سرد اور تند و تیز طوفانی ہوا چلا دی ایسے میں بنو قریظہ نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا اس لئے مجبور ہو کر ابو سفیان نے محاصرہ اٹھا لیا اور ناکام لوٹ گیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا صرف ایک صحابی حضرت سعد بن معاذ زخمی ہوئے جو غزوہ بنو قریظہ کے بعد اسی زخم سے وصال فرما گئے۔ آگے اس کا تذکرہ آ رہا ہے۔ احقر مترجم غفرلہ

۴۲۰ (تخریج) مسند احمد بن حنبل مبوب جلد نمبر ۲۱ ص ۷۸ کتاب سیرۃ النبی باب ماجاء فی غزوۃ الخندق بروایت عوف بن میمون عن البراء بن عازبؓ۔ اور مجمع الزوائد جلد نمبر ۶ ص ۱۳۱ میں ہے کہ اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

علیہ وسلم سے عرض کیا آپ تشریف لائے اسے دیکھ کے آپ نے چادر ایک طرف پھینکی اور کدال اٹھا لیا اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے شام کے خزانے دے دیے گئے اور میں وہاں کے سرخ محلات اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا آپ نے اللہ اکبر کہتے ہوئے فرمایا مجھے فارس کے خزانے دے دیے گئے اور میں مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی اور تکبیر بلند کرتے ہوئے گویا ہوئے بسم اللہ پڑی تو ساری چٹان ٹوٹ چکی تھی۔ آپ نے تکبیر بلند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا مجھے یمن کے خزانے دیدیے گئے اور مجھے اس وقت یہاں سے صنعاء کے دروازے نظر آ رہے ہیں۔

روز خندق چند کھجوروں سے سارا لشکر سیر ہو گیا

(۴۲۰) بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی کہتی ہیں ایک بار دوران جنگ خندق مجھے (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہؓ نے بلایا اور میری جھولی میں کھجوروں کا ایک برتن رکھتے ہوئے کہا پیاری بیٹی! جاؤ اپنے باپ بشیر بن سعد اور ماموں عبداللہ بن رواحہؓ کو ان کا ناشتا دے آؤ میں نے وہ برتن لے لیا اور چل پڑی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ میں اپنے باپ اور خالو کی تلاش میں تھی آپ نے فرمایا بیٹی! تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ چند کھجوریں ہیں جو میری والدہ نے میرے باپ بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے کھانے کو بھیجی ہیں۔

آپ نے فرمایا انہیں ادھر لاؤ میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیا مگر آپ کے ہاتھ بھر نہ سکے پھر آپ کے حکم سے ایک کپڑا بچھایا گیا آپ نے کھجوریں اس پر ڈال کر بکھیر دیں۔ اور آپ نے پاس بیٹھے ہوئے کسی شخص سے فرمایا تم اہل خندق کو کھانے کے لئے میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ سب اہل خندق جمع ہو گئے اور وہاں سے کھانے لگے مگر طعام بڑھتا رہا تا آنکہ سب اہل خندق کھا چکے مگر کھجوریں کپڑے کے کناروں سے زمین پر گر رہی تھیں۔ (۱)

آپ کی دعا سے حذیفہ بن یمان کو سخت سردی میں بھی گرمی محسوس ہو رہی تھی

(۴۲۱) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک بار دور رسالت کے بعد ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے قوم میں سے ایک نوجوان نے کہا اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاتا تو حق

(۱) بخاری شریف جلد دوم ص ۵۸۸ کتاب المغازی باب غزوۃ الاحزاب میں ایسا ہی واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی موجود ہے۔

۴۲۲ (تخریج) مسلم شریف جلد دوم ص ۱۰۷ کتاب الجہاد باب غزوۃ الاحزاب۔ مستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۱۳ اور مجمع الزوائد جلد ۶ ص ۱۳۶ کے مطابق اسے بزار نے بھی روایت کیا ہے۔

خدمت بجالاتا اور یہ کر دیتا وہ کر دیتا۔ حضرت حذیفہ کہنے لگے میں نے خود کو یوں بھی پایا ہے کہ جنگ خندق کی رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ سخت ٹھنڈی رات میں کھڑے معروف نماز تھے ایسی سردی میں نے کبھی پہلے دیکھی تھی نہ بعد میں، مجھے اپنی موت قریب نظر آنے لگی اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا آدمی ہے جو ان (حملہ آور کفار) کے پاس جائے اور ہمیں ان کی خبر لا کر دے (جاسوسی کرے)؟ میں اسے روز قیامت جنت میں اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تو ہم میں سے کوئی نہ کھڑا ہوا سب خاموش رہے۔ آپ نے پھر یہی فرمایا مگر سب خاموش رہے تو آپ نے فرمایا اے حذیفہ! میں نے کہا لبیک! میں اٹھ کر آپ کے پاس آیا جبکہ میرے پہلو سردی سے پھڑ پھڑا رہے تھے آپ نے میرے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ہمیں ان کی خبر لا کر دو کہ (وہ اب کیا سوچ رہے ہیں) مگر جب تک واپس نہ آؤ کوئی نیا کام نہ کرنا (لڑائی نہ کرنا) (۱) پھر فرمایا اے اللہ اس کی حفاظت فرما آگے پیچھے سے دائیں بائیں سے اور اوپر نیچے سے تا آنکہ یہ واپس آ جائے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں اگر آپ یہ دعا ہمیشہ کے لئے فرما دیتے "تا آنکہ یہ واپس آ جائے" نہ کہتے تو یہ میرے لئے دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوتا۔

میں نے اپنی تلوار اور کمان اٹھائی پھر اپنے کپڑے پہنے اور لشکر کفار کی طرف چل پڑا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حمام میں چل رہا ہوں (اتنی گرمی محسوس ہو رہی تھی) میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ان پر طوفان باد و باراں بھیج دیا گیا ہے اور خیموں کی طنابیں کٹ رہی ہیں۔

کہتے ہیں میں نے دیکھا ابو سفیان آگ سلگائے بیٹھا ہے میں اس کے قریب گیا اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اسے کمان میں رکھ کر مارنے لگا۔ حذیفہؓ بڑے تیر انداز تھے کہتے ہیں پھر فوراً مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آگیا کہ واپس آنے تک کوئی نیا کام نہیں کرنا ہے۔ تو میں نے تیر کو واپس ترکش میں ڈال لیا۔ لشکر کفار میں سے کسی نے کہا "خبردار! تمہارے درمیان کوئی جاسوس آگیا ہے لہٰذا ہر شخص اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ لے!" حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے فوراً اپنے پاس والے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا تم کون ہو؟ اس نے کہا سبحان اللہ تم مجھے جانتے نہیں میں فلاں ولد فلاں ہوں تو وہ بنی ہوازن کا ایک آدمی نکلا۔ (۲) پھر میں واپس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا اور آپ کو ساری خبر سنائی واپسی پر بھی میں ایسے محسوس کر رہا تھا جیسے حمام میں چل رہا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری باتیں سن کر مسکرا پڑے اور رات کی تاریکی میں بھی آپ کے دندان مبارک کی چمک نمایاں

(۱) جبکہ مسلم جلد دوم ص ۱۰۷ میں ہے ولا تذعرھم علی یعنی انہیں میرے خلاف بھڑکا نہ دینا مطلب یہ ہے کہ کسی سے لڑائی نہ کرنا تیر نہ چلانا ورنہ وہ تجھے قتل کر دیں گے اور بات بڑھ جائے گی۔

(۲) حضرت حذیفہؓ کی اس فراست اور دانائی پر قربان جائیں اسی لئے تو اسے سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے تھے۔

ہوگئی۔ مگر مجھے پھر سردی محسوس ہونے لگی (۱) آپ نے مجھے قریب کرلیااور اپنے قدموں کے پاس سلالیا۔ اور اپنے کپڑے کاایک حصہ مجھ پر ڈال دیامیں ساری رات آپ کے قدموں کو سینے سے لگائے رہا۔ صبح ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے تمام گروہ (احزاب) بھگا دیئے اور یہ آیت مبارکہ اسی بارے میں ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۲

توہم نے ان پر ہوا چلادی اور وہ لشکر بھیج دیاجو تم نہیں دیکھ پاتے۔

غزوہ خندق میں تیز ہوا نصرت الٰہی بن کر لشکر کفار کو تباہ کر گئی

شیخ (ابو نعیمؒ) فرماتے ہیں۔ یہ امر بھی آپ کی نبوت کی ایک دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر طوفان چلا دیا۔ جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے وہ اپنے خیموں اور گھوڑوں کو سنبھال نہ سکے اللہ نے انہیں غیظ وغضب کی آگ میں جلتے ہوئے دل پر داغ شکست لئے ناکام لوٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ تو وہ طوفان کفار کے لئے عذاب تھااور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصرت الٰہی اسی لئے آپ نے فرمایاہے۔

نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ۔

مشرق کی ہوا سے میری مدد کی گئی ہے اور مغرب کی ہوا سے قوم عاد ھلاک ہوئی۔

(۴۲۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہاسے روایت ہے فرماتی ہیں میں روز خندق لوگوں کے پیچھے نکلی۔ میں چلی جارہی تھی کہ میں نے پیچھے سے کسی کی آہٹ سنی میں نے مڑکر دیکھاتو وہ سعدبن معاذ تھے۔ میں زمین پر بیٹھ گئی۔ ان کے ساتھ انکابھتیجا حارث بن اوس جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں شریک جہاد ہوا تھابھی ڈھال اٹھائے چلا آرہاتھاجبکہ حضرت سعد نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی۔ مگر (چھوٹی ہونے کی وجہ سے) دونوں طرف سے سینہ باہر نکلا ہوا تھا۔

آپ فرماتی ہیں وہ سب لوگوں سے بارعب اور قد آور تھے۔ جبکہ میں ان کے سینے کی برہنہ طرفوں کے متعلق خوف سامحسوس کر رہی تھی (۳) ۔ تو وہ میرے قریب سے گزر گئے۔ ان کے لب پر یہ

---

(۱) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعایہی تھی کہ اے اللہ اس کے واپس آنے تک اس کی ہر طرف سے حفاظت فرمااور وہ واپس تو آچکے تھے۔

(۲) سورۃ احزاب آیت ۹

(۳) یعنی سیدہؓ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں آپ کے برہنہ سینے پر دشمن کاوار نہ چل جائے۔

ص ۴۲۳ (تخریج) بخاری مسلم میں اس حدیث کے بعض حصے موجود ہیں اور مکمل طور پر مسند احمد بن حنبل جلد ۲۱ ص ۸۱ کتاب السیرہ باب ماجاء مشترکا فی غزوۃ الخندق وبنی قریظہ بروایت محمد بن عمرو عن ابیہ عن جدہ علقمہ بن وقاص عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

رجز تھا۔

لَبِّثْ قَلِيْلاً يُدْرِكُ الْهَيْجَا حَمَلْ مَا اَحْسَنَ الْمَوْتُ اِذَا حَانَ الْاَجَلُ

کچھ دیر خود کو ٹھہرائے رکھ تاکہ لڑائی کا معاملہ دشمن کا مال اٹھانے تک پہنچ جائے۔ اور جب وقت آ جاتا ہے تو موت کتنی حسین ہو جاتی ہے۔

فرماتی ہیں جب وہ مجھ سے آگے نکل گئے تو میں اٹھی اور ایک باغ میں چلی گئی جہاں مسلمانوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ ان میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور خود پہنے ہوئے ایک اور شخص بھی تھا جس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ عمر فاروق (مجھے) کہنے لگے آپ بڑی جرأت کر لیتی ہیں آپ ادھر کیوں نکل آئیں۔ کیا معلوم کہ ہمیں یہاں سے بھاگنا پڑے یا کوئی اور مصیبت آنے والی ہو پھر وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے تا آنکہ میں چاہتی تھی کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں اتر جاؤں(۱)۔ اتنے میں اس آدمی نے اپنے چہرے سے خود اتارا تو وہ حضرت طلحہؓ تھے۔ انہوں نے (حضرت عمرؓ سے کہا) آپ نے بہت باتیں کہہ دیں ہم کدھر کو فرار ہوں گے؟ فرار ہوں گے تو صرف اللہ کی طرف لوٹیں گے نا؟

پھر لڑائی میں حضرت سعدؓ کو تیر لگا ابن عرقہ نے آپ پر تیر چلایا اور یہ کہا "اسے لے لو اور میں ابن عرقہ ہوں"۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا اللہ تمہارا چہرہ جہنم میں عرق آلود (پسینے سے شرابور) کرے۔ تو وہ تیر آپ کی رگ اکحل(۲) میں لگا اور وہ پھٹ گئی۔

راوی حدیث محمد بن عمرو کہتے ہیں لوگ کہہ رہے تھے کہ جس کی یہ رگ پھٹ جائے اس کا خون نکلتا رہتا ہے بالآخر وہ مر جاتا ہے تو حضرت سعدؓ نے کہا اے اللہ جب تک بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں مجھے موت نہ دے حالانکہ بنو قریظہ جاہلیت میں ان کے حلیف اور دوست تھے مگر اس دن (جنگ خندق میں) انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کرتے ہوئے مشرکین کی مدد کی

---

(۱)۔ یاد رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب آیت حجاب نازل نہ ہوئی تھی اس آیت کے نزول سے قبل عورتیں یوں تنہا باہر آ جاتی تھیں خصوصاً جنگوں میں ایسا ہوتا رہتا تھا جیسا کہ احد میں سیدہ فاطمہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے پر تشریف لے آئی تھیں مگر اس کے بعد جب آیات حجاب نازل ہو گئیں تو ازواج مطہرات کا نامحرموں کے سامنے آنا ممنوع ہو گیا۔

(۲)۔ یعنی حضرت سعد کے بازو میں تیر لگا جس سے رگ اکحل کٹ گئی اس رگ کی پورے جسم میں شاخیں ہوتی ہیں اسے فارسی میں رگ ہفت اندام اور عربی میں عرق الحیاۃ بھی کہا جاتا ہے جب یہ رگ پھٹ جائے تو پھر خون رکتا نہیں اور موت یقینی ہو جاتی ہے۔

تھی۔ تو ان کی دعا قبول ہو گئی، (۱)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار پر طوفان کی ہوا چلا دی ان کا کوئی برتن نہ تھا جو الٹ نہ گیا ہو اور کوئی خیمہ نہ تھا جو اکھڑ نہ گیا ہو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ۔ وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (۲)

اور اللہ نے کافروں کو اپنے غیظ و غضب میں ہی لوٹا دیا وہ کوئی بھلائی نہ پا سکے، اور جنگ میں مومنوں کو اللہ کافی ہے۔

---

(۱)۔ اور ان کے فیصلے کے مطابق بنو قریظہ کا قتل عام کیا گیا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۲)۔ سورہ احزاب آیت ۲۵۔

غزوہ بنو قریظہ (۱) اور شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

(۴۲۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے (مدینہ طیبہ کے) محلہ بنی غنم کی گلی میں جبریل امین کی فوج سے اٹھنے والا گرد و غبار دیکھا ہے اور آج بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ (کے محاصرہ) کے لئے تشریف لے گئے۔

---

(۱)۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ غزوہ احزاب میں بنو قریظہ کے یہود نے قریش کا کھل کر ساتھ دیا اور شریک جنگ ہوئے اور حالت یہ ہو گئی کہ باہر سے دس ہزار کا لشکر حملہ آور تھا اور اندر سے یہ بد عہد یہود مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہے تھے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا۔ سورہ احزاب آیت ۱۰

جب کفار تم پر حملہ آور ہوئے تمہارے نیچے اور اوپر (ہر طرف) سے اور جب نگاہیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

الغرض بنو قریظہ کے حملہ آور لشکر کے ساتھ کھلے بندوں مل جانے سے مسلمانوں پر وہ مشکل ترین وقت آیا کہ بقول قرآن کلیجے منہ کو آگئے۔ چنانچہ جوں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوئے اور ابھی سیدہ عائشہؓ کے گھر تشریف لا کر آپ نے اسلحہ تن سے جدا کیا ہی تھا کہ جبریل امین بصورت دحیہ کلبی آگئے اور فرمایا کہ ابھی تک ہم ملائکہ نے اسلحہ نہیں اتارا یعنی حالات جنگ سے باہر نہیں آئے آپ نے کیوں اسلحہ اتار دیا اللہ کا حکم ہے کہ ابھی بنو قریظہ پر چڑھائی کر دی جائے۔ چنانچہ آپ نے فوری طور پر بنو قریظہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ نماز عصر بنو قریظہ کے قلعہ کے نیچے پڑھی جائے گی۔ راستے میں آپ کو معلوم ہوا کہ دحیہ کلبی اپنے خچر کو سرپٹ دوڑاتے یہاں سے گزر گئے ہیں آپ نے فرمایا وہ تو جبریل تھے۔ آپ کا لشکر تقریباً تین ہزار پر مشتمل تھا محاصرہ ہو جانے کے بعد بنو قریظہ نے اپنی بد عہدی پر نادم ہونے کے بجائے آپ کو گالی دینا شروع کر دیں۔ آپ نے باختلاف روایات پندرہ یا پچیس روز محاصرہ جاری رکھا۔ اس دوران بنو نضیر کا جلا وطن شدہ سردار حُیَی بن اخطب بھی بنو قریظہ میں موجود تھا جسے سب یہود اپنا متفق علیہ سردار مانتے تھے۔ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے بنو قریظہ سے کہا کہ تم خوب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس لئے ان پر ایمان لے آؤ اگر یہ منظور نہیں تو ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں اور پھر مسلمانوں کے ساتھ لڑتے ہوئے خود بھی ختم ہو جاتے ہیں یہ بھی نامنظور ہو تو آؤ یک بارگی ان پر حملہ کر دیں پھر دیکھیں کس کو کامیابی ملتی ہے۔ یہود نے اس کی ایک بات بھی نہ مانی۔ آخر اللہ نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا اور انہوں نے حضور سے درخواست کی کہ ہم سواریوں پر اپنا مال لاد کر لیجاتے ہیں اور مدینہ چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ وہ قلعہ سے اتر کر آپ کے پاس آگئے آپ نے حکم دیا کہ ان کے مردوں کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ باندھ دیا

(۴۲۴) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی آواز سنی تو آپ اچھل کر کھڑے ہوگئے اور (گھر سے) باہر تشریف لے گئے۔ فرماتی ہیں میں دیکھنے کے لئے آپ کے پیچھے گئی، تو وہ آدمی گھوڑے پر سوار تھا اور میرے دیکھنے کے مطابق وہ دحیہ کلبیؓ تھے۔ انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا جس کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹک رہا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس میرے پاس آئے تو میں نے عرض کیا آپ تیزی میں اچھل کر کھڑے ہوئے اور باہر چلے گئے۔ میں نے دیکھا تو وہ دحیہ کلبیؓ تھے؟(۱)۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے مجھے یہ حکم خداوندی پہنچا رہے تھے کہ بنو قریظہ سے جنگ کے لئے چلوں۔

(۴۲۵) سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دھوکا کرتے ہوئے جنگ خندق کے دن مشرکین مکہ خصوصاً عیینہ اور ابو سفیان بن حرب کو خط لکھ کر بھیجا تھا کہ تم ڈٹے رہو ہم اندرون شہر سے مسلمانوں سے لڑائی جاری رکھتے ہیں۔ چنانچہ گروہ ہائے مشرکین کے بھاگ اٹھنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ساتھ لیا اور (مدینہ طیبہ سے تین میل دور) مقام حراء اسد تک ان کا پیچھا کیا پھر واپس آگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بدن سے ہتھیار اتار دیئے۔ غسل کیا اور خوشبو لگالی۔ اتنے میں جبریل امین نے آپ کو آپکارا کہ آپ کا کیا عذر ہے آپ نے اپنے ہتھیار کھول دیئے جبکہ ابھی تک ہم فرشتوں نے نہیں کھولے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ میں اٹھے اور اپنے صحابہ سے فرمایا۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ بنو قریظہ پر پہنچنے سے قبل نماز عصر نہ پڑھیں!

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے مدینہ طیبہ اور بنو قریظہ کے درمیان ایک مجلس پر آپ کا گزر جائے۔ بنو قریظہ نے کہا کہ سعد بن معاذ ہمارے حق میں جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا چنانچہ حضرت سعد جو غزوہ خندق میں رگ اکحل کے پھٹ جانے سے شدید زخمی ہو چکے تھے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا فیصلہ تو رات کا فیصلہ ہے جو یہود کو بطیب خاطر مان لینا چاہئے فیصلہ یہ ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے بچوں عورتوں کو غلام بنالیا جائے اور اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد نے وہ فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں سے اوپر اللہ نے کیا ہے چنانچہ ایک گڑھا کھودا گیا اور حضرت علی اور حضرت زبیر ساری رات بنو قریظہ کو قتل کرتے رہے زنازن تلوار چلتی رہی اور صبح تک چار سو یہودی تہ تیغ کر دیا گیا اموال تقسیم ہو گئے اور بچوں عورتوں کو غلام بنالیا گیا اور بعض کو آزاد کر دیا گیا۔

ص ۴۲۴ (تخریج) بخاری شریف جلد دوم کتاب المغازی باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ص ۵۹۱۔

(۱)۔ یعنی سیدہؓ سوال کر رہی ہیں کہ دحیہ کلبی کے بلانے پر آپ اتنی تیزی سے اٹھ کر باہر گئے ہیں، ایسی بھی کیا جلدی تھی؟ آخر دحیہ کلبی ہی تو تھے؟

ہوا آپ نے فرمایا اس سے قبل کوئی یہاں سے گزرا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دحیہ کلبی سیاہی میل سفید خچر پر سوار یہاں سے گزرے ہیں۔ ان کے نیچے خچر پر ریشم کا کپڑا بچھا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دحیہ کلبی نہیں جبریل امین تھے جنہیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تاکہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔

چنانچہ صحابہ کرام نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو صحابہ سے فرمایا کہ وہ اپنی ڈھالوں سے آپ کو چھپالیں اور آپ کو پتھروں کی زد سے محفوظ کریں تاکہ آپ بنو قریظہ کو اپنی بات سنا سکیں۔ پھر آپ نے انہیں پکار کر فرمایا اے بندروں اور خنزیروں کی برادری! (۱) انہوں نے جواب دیا ابو القاسم! آپ ایسی بری گفتگو کرنے والے تو نہ تھے۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی پھر (ان کے انکار پر) ان سے اپنے صحابہ کے ساتھ جنگ کی۔ تا آنکہ وہ حضرت سعد کا حکم تسلیم کرنے پر رضامند ہو گئے۔ تو انہوں نے حکم دیا کہ ان کے جنگ جو افراد (مردوں) کو قتل کر دیا جائے مال تقسیم کر لئے جائیں اور ان کے بچوں کو قیدی بنالیا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد نے درست فیصلہ کیا ہے۔ (۲)

---

(۱)۔ آپ کی یہ کلام گالی گلوچ کے زمرہ میں سے نہیں بلکہ حقیقت کا آئینہ ہے چنانچہ یہود میں سے ہی ایک قوم وہ بھی گزری ہے جسے ان کی بدکرداری کے سبب بندر بنا دیا گیا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۶۵ تا ۶۶)

اور اے یہود تم جانتے ہو کہ تم میں سے جن لوگوں نے ہفتہ کے روز گناہ کا ارتکاب کیا تو ہم نے انہیں کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔ تو یوں ہم نے اس واقعہ کو پہلے اور پچھلے لوگوں کے لئے سامان عبرت اور پرہیز گاروں کے لئے درس نصیحت بنا دیا۔

اسی طرح سورہ اعراف میں بھی یہود کے بندر بنائے جانے کا تذکرہ موجود ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو بندروں کی برادری کہنا گالی نہیں اظہار حقیقت ہے۔

(۲)۔ مستشرقین اور دیگر غیر مسلم مفکرین آج تک اسلام کے اوپر بڑی شدومد کے ساتھ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بنو قریظہ کو بہیمانہ و وحشیانہ طریقہ سے قتل کیا گیا تھا جو سراسر ظلم ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہود بنو قریظہ نے صریح بدعہدی کی تھی مار آستیں ثابت ہوئے۔ اس لئے عقل بھی ان کے لئے ایسی ہی سزا تجویز کرتی ہے کوئی بھی قوم بنو قریظہ جیسے بدعہد اور گھناؤنے کردار کے گروہوں کے لئے ایسی ہی سزا تجویز کرتی ہے ثانیاً حضرت سعدؓ نے فرمایا تھا کہ میں یہود کے لئے وہی فیصلہ کرتا ہوں جو تورات میں ایسے جرم کے لئے لکھا ہوا ہے چنانچہ تورات میں ہے۔

"اگر دشمن صلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کرو اور جب تیرا خدا تجھ کو قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب قتل کر دے باقی بچے، عورتیں، جانور اور جو چیزیں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گی"۔ استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سریۂ رجیع میں ظاہر ہونے والے دلائل نبوت (۱)

(۴۲۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت جاسوسی کیلئے روانہ فرمائی اور عاصم بن ثابت کو جو عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے نانا ہیں ان کا امیر بنایا۔ یہ لوگ روانہ ہوئے علاقہ عسفان اور مکہ کے درمیان ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے پڑاؤ کیا

پھر ہم سوال کرتے ہیں کہ ۱۹۳۹ء کی جنگ عظیم میں جرمن نے یہود کی شرپسندی اور بدعنوانی کے باعث انہیں چن چن کر مارا اور چند دن میں کئی لاکھ یہودی گولی سے اڑا دیئے، آخر اس کی کیا وجہ تھی۔

(۱)۔ سریہ اسے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کسی مہم پر روانہ کریں۔ سریہ رجیع کا پس منظر یہ ہے کہ بدر میں ایک قریشی عورت سلافہ بنت سعد کے تین بیٹے قتل ہوئے تھے جن میں سے دو کو اور ایک روایت میں تینوں کو حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ نے قتل کیا تھا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ اگر کوئی شخص عاصم کا سر کاٹ کر میرے پاس لائے تو میں اسے سو اونٹ دوں گی کیونکہ میں عاصم کے سر کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پینا چاہتی ہوں۔ بنو عضل کے سردار سفیان بن خالد نے سلافہ کا یہ اعلان سنا تو اس نے اپنی قوم کے سات افراد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہاں جاکر منافقت سے مسلمان ہو جائیں اور کسی طرح سے عاصم کو میرے پاس لے آئیں۔ چنانچہ وہ مدینہ طیبہ میں آکر بظاہر مسلمان ہو گئے اور حضرت عاصم سے محبت کا رشتہ استوار کر لیا اور انہی کے گھر مہمان بنے رہے چند روز بعد انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ صحابہ کو روانہ کیا جائے تاکہ ہمارے علاقہ میں تبلیغ اسلام کا کام ہو۔ آپ نے دس صحابہ کو روانہ فرمایا جن میں حضرت خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ بھی تھے۔ ان منافقین نے حضرت عاصم کو بھی تیار کر لیا اور ان کی اجازت بھی حضورؐ سے لے لی۔ راستہ میں مقام رجیع پر ان سات میں سے ایک شخص علیحدہ ہو گیا اور سفیان بن خالد کو جاکر اطلاع دی کہ ہم عاصم سمیت دس صحابہ کو لے آئے ہیں چنانچہ وہ تیراندازوں کا ایک جتھہ ساتھ لے کر چل پڑا ادھر جب صحابہ کو احساس ہوا کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے تو وہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے سفیان نے آکر ٹیلے کو گھیرے میں لے لیا اور تیر اندازی شروع کر دی تو حضرت عاصم سمیت سات صحابہ شہید ہو گئے حضرت عاصم کی شہادت کا واقعہ یوں ہے کہ انہوں نے شہادت سے قبل دعا کی تھی کہ اے اللہ میرے جسم کی حفاظت فرما میرے قتل کے بعد کفار میرے جسم کے قریب نہ آسکیں چنانچہ سفیان نے جب ان کا سر اتارنا چاہا تاکہ اسے سلافہ کے پاس لے جائے اور انعام وصول کرے تو اللہ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں اور وہ سر نہ کاٹ سکے پھر جب رات ہوئی تو اللہ نے وادی میں پانی جاری کر دیا جو حضرت عاصم کی لاش کو بہا لے گیا اور سفیان جب سلافہ سے انعام وصول کرنے گیا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ تم عاصم کا سر لاتے تو انعام ملتا۔ اس کے بغیر انعام کیسا؟ تو وہ مردود دنیا و آخرت میں ناکام رہا، لعنۃ اللہ علی الکافرین۔

باقی رہ جانے والے تین صحابہ خبیب بن عدی، زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق کو کفار نے جھانسہ دے دیا اور یہ کہا کہ تم ٹیلے سے نیچے اتر آؤ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ مگر جب وہ نیچے اترے تو ان کے ہاتھ باندھ لئے گئے۔ عبداللہ بن طارق نے کسی طرح اپنے ہاتھ کھول لئے اور ایک کافر سے تلوار چھین کر اس پر حملہ کر دیا مگر گروہ کفار نے سنگ باری کر کے انہیں بھی شہید کر دیا۔ رہے خبیب اور زید رضی اللہ عنہما تو انہیں مکہ میں لے جاکر فروخت کر دیا گیا اور بعد ازاں انہیں سولی دے دی گئی رضی اللہ عنہم وارضاہم۔ یہ واقعہ ۳ھ کے آخر میں وقوع پذیر ہوا۔

بنوہذیل کو ان کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ان کا پیچھا کرنے کیلئے ایک سو تیر انداز بھیجے جو ان کے نشان پائے قدم پر چلتے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں (قبل ازیں) اس جماعت صحابہ نے پڑاؤ کیا تھا۔ وہاں انہوں نے کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھیں جو صحابہ نے کھا کر پھینکی تھیں جنہیں دیکھ کر انہوں نے کہا یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں اور پھر تعاقب شروع کر دیا اور بالآخر صحابہ کو آلیا۔ عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھی صحابہ کو کفار کی آمد کا احساس ہوا تو وہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ قوم کفار آگئی اور ٹیلے کا محاصرہ کر لیا۔ اور کہا اگر تم خود اتر کر ہمارے پاس آجاؤ تو ہمارا عہد ہے کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ عاصمؓ فرمانے لگے میں تو کسی کافر کے ہاتھ اسیر ہونے پر تیار نہ ہوں گا اے اللہ! اپنے رسول کو ہماری حالت سے آگاہ فرما۔

چنانچہ کفار نے تیر اندازی کی اور عاصم سمیت سات صحابہ شہید ہو گئے رضی اللہ عنہم۔ باقی رہ گئے تین صحابہ، حضرت خبیب بن عدی، زید بن دثنہ اور ایک دوسرے صحابی انہیں کافروں نے امن کا وعدہ دیا تو وہ ان کے پاس اتر آئے جب وہ کفار کی گرفت میں آگئے تو انہوں نے اپنی کمانوں کی تانیں اتاریں اور تینوں کو ان سے باندھ دیا خبیبؓ اور زیدؓ کے ساتھ والے تیسرے صحابی نے کہا یہ پہلی بدعہدی ہے۔ تو اس نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا انہوں نے اسے کھینچا مگر وہ اکڑ گیا کفار نے اس کی گردن اڑا دی (رضی اللہ عنہ) پھر وہ خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ کو لے کر چل دیئے اور مکہ مکرمہ میں لے جا کر انہیں فروخت کر دیا۔ خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا کیونکہ خبیبؓ نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ تو وہ ان کے گھر ایک عرصہ قید رہے۔ تا آنکہ انہوں نے انہیں قتل کرنے کا اجتماعی فیصلہ کر لیا۔ خبیبؓ نے حارث کی کسی لڑکی سے استرا مانگا تاکہ بدن کے بال صاف کر لیں۔ جو اس نے دے دیا۔ وہ لڑکی کہتی ہے کہ میں اپنے چھوٹے بچے سے غافل ہو گئی اور وہ گھسٹتا ہوا خبیبؓ تک پہنچ گیا جسے انہوں نے اٹھا کر اپنے ران پر بٹھا لیا جب میں نے یہ دیکھا تو سخت گھبرائی میرے چہرے پر خوف طاری ہو گیا کیونکہ ان کے ہاتھ میں استرا تھا۔ انہوں نے (میرے چہرے کو دیکھ کر) کہا تمہیں ڈر ہے کہ میں بچے قتل کر دوں گا؟ ان شاءاللہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تو وہ کہا کرتی تھی میں نے خبیبؓ سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا میں اسے انگوروں کے گچھے کھاتے ہوئے دیکھتی تھی جبکہ مکہ میں ان دنوں پھل تھے ہی نہیں۔ اور وہ لوہے کی زنجیر سے بندھے ہوئے تھے یہ رزق ان کے پاس اللہ ہی کی طرف سے آتا تھا۔

پھر وہ لوگ آپ کو قتل کرنے کیلئے حرم سے باہر لے گئے۔ آپ نے فرمایا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ تو انہوں نے دو رکعت ادا کیں اور فرمایا اگر تم یہ نہ کہتے کہ میں موت سے ڈر گیا ہوں تو میں اس سے زائد نماز پڑھتا۔ تو قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھنے کا عمل حضرت خبیبؓ ہی نے شروع کیا

تھا۔ پھر انہوں نے فرمایا اے اللہ ان کفار کا شمار کر لے اور انہیں چن چن کر قتل کر۔ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ پھر یہ اشعار کہے۔

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

جب میں مسلمان ہو کر قتل ہو رہا ہوں تو مجھے کیا پروا ہے کہ میں کس پہلو پہ مارا جا رہا ہوں۔

وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَشَاءْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

اور یہ شہادت راہ خدا میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے ٹکڑوں پر بھی برکت ڈال سکتا ہے۔

کہتے ہیں پھر عقبہ بن حارث نے بڑھ کر آپ کو قتل کر دیا۔

شہد کی مکھیوں نے حضرت عاصمؓ کی لاش سے کفار کو سر نہ کاٹنے دیا

قریش نے (مکہ سے) کچھ آدمی بھیجے کہ عاصمؓ کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ کر لائیں تاکہ وہ اسے پہچان سکیں اس لئے کہ عاصم نے بدر میں قریش کے کئی کار آمد آدمی مارے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو ان کی لاش پر بادل کی طرح سایہ فگن ہو گئیں اور اسے فرستادگان قریش کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔

(۴۲۷) عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثد بن ابی مرثد غنوی حلیف حمزہ بن عبدالمطلب کو بنوہذیل کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا (۱) تو وہاں (جماعت صحابہ میں سے) قریش بنو ہاشم کے مرثد بن ابی مرثد نے شہادت پائی اور انصار میں سے بنو عمرو بن عوف کے عاصم بن ثابت بن ابی اقلح نے، مشرکوں نے چاہا کہ ان کے سر کاٹ کر مشرکین مکہ کو بھیج دیں تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو مشرکین کے چہروں پر اڑتی اور ڈنگ لگاتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے ان کے سر نہ کاٹنے دیئے۔

عروہؓ نے حضرت عاصم اور خبیب کا قصہ بیان کرتے ہوئے خبیبؓ کے متعلق یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ کہا اے اللہ میرے پاس کوئی پیغام بر نہیں جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا پیغام دے۔ تو اے اللہ تو میری طرف سے آپ کو سلام پہنچا دے۔ چنانچہ جبرئیل امین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان کا سلام پہنچایا۔

حضرت خبیب تختہ دار پر جاتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے

---

(۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سریہ رجیع میں حضرت مرثد کو امیر بنایا گیا تھا جب کہ اس سے قبل والی روایت میں حضرت عاصم کا امیر بنایا جانا مذکور ہے۔

لَقَدْ جَمَّعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَأَلَّبُوا ۔ قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعِ

لوگ میرے گرد گروہ در گروہ جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے قبائل کو بھی بلا لیا اور خوب مجمع بنا لیا ہے۔

فَقَدْ جَمَّعُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ ۔ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيلٍ مُمَنَّعِ

انہوں نے اپنے بیٹے اور عورتیں بھی بلالی ہیں اور مجھے لمبے اور چوبی ستون سے قریب کر دیا گیا ہے۔

وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا ۔ عَلَيَّ بِقَتْلِي فِي وِثَاقٍ مُضَيَّعِ

اور سب کے سب اظہار عدوات کرتے ہوئے ہلاکت آفرین زنجیر میں میرے قتل کا سامان کر رہے ہیں۔

إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو غُرْبَتِي بَعْدَ كُرْبَتِي ۔ وَمَا أَرْصَدَ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَصْرَعِي

میں اللہ ہی کی طرف اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ کرتا ہوں اور جو کچھ میری قتل گاہ میں ان گروہوں نے میرے لئے تیاری کر رکھی ہے اس کا شکوہ بھی اللہ ہی کی جناب میں ہے۔

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِي عَلَى مَا يُرَادُ بِي ۔ فَقَدْ بَضَّعُوا لَحْمِي وَقَدْ ضَلَّ مَطْمَعِي

تو اے عرش والے! جو کچھ میرے ساتھ کیا جا رہا ہے اس پر مجھے صبر عطا فرما۔ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے کر دیئے اور میری کوئی آرزو مکمل نہ کی۔

وَذَالِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ ۔ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

اور یہ مصائب راہ خدا میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو میرے دریدہ و بریدہ جسم پر بھی برکت ڈال سکتا ہے۔ (اسے محفوظ رکھ سکتا ہے)

لَعَمْرُكَ لَا أَجْهَلُ إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا ۔ عَلَى أَيِّ حَالٍ كَانَ فِي اللّٰهِ مَرْجِعِي

مجھے تیری زندگی کی قسم (اے سننے والے) میں جب مسلمان ہو کر دنیا سے جا رہا ہوں تو میں اس امر سے قطعاً بے خبر نہیں ہوں کہ اللہ کے ہاں میرا انجام کیسا ہے۔

حضرت عاصم کی لاش کو پانی بہا لے گیا

(۴۲۸) بریدہ بن سفیان اسلمیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت زید بن دثنہ برادر بنی بیاضہ۔ خبیب بن عدی۔ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہم کو بنی لحیان کی طرف (تبلیغ کے لئے) مقام رجیع پر بھیجا۔ وہاں ان سے لڑائی کی گئی۔ تا آنکہ عاصم کے سوا دوسروں نے

کفار کے ہاں امان لے لی (۱) ۔ انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں کسی مشرک کی پناہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور انہوں نے اس وقت یہ دعا کی اے اللہ آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں۔ کل میرے جسم کی حفاظت تیرے سپرد ہے۔ پھر انہوں نے کفار سے لڑنا شروع کر دیا اور زبان پر یہ اشعار تھے۔

مَا عِلَّتِیْ وَاَنَا جَلْدٌ نَابِلٌ ۔۔۔ وَالْقَوْسُ فِیْهَا وَتَرٌ عُنَابِلٌ

میں کیوں نہ لڑوں جبکہ میں طاقتور اور شریف النسب ہوں۔ اور کمان میں مضبوط تان لگی ہے۔

صَفْرَاءُ مِنْ نَبْعٍ لَهَا بَلَابِلٌ ۔۔۔ تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ

زرد چشمہ جس پر بلبلیں بیٹھتی ہیں اور جس کی ہموار سطح پر تیر بھی پھسل جاتا ہے۔

اِنْ لَمْ اُقَاتِلْكُمْ فَاُمِّیْ هَابِلٌ ۔۔۔ اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَیَاةُ بَاطِلٌ

اگر میں تم سے نہ لڑوں تو دعا ہے کہ میری ماں از خود مجھے گم پائے۔ موت تو حق ہے اور حیات باطل ہے۔

علاوہ ازیں وہ خود کو لڑائی اور شہادت پر آمادہ کرنے کے لئے یہ کہہ رہے تھے۔

اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَرِیْشُ الْمُقْعَدِ ۔۔۔ وَضَالَةٌ مِثْلُ الْجَحِیْمِ الْمُوْقَدِ

ابو سلیمان ہے اور مقعد کے بنائے ہوئے تیر۔ اور بھڑکتی جہنم جیسی کمان ہے۔

اِذَا النَّوَاحِیْ اِرْتَعَشَتْ لَمْ اَرْعُدِ

جب وادی کے تمام کنارے دہکنے لگیں گے تو بھی میں نہیں گھبراؤں گا۔

پھر آپ کو قتل کر دیا گیا جب کہ آپ گہری وادی میں تھے۔ اور یہ واقعہ یوں ہے کہ ہذیل نے چاہا کہ حضرت عاصمؓ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے رکھ لیں۔ کیونکہ احد میں جب اس کا بیٹا عاصم کے ہاتھوں مرا تو اس نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ عاصم کا سر حاصل کر سکی تو (اس کا برتن بنا کر) اس میں شراب پیئے گی۔ مگر شہد کی مکھیوں نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا انہوں نے کہا اب رہنے دو۔ رات ہو لینے دو۔ یہ مکھیاں اڑ جائیں گی تو ہم اسے اٹھا لیں گے۔ تو اللہ نے وہ وادی چلا دی جو عاصم کو اٹھا لے گئی۔ (وادی میں پانی آ گیا اور عاصمؓ کی لاش کو بہا لے گیا)۔

حضرت عاصم نے احد میں اس عورت کے تین افراد مارے تھے (۲) اور وہ تینوں سرداران

---

(۱) جب کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ یہ کل دس آدمی تھے جن میں سے عاصمؓ سمیت سات افراد شہید ہو گئے اور باقی تین نے امان قبول کی۔ جو بعد ازاں یکے دیگرے کفار کی بدعہدی اور ظلم کے سبب منصب شہادت پر فائز ہو گئے اور یہی صحیح ہے۔

(۲) سیرت ابن ہشام میں افراد کی جگہ بیٹے لکھے ہوئے ہیں۔

قریش تھے بنی عبدالدار سے ان کا تعلق تھا حضرت عاصم بڑے تیرانداز تھے۔ آپ جب اس عورت کے ایک لڑکے کو تیر سے اڑا کر کہتے۔ اٹھالو اسے میں ابن اقلح ہوں۔ تو اسے اٹھا کر خیمے میں لے جایا جاتا اور وہ عورت پوچھتی اسے کس نے مارا ہے لوگ کہتے ہمیں معلوم نہیں۔ البتہ ہم نے ایک آدمی کی یہ آواز سنی ہے۔

خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَقْلَحْ۔

اسے اٹھالو میں ابن اقلح ہوں۔ تو اس عورت نے کہا اُقْلَحَنَا اس نے ہمارا صفایا کر دیا۔ پھر اس نے قسم اٹھائی کہ اگر میں اس کا سر حاصل کر سکی تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔

چنانچہ قریش نے حضرت عاصمؓ کا سر کاٹنا چاہا تاکہ اسے اس عورت کے پاس لے جائیں۔ تو اللہ نے شہد کی مکھیوں کا ایک بڑا لشکر بھیج دیا اس لئے وہ آپ کا سر نہ کاٹ سکے۔

حضرت خبیبؓ کو سولی دیئے جانے کا واقعہ (۱)

ادھر حضرت خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ گرفتار ہو گئے۔ انہیں مکہ مکرمہ میں لایا گیا۔ اور خبیبؓ کو بنو جمح کے کسی آدمی کے ہاتھ ایک سیاہ لونڈی کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ بعدازاں بنو نوفل بن عبد مناف کا ایک آدمی عقبہ بن عدی حضرت خبیب کو خریدنے والے شخص کے پاس آیا اور کہا کہ یہ قیدی اسے دے دیا جائے تاکہ وہ اسے طعیمہ بن عدی کی جگہ قتل کر سکے کیونکہ خبیب نے بدر میں طعیمہ کو قتل کیا تھا۔ اس آدمی نے عقبہ کے ہاتھ آپ کو فروخت کرنے کے بجائے اسے ہدیہ دے دیا۔

عقبہ نے آپ کو برے طریقے سے جب باندھا تو اس آدمی نے کہا یہ معزز لوگ اپنے اس قیدی

---

(۱) اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کے بعد حضرت خبیب اور زید بن دثنہ کو کفار نے گرفتار کر لیا جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ خبیبؓ کو حارث بن عامر کی بیٹی نے سو اونٹ کے عوض خرید لیا کیونکہ حارث کو خبیب نے بدر میں مارا تھا اسی طرح صفوان بن امیہ نے حضرت زید کو اپنے باپ کے عوض میں خرید لیا جسے انہوں نے بدر میں قتل کیا تھا۔ چونکہ اس وقت ذی قعد کا مہینہ تھا اس لئے ان دونوں کو محبوس کر دیا گیا تاکہ اشہر حرم گزر جائیں تو انہیں سولی دی جائے۔ جب اشہر حرم گزر گئے تو انہیں مکہ سے باہر علاقہ تنعیم میں لایا گیا پہلے حضرت خبیب کو تختہ دار پر چڑھایا گیا اور بازوؤں سے باندھ کر سولی کے شہتیر سے لٹکا دیا گیا۔ اس وقت آپ چاہتے تھے کہ میرا منہ کعبۃ اللہ کی طرف ہو تو کیا اچھا ہو مگر کفار نے ایسا نہ کیا۔ پھر وہ سب لوگ آ گئے جن کے خاندان کے افراد بدر میں قتل ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے نیزوں سے حضرت خبیبؓ کے جسم اقدس کو چھلنی کرنا شروع کر دیا اس وقت آپ کی زبان پر چند اشعار تھے جو متن حدیث میں موجود ہیں۔ نیزوں کی ضربات سے آپ مضطرب ہو کر جنبش کرنے لگے تو سولی کے شہتیر کا رخ پھر گیا اور آپ کا منہ کعبہ شریف کی طرف ہو گیا جس پر آپ شکر خدا بجا لائے۔ آخر ایک شقی نے ان کے سینے میں نیزے سے وار کیا جو پشت سے پار ہو گیا اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

اس کے بعد حضرت زید کو بھی اسی طرح سولی دی گئی۔ ان دونوں حضرات نے سولی سے قبل دو رکعت نماز ادا کی۔ چونکہ حضرت خبیبؓ کی اہمیت کفار پر واضح تر تھی اس لئے ان کی لاش کو سولی پر لٹکتے رہنے دیا گیا تاکہ ان کا جسم وہیں گل سڑ جائے اور اس سولی کی خبر سارے عرب میں پھیل جائے۔ چونکہ اللہ کو حضرت خبیب کی یوں رسوائی منظور نہ تھی اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی گئی اور حضرت خبیب کا آخری سلام جو انہوں نے تختہ دار پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ تک پہنچایا آپ نے حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا کہ حضرت خبیب کا جسم سولی سے اتار لائیں۔ وہ گئے اور جسم کو سولی سے اتار کر لے چلے کفار کو علم ہوا انہوں نے تعاقب کیا حضرت علیؓ نے حضرت خبیب کو زمین پر رکھ دیا اور عرض کی اے اللہ اپنی امانت کو سنبھال لے تو زمین نے فوراً جسم کو نگل لیا۔ کفار آئے تو انہیں کچھ نہ ملا۔ تو وہ ناکام لوٹ گئے۔

کے ساتھ کیا کریں گے؟ تو عقبہ وغیرہ نے آپ کو زنجیر سے نکال لیا اور بظاہر اچھا برتاؤ کرنے لگے ☆ اور (مکہ میں لاکر) حفاظت کے لئے ایک عورت (۱) کے حوالے کر دیا آپ پابجولاں تھے۔ پھر جس دن آپ سے کہا گیا کہ آج تمہیں قتل کے لئے لے جایا جائے گا تو آپ نے اس عورت سے کہا مجھے استرا دے دو تاکہ بال مونڈلوں۔ اس نے دے دیا۔ اس کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ جو لڑھکتا ہوا آپ تک جا پہنچا۔ آپ نے اسے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ عورت نے سمجھ لیا کہ آپ بچے کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ فریاد کرتی ہوئی چیخ پڑی۔ آپ نے فرمایا میں ایسا دھوکا کرنے والا نہیں۔ پھر آپ کو قتل کے لئے لے گئے۔ جب آپ تختہ دار پر چڑھے تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

اور جب میں مسلمان ہو کر مر رہا ہوں تو مجھے کوئی پروا نہیں کہ راہ خدا میں میری شہادت کس پہلو پر ہوگی۔

وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

اور یہ مصائب راہ خدا میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے ٹکڑوں پر برکت ڈال سکتا ہے۔

پھر حضرت خبیبؓ نے فرمایا مجھے دو سجدے کر لینے دو اور آپ نے ہی شہادت سے قبل دو رکعت نماز کا طریقہ وضع کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کہتے کہ خبیبؓ موت سے ڈر گیا ہے تو میں اس سے زیادہ لمبی نماز پڑھتا۔ پھر فرمایا اے اللہ میرے پاس ایسا کوئی آدمی نہیں جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچائے اب تو ہی میری طرف سے انہیں سلام پہنچا۔ روایات میں ہے کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیہ السلام (اور اس پر بھی سلام ہو)۔ صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ! یہ کس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے بھائی خبیب بن عدی کے متعلق پھر انہوں نے تختہ دار پر روبقبلہ دعا کی۔ ایک آدمی کہتا ہے جب میں نے انہیں دعا کرتے دیکھا تو میں زمین کے ساتھ لیٹ گیا آپ یہ دعا کر رہے تھے اے اللہ انہیں گن لے اور انہیں ایک ایک کر کے تباہ کر دے۔ چنانچہ ایک سال کے اندر اندر ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہا بجز اس آدمی کے جو

---

(۱) یہ عورت یا لڑکی حضرت خبیبؓ کو گرفتار کرنے والوں کے خاندان اور اہل خانہ میں سے ہی تھی یعنی آپ کو انہوں نے اپنے گھر میں لاکر باندھ دیا اور عورت سے کہا کہ اس پر نگاہ رکھنا۔

☆ یعنی حضرت خبیب کو مکہ میں لاکر کسی شخص کے ہاتھ بیچ دیا گیا جب بنو نوفل کو اس کا پتا چلا تو انہوں نے آکر آپ کو خرید لیا اور برے طریقہ سے باندھ لیا۔ جس شخص سے انہوں نے آپ کو خریدا تھا اس نے جب یہ منظر دیکھا تو تعجب سے کہنے لگا کہ غلام کو خرید کر اسے یوں باندھنے کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے اعتراض سے بچنے کے لئے اس شخص کے سامنے آپ کے بند کھول دیئے مگر بعد میں پھر زنجیر ڈال دیئے گئے۔

زمین پر لیٹ گیا تھا۔

شیخ (ابو نعیمؒ) کہتے ہیں عاصم اور خبیب رضی اللہ عنہما کے مذکورہ واقعہ میں کئی دلائل النبوۃ ہیں۔

۱۔ شہد کی مکھیوں نے عاصمؓ کی لاش محفوظ رکھی اور کفار آپ کا سر نہ کاٹ سکے اور یہ ان پر اللہ کا اکرام تھا کہ ان کی وہ دعا قبول ہو گئی کہ اے اللہ آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں کل تو میری لاش کی حفاظت فرمانا۔ انہوں نے اللہ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ نہ لگائیں گے (یعنی اس کے ہاتھ اسیر ہونا پسند نہ کریں گے) اور نہ کوئی مشرک انہیں ہاتھ لگائے۔ تو اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور جس طرح وہ زندگی میں مشرکین سے دور رہے اللہ نے وصال کے بعد بھی انہیں دور ہی رکھا۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی روشن نشانی اور قوی دلیل ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیبؓ کے پاس ایسے وقت میں انگوروں کے گچھے بھیجے جب مکہ میں ایک دانہ غلہ یا پھل نہ تھا۔ اور یہ عظمت تو بالکل اسی طرح ہے جیسے اللہ نے حضرت مریم کے متعلق فرمایا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا

جب بھی حضرت زکریاؑ حضرت مریم کے پاس عبادت خانہ میں آتے وہاں ایک نیا رزق دیکھتے ....

۳۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیبؓ کا سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور یہ دونوں امور بھی نبوت سرکار مدینہ کے لئے روشن دلائل ہیں۔ اسی لئے انصار فخر سے کہتے تھے کہ ہم میں سے وہ بھی ہے جس کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ ان سولی دینے والے کفار کے حق میں حضرت خبیب کی مذکورہ بد دعا بھی جلد قبول ہو گئی اور ایک سال میں ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا بجز اس آدمی کے جو زمین پر لیٹ گیا تھا تاہم یہ آخری امر شیخ ابو نعیمؒ سے سماع کی بات نہیں اور نہ ہی شیخ کی کلام ہے۔

قصہ بئر معونہ (۱) اور عظمت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

(۴۲۹) عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ عامر بن مالک بن جعفر جسے ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ مشرک تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا (جو اس نے قبول نہ کیا اور آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا) آپ نے فرمایا میں کسی مشرک کا ہدیہ نہیں لیتا۔ وہ کہنے لگا یارسول اللہ! اپنے ساتھیوں میں سے کچھ مبلغین جنہیں آپ مناسب سمجھیں میرے ساتھ تبلیغ کے لئے بھیجیں۔ میں ان کی حفاظت کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ بھیج دیا جن میں منذر بن عمرو

---

(۱) اس واقعہ کی مختصر تاریخ اور وضاحت یہ ہے غزوہ احد سے چار ماہ بعد بئر معونہ کا حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ بئر معونہ بلاد ہذیل میں مکہ اور عسفان کے درمیان ایک موضع ہے وہاں کا ایک بااثر باشندہ ابوبراء عامر بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کا دین سچا ہے مگر میں اکیلا اسلام لاکر اپنی قوم کی مخالفت مول نہیں لے سکتا آپ اپنے ساتھیوں کو میرے ساتھ بھیجیں شاید کہ وہ اسلام لے آئیں پھر اس نے کوئی ہدیہ پیش کیا جو آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیہ نہیں لیتا۔ آپ نے اس کی درخواست کے جواب میں فرمایا مجھے تمہاری قوم سے ڈر ہے کہ وہ میرے صحابہ کو کہیں نقصان نہ دیں۔ تاہم آپ نے باختلاف روایات چالیس یا ستر اصحاب صفہ کو جو قاری قرآن تھے روانہ فرمایا۔ ابوبراء عامر بن مالک کا ایک بھتیجا عامر بن طفیل اسلام کا بدترین دشمن تھا جب اس کو یہ علم ہوا تو وہ سلیم، عصبہ رعل اور ذکوان وغیرہ قبائل کو ساتھ لے کر صحابہ سے جنگ کے لئے آگیا۔ اس کے آنے سے قبل جماعت صحابہ نے اپنے میں سے عمرو بن امیہ ضمیری اور حارث صمہ کو اونٹ دے کر بھیجا کہ انہیں چراگاہ میں لے جاکر چرالائیں ادھر اس جماعت اصحاب صفہ کے امیر منذر بن عمرو ساعدی نے کفار کے ہاتھوں اسیری قبول کرنے کے بجائے لڑنا مناسب جانا چنانچہ جنگ شروع ہوگئی اور سب صحابہ شہید ہوگئے۔ جب عمرو بن امیہ ضمیری اور حارث اونٹوں کو واپس لائے تو اپنے تمام ساتھیوں کو شہید پایا تو حارث بھی لڑنے لگے اور شہید ہوگئے مگر عمرو بن امیہ نے جان بچالینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاکر ساری صورت حال سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا۔ عامر بن طفیل شقی نے حضرت عمرو سے کہا تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی کی لاش غیر موجود بھی پاتے ہو؟ عمروؓ نے کہا ہاں ابوبکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہ کی لاش غیر موجود ہے عامر بن طفیل نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کے قاتل جبار بن اسلمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پوچھو اس کی لاش کہاں گئی۔ جبار بن اسلمی نے بتلایا کہ جب میں نے ان کے سینے میں نیزہ مارا تو وہ نیزہ از خود باہر نکل کر گر پڑا اور ان کا جسم اوپر اٹھنے لگا تا آنکہ آسمان میں چھپ گیا، بعدازاں یہ جبار اسلام لے آیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اصحاب صفہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ از حد غمزدہ ہوئے اور مسلسل ایک ماہ اور بروایت دیگر چالیس دن تک صبح کی نماز میں ان سب قبائل کے لئے بددعا کرتے رہے جنہوں نے عامر بن طفیل کی دعوت پر اصحاب صفہ کا گھیراؤ کرکے انہیں شہید کیا تھا۔

ساعدی رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہیں اعنق لیموت☆ کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ نجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ عامر بن طفیل کو پتہ چلا تو اس نے بنو سلیم کو ساتھ لیا تاکہ صحابہ کے گروہ سے لڑا جائے تو وہ اس کے ساتھ ہو لئے اور بئر معونہ پر عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ کے سوا سب صحابہ کو شہید کر دیا گیا۔ عمروؓ کو عامر بن طفیل نے گرفتار کیا اور پھر چھوڑ دیا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کو ساری بات بتلائی۔ چنانچہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عامر بن طفیل کے قتل پر مسلمانوں کو ابھارنے کیلئے یہ اشعار کہے۔

بَنِی اُمِّ الْبَنِیْنَ اَلَمْ یَرُعْکُمْ　　وَاَنْتُمْ مِنْ ذَوَائِبِ اَهْلِ نَجْدِ

اے ام بنین کے بیٹو کیا تمہیں اس بات سے کچھ ڈر محسوس نہیں ہوا جب کہ تم اہل نجد کے عظیم المرتبت لوگوں میں سے ہو۔

تَهَكُّمُ عَامِرٍ بِاَبِیْ بَرَاءٍ　　لِیُخْفِرَهٗ وَمَا خَطَأٌ كَعَمْدِ

کہ عامر بن طفیل نے ابو براء (عامر بن مالک) پر حملہ کیا ہے (۱) تاکہ اس سے اپنی بیوفائی کا ثبوت دے۔ حالانکہ بھول جانے اور جان بوجھ کر غلطی کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

توان اشعار سے عامر بن مالک کی اولاد کو جوش آ گیا اور ربیعہ بن عامر بن مالک نے عامر بن طفیل کو ران میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیا کیونکہ اس کی ران پھٹ گئی تھی۔

بئر معونہ پر صحابی رسول کی لاش آسمانوں کی طرف اٹھالی گئی

(۴۳۰) عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے، وہ منذر بن عمرو کے بئر معونہ کی طرف روانہ کئے جانے اور عامر بن طفیل کے ہاتھوں حضرت حرام بن ملحان اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (صحابہ کرام کی شہادت کے بعد) عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہؓ سے کہا تم اپنے ساتھیوں کو پہچان لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تو وہ انہیں اپنے ساتھ لاشوں کے گرد پھراتا رہا اور عمروؓ سے ان کے حسب ونسب پوچھتا رہا، پھر اس نے کہا کیا کوئی لاش غیر موجود بھی ہے؟ انہوں نے کہا مجھے غلام ابی بکر صدیقؓ جنہیں عامر بن فہیرہؓ کہتے ہیں کی لاش نظر نہیں آئی۔ اس نے کہا کیا وہ تمہارے ساتھ آیا تھا؟ انہوں نے کہا وہ تو ہم سب سے افضل اور ہمارے نبی صلی

☆ اس کی وجہ تسمیہ آگے آرہی ہے

(۱) یعنی ابو براء تو صحابہ کو اپنے علاقے میں بطور مہمان اپنے ساتھ لایا تھا مگر عامر بن طفیل نے بہت سے قبائل کو ساتھ ملا کر حملہ کر دیا اور صحابہ کو شہید کر دیا گیا تو یہ حملہ دراصل ابو براء عامر بن مالک پر ہے جس کا بدلہ لیا جانا چاہئے۔ تو یہ اشعار سن کر ابو براء کے بیٹے ربیعہ کو جوش آ گیا اور اس نے اپنے باپ کی سبکی اور خفت کا بدلہ لینے کے لئے عامر بن طفیل شقی کو ران میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

اللہ علیہ وسلم کے اولین صحابہ میں سے ہیں۔
اس نے کہا کیا میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ بتلاؤں نا؟ پھر اس نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اس پر (عامر بن فہیرہؓ پر) نیزے سے وار کیا پھر نیزہ غیبی طور پر اس کے جسم سے از خود نکالا گیا اور اس کے جسم کو آسمانوں کی طرف اوپر اٹھایا جانے لگا تا آنکہ بخدا وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا عمرو بن امیہؓ کہتے ہیں میں نے کہا یہ عامر بن فہیرہؓ تھے،
حضرت عامر بن فہیرہؓ کو جس شخص نے قتل کیا اسے جبار بن سلمی کہا جاتا تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے جب ان پر نیزے سے وار کیا تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے "فزت واللہ" (بخدا میں کامیاب ہو گیا) تو میں نے دل میں سوچا ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا اور اسے یہ بات بتلائی اور اس سے ان الفاظ کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا کامیابی سے مراد جنت حاصل کر لینا ہے پھر اس نے مجھ پر اسلام پیش کیا تو میں اسلام لے آیا اور میرے اسلام لانے کا سبب یہی تھا کہ میں نے عامر بن فہیرہؓ کو آسمانوں کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا تھا کہتے ہیں پھر ضحاکؓ نے میرے اسلام لانے اور عامر بن فہیرہ کے اٹھائے جانے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا۔ تو آپ نے فرمایا فرشتوں نے اسے اپنے پروں سے ڈھانک لیا تھا اور اسے بلند آسمانوں پر لے گئے۔

آپؐ نے مٹی دم کر کے دی تو پیٹ کا درد جاتا رہا

اسی قصہ بئر معونہ میں یہ بھی ہے کہ ابو براء (۱) جب کہ بہت بوڑھا تھا چلتا ہوا آیا اور اپنے بھتیجے لبید بن ابیعہ کے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گھوڑا بطور ہدیہ بھیجا آپ نے اسے لوٹا دیا اور فرمایا میں کسی مشرک کا ہدیہ نہیں لیتا۔ اور اگر لیتا ہوتا تو ابو براء کا ہدیہ ضرور لے لیتا۔ تو لبید نے کہا میں یہ گمان نہیں کر سکتا کہ بنو معضر کا کوئی شخص ابو براء کا ہدیہ لوٹا دے۔ پھر لبید نے آپ سے کہا ابو براء نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنے پیٹ (معدہ) کی تکلیف کے متعلق آپ سے شفا چاہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور اس میں کچھ لعاب دہن ڈالا پھر اسے دیتے ہوئے فرمایا اسے پانی میں ملانا اور اسے پانی پلا دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور صحت یاب ہو گیا (۲)

---

(۱) یہ اسی عامر بن مالک ملاعب الاسنہ کی کنیت ہے جو بئر معونہ والے صحابہ کو لے کر آیا تھا۔
(۲) کتب سیرت میں موجود ہے کہ ابو براء کو اصحاب صفہ کے بئر معونہ پر مارے جانے کا از حد صدمہ تھا کیونکہ وہ انہیں بطور مہمان ساتھ لے کر آیا تھا۔ تو یہ صدمہ اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اور اسی غم کے اندر مر گیا۔ تاہم وہ اسلام نہیں لایا۔

(۴۳۱) ابن شہابؒ سے قصہ بئر معونہ میں یہ بات مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ عمرو بن منذرؓ نے جب دیکھا کو حرام بن ملحان (اور ان کے ساتھی) قتل کر دیئے گئے ہیں (۱) توانہوں نے کفار کے ہاں گرفتاری سے بچنے کے لئے ان سے لڑائی شروع کر دی اور شہید ہو گئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعنق لیموت یعنی اس نے آگے بڑھ کر موت کو گلے لگا لیا۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ جب عامر بن فہیرہؓ کا جسم نہ ملا تو یہی خیال کیا گیا کہ فرشتوں نے انھیں چھپا لیا تھا۔

اعنق لیموت کا مطلب یہ ہے کہ وہ موت کو دیکھ بھی رہے تھے۔ پھر بھی انہوں نے شہادت کا موقع ضائع نہ ہونے دیا۔

---

(۱) اس قتل کا پس منظر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبراء کے ساتھ صحابہ کرام کو روانہ کرتے ہوئے انہیں ایک مکتوب گرامی بھی دیا تھا کہ اسے وہاں کے سرداران قبائل پر پیش کرنا۔ تو بئر معونہ کے مقام پر پہنچ کر جماعت صحابہ کے امیر منذر بن عمرو نے حضرت حرام بن ملحان کو جو سیدہ ام سلیمؓ کے بھائی اور حضرت انسؓ کے ماموں تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ تو اس نے حضرت حرام بن ملحانؓ کو شہید کروا دیا۔ اور بعد ازاں جماعت صحابہ پر حملہ کر دیا جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

غزوۂ بنی مصطلق (۱) کے معجزات

(۴۳۲) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ غزوہ مریسیع جسے غزوہ بنی مصطلق کہا جاتا ہے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عسفان کے راستے میں مقام بقعاء پر فروکش ہوئے تو لوگوں نے اپنی سواریاں (جانور) کھلی چھوڑ دیں (تاکہ وہ گھاس دانہ چر لیں) مگر انہیں طوفانی ہوا نے آلیا جس سے لوگ ڈر گئے اور عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ ہوا کیسی ہے؟ تو روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج (مدینہ منورہ میں) کوئی بڑا منافق مرا ہے (۲)۔ اس لئے ہوا چلی ہے۔ اور تمہیں اس سے کچھ نقصان نہ ہو گا ان شاء اللہ۔ اس کی موت منافقین کے لئے بڑا صدمہ تھی، تو دن کے آخری پہر میں ہوا تھم گئی۔ لوگوں نے سواری کے جانور اکٹھے کئے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غائب تھی۔ لوگ اسے تلاش کرنے لگے۔ ایک منافق نے جو انصار کے ہمرکاب تھا کہا یہ لوگ کہاں بھاگے پھرتے ہیں؟ اس کے ساتھیوں نے کہا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تلاش کر رہے ہیں جو گم ہو گئی ہے۔ منافق نے کہا کیا اللہ اسے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) اونٹنی کا مقام نہیں بتلا سکتا؟ اس کے ساتھیوں کو یہ بات ناگوار گزری انہوں نے کہا اللہ تمہیں مارے تم نے منافقانہ بات کہی ہے جب تمہارے دل میں یہ کچھ تھا تو تم جہاد کے لئے نکلے ہی کیوں تھے؟ اس نے کہا میں تو مال دنیا (غنیمت) کمانے نکلا ہوں۔ اور مجھے اپنی جان کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمیں اونٹنی کے مسئلہ سے کہیں زیادہ اہم اور عظیم تر خبریں دیتے ہیں (تو اونٹنی کے متعلق کیوں خبر نہیں رکھتے؟) تو یہ سن کر اس کے ساتھیوں نے اسے برا بھلا کہا اور یہ بھی

---

(۱) غزوہ احد میں قریش کی ظاہری فتح کے بعد مدینہ طیبہ کے آس پاس میں بسنے والے قبائل اور دیگر عرب قبائل کو جرات ہو گئی اور کئی طرف سے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بننے لگے ان میں سے ایک قبیلہ بنو مصطلق کا بھی تھا جو مدینہ طیبہ کے کچھ ہی دور رہتا تھا وہاں کے سردار حارث بن ابی حزاء نے چند قبائل کو ساتھ ملایا اور حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فوری طور پہ سب صحابہ کو لے کر اچانک وہاں پر چڑھائی کر دی اللہ نے ان قبائل کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ بنو مصطلق کا ساتھ چھوڑ گئے اکیلے بنو مصطلق نے کچھ مزاحمت کی جس میں ان کے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب گرفتار ہو گئے۔ یہ غزوہ ۵ھ ماہ شعبان المعظم میں پیش آیا۔

(۲) اس منافق کا نام رفاعہ بن تابوت تھا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا گہرا دوست تھا اس کی موت عبداللہ کے لئے بہت بڑا صدمہ تھی۔

کہہ دیا کہ اب ہمارا اور تمہارا راستہ جدا ہے۔ اگر ہمیں تمہارے دل کا علم ہوتا تو ایک لمحہ تمہارے ساتھ نہ رہتے۔

وہ منافق کچھ دیر تو ان کے پاس بیٹھا رہا پھر انہیں وہیں بیٹھا چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا تاکہ آپ کی باتیں سنے۔

وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی گستاخانہ کلام کی خبر دے دی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور وہ منافق سن رہا تھا) کہ ایک منافق نے یہ طعنہ دیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اونٹنی گم ہو گئی ہے تو اللہ اسے اونٹنی کی جگہ کیوں نہیں بتلاتا؟ جب کہ اللہ نے مجھے اس کی جگہ بتلا دی ہے اور غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ اونٹنی سامنے والی گھاٹی میں ہے۔ اس کی نکیل ایک درخت سے اٹک گئی ہے۔ تو صحابہ کرام جا کر وہاں سے اسے لے آئے۔

وہ منافق وہاں سے اٹھا اور واپس انہی لوگوں کے پاس آیا جن کے سامنے اس نے وہ باتیں کہی تھیں۔ اس نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم میں سے کوئی آدمی یہاں سے اٹھا ہے اور اس نے جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میری باتیں بتلائی ہیں؟ انہوں نے کہا قسم بخدا نہیں۔ ابھی تک ہم اسی جگہ بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا میری بات تو لوگوں تک پہنچ چکی ہے۔ قسم بخدا میں تو گویا آج اسلام لا رہا ہوں اس سے قبل مجھے اس کی صداقت میں شک ہی رہا ہے۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے ساتھیوں نے کہا جاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہو۔ وہ تمہارے لئے اللہ سے بخشش مانگیں گے۔ تو روایات کے مطابق وہ آپ کے پاس آیا۔ اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور آپ نے اس کے لئے دعا بخشش فرمائی۔

سریہ عبداللہ بن عتیک (۱) پر جو معجزہ شفا ظاہر ہوا

(۴۳۳) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیکؓ کو تیس سوار دے کر بھیجا جن میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہیں یسیر بن رزام یہودی کے قتل کے لئے بھیجا گیا تھا۔ تو یہ صحابہ خیبر میں اس کے پاس پہنچے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا

---

(۱) یہ سریہ ۶ھ میں وقوع پذیر ہوا یہاں سریہ کا سالار عبداللہ بن عتیک کو بتلایا گیا ہے جب کہ بیہقی خصائص سیرت ابن ہشام اور دیگر کتب تاریخ اسلام میں عبداللہ بن رواحہ لکھا گیا ہے۔ اور غالباً وہی صحیح ہے۔

اس سریہ کا سبب ظہور یہ ہوا کہ خیبر کے سردار ابو رافع کے قتل ہو جانے کے بعد یسیر بن رازم یہودی کو وہاں کا سردار بنا دیا گیا تو اس نے نئی کارکردگی دکھانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل فوج تیار کرنا شروع کر دی اس نے بنو غطفان اور دیگر قبائل کا دورہ کیا اور کچھ لوگ جمع کر لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے یہ سریہ بھیجا جو بحمداللہ کامیاب و کامران لوٹا۔

چلا تھا کہ وہ آپ سے جنگ کرنے کے لئے قبیلہ غطفان کو جمع کر رہا ہے۔ تو صحابہ نے آکر اسے کہا۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تمہیں آپ کی طرف سے علاقہ خیبر کا امیر بنا دیا جائے اس طرح انہوں نے اسے دام تزویر میں پھنسا لیا (۱) چنانچہ وہ اپنے تیس سوار لے کر ان کے ساتھ (مدینہ طیبہ کو) چل پڑا مگر ہر ایک یہودی کے پیچھے ایک مسلمان بھی بیٹھ گیا۔ (تاکہ یہودی بھاگنے نہ پائیں)

جب یہ لوگ خیبر سے چھ میل دور وادی قرقرہ میں پہنچے تو اب یسیر بن رزام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر عبداللہ بن انیسؓ جو اس کے پیچھے بیٹھے تھے کی تلوار پکڑنا چاہی۔ عبداللہ کو محسوس ہو گیا انہوں نے سواری کے جانور کو ایڑی لگا دی (تاکہ وہ تیز ہو جائے اور یسیر اسے سنبھالنے میں لگ جائے) اور ساتھ ہی انہوں نے خود کو امتحان میں ڈال کر جوں ہی موقع غنیمت پایا یسیر کے پاؤں پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر دور جا گرا۔ یسیر نے بھی کوشش کی اور شوحط (ایک درخت) کی لکڑی کا عصا جو اس کے ہاتھ میں تھا عبداللہ بن انیس کے سر میں دے مارا جس کا اثر دماغ تک پہنچ گیا۔

بہرحال اس وادی میں ہر مسلمان اپنے ہمرکاب یہودی پر پل پڑا اور اسے نعمت حیات سے محروم کر دیا۔ ایک یہودی جوان کے لئے پریشانی کا سبب بنا کے سوا سب کے سب تہ تیغ ہو گئے۔ جب کہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی شہید نہ ہوا پھر یہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے عبداللہؓ کے زخم سر پر اپنا لعاب دہن ڈالا تو نہ اس میں پیپ پڑی اور نہ درد والم کا احساس رہا (زخم جلد درست ہو گیا)

عبداللہ بن انیس کی کامیاب مہم اور بے مثل عطاء رسول

(۴۳۴) عبداللہ بن انیس کے لڑکے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہؓ کا بیان ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن نبیح ہذلی مجھ سے جنگ کرنے کو لوگ اکٹھے کر رہا ہے۔ وہ مقام نخلہ یا وادی عرنہ میں (مکہ کے قریب) رہتا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کر کے آؤ۔ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس کا حلیہ بتلایئے میں اسے پہچانتا نہیں ہوں آپ نے فرمایا جب تم اسے دیکھو گے تو شیطان تمہیں اس کے تعارف کا احساس دلا دے گا کیونکہ تم اسے دیکھ کر کچھ گھبراہٹ محسوس کرو گے۔

---

(۱) معلوم ہوا جنگ میں دشمن اسلام کو شکست دینے کے لئے بوقت اشد ضرورت جھوٹ بول لینا بھی جائز ہے۔ کیونکہ گناہ وہ ہوتا ہے جو خواہش نفس ۔ مطابق اللہ کی رضا کے خلاف کام کیا جائے اور یہ تو اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے ایک سعی ہے اور ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ جنگ ایک دھوکا ہے۔

عبداللہؓ کہتے ہیں میں اپنی تلوار لے کر روانہ ہو گیا۔ جب میں اس تک پہنچا تو وہ اپنی عورتوں کی سواریوں کے درمیان کھڑا تھا اور ان کے اترنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔ عصر کا وقت تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مجھے گھبراہٹ سی محسوس ہوئی مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کے پیچھے پڑنے سے میری نماز نہ جاتی رہے۔ تو میں نے نماز ادا کی پھر اس کی طرف چل پڑا میں اپنے سر سے اشارہ کر رہا تھا (اسے اپنی طرف بلا رہا تھا) جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا کون صاحب ہے؟ میں نے کہا میں عرب کا ایک باشندہ ہوں جس نے یہ سنا ہے کہ تم اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر چڑھائی کرنے کو لشکر تیار کر رہے ہو۔ میں تمہاری مدد کے لئے آیا ہوں اس نے کہا کیوں نہیں۔ میرا یہ ارادہ تو ہے۔ کہتے ہیں میں کچھ دیر اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ جوں ہی مجھے موقع ملا میں نے تلوار کا وار کر کے اس کا سر اتار دیا۔ اور میں اس کی عورتوں کو اس کی لاش پر اوندھا پڑے چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔

جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا یہ کامیاب چہرہ لگ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہہ رہے ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر میں داخل ہوئے اور مجھے ایک عصا دیتے ہوئے فرمایا اے عبداللہ بن انیس! اسے سنبھال کر رکھنا۔ میں وہ عصا لے کر باہر لوگوں کے پاس آیا انہوں نے پوچھا یہ عصا کیا ہے؟ میں نے کہا یہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ لوگوں نے کہا کیا تم واپس جا کر آپ سے پوچھ نہیں سکتے کہ یہ کیوں دیا گیا ہے؟ کہتے ہیں کہ میں واپس آپ کے پاس گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہ عصا مجھے کیوں دے رہے ہیں آپ نے فرمایا روز قیامت میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہو گی آج کل بہت کم لوگ عصا رکھتے ہیں۔

تو عبداللہ بن انیسؓ نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ ملا لیا پھر وہ عصا ان کے پاس رہا۔ جب ان کا وصال ہوا تو وصیت کے مطابق اسے ان کے کفن میں رکھ کر ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

فتح مکہ پر آپ کی شان بت شکنی

(۴۳۵) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز حرم میں کھڑے تھے اور کعبۃ اللہ کی چاروں طرف دیواروں سے تین سو ساٹھ بت لگے ہوئے تھے جنہیں شیطان صفت کفار نے شیشے اور تانبے کے ساتھ دیواروں سے چمٹا رکھا تھا۔ آپ جب ان بتوں میں سے کسی ایک کے پاس اپنی چھڑی لے کر پہنچتے تو وہ چھڑی لگے بغیر از خود ہی ٹوٹ کر نیچے گر جاتا اور

آپ فرماتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

حق آگیا اور باطل بھاگ گیا بے شک باطل تھا ہی بھاگنے والا

بت منہ کے بل گر رہے تھے۔ پھر آپ کے حکم سے انہیں باہر کسی وادی میں پھینک دیا گیا۔

(۴۳۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں فتح مکہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت نصب ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ انہیں چھڑی سے اشارہ کرتے اور فرماتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ بے شک باطل کو بھاگنا ہی تھا۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۔

"فرمادیں حق آگیا اور باطل نہ ابتداء کرے گا اور نہ لوٹے گا" آپ کے اشارے سے بت ٹوٹ کر نیچے گرتے جاتے تھے۔ حالانکہ آپ ان کو چھوتے بھی نہ تھے۔

غزوہ تبوک کے معجزات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تخمینہ کیسے حرف بحرف درست نکلا

(۴۳۷) ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر تبوک پر نکلے جب ہم وادی قریٰ پہنچے تو وہاں ایک عورت اپنے باغ میں کام کر رہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا اس باغ (کے پھل) کا تخمینہ کرو صحابہ نے تخمینہ کیا جب کہ آپ نے دس اوسق بتلائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے فرمایا جو پھل اترے اسے گن لینا میں تمہارے پاس لوٹ کر آؤں گا ان شاء اللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں پہنچے اور فرمایا تم پر تیز تر ہوا چلنے والی ہے اس میں کوئی آدمی کھڑا نہ ہو، جس کے پاس اونٹ ہے اسے باندھ دے، ابو حمیدؓ کہتے ہیں ہم نے اونٹ باندھ دیئے جب رات آئی تو تیز تر ہوا چلی۔ ایک آدمی اس میں کھڑا ہو گیا تو ہوا نے اسے اٹھا کر بنی طے کے دو پہاڑوں کے درمیان جا پھینکا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ ہم بھی ساتھ تھے۔ وادی قریٰ پہنچنے پر آپ نے اس عورت سے کہا تمہارے باغ میں کتنا پھل اترا ہے اس نے کہا دس اوسق اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا۔

برکت دست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(۴۳۸) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں سفر و حضر میں در رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہتا تھا تو تبوک کی رات ہمیں بڑی حاجت (بھوک) محسوس ہوئی ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے جب کہ آپ نے مجھے اور اپنے پاس موجود مہمانوں کو قبل ازیں خیموں میں بھیج دیا تھا اور خود اپنے خیمے میں داخل ہونا چاہتے تھے آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ ام سلمہؓ تھیں۔

جب میں آپ کے سامنے آیا تو فرمانے لگے تم رات کہاں تھے۔ میں نے بتلایا۔ اتنے میں جعال بن سراقہ اور عبداللہ بن مغفل مزنی بھی آ گئے۔ ہم تینوں بھوکے تھے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھے رہے۔ آپ اپنے خیمے میں گئے اور ہمارے کھانے کو کچھ مانگا۔ مگر وہاں کچھ نہ ملا۔ تو آپ نے باہر نکل کر حضرت بلالؓ کو آواز دی۔ "اے بلال! ان کے لئے کچھ رات کا کھانا ہے؟" انہوں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ ہم اپنے تھیلے اور توشہ

دان جھاڑ بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھو تو سہی شائد تمہیں کچھ مل جائے۔ تو وہ ایک ایک تھیلا لے کر اسے جھاڑنے لگے اور ایک ایک اور دو دو کر کے کھجوریں نکلنے لگیں تا آنکہ سات کھجوریں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پلیٹ نما برتن منگوایا کھجوریں اس میں رکھیں پھر ان پر دست مبارک رکھ دیا۔ اور بسم اللہ شریف پڑھی۔ پھر فرمایا نام خدا کی برکت سے کھاؤ۔ ہم کھانے لگے تو میں نے ۵۴ کھجوریں گنیں۔ جب کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں لیتا جاتا تھا۔ میرے دونوں ساتھی بھی ایسا ہی کر رہے تھے۔ ہم سیر ہو گئے۔ کیونکہ ہم سے ہر ایک آدمی پچاس کھجوریں کھا چکا تھا۔ پھر جب ہم نے کھانے سے ہاتھ اٹھایا تو وہی سات کھجوریں پڑی نظر آئیں۔ تو آپ نے فرمایا بلال! انہیں اٹھالو! انہیں جو بھی کھائے گا خوب سیر ہو جائے گا۔

کہتے ہیں پھر ہم آپ کے خیمے کے گرد ہی رہے حسب معمول نماز تہجد پڑھنے لگے اور رات بھر قیام میں گزار دی۔ جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے فجر کی سنتیں ادا فرمائیں۔ حضرت بلال نے اذان واقامت کہی آپ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔ پھر اٹھ کر خیمے کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ناشتے کی حاجت ہے؟ عرباضؓ کہتے ہیں میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ ناشتہ ہے کہاں؟

آپ نے حضرت بلال کو کھجوریں لانے کے لئے فرمایا پھر آپ نے انہیں برتن میں رکھ کر ان پر دست مبارک پھیرا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم سب کھانے لگے اور اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ ہم نے تب چھوڑا جب ہم سارے سیر ہو چکے تھے ہم دس آدمی تھے۔ جب کھانے والوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچے تو وہی سات کھجوریں پڑی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے شرم نہ ہوتی تو مدینہ طیبہ واپس جانے تک ہم سب یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔ پھر اتنے میں ہم لوگوں پر ایک لڑکا گزرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں اٹھا کر اسے دیدیں وہ انہیں کھاتا ہوا چل دیا۔

چشمے میں دست رسولؐ کی برکت

(۴۳۹) ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے انہیں بتلایا کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کو چلے۔ آپ سفر میں نماز ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھتے تھے اسی طرح مغرب وعشاء کو بھی، ایک جگہ آپ نے فرمایا انشاء اللہ کل تم چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے اور اس وقت دوپہر کا وقت ہو گا۔ تو جو شخص بھی چشمہ پر پہنچے وہ میرے آنے تک پانی کے قریب نہ جائے۔

فرماتے ہیں جب ہم وہاں پہنچے تو ہم سے پہلے دو آدمی پہنچ چکے تھے۔ چشمہ کیا تھا جوتی کے تسمے کی سی

دھار میں معمولی سا پانی ٹپک رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم نے کچھ پانی پیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سرزنش کی اور جو کچھ اللہ نے چاہا انہیں کہا۔

پھر لوگوں نے ہاتھوں سے چشمے کا پانی تھوڑا تھوڑا کر کے اکٹھا کرنا شروع کیا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔ پھر وہی استعمال شدہ پانی چشمے کے سوراخ میں ڈال دیا تو فوراً چشمہ زور وشور سے بہنے لگا۔ سب لوگوں نے پانی سے حاجات پوری کیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! اگر زندگی نے تمہارا ساتھ دیا تو جلد دیکھو گے کہ یہاں کا پانی کئی باغات کو سیراب کیا کرے گا۔

دعاء رسول سے نزول باراں

(۴۴۰) عبداللہ بن ابی بکر بن عباس بن سہل سے روایت ہے کہ تبوک میں لوگوں کو ایک صبح پانی کی نایابی شدت سے محسوس ہوئی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صورت حال کا شکوہ کیا آپ نے اللہ عزوجل سے دعا کی اللہ نے فوراً بادل بھیج دیا۔ جو اتنا برسا کہ لوگ سیراب ہو گئے اور پانی سے تمام حاجات پوری کر لیں۔

(۴۴۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ساعۃ العسرۃ (مشکل گھڑی) (۱) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا۔ پیاس ہمیں اس شدت سے لگی تھی کہ گویا ابھی گردنیں ٹوٹ جائیں گی (موت واقع ہو جائیگی) تا آنکہ بعض لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کر کے ان کے معدے سے پانی نکال کر پینا شروع کر دیا اور جو باقی بچا اسے اپنے جگر پر ڈال لیا۔

ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے ہمیشہ اچھا ثمرہ ظاہر فرمایا کرتا ہے۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ایسا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ آسمان میں گڑگڑاہٹ شروع ہو گئی۔ بادلوں نے اندھیرا کر دیا اور خوب برسے۔ لوگوں نے اپنے سب برتن بھر لئے۔ پھر ہم دیکھتے چلے کہ بادل ہمارے لشکر سے آگے پیچھے نہ ہوتے تھے (مسلسل سایہ فگن تھے)

(۴۴۲) محمد بن اسحاق کہتے ہیں ہمیں ابن شہاب زھری، یزید بن اوحان، عبداللہ بن ابی بکر عاصم بن عمرو بن قتادہ وغیرہم علماء حدیث نے بتلایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (سفر تبوک میں) جب مقام حجر سے گزرے تو یہاں اتر پڑے لوگوں نے وہاں کے کنوئیں سے پانی نکالا جب لوگ آگے چلے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پانی کو مت پینا۔ اور نہ ہی اس سے نماز کے لئے وضو کرنا اور اگر تم اس سے آٹا گوندھ چکے ہو تو وہ جانوروں کے آگے ڈال دو، اسے خود مت کھانا ۔ اور فرمایا آج رات کوئی آدمی اپنے ساتھی کے بغیر لشکر سے نہ نکلے۔ لوگوں نے آپ کے حکم پر عمل کیا۔ البتہ بنی ساعدہ کے دو آدمی ایسا نہ کر پائے۔ ان میں سے ایک تو قضاء حاجت کے لئے نکلا اور دوسرا اپنا اونٹ تلاش کرنے۔ جو قضاء حاجت کے لئے گیا تھا اس کا گلا گھونٹا گیا اور اونٹ تلاش کرنے والے کو ہوا نے اٹھالیا اور بنی طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ کوئی آدمی اپنے ساتھی کے بغیر باہر نہ جائے۔ پھر جس کا گلا گھونٹا گیا تھا اس کے لئے آپ نے دعا فرمائی تو وہ شفایاب ہو گیا اور دوسرا جو علاقہ بنی طے میں جا گرا تھا۔ اسے بنی طے نے مدینہ طیبہ واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں "بطور ہدیہ" پیش کر دیا۔

عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی قابل رشک موت

(۴۴۳) شیخ ابو نعیم" فرماتے ہیں۔ واقدی نے غزوہ تبوک کے معجزات میں یہ بھی ذکر کیا ہے جو ہمیں محمد بن احمد بن حسن نے ان کو حسن بن جہم نے ان کو حسین بن خرج نے اور ان کو محمد بن عمر نے بتلایا ہے کہ عبداللہ ذوالبجادین عزنی یتیم اور بے مایہ تھے ان کا باپ مرا تو میراث میں ان کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ گیا۔ ان کا چچا مالدار تھا۔ اس نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا تا آنکہ وہ مالدار ہو گئے ان کے پاس اونٹوں بکریوں اور غلاموں کی ایک کھیپ جمع ہو گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے تو ان کا دل اسلام لانے کے لئے تڑپنے لگا۔ مگر چچے سے بچ کر جا نہ سکتے تھے۔ اسی حالت پر کئی سال گزر گئے تمام غزوات رونما ہو چکے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینہ طیبہ لوٹ گئے۔ تب عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا۔ چچا! میں تمہارے اسلام لانے کا منتظر تھا مگر تم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی مانتے ہوئے نظر نہیں آرہے۔ تو مجھے اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دو۔ اس نے کہا بخدا اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی تو میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے چھین لوں گا، عبد عزیٰ نے یہ (یہ عبداللہ کا پہلا نام تھا) کہا

---

(۱) یہ قرآن کریم کے ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے۔
تحقیق اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار پر رحمت فرمائی جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا بعد ازاں کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کا دل پھر جاتا۔ پھر ان پر رحمت فرمائی۔ بے شک وہ ان پر مہربان اور رحمت والا ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۱۱۷)

میں تو بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر چکا ہوں اور پتھروں کی پرستش سے میں رہا۔ جو کچھ تم نے مجھے دیا تھا یہ پڑا ہے سنبھال لو، چچا نے سب کچھ لے لیا اور کپڑے تک اتروا لئے۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے۔ اس نے انہیں ایک کمبل دیا انہوں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک کا تہبند بنا لیا اور دوسرے کی چادر، اور چلتے چلتے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ سحری کے وقت مسجد میں آکر لیٹ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور فارغ ہو کر ایک ایک آدمی کو بنظر غائر دیکھنے لگے اس نووارد کو آپ نے دیکھ کر فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں عبد عزیٰ ہوں آپ نے فرمایا تم عبداللہ ذوا لبجا دین (دو کمبلوں والا) ہو پھر فرمایا تم میرے قریب رہا کرو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں میں سے تھے۔ آپ انہیں قرآن کریم سکھلایا کرتے تا آنکہ انہوں نے بہت سا قرآن یاد کر لیا۔ پھر صحابہ تبوک جانے کی تیاری کرنے لگے۔ عبداللہ بلند آواز آدمی تھے پوری آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے۔ عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس اعرابی کی آواز آپ نے سنی ہے کتنا زور سے قرآن پڑھتا ہے اور دوسروں کو پڑھنے نہیں دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرا سے چھوڑ دو یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے آیا ہے (۱)

جب صحابہ تبوک کو روانہ ہوئے تو عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کسی درخت کا چھلکا لاؤ۔ وہ لے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کے بازو پر باندھ دیا اور فرمایا اے اللہ میں اس کا خون کفار پر حرام قرار دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ایسا نہیں چاہتا تھا، آپ نے فرمایا جب تم راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلو اور تمہیں بخار آلے جس کے صدمے سے تم فوت ہو جاؤ تو تم شہید ہو۔ اور اگر راہ خدا میں تمہاری سواری کا جانور تمہیں گرا کر تمہاری گردن توڑ کر مار دے تو بھی تم شہید ہو ان دونوں میں سے کوئی تمہیں ملے گی۔ جب صحابہ نے تبوک میں پڑاؤ کیا اور وہاں چند دن ٹھہرے تو اسی دوران (بخار سے) عبداللہ ذوا لبجا دین فوت ہو گئے۔

بلال بن حارث مزنی کہا کرتے تھے میں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت بلالؓ آگ کا شعلہ لئے قبر کے پاس کھڑے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تھے جبکہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما عبداللہ کے جسد خاکی کو آپ کے قریب لا رہے تھے۔ اور

---

(۱) قربان جائیں اس انداز تعلیم پر معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تبلیغ کیسا عمدہ ہے حضرت عبداللہ کو آپ نے بلند آواز آدمی پا کر معذور قرار دیا۔ اگر انہیں آہستہ پڑھنے پر مجبور کیا جاتا تو یقیناً ان کے لئے پریشانی بن جاتی۔ پھر جس جذب و شوق میں وہ پڑھتے تھے ایسے میں انہیں روکنا بھی کبیدہ خاطر کرنے کے برابر تھا اسی لئے تو آپ نے فرمایا دعہ فانہ خرج مہاجرا الخ

آپ کے لب پر یہ الفاظ تھے "اپنے بھائی کو میرے قریب لاؤ" جب آپ نے انہیں لحد میں لٹا دیا تو فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَمْسَیْتُ عَنْہُ رَاضِیًا فَارْضَ عَنْہُ

اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے کاش وہ صاحب قبر میں ہوتا۔ (۱)

امیر دومۃ الجندل کے متعلق آپ کی پیش گوئی

(۴۴۴) محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ تبوک پہنچنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور دومۃ الجندل کے امیر اکیدر ابن عبدالملک کی طرف روانہ کیا۔ وہ وہاں کا عیسائی فرماں روا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے فرمایا تم اسے بیل کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے خالد بن ولید روانہ ہو گئے جب وہ اکیدر کے محل کے قریب پہنچے تو وہ چاندنی رات میں صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنے محل کی چھت پر اپنی بیوی کے ساتھ تھا اتنے میں ایک بیل آیا اور قصر شاہی کا دروازہ اپنے سینگوں سے پھوڑنے لگا۔ اس کی بیوی نے اسے کہا۔ تم نے کبھی ایسا ہوتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ مگر یہ بیل کس نے کھلا چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہنے لگی کسی نے نہیں۔ فرمانروا نے اتر کر اپنا گھوڑا تیار کروایا پھر اپنے گھر کے چند افراد کو بھی گھوڑوں پر بٹھایا اور خود بھی سوار ہوا اور وہ نیزوں سے مسلح ہو کر اس بیل کو پکڑنے چل پڑے۔ ان میں اکیدر کا بھائی حسان بھی تھا۔

آگے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ دستہ فوج (جو خالد بن ولید کی کمان میں تھا) سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اس کا بھائی مارا گیا، جس نے سونے سے مزین ریشمی چوغہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس کی لاش سے وہ چوغہ اتار لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا پھر وہ اکیدر کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس نے اپنا خون بچا لیا اور جزیہ ادا کرنے پر اطاعت قبول کر لی۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور وہ اپنے علاقہ میں چلا گیا۔

تو بنی طے کا ایک آدمی بجیر بن بجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کہ "تم اسے بیل کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے" اور بیل کے مذکورہ واقعہ کو یاد کیا کرتا تھا اور اس بارے میں یہ اشعار بھی کہا کرتا۔

تَبَارَکَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ لَیْلًا رَاَیْتُ اللّٰہَ یَھْدِیْ کُلَّ ھَادٍ

رات کے وقت بیلوں کو چلا کر لانے والا پاک خدا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ ہر راہ رو کو راہ

---

(۱) اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اے کاش وہ صاحب قبر ہم ہوتے۔ کیا نصیب ہے حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا۔ اللہ ان کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

دکھاتا ہے۔

فَمَنْ يَّكُ حَآئِدًا عَنْ ذِي تَبُوْكٍ فَاِنَّا قَدْ اُمِرْنَا بِالْجِهَادِ

تو تبوک میں آنے والے نبی سے جو شخص بھی اپنی راہ ہٹائے گا وہ سن لے کہ ہمیں اس سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

اکیدر دومۃ الجندل کا فرماں روا تھا۔ دومۃ الجندل مدینہ طیبہ سے بھی دس رات کی مسافت پر ہے اور کوفہ سے بھی دس رات کی مسافت پر، اور دمشق سے بھی دس رات کے فاصلے پر، وہاں کھجوریں اور چشمے بہت ہیں۔

راہ تبوک میں منافقین کی سازش سے آپ کی باخبری

(۴۴۵) صلہ بن زفرؒ سے روایت ہے کہ ہم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے منافقین کو کیسے پہچان لیا تھا جب کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق سمیت کوئی بھی انھیں پہچان نہ سکا تھا۔ انھوں نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ اپنی سواری پر محو استراحت تھے۔ میں نے کچھ لوگوں کو یہ باتیں کرتے سنا، "اگر ہم اسے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) سواری سے گرا دیں اور اس کی گردن ٹوٹ جائے تو اس سے ہماری جان چھوٹ سکتی ہے" یہ سن کر میں فوراً ان کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (حفاظت کے لئے) چلنے لگا اور بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنے لگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری آواز سے بیدار ہو گئے اور فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا حذیفہ آپ نے فرمایا یہ تمہارے پیچھے کون ہیں؟ میں نے کہا فلاں فلاں ہیں میں نے ان سب کے نام لئے آپ نے فرمایا جو کچھ وہ کہہ رہے تھے تم نے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں اور اسی لئے تو میں آپ کے اور ان کے درمیان چل رہا ہوں۔ آپ نے ان سب کا نام لے کر فرمایا کہ یہ فلاں فلاں سب منافق ہیں مگر تم کسی کو نہ بتلانا۔

جنگ (۱) موتہ کے معجزات

آپ مدینہ میں بیٹھ کر شام میں ہونے والی جنگ کی کومنٹری کرتے ہیں

(۴۴۶) واقدیؒ کہتے ہیں موتہ دمشق سے ادھر بلقاء کے قریب ایک جگہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ طیبہ سے باہر) مقام جرف پر اسلامی لشکر ترتیب دیا۔ مگر ابھی تک سالاران لشکر کی نشان دہی نہ فرمائی تھی نماز ظہر کے بعد آپ تشریف فرما ہوئے صحابہ بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ اتنے میں نعمان یہودی آیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر لشکر زید بن حارثہؓ ہیں۔ اگر وہ قتل ہو جائیں تو جعفر طیار امیر ہوں گے اگر وہ بھی شہادت پالیں تو پھر عبداللہ بن رواحہؓ اور اگر انہیں بھی قتل کر دیا جائے تو پھر مسلمان باہمی رضامندی سے کسی کو بھی امیر بنالیں!

نعمان نے کہا اے ابوالقاسم! اگر آپ سچے نبی ہیں تو جن کا آپ نے نام لیا ہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ سب کے سب قتل ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل امیر لشکر بناتے ہوئے جب کہتے تھے کہ اگر یہ شہید ہو جائے تو فلاں امیر ہو گا تو وہ ضرور شہادت پا کر رہتا۔ اگر وہ سو افراد کا نام لیتے تو سو ہی قتل ہو جایا کرتے پھر وہ یہودی حضرت زیدؓ سے کہنے لگا۔ اپنے گھر والوں کو وصیت کر جاؤ کیونکہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہیں تو تم ان کی طرف لوٹ کر نہ آسکو گے، زیدؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے اور نیکو کار ہیں۔

واقدی کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید

---

(۱)۔ اس غزوہ کے اسباب یہ تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا کے حکمرانوں کو خطوط روانہ کئے تو بصرہ کے والی شرجیل نے آپ کے قاصد حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قتل کروا دیا تو آپ نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار کا لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کیا جب شرجیل کو اس کا علم ہوا تو اس نے شاہ روم سے مدد چاہی اور ایک لاکھ کا لشکر جرار لے کر مقابلے میں آیا اور بیت المقدس سے دو مرحلہ پر ایک جگہ جسے موتہ کہتے تھے گھمسان کی جنگ ہوئی اللہ تعالیٰ نے تین ہزار کو ایک لاکھ پر فتح عطا فرمائی اور کفار نے بھاگ کر جان بچانے میں عافیت سمجھی۔ یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔

نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری، اس نے زید کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی۔ تو زید نے کہا اب تو آیا ہے جبکہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے؟ تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے؟ اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت؟ جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان گھر کر چکا ہے اب تو انہیں دنیا کی طرف مائل کر رہا ہے؟ پھر وہ لڑنے لگے تا آنکہ شہید ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ شہید ہے وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا اب ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے اور جنت میں ٹیڑھے سے چل رہے ہیں۔ انصار کو یہ سن کر رنج ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! وہ ٹیڑھے کیوں چل رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب انہیں زخم آیا تو وہ کچھ پیچھے ہٹ گئے تھے مگر پھر انہوں نے اپنے نفس کو ملامت کی اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور جب جنت میں داخل ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے الگ رہے۔

(۴۴۷) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر اور ان کے ساتھی شہید ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے جبکہ میں چالیس کھالیں رنگ چکی آٹا گوندھ چکی اور اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر ان کی کنگھی چوٹی سے فارغ ہو چکی تھی (گھر کے تمام کام کاج کر لئے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ میں انہیں لے آئی۔ آپ نے انہیں سونگھا اور رونے لگے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کے واسطے بتلائیں آپ کیوں رو رہے ہیں کیا آپ کو جعفر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کوئی خبر پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں آج وہ شہید ہو گئے ہیں، تو میں اٹھ کر چیخنے لگی عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اور لوگوں سے فرمایا جعفر کے اہل و عیال سے غافل نہ ہو۔ ان کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ وہ اپنے مالک کے غم میں نڈھال ہیں۔

غزوہ طائف (۱) کے معجزات

عیینہ ؓ کی خفیہ غلطی سے آپ کی باخبری

(۴۴۸) عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ثقیف کے محاصرہ کے دوران فرمایا کہ ہر مسلمان ان کے نخلستان کی پانچ کھجوریں کاٹ لے عمر فاروق ؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ کھجوریں ابھی بالکل سلامت ہیں ان کے پھل نہیں اتارے گئے۔ چنانچہ آپ نے حکم فرمایا صرف وہی کھجوریں کاٹی جائیں جن کے پھل کھائے جا چکے ہیں اور انہیں ترتیب وار کاٹا جائے۔

کہتے ہیں اتنے میں عیینہ بن حصن ؓ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ اجازت دیں تو میں کفار سے بات چیت کروں شائد اللہ انہیں ہدایت دے آپ نے اجازت دے دی تو وہ بنو ثقیف کے پاس قلعہ میں گئے اور کہا تم پر میرا باپ قربان! اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ بخدا ہم تو غلاموں سے بھی ذلیل ہیں اور میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر اسے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) کوئی حادثہ پیش آجائے تو عرب کی عزت و شوکت بحال ہو سکتی ہے۔ تو تم اپنے قلعہ میں ڈٹے رہو خبردار جو ہتھیار ڈالے! اور ان درختوں کے کٹ جانے سے مت گھبراؤ یہ کہہ کر عیینہ واپس آگئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیینہ! تم نے ان سے کیا بات کی؟ انہوں نے کہا میں نے انہیں دعوت اسلام دی عذاب جہنم سے ڈرانے کی کوشش کی اور جنت کا راستہ واضح کیا۔ آپ نے فرمایا جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے انہیں یہ کچھ کہا ہے اور ساتھ ہی ان کی ساری باتیں بتلا دیں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا میں اپنے گناہ کی اللہ سے اور آپ سے معافی چاہتا ہوں۔

عروہ بن مسعود ؓ کا واقعہ قبول اسلام اور ان کی شہادت

(۴۴۹) واقدی ؒ سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود ؓ اور غیلان بن سلمہ دونوں طائف کے تاجر تھے یہ

(۱) فتح مکہ کے فوراً بعد غزوہ حنین پیش آیا اور حنین میں لشکر کفار نے شکست کھانے کے بعد بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ لے لی۔ اس وقت طائف میں بنو ثقیف کی ایک شاخ آباد تھی جنہیں اپنی شجاعت اور بہادری پر بڑا ناز تھا۔ انہوں نے طائف کے گرد فصیل نما چار دیواری بنا رکھی تھی۔ جب کفار یہاں قلعہ بند ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا پیچھا کیا اور حنین کا مال غنیمت جعرانہ بھجوا کر آپ طائف تشریف لے آئے اور بیس دن شہر کا محاصرہ رکھا چونکہ صرف دفاع اور تخویف ہی مقصد تھا اس لئے بیس دن بعد محاصرہ اٹھا لیا گیا۔

دونوں یمن کے علاقہ جرش کو روانہ ہوئے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی فتح مکہ کے لئے (مدینہ طیبہ سے) روانہ ہو چکے تھے۔ یہ دونوں وہاں قلعہ دوز مشینوں اور چھوٹی بڑی منجنیقوں کے بنانے اور استعمال کرنے کا طریقہ سیکھتے رہے۔ جب تک یہ اپنے کام میں ماہر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تھا۔ پھر یہ دونوں واپس طائف آ گئے اور قلعہ طائف کے اندر منجنیق نصب کی اور پتھر انداز مشینیں بنا بنا کر لڑائی کا سامان تیار کرنے لگے۔ (۱)

ادھر جب عروہ فارغ ہو گئے اور اپنی اور اپنی قوم کی دانست کے مطابق تمام سامان جنگ مہیا ہو گیا تو اللہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ وہ غیلان بن سلمہ سے ملے اور کہا تم دیکھتے نہیں اللہ تعالیٰ نے اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے کامیابی دی ہے؟ اور اس کے سب آدمی مکہ میں داخل ہو چکے ہیں تو اس کے بارے میں سوچو اور آنے والے وقت کی فکر کرو۔ آج ہمیں لوگ عرب کا دانا و مدبر سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے جیسا آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و نبوت سے جاہل نہیں رہنا چاہئے۔ غیلان نے کہا ابو یعقوب ایسا نہ کہو اور آئندہ تمہارے منہ سے ایسی بات سنائی نہ دے۔ مجھے تمہارے متعلق بنو ثقیف سے خطرہ محسوس ہونے لگا ہے اگرچہ ان کے ہاں تمہاری شرافت مسلمہ ہے۔

عروہ بن مسعود اخرؓ نے کہا میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر چکا ہوں اور ان کے پاس جا رہا ہوں۔ غیلان نے کہا جلدی نہ کرو اچھی طرح غور و فکر کر لو! عروہ کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت سے بڑھ کر کون سی چیز واضح تر ہو سکتی ہے؟ میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں جو قبل ازیں میں نے کسی کو نہیں بتلائی۔ اور تمہیں بھی اب بتلا رہا ہوں۔ غیلان نے کہا وہ کیا ہے؟ عروہ نے بتایا میں ایک بار بغرض تجارت نجران گیا تھا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں ظہور سے قبل کی بات ہے۔ وہاں کا پادری میرا دوست تھا۔ اس نے مجھے کہا ابو یعقوب! تمہارے علاقہ میں اس نبی کا ظہور وقوع میں آنے والا ہے جو تمہارے حرم سے ظاہر ہو گا۔ میں نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو؟۔ اس نے کہا مجھے مسیحؑ کی قسم وہ آخری نبی ہو گا۔ وہ اپنی قوم (کے کفار) کو قوم عاد کی طرح تہ تیغ کر دے گا جب وہ ظاہر ہو اور دعوت حق دے تو تم اس کی اتباع کرنا! اور سب سے پہلے اس پر ایمان لانا۔ مگر میں نے آج تک اس بارے میں ایک بھی حرف بنو ثقیف یا دوسرے کسی شخص سے نہیں کہا کیونکہ میں ان کی شدید بد اعتقادی سے واقف ہوں اور اس پادری سے یہ کچھ سننے کے باوجود میں آپؐ کا سخت مخالف رہا ہوں۔ مگر اللہ نے اب میرا دل پھیر دیا ہے۔ اور میں آپؐ کی اطاعت کرنا چاہتا ہوں۔ تو اے غیلان! تم ان بد عقیدہ لوگوں سے میرے یہاں سے چلے جانے کو خفیہ رکھنا کسی سے ذکر نہ کرنا!

چنانچہ عروہ وہاں سے چل دیئے اور جب تک وہ مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ نہیں گئے کسی کو ان کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ ان کا معاملہ خفیہ رہا۔ تو وہ اسلام لے آئے اور نبی

(۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر پھینکنے والی توپ نما مشین دور رسالت میں ایجاد ہو چکی تھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا قصہ کہہ سنایا کہ وہ کیا چاہتے تھے پھر انہوں نے کیا کچھ سامان جنگ تیار کیا پھر اللہ نے ان کے دل میں محبت اسلام کیسے ڈال دی پادری کی بات بتلائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی تعریف ہے جس نے تمہیں ہدایت دی اور جو کچھ تم اپنے لئے چاہتے تھے اللہ نے تمہارے لئے اس سے بہتر چاہا۔

پھر عروہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم میں واپس جانے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس دین سے بڑھ ہمارے لوگوں کے لئے ابھی تک غیر معروف کوئی دین نہیں تو کیا میں اپنی قوم کے پاس ایک بہترین چیز (اسلام) لے کر نہ جاؤں؟ ایسی بہتر کہ کوئی آدمی اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر چیز لے کر کبھی نہ گیا ہوگا؟ اور یا رسول اللہ میں کتنے ہی اچھے مواقع (جہاد) سے اب تک محروم رہا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ تمہیں دیکھتے ہی قتل کر دیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں ساری قوم کو اپنی نوجوان اولاد سے بھی عزیز تر ہوں۔ پھر انہوں نے دوبارہ اجازت چاہی تو آپ نے پھر فرمایا ایسے میں وہ تجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے کہا اگر وہ مجھے سوتا پائیں گے تو بیدار تک نہیں کریں گے پھر تیسری بار اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ۔ تو وہ طائف چلے گئے۔ وہاں اپنی قوم کو دعوت حق دی اور انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔

فاروق خطابی کی روایت میں ہے کہ عروہؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو وہ طائف لوٹے وہ عشاء کے وقت وہاں پہنچے، بنو ثقیف ان کے پاس آئے آپ نے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا اسلام کی طرف بلایا اور انہیں نصیحت کی تو انہوں نے عروہؓ پر الزامات تراشنے، انہیں جھوٹا قرار دینے اور برا بھلا کہنے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اٹھ کر چل دیئے تا آنکہ جب صبح ہوئی تو عروہؓ نے اپنے گھر میں اذان کہی اور کلمہ شہادت پڑھا تو ثقیف کے ایک آدمی نے تیر چلا کر آپ کو شہید کر دیا روایات کے مطابق، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے قتل کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا عروہ کی مثال سورہ یٰسین والے آدمی کی سی ہے جس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا مگر قوم نے اسے قتل کر دیا (۱)

---

(۱) چنانچہ سورہ یٰسین میں حبیب نجار رحمۃ اللہ کا واقعہ مذکور ہے جو روم کے شہر انطاقیہ میں رہتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں اپنے دو حواری تبلیغ کے لئے بھیجے تو ان کی دعوت پہ حبیب نجار ایمان لے آئے اور ایک غار میں جا کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ادھر حواریوں کو والی شہر نے گرفتار کر لیا جب حبیب کو ان کی گرفتاری کا پتا چلا تو وہ برداشت نہ کر سکے اور غار سے نکل کر دوڑتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ لوگو رسولوں کی اتباع کرو انہیں تکلیف نہ دو۔ لوگوں نے جب سر عام اپنے بتوں کی توہین دیکھی تو حبیب نجار کو پتھروں اور گھونسوں سے مارنا شروع کر دیا تا آنکہ ان کی جان جاں آفریں کے سپرد ہو گئی مگر دم واپسیں بھی ان کے لب پر ذکر خدا جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ حبیب نجار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سریہ زید بن حارثہ اور قبولیت دعاء رسول

(۴۵۰) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی فزارہ کی ایک عورت ام قرفہ نے اپنے بیٹوں اور پوتوں پر مشتمل تیس (۳۰) گھوڑ سواروں کا دستہ تیار کیا ہے اور انہیں کہا ہے کہ مدینہ جاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اسے اپنے بچوں پر رلا۔ پھر آپ نے زید بن حارثہؓ کو ان سے لڑنے کے لئے بھیجا وادی قریٰ میں مقابلہ ہوا حضرت زیدؓ کے ساتھی شہید ہو گئے اور خود وہ زخمی حالت میں میدان سے اٹھا کر لائے گئے اور یوں وہ ناکام مدینہ طیبہ واپس آ گئے پھر انہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ جب تک ان سے بدلہ نہ لوں اپنے سر کے قریب پانی نہ لاؤں گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کے ساتھ کچھ صحابی روانہ فرمائے اور جنگ ہوئی، بنی فزارہ قتل ہو گئے اور ام قرفہ اور اس کے بیٹے بھی تہ تیغ کر دیئے گئے۔ حضرت زید نے ام قرفہ کی زرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بطور نشان فتح) روانہ کر دی جو آپ نے دو نیزوں پر لٹکا دی (۱)۔ پھر زیدؓ لوٹے اور مدینہ طیبہ پہنچے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میرے گھر تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ اپنا دامن کھینچتے ہوئے نکلے اور زیدؓ کو گلے سے لگا لیا۔

عزیٰ نامی بت اور شیطان کا خاتمہ

(۴۵۱) ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو علاقہ نخلہ کی طرف بھیجا وہاں مشہور بت عزیٰ تھا۔ آپ وہاں پہنچے۔ وہ بت چوب ببول کی تین مضبوط میخوں کے ساتھ زمین میں گڑا ہوا تھا۔ انہوں نے میخیں کاٹ ڈالیں بت خانہ مسمار کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچ گئے۔ اور سارا واقعہ سنا دیا۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (سورۃ یسین آیت ۲۱)

اور شہر کے آخر حصہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو ان کو مان لو جو تم سے کچھ معاوضہ نہیں طلب کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

(۱) اس دور میں یہ جنگی دستور تھا کہ سپہ سالار فتح کے فوراً بعد دشمن کے مارے جانے کی خبر دینے کے لئے اس کے بدن سے کوئی چیز اتار کر اپنے بادشاہ یا فرمانروا کو روانہ کر دیتا تھا جیسے سریہ دومۃ الجندل میں خالد بن ولید نے وہاں کے فرمانروا کے مقتول بھائی کا ریشمی چوغہ اس کی لاش سے اتار کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کر دیا تھا دیکھئے حدیث نمبر ۴۴۵، یونہی ام قرفہ کی زرہ بھی حضرت زید نے روانہ کر دی جو آپ نے لوگوں کو دکھلانے کے لئے بلند جگہ نصب کروا دی۔

چھبیسویں (۲۶) فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبریں دیں اور وہ آپ کی حیات ظاہرہ میں یا اس کے بعد اسی طرح واقع ہوئیں

مثلاً آپ کی یہ پیش گوئیاں کہ دین غالب ہو گا۔ شہر اور متمدن علاقے فتح ہوں گے (جیسے کہ کوفہ بصرہ اور بغداد کو آپ کی امت نے فتح کیا) فتنے پیدا ہوں گے۔ آپ کو دیکھنے والے اور آپ کا زمانہ پانے والے بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے آپ کے بعد اتنے خلفا اتنی مدت حکومت کریں گے۔ پھر ان کے بعد ظالم بادشاہت شروع ہو گی، جیسا کہ آغاز کتاب میں ہم کتاب کے ان ابواب و فصول کی نشاندہی کر چکے ہیں۔

(۴۵۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب زمین مجھ پر ظاہر کر دی اور میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا اور جہاں تک مجھے زمین دکھلائی گئی ہے وہاں تک میری امت کی حکومت قائم ہو گی اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیئے گئے ہیں میں نے رب سے اپنی امت کے لئے سوال کیا کہ وہ عام قحط سالی سے ہلاک نہ ہو اور باہر سے کوئی دشمن ان پر غالب نہ ہو جو انہیں تباہ کر دے۔ تو میرے رب نے مجھ سے کہا ہے کہ جب میں کوئی تقدیر لکھ دیتا ہوں تو وہ نہیں لوٹائی جا سکتی اور میں تمہاری امت کے متعلق تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ عام قحط سالی سے ہلاک نہ ہو گی اور ان کے علاوہ باہر سے کوئی دشمن ان پر مسلط نہیں کیا جائے گا جو انہیں تباہ کرے اگر ساری دنیا بھی انہیں ہلاک کرنے پر آئے تو نہ کر سکے گی تا آنکہ وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک اور گرفتار کریں گے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کن لیڈروں سے ڈر ہے کیونکہ جب میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو قیامت تک نہ رکے گی۔

اور آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک میری امت کے کچھ قبائل مشرکین سے مل کر بت پرستی شروع نہ کر دیں گے، میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ وہ نبی ہے جبکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، میری امت کا ایک گروہ

ہمیشہ حق پر قائم رہے گا انہیں رسوا کرنے کی خواہش رکھنے والا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا تا آنکہ اللہ کا فیصلہ آ جائے۔

(۴۵۳) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کامیاب ہو فتح تمہارے لئے ہے تم ہی کامرانی سے ہمکنار ہونے والے ہو۔ تو جو تم میں سے فتح و نصرت چاہتا ہے وہ اللہ سے ڈرے۔ نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔ جس شخص نے کوئی بات از خود میری طرف منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔

(۴۵۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت تکبر سے چلنے لگے فارس و روم کے شہزادے ان کے خادم بن جائیں تو ایسے میں شریر لوگ اچھے لوگوں پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔

(۴۵۵) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ناداری و غربت سے ڈرتے ہو؟ یا دنیا تمہارے لئے اہمیت کی حامل ہے؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے فارس و روم کے دروازے کھول دے گا۔ اور پانی کی طرح دنیا تم پر بہنے لگے گی۔ تا آنکہ اگر تم گمراہ ہو گے تو دنیا کی وجہ سے۔

(۴۵۶) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا عرض کرنے لگا ہمیں قحط سالی کھا گئی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے متعلق قحط سالی کا فکر نہیں مجھے تو یہ ڈر ہے کہ میری امت کے لئے گمراہ کن حد تک مال و دولت کی فراوانی ہو جائے گی۔ تو کاش میری امت سونا نہ پہنے۔

(۴۵۷) خریم بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے حاضر ہوا جبکہ آپ تبوک سے واپس تشریف لائے ہوئے تھے میں اسلام لایا پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ یہ سفید حیرہ میرے سامنے پیش کیا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ بھورے سے گھوڑے پر سوار سیاہ دوپٹہ اوڑھے چلی آ رہی ہے (یعنی میں وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم حیرہ کو فتح کریں اور شیما ہمیں آپ کے بیان کے مطابق ملے تو کیا وہ میرے لئے ہو گی؟ آپ نے فرمایا وہ تمہاری ہو گی۔

کہتے ہیں پھر (نبی صلی اللہ علی وسلم کے وصال کے بعد) لوگ مرتد ہوئے مگر بنی طے میں سے کوئی مرتد نہ ہوا۔ تو ہم مرتدین کی سرکوبی کیلئے حضرت خالد بن ولید کی سرپرستی میں حیرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو سب سے پہلے ہمیں شیما بنت نفیلہ ہی ملی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھورے سے گھوڑے پر بیٹھی سیاہ دوپٹہ اوڑھے آ رہی تھی۔ تو میں اس کے پیچھے پڑ گیا میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجھے دی تھی اور یہ حلیہ بیان فرمایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے مجھ سے

گواہی مانگی تو میں محمد بن مسلمہ انصاری اور محمد بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہما کو بطور گواہ لے آیا۔ تو خالدؓ نے وہ مجھے دے دی۔

بعد ازاں شیما کا بھائی عبدالمسیح بن نفیلہ صلح کے لئے آ گیا۔ اس نے کہا یہ عورت مجھے بیچ دو۔ میں نے کہا بخدا میں ایک ہزار سے کم نہ لوں گا تو اس نے مجھے ہزار درہم دے دیئے اور میں نے شیما اس کے سپرد کر دی۔ لوگوں نے مجھے کہا اگر تم ایک لاکھ بھی مانگ لیتے تو وہ تمہیں دے دیتا۔ میں نے کہا میرے خیال میں ہزار سے بڑی گنتی ہی کوئی نہ تھی۔

(۴۵۸) ابو عبیدہ بن حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی جو دو ناموں سے پکارا جاتا تھا عدی بن حاتمؓ کے پاس آیا اور کہا مجھے تمہاری طرف سے ایک حدیث پہنچی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے تمہاری زبان سے سنوں، انہوں نے کہا ہاں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تو میں آپ سے سب لوگوں سے زیادہ متنفر تھا جبکہ میں ان دنوں سرزمین عرب سے بہت دور روم میں رہتا تھا۔ پھر مجھے اس بات سے بھی نفرت ہوئی کہ اپنی جگہ بیٹھا رہوں۔ یہ نفرت پہلی نفرت سے کہیں زیادہ تھی۔ میں نے دل میں سوچا میں اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ضرور جاؤں گا اگر وہ سچا ہے تو بھی مجھے اس کی حقیقت سے اطلاع ہو جائے گی اور اگر جھوٹا ہے تو بھی اس کی بات مجھ سے چھپی نہ رہے گی یا یہ کہا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو بھی مجھے نقصان تو نہ دے سکے گا۔

تو میں مدینہ منورہ آیا، لوگ یہ شور کرتے ہوئے میرے گرد جمع ہو گئے۔ کہ عدی بن حاتم آ گیا عدی بن حاتم آ گیا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا عدی! اسلام لے آؤ سلامتی پا لو گے میں نے کہا میں پہلے سے ایک دین پر ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے دین کو تم سے خوب تر جانتا ہوں میں نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا میں تمہارے دین کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ کیا تم اپنی قوم کے سردار نہیں ہو میں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ان سے انکے مال کا چوتھائی حصہ وصول نہیں کرتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ چوتھائی تمہارے لئے حلال نہیں۔ میں نے دل میں کہا یقیناً۔ تو گویا اس طرح آپ نے میرے دل سے اپنے متعلق بہت سی کدورت نکال دی۔ آپ نے فرمایا تم صرف ہمارے گرد ایسے غریب و نادار لوگوں کو دیکھ کر ہمارے قریب نہیں آ رہے۔ علاوہ ازیں تمہارے پیش نظر یہ بھی ہے کہ سب قبائل یک زباں ہو کر ہمارے خلاف ہیں یا یہ کہا کہ سب قبائل ہی میری مخالفت پر معاہدہ کر چکے ہیں۔ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تم حیرہ گئے ہو؟ میں نے کہا نہیں البتہ علاقہ حیرہ سے واقف ہوں آپ نے فرمایا وہ دور قریب ہے جب ایک محمل نشیں عورت کسی محافظ کے بغیر حیرہ سے آ کر طواف کعبہ کرے گی اور وہ دور بھی قریب ہے جب کسریٰ بن ہرمز کے خزانے ہم پر کھول دیئے جائیں گے۔ میں نے کہا کسریٰ کے خزانے؟؟

آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ کے خزانے اور قریب ہے وہ دور کہ آدمی زکوٰۃ لے کر نکلے گا مگر کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

پھر واقعی میں نے دیکھا کہ عورتیں حیرہ سے آتیں اور کسی حفاظت کے بغیر طواف کعبہ کرتیں۔ اور میں اس فوج کی اگلی صفوں میں تھا جس نے فارس پر حملہ کیا اور بخدا تیسری پیش گوئی (زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا) بھی ضرور پوری ہوگی کیونکہ وہ قول رسول خدا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱)

جبکہ ابی بکر بن خلاد اور محمد بن احمد کی روایت میں ہے کہ عدی بن حاتم نے کہا پھر میں حیرہ سے کسی حفاظت کے بغیر عورت کو طواف کعبہ کروانے لایا۔ (یعنی انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ حج کیا) اور میں اس لشکر کے مقدمہ میں تھا جو مدائن پر حملہ آور ہوا اور بخدا تیسرا فرمان بھی ان دو کی طرح ضرور پورا ہوگا کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا تھا۔

(۴۵۹) عامر شعبی کہتے ہیں عدی بن حاتم کوفہ آئے تو میں چند اہل کوفہ کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوا ہم نے کہا آپ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنائیں، تو انہوں نے کہا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تو مجھے آپ کے کام سے سخت نفرت تھی۔ تو میں روم چلا گیا اور نصرانیت اختیار کر لی۔ پھر جب مجھے اطلاع ملی کہ آپ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں اور آپ کے گرد کافی لوگ جمع ہو گئے ہیں تو میں نے رخت سفر باندھا اور آپ کے پاس حاضر ہوا میں آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اس وقت صہیب رومی حضرت بلال اور سلمان رضی اللہ عنہم آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا عدی اسلام لے آؤ بچ جاؤ گے۔ میں نے اونٹ کو بٹھلایا اور (اطمینان سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یوں جا بیٹھا کہ میرے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے جا ملے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تقدیر کی خیر و شر اور شیرینی و ترشی پر بھی ایمان لاؤ۔

اے عدی! قیامت قائم نہ ہوگی تا آنکہ کسریٰ و قیصر کے خزانے فتح نہ ہو جائیں اے عدی! قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ حیرہ سے عورت سفر کرتے ہوئے مکہ مکرمہ آئے گی اور بغیر حفاظت کے طواف کرے گی۔ عدی کہتے ہیں ان دنوں کوفہ معرض وجود میں نہ آیا تھا(۲)۔ پھر

---

(۱) چنانچہ عدی بن حاتم ایمان لائے یہ شعبان ۷ھ کا واقعہ ہے۔ یاد رہے یہ مشہور عالم سخی فرمان روا حاتم طائی کے بیٹے ہیں۔ سخی بن سخی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا زیادہ قیام کوفے میں رہا۔ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ اس جنگ میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ جنگ صفین اور نہروان میں بھی حضرت علی کی طرف سے شریک ہوئے۔ ۶۷ھ میں ایک سو بیس سال کی عمر پا کر کوفہ میں وصال پذیر ہوئے۔ ان کی ہمشیرہ بھی ایمان لائی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف صحابیت بھی حاصل کیا۔

۲۔ یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آباد کیا تھا۔

آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ آدمی مال (زکوٰۃ) کی تھیلی لئے پھرے گا مگر کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہوگا آخر وہ اسے یہ کہہ کر زمین پر دے مارے گا کہ اے کاش تو مٹی ہوتی۔

(۴۶۰) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موجودہ کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی کسریٰ اور موجودہ قیصر کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر پیدا نہ ہوگا، اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ان دونوں کے خزانے مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

محمد بن رافع کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ترکوں سے تمہاری جنگ نہیں ہو جاتی۔ وہ ترک چھوٹی آنکھوں سرخ چہروں اور چھوٹی ناک والے ہوں گے۔ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال جیسے ہوں گے۔

(۴۶۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم سرخ چہروں چھوٹی آنکھوں اور چھوٹی ناک والے ترکوں سے لڑائی نہیں کر لیتے ان کے چہرے کوٹے ہوئے لوہے کی ڈھال نما ہوں گے۔ اور قیامت سے پہلے ایک ایسی قوم سے بھی تمہاری جنگ ہوگی جو بالوں سے بنی ہوئی جوتیاں پہنے ہوں گے۔

(۴۶۲) سائب بن اقرعؓ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غیر مسلم اقوام نے جس قدر مسلمانوں پر چڑھائی کی وہ کبھی پہلے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ باہ۔ اصفہان۔ ہمدان۔ رے قرمس آذربائیجان اور نہاوند کے لشکر مسلمانوں پر اُمڈ آئے عمر فاروق کو خبر ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا جو سائب نے اپنی کتاب میں سارا لکھا ہے۔

(۴۶۳) زیاد بن جبیر بن حیہ کہتے ہیں مجھے میرے والد نے بتلایا کہ ایک عجمی کافر (ایک سردار) نبدرافان نے مسلمانوں کو پیغام بھجوایا کہ اے گروہ عرب! میرے پاس کوئی اپنا آدمی بھیجو جس سے ہم بات کریں۔ تو مغیرہ بن شعبہؓ کو چنا گیا میرے والد کہتے ہیں مغیرہؓ کے لمبے بال تھے اور ایک آنکھ دبی ہوئی تھی۔ تو وہ اس کے پاس گئے واپسی پر ہم نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے وہاں کیا کہا تھا؟ وہ کہنے لگے میں نے وہاں اللہ کی حمد و ثنا کہی پھر میں نے کہا قبل ازیں ہم لوگ سب دنیا سے غیر مہذب۔ سب سے بھوکے۔ سب سے بدبخت اور ہر نیکی سے محروم تر تھے۔ تا آنکہ اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اس نے ہمیں دنیا میں فتح و نصرت اور آخرت میں جنت کا وعدہ دلایا۔ تو جب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے ہیں ہمیں اب تک اللہ کی طرف سے فلاح و نصرت ہی مل رہی ہے۔ اور ہم تو قسم بخدا ایسی شاہی اور پر آسائش زندگی دیکھ رہے ہیں جس سے ہم بدبختی کی طرف پلٹ کر نہ جائیں گے تا آنکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس پر قبضہ کر لیں گے یا تمہاری سرزمین میں قتل ہو

جائیں گے

(۴۶۴) بکر بن عبداللہ مزنی اور زیاد بن جبیر بن حیہ دونوں سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے جہاد کے لئے مختلف اطراف میں لشکر بھیجے تو اس دوران ہرمزان اسلام لے آیا عمر فاروقؓ نے اسے فرمایا میں موجودہ جنگوں کے بارے میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں۔ ان جنگوں اور ان میں مسلمانوں کے مقابل آنے والے دشمنوں کی مثال یوں ہے جیسے ایک پرندہ ہے اس کا ایک سر دو پر اور دو پاؤں ہیں۔ اگر اس کا ایک پر کٹ جائے تو دونوں پاؤں ایک سر اور ایک پر اسے معروف کار رکھ سکتے ہیں۔ اگر دوسرا پر بھی کٹ جائے تو بھی وہ دو پاؤں اور سر کے سہارے زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اگر اس کا سر ہی کاٹ دیا جائے تو پر بھی گئے پاؤں بھی گئے اور سر بھی گیا۔ تو کسریٰ سر ہے اور قیصر و فارس دو پر ہیں تو آپ مسلمانوں کو کسریٰ پر چڑھائی کا حکم فرمائیں۔

راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے ہمیں جنگ کے لئے بلالیا۔ اور نعمان بن مقرن کو ہمارا امیر بنا دیا۔ اور ہم سرزمین دشمن میں جا پہنچے۔ ادھر سے کسریٰ کا ایک عامل چالیس ہزار کی فوج لے کر ہمارے مقابلہ میں آگیا۔ چنانچہ کسریٰ کے عامل نے ترجمان کھڑا کیا جس نے کہا مسلمانو! تم میں سے کوئی مجھ سے بات کرے۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا ہم باشندگان عرب ہیں ہم سخت بدبختی اور شدید دور ابتلا میں تھے، ہم بھوک کے ہاتھوں لاچار ہو کر چمڑے اور گٹھلیاں کھاتے اونٹوں اور دوسرے جانوروں کے بالوں سے کپڑے بناتے۔ اور پتھروں اور درختوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہماری اسی حالت کے دوران اچانک اللہ پروردگار ارض و سماء نے ہم ہی میں سے ایک شخص کو نبی بنا کر ہماری طرف بھیج دیا۔ ہم اس کے باپ کو بھی جانتے ہیں اور ماں کو بھی۔ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم سے جنگ کریں تا آنکہ تم خدائے وحدہ کی عبادت کرنے لگو۔ نہیں تو جزیہ ادا کرو۔ اور اس نے ہمیں اللہ کی طرف سے یہ بشارت سنائی ہے کہ جنگ میں ہم میں سے جو قتل ہو گیا وہ جنت میں جا پہنچا اور ایسی نعمتیں لوٹنے لگا جنکی مثال چشم بشر نے نہیں دیکھی۔ اور جو ہم میں سے بچ رہا وہ تمہاری گردنوں کا مالک بنے گا (اہل اسلام کو غلبہ حاصل ہو گا)۔

(۴۶۵) بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کئی لشکر جنگ کے لئے نکلیں گے تو تم خراسان جانے والے لشکر میں جانا وہاں مرو نامی فرودگاہ میں اترنا پھر وہاں کے شہر میں رہائش کر لینا۔ کیونکہ اسے ذوالقرنین نے بنایا تھا اور اس کے لئے برکت کی دعا بھی کی تھی تو وہاں والوں کو کوئی برائی نہ پہنچے گی (۱)۔

---

(۱) حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ مکی دور میں اسلام لائے تمام غزوات نبویہ میں شریک ہوئے۔ پھر صدیقی اور فاروقی ادوار خلافت میں مختلف اسلامی فتوحات میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ پھر

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۴۶۶) عبداللہ بن حوالہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے آپ سے خوراک اور لباس کی کمی کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو۔ بخدا مجھے تمہارے متعلق مال و دولت کی کمی کے بجائے تونگری کی آفتوں کا خطرہ ہے۔ بخدا تمہاری حکومت قائم رہے گی تا آنکہ فارس و روم اور حمیر تم پر فتح ہو جائیں گے تمہارے تین لشکر ہو جائیں گے۔ ایک شام میں ایک عراق میں اور ایک یمن میں۔ پھر وہ دور آئے گا کہ ایک آدمی کو سو دینار ملیں گے تو بھی وہ خوش نہ ہو گا۔ ابن حوالہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ شام کو کون فتح کر سکتا ہے۔ وہاں تو کئی صدیوں سے رومی سلطنت قائم ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا اللہ تمہیں وہاں حکومت عطا فرمائے گا۔ تا آنکہ ان میں سے ایک جماعت سفید قمیصیں پہنے اور پیچھے سے بالوں کو مونڈے ہوئے تمہارے ایک سر منڈے اور سیاہ رنگ آدمی کے گرد مودبانہ کھڑے ہوں گے۔ وہ انہیں جو حکم دے گا اس پر عمل کریں گے۔ جبکہ جو لوگ آج وہاں حاکم ہیں ان کی نگاہوں میں تمہاری حیثیت اونٹوں کے سرینوں سے چمٹی ہوئی چچڑی سے بھی کہیں کم ہے۔ ابن حوالہ نے عرض کیا یارسول اللہ میرے لئے ایسے میں رہنے کے لئے کونسی جگہ آپ پسند فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے شام کو پسندیدہ قرار دیتا ہوں کیونکہ وہ خدا کی سرزمین میں ایک برگزیدہ مقام ہے اللہ اپنے مخلص بندوں کو وہیں ٹھہراتا رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت پیدا ہونے والے فتنوں کی نشاندہی فرماتے ہیں

(۴۶۷) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! میرے بعد تم پر ایسے حکمران قابض ہوں گے جن کا کام سنت کو مٹانا بدعت کا پرچار کرنا اور نمازوں کو وقت سے پیچھے لیجانا ہو گا۔

(۴۶۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل دوزخ میں سے دو گروہ ایسے ہیں جو میں نے نہیں دیکھے (میری حیات ظاہرہ میں وہ پیدا نہیں ہوئے) ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم کے سے ڈنڈے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہوں گے، دوسری وہ عورتیں، جو لباس پہنے ہوں گی مگر جسم برہنہ ہو گا۔ خود لوگوں کی طرف مائل ہونگی اور انہیں اپنی طرف مائل کریں گی۔ ان کے سریوں ہوں گے جیسے اونٹ کی جھکی ہوئی کوہان۔ وہ جنت میں نہ جائیں گی اور اس کی خوشبو بھی انہیں نہ مل سکے گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو تو اتنے طویل فاصلہ تک محسوس ہوتی ہو گی۔

حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں جب خراسان پر لشکر کشی ہوئی تو آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد کے مطابق اسلامی لشکر میں شریک ہوئے اور خراسان فتح کیا۔ اور پھر ۵۱ھ میں آپ نے اسی ارشاد نبوت کے تحت مرو میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور وہیں ۶۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

شیخ (ابو نعیمؒ) فرماتے ہیں اس حدیث میں مذکور عورتوں سے مراد بعض کے مطابق وہ گانے والیاں ہیں جو سروں پر اونچے سے کپڑے باندھیں گی اور اوپر سے دوپٹہ لیں گی (۱)۔

(۴۶۹) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کرز بن علقمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اسلام کی انتہاء بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ عرب وعجم کے جس بھی گھرانے کے لئے اللہ بھلائی چاہے گا انہیں اسلام سے مشرف کر دے گا اس آدمی نے کہا پھر کیا ہوگا یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا پھر گھرے سائے کی طرح فتنے اُمڈ آئیں گے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں بخدا، ان شاءاللہ یارسول اللہ! (یعنی ہم فتنہ انگیزی نہیں کریں گے انشاء اللہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم ان دنوں کالے سانپوں کی طرح ایک دوسرے پر گرو گے اور ایک دوسرے کی گردن کاٹو گے۔

زہری کہتے ہیں حدیث میں مذکور لفظ اسود سے مراد وہ کالا سانپ ہے جو ڈنگ مارنے کے لئے یوں اوپر اٹھتا ہے۔ حمیدی نے ہاتھ اٹھا کر بتلایا۔ پھر نیچے گرتا ہے۔

(۴۷۰) کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا اسلام کی انتہا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرب وعجم میں سے جس کے لئے بھی اللہ نے بھلائی چاہی اس پر دولت اسلام کا دروازہ کھول دے گا۔ پھر سایوں کی طرح فتنے پڑیں گے۔ اس آدمی نے کہا ہرگز نہیں بخدا، یارسول اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ان دنوں تم کالے سانپوں کی طرح ایک دوسرے پر گرو گے۔ ایک دوسرے کی گردن کاٹو گے، بہتر آدمی ان دنوں وہی ہوگا جو دنیا سے کٹ کر کسی گھاٹی میں چھپ کر بیٹھ جائے۔ اپنے رب سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

(۴۷۱) حسنؒ سے روایت ہے کہ نعمان بن بشیرؓ نے قیس بن سعد کو یہ لکھا۔ امابعد! تم ہمارے بھائی اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو البتہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا جو تم نہ پاسکے اور ہم نے وہ کچھ سن لیا جو تم نہ سن پائے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ قیامت سے

---

(۱) اب حضرت شیخ ابو نعیم سے کون عرض کرے کہ بندہ نواز! اگر آپ ہمارے اس دور میں پیدا ہوتے تو آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ عورتیں سر کے بالوں کا سٹائل ہی اونٹ کی کوہان جیسا بنارہی ہیں۔ سر پر کپڑا باندھنا اور اوپر سے دوپٹہ لینا تو ان کے لئے موت ہے۔ گویا بے حیائی نے رفتہ رفتہ ترقی کی ہے حضرت شیخ ابو نعیمؒ کے دور میں مغنیہ عورتیں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے سروں پر اونچے اونچے کپڑے باندھتی تھیں مگر آج کی حیاباختہ عورتوں نے جسم سے کپڑے ہی اتارنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔ اللہ کی پناہ!

قبل فتنے یوں آئیں گے جیسے دھوئیں کے غول کے غول آتے ہیں۔ ان دنوں آدمی صبح مومن ہو گا تو رات کو کافر۔ اور رات کو مومن ہو گا تو صبح کو کافر۔ تھوڑی سی قیمت کے بدلے آدمی اپنا دین فروخت کر دے گا۔

حضرت حسنؓ کہتے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں (۱)

بارہ خلفاء تک دین اسلام غالب رہے گا. فرمان رسول

(۴۷۲) معاذ بن جبل اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام (دین اسلام کی اشاعت) رحمت اور نبوت کی شکل میں شروع ہوا۔ پھر یہ رحمت اور خلافت بن جائے گا۔ اور پھر ظالم بادشاہت آ جائے گی۔ پھر امت میں تکبر ظلم اور فساد ہو گا لوگوں کے نزدیک شرمگاہیں ریشم اور شراب حلال سمجھی جائے گی اس کے باوجود انہیں رزق اور نصرت ملے گی۔ تا آنکہ وہ اللہ سے جا ملیں گے (موت تک ان کی رسی ڈھیلی رہے گی اور وہ اپنے گناہ میں غرق ہو کر مر جائیں گے)

(۴۷۳) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد کیا تو فرمایا یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا اس سے دشمنی کرنے والا اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا تا آنکہ بارہ حکمران گزر جائیں۔ تو لوگوں میں شور ہوا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کلمہ ارشاد فرمایا جو میں نہ سمجھ سکا۔ تو میں نے اپنے والد سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (آخر میں) کیا ارشاد فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا "وہ سب حکمران قریش سے ہوں گے"۔

(۴۷۴) جابر بن سمرہ سوائی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا۔ آپ فرما رہے تھے یہ دین اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہے گا اس کے مخالف اور اسے چھوڑ جانے والے کبھی اسے نقصان نہ دے سکیں گے تا آنکہ بارہ حکمران گزر جائیں (۲) آگے بھی آپ نے کچھ فرمایا جو میں نہ سمجھ پایا میں نے اپنے والد سے پوچھا تو انہوں نے یہ الفاظ بتلائے۔ وہ سب قریش سے ہوں گے"۔

---

(۱) اگر حضرت حسنؓ جو بڑے تابعی ہیں کا زمانہ بھی ایسے لوگوں سے خالی نہ تھا تو ہمارا کیا حال ہے؟۔

(۲) چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لگاتار بارہ حکمرانوں کے عہد حکومت تک جن میں چار خلفاء راشدین بھی شامل ہیں مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے مکمل غلبہ حاصل رہا۔ اور ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ پھر یوں ہیں کہ تجتمع علیہ امتی۔ بارہ حکمرانوں تک میری امت متحد رہے گی۔ یعنی ان کی حکومت ایک ہو گی اور یہ سلسلہ ولید بن یزید بن عبد الملک اموی کے دور تک رہا پھر مختلف اسلامی حکومتیں قائم ہو گئیں اور مسلمانوں کا سیاسی غلبہ رو بزوال ہو گیا۔

خلافت عباسیہ کی پیشین گوئی بزبان رسول

(۴۷۵) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے میری والدہ ام الفضل نے بتلایا فرماتی ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری آپ نے فرمایا تم ایک لڑکے سے حاملہ ہو۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ تو ولادت کے بعد میں نومولود بچے کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ پھر اسے اپنے لعاب سے گھٹی پلائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا (یعنی عبداللہ بن عباسؓ) اور فرمایا حکمرانوں کے باپ کو لے جاؤ۔

تو میں نے یہ بات حضرت عباسؓ سے کہی وہ بڑے خوش لباس آدمی تھے انہوں نے نیا لباس پہنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے جب آپ نے انہیں آتے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔ عباسؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ یہ ام الفضل نے مجھے کیا بتلایا ہے؟ آپ نے فرمایا جو اس نے تمہیں بتلایا وہی کچھ ہے وہ حکمرانوں کا باپ ہے۔ انہی حکمرانوں میں سفاح آئے گا۔ انہی میں سے مہدی ہو گا۔ تا آنکہ پھر ان میں سے وہ بھی آئے گا جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا (۱)

شہادت عثمانؓ بزبان رسول رحمان

(۴۷۶) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں کسی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا انس! اٹھو آنے والے کے لئے دروازہ کھولو اور اسے جنت اور میرے بعد خلافت کی بشارت دے دو، کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسے یہ بتلا دوں؟ فرمایا بتلا دو، میں باہر نکلا تو وہ ابو بکر صدیقؓ تھے۔ میں نے کہا آپ کو جنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کی بشارت ہو۔

پھر ایک اور آدمی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا انس جاؤ اس کے لئے دروازہ کھولو اور اسے جنت اور ابی بکر کے بعد خلافت کی بشارت سنا دو۔ میں باہر آیا تو وہ عمر فاروقؓ تھے۔ میں نے انہیں جنت اور ابو بکر صدیق کے بعد خلافت کی بشارت دی۔ پھر کوئی آنے والا آگیا اور دروازے پر دستک دی۔ آپ نے فرمایا انس! جاکر دروازہ کھولو! اور آنے والے کو جنت اور عمرؓ کے بعد خلافت

---

(۱) یعنی اس کی اولاد کا سلسلہ تا دیر قائم رہے گا تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نماز پڑھنے والوں میں بھی اس کی اولاد کا ایک فرد موجود ہو گا۔ ضروری نہیں کہ وہ امام مہدی ہو کیونکہ حدیث کے مطابق وہ اولاد علی رضی اللہ عنہ میں آئیں گے۔

کا مژدہ سنا دو۔ اور یہ بھی بتلا دو کہ وہ مقتول ہو گا۔ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اسے یہ بتلا دوں؟ فرمایا بتلا دینا میں باہر آیا تو وہ عثمان غنی تھے۔ میں نے کہا آپ کو جنت اور عمرؓ کے بعد خلافت کی بشارت ہو۔ اور یہ کہ آپ مقتول ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ؟ کیوں؟ بخدا میں نہ گانے کا دلدادہ ہوں اور نہ جھوٹ سے اپنی زبان کو کبھی ملوث کیا ہے۔ اور جب سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے میں نے وہ بیعت کرنے والا ہاتھ کبھی اپنی شرم گاہ سے نہیں لگایا۔ آپ نے فرمایا عثمان! یہ ہو کر رہے گا۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے متعلق حضورؐ کی پیشین گوئی

(۴۷۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی میرے متعلق جھوٹ منسوب کرتا ہے اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ (میرا قتل) ان امور میں سے ہے جن کی طرف آپ نے مجھے اشارہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا یہاں سے یہاں تک کا حصہ رنگین ہو جائے گا۔ آپ نے اپنی داڑھی سے لے کر سر تک کی طرف اشارہ کیا۔

(۴۷۸) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ عشیرہ میں ہم رکاب تھے۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا وہاں ہم نے چند چھوٹی سی کھجوروں کو دیکھا اور ان کے نیچے مٹی کی دھول پر ہی سو گئے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نے بیدار نہ کیا۔ آپ تشریف لائے اور حضرت علیؓ کے پاؤں کو آہستہ سے ٹٹولا۔ اور حالت یہ تھی کہ ہم مٹی سے لت پت تھے آپ نے فرمایا علی! اٹھو! میں تمہیں بتلاؤں نہیں کہ سب سے بدبخت انسان کون ہے؟ ایک تو قوم ثمود کا وہ مرد احمر جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تم پر اس جگہ وار کرے گا۔ آپ نے اپنے سر کی ایک جانب اشارہ کیا اور یہ تر ہو جائے گی آپ نے اپنی داڑھی پکڑ لی۔ (یعنی سر سے لے کر داڑھی تک خون ہی خون ہو گا)

(۴۷۹) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تمہیں مجبور کر کے امیر اور خلیفہ بنایا جائے گا۔ پھر تم قتل ہو گے اور یہاں سے یہاں تک کا حصہ رنگین ہو جائے گا۔ آپ نے داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا (۱)۔

---

(۱) اور پھر یہ پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی چنانچہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ میں آپ بوقت سحر نماز کیلئے مسجد کوفہ میں تشریف لائے تو اچانک عبدالرحمان بن ملجم نے آپ پر تلوار کا بھرپور وار کر دیا جو اتنا شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی۔ اور تلوار دماغ تک اترتی چلی گئی چنانچہ ایک دو روز بعد آپ اس زخم کے صدمے سے واصل بحق ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ مزید تفصیل کیلئے راقم الحروف کی کتاب الریاض النضرۃ مترجم اردو کا مطالعہ کریں۔

امام حسینؓ کی شہادت کے متعلق آپ نے جو ارشادات فرمائے

(۴۸۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ بارش برسانے والے فرشتے نے اللہ سے اجازت چاہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو چنانچہ اسے اجازت دے دی گئی (اور وہ آگیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا کہ ذرا دروازے کا دھیان رکھنا کوئی آنہ جائے۔ اتنے میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما آئے اور کود کر اندر داخل ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر چڑھنے لگے تو فرشتے نے عرض کیا۔ کیا آپ اس سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کا کوئی امتی ہی اسے قتل کرے گا۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کی قتل گاہ کی مٹی دکھلا دوں؟ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ جھٹکا اور آپ کو ایک سرخ مٹی دکھلا دی۔ جو بعد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سنبھال لی۔

جبکہ سلیمان بن احمد کی روایت میں ہے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونگھا تو فرمایا کرب اور بلا کی بو ہے اس میں، تو کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

(۴۸۱) انس بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے میرا یہ بیٹا سرزمین عراق میں شہید ہو گا۔ تو جو شخص وہ دور پائے اس کی مدد کرے کہتے ہیں چنانچہ یہ انسؓ امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

میرا بیٹا حسنؓ دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ ارشاد رسول

(۴۸۲) ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا (۱)۔

آپ نے نجاشی شاہ حبشہ کی وفات کی خبر دی

(۴۸۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وفات سے لوگوں کو مطلع کیا۔ پھر آپ جنازگاہ کو نکلے لوگوں کو صف میں کھڑا کیا اور چار تکبیروں کے ساتھ جنازہ پڑھا۔

---

(۱) چنانچہ ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کرتے ہوئے ان کے حق میں خلافت سے دست برداری کا اعلان کر دیا اور امت مسلمہ ایک بڑے سیاسی خلفشار سے بچ گئی۔

ام حرام انصاریہؓ کی شہادت کی خبر

(۴۸۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا میں تشریف لے جاتے تو ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور وہ آپ کو کھانا کھلاتیں۔ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں گئے۔ انہوں نے کھانا کھلایا۔ اور آپ کا سر کھجلانے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہو گئے۔ وہ عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو راہ خدا میں جہاد پر نکلے ہیں اس سمندر کے وسط پر سوار ہیں۔ اور تختوں پر شاہ بن کر بیٹھے ہیں۔ یا شاہوں کی طرح تختوں پر بیٹھے ہیں۔ راوی اسحاق کو الفاظ میں شک ہے۔

ام حرام (۱) کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے ان کے لئے دعا کی۔ پھر آپ لیٹے اور سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ وہ عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ! مسکرانے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو راہ خدا کے مجاہد ہیں اور تختوں پر شاہوں کی طرح بیٹھے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیں اللہ مجھے انہی میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم ان میں سے پہلے گروہ میں ہو گی۔

کہتے ہیں پھر زمانہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں (فتح قسطنطنیہ کے موقع پر) ام حرامؓ سمندر کے سفر پر روانہ ہوئیں۔ اور جب سمندر سے نکلیں تو جانور سے گر کر فوت ہو گئیں۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا قصہ

(۴۸۵) اوس بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی ابو محذورہؓ کے پاس آتا تھا وہ مجھ سے سمرہؓ کے متعلق پوچھا کرتے اور جب سمرہؓ کے پاس جاتا تو وہ ابو محذورہؓ کی بابت سوال کرتے، تو میں نے ایک بار ابو محذورہؓ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا۔ ایک مرتبہ میں سمرہ اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) کسی گھر میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے

(۱) ام حرام بنت ملحان بن خالد انصاریہ نجاریہ حضرت ام سلیمؓ کی سگی بہن اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لائیں۔ آپ ان کے گھر میں اکثر قیلولہ فرمایا کرتے۔ خلافت عثمانی میں امیر معاویہ کے لشکر میں شریک ہو کر قسطنطنیہ کی جنگ پر گئیں جیسا کہ زیر نظر حدیث میں ہے اور وہیں شہید ہو گئیں روم کے شہر قرنس میں ان کی قبر ہے رضی اللہ عنہا۔

ستائیسویں فصل

وہ خارق عادت واقعات جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں صحابہ کرام پر ظاہر ہوئے

ان واقعات میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مہمانوں اور ان کے کھانے کا واقعہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے گھوڑوں کا بھاگنا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھی والے برتن کا قصہ اور اندھیری رات میں انصاری صحابہ کے عصا کا روشن ہونا وغیرہ واقعات ذکر کئے جائیں گے۔

مہمانان صدیق اکبرؓ کا کھانا کیسے بڑھ گیا

(۴۸۶) عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ نادار لوگ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا جس آدمی کے گھر دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ ایک تیسرا آدمی ساتھ لیجائے اور جس کے ہاں چار کا کھانا ہے وہ پانچواں آدمی ساتھ لیجائے۔ یا جیسے آپ نے فرمایا۔

چنانچہ ابو بکر صدیق تین آدمی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمی اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ ابو بکر صدیق نے رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھایا پھر وہیں ٹھہرے رہے تا آنکہ عشاء کی نماز ہوئی تو وہ گھر لوٹے۔ جبکہ رات کا ایک حصہ جتنا اللہ نے چاہا گزر چکا تھا تو ان کی بیوی نے ان سے کہا۔ آپ اتنی دیر اپنے مہمانوں سے غائب کیوں رہے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم انہیں کھانا کھلا چکی ہو؟ وہ کہنے لگیں مہمانوں نے آپ کے آنے سے قبل کھانا تناول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہیں کھانا پیش تو کیا گیا تھا مگر انہوں نے گھر والوں کی بات نہ مانی۔ عبدالرحمانؓ کہتے ہیں میں دوڑ کر کہیں چھپ گیا (کہ کہیں والد صاحب مجھے کھانا کھلانے میں سستی کرنے پر سرزنش نہ کریں)

چنانچہ ابو بکر صدیقؓ نے مہمانوں سے فرمایا خوشی سے کھانا کھاؤ اور خود قسم اٹھالی کہ وہ کھانا نہ کھائیں گے۔ کہتے ہیں قسم بخدا ہم جو بھی لقمہ اٹھاتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ کھانا پیدا ہو جاتا تھا۔ تو وہ سب سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھر گیا۔ مہمانوں کے جانے کے بعد ابو بکر صدیق نے دیکھا تو

وہ پہلے ہی کی طرح لگ رہا تھا۔ انہوں نے اپنی زوجہ سے کہا بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگیں مجھے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم یہ تو اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہو گیا ہے۔
پھر ابو بکر صدیق نے اس سے کھایا اور کہا وہ میرا قسم اٹھانا شیطان کی انگیخت تھی پھر انہوں نے اس سے ایک لقمہ لیا اور اٹھا کر اسے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے پھر وہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا گیا۔ کہتے ہیں ان کے اور قوم کے مابین ایک معاہدہ تھا جس کی میعاد ختم ہو گئی۔ ہم نے معلوم کیا کہ وہ بارہ آدمی ہیں اور ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کل کتنے آدمی تھے۔ تو ان سب نے وہ کھانا کھایا۔ یا جیسے الفاظ ہیں۔ یہ قصہ راوی عارم کے الفاظ میں لکھا گیا ہے۔

(۴۸۷) انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ام سلیمؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک بکری ہوتی تھی میں نے اسے ذبح کر کے اس کی چربی کا گھی ڈال لیا تھا۔ تو میں نے اسے زینب کے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا میں نے کہا زینب یہ برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجاؤ تاکہ وہ اسے بطور سالن استعمال کر سکیں تو زینب وہ برتن لئے حضورؐ کے پاس آئی۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ گھی کا برتن ام سلیمؓ نے آپ کو بھیجا ہے آپ نے فرمایا برتن خالی کر کے واپس بھیج دو تو وہ خالی کر کے دے دیا گیا زینب واپس آئی تو ام سلیمؓ گھر پر نہ تھیں۔ اس نے وہ برتن ایک کھونٹے سے لٹکا دیا۔ جب ام سلیمؓ واپس آئیں تو دیکھا کہ برتن تو بھرا ہوا ہے اور گھی چھلک چھلک کر باہر آ رہا ہے، انہوں نے پوچھا زینب! میں نے تمہیں یہ برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجانے کے لئے کہا نہ تھا تاکہ وہ اس سے سالن بنالیں؟ اس نے کہا میں تو گھی دے آئی ہوں اگر آپ میری تصدیق کرنا چاہتی ہیں تو میرے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلئے۔
کہتے ہیں پھر ام سلیمؓ زینب کو ساتھ لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے گھی کا برتن آپ کو بھجوایا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ اسے لائی تھی۔ وہ کہنے لگیں اس خدا کی قسم جس نے آپ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے۔ برتن تو ہمارے گھر میں بھرا پڑا ہے اور گھی باہر نکل رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا ام سلیم! تمہیں اس سے تعجب ہے؟ تم نے اللہ کے نبی کو کھانا دیا تھا اللہ نے تمہیں دے دیا (۴۸۸) یحییٰ بن جعدہؓ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ ام مالک انصاریہ گھی کا برتن لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے برتن خالی کر کے واپس کر دیا۔ وہ لوٹ گئیں مگر کیا دیکھتی ہیں کہ برتن پھر بھرا ہوا ہے۔ وہ واپس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا۔ کیا میرے متعلق کوئی وحی نازل ہو گئی ہے یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا ام مالک کیا بات ہے۔ کہنے لگیں میرا ہدیہ

لوٹا دیا گیا ہے آپ نے حضرت بلالؓ کو بلوایا اور اس بارے میں پوچھا انہوں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے برتن اچھی طرح سے خالی کیا تھا اور سارا گھی نچوڑ کر باہر آ گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام مالک! پھر یہ گھی تمہیں مبارک ہو۔ یہ برکت ہے۔ اللہ نے تمہارے ہدیہ کا ثواب تمہیں بہت جلد عطا کر دیا۔

گوشت جو مسکین کو نہ دیا گیا پتھر بن گیا

(۴۸۹) ربیع بن بدر، جریری سے اور وہ اپنے چند شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھنے ہوئے گوشت کا ہدیہ آیا۔ جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سنبھال کر رکھ دیا۔ اتنے میں دروازے پر ایک مسکین آ گیا اس نے کہا اس گوشت میں اللہ برکت ڈالے (یعنی کچھ مجھے بھی دے دو) مگر انہوں نے نہ دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کچھ چھپا کر رکھا ہے لے آؤ۔ وہ گوشت لے آئیں۔ مگر وہ پتھر بن گیا تھا۔ کہنے لگیں انا للہ۔ بخدا یہ تو گوشت کا ٹکڑا تھا جو فلاں آدمی کی ماں نے ہمیں ہدیہ بھیجا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شائد اس وقت کسی سائل نے آ کر تم سے یہ مانگا ہو گا؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو یہ قدرت نے تمہیں نصیحت دی ہے۔ چنانچہ ان کے گھر میں وہ پتھر بعض چیزیں کوٹنے کے کام آتا رہا تا آنکہ ان کا وصال ہو گیا۔

فرشتے حضرت اسیدؓ کا قرآن سننے آئے

(۴۹۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید (۱) بن حضیر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے اچھی آواز میں قرآن کریم تلاوت کرتے تھے وہ کہتے ہیں ایک رات میں سورہ بقرہ پڑھ رہا تھا۔ میرا گھوڑا قریب ہی بندھا ہوا تھا اور میرا بیٹا یحییٰ بھی سو رہا تھا۔ میں نے بچے کو اپنے قریب کر لیا۔ اتنے میں گھوڑا بدکنے لگا۔ مجھے صرف اپنے بیٹے کا فکر تھا (۲) میں جب خاموش ہوا تو گھوڑے کو بھی سکون مل گیا۔ میں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ میں اپنے بیٹے کی حفاظت کے لئے

---

(۱) اسید بن حضیر انصار کے قبیلہ اوس کے سرداروں میں سے تھے قبل اسلام بھی عربی پر عبور حاصل تھا۔ کتابت اور تیر اندازی ورثہ میں پائی تھی۔ حضرت مصعبؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے پھر بیعت عقبہ پر ستر انصار کے ساتھ شریک ہوئے اور ان بارہ نقباء میں سے ایک یہ بھی تھے جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کے لئے مقرر کیا تھا۔ بدر و احد اور دیگر سب غزوات میں شامل ہوئے مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں خلافت فاروقی کے دوران وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

(۲) کہ کہیں گھوڑے کا قدم بچے پر نہ آ جائے۔

کھڑا ہو گیا۔ میں نے سر اٹھایا تو گیا دیکھتا ہوں آسمان پر ایک بادل سا ہے جس میں نور کی قندیلیں ہیں گویا آسمان سے لٹکی ہوئی ہیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا اور خاموش ہو گیا۔

صبح ہوتے ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا ابو یحییٰ تم پڑھتے رہتے! میں نے کہا میں تو پڑھتا تھا مگر گھوڑا بدکنے لگتا اور مجھے صرف اپنے بچے یحییٰ کا فکر تھا۔ آپ نے فرمایا وہ فرشتے تھے تمہاری آواز پر اکٹھے ہو گئے اور اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ پاتے۔

جبکہ سلیمان احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا تم پڑھا کرو اے اسید! تمہیں آل داؤد کا ترنم دیا گیا ہے۔

لاٹھی نور کی قندیل بن گئی

(۴۹۱) ثابت نے اسید بن حضیر اور عباد (۱) بن بشر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نہایت اندھیری رات میں اٹھے اور باہر نکلے۔ تو ان میں سے ایک کا عصا روشن چراغ کی طرح ضوفشاں ہو گیا۔ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب ان کے راستے جدا ہوئے تو دوسرا عصا بھی چمکنے لگ گیا۔

(۴۹۲) زید بن ابی عبس سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد نے بتلایا کہ وہ پانچوں نمازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے پھر محلہ بنی حارثہ میں واپس آ جاتے۔ ایک بار وہ اندھیری اور برساتی رات میں نکلے تو انکا عصا روشن ہو گیا اور بنی حارثہ میں اپنے گھر پہنچنے تک روشن رہا۔

(۴۹۳) ابی سعید (۲) خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک بار برساتی رات تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے لئے گھر سے نکلے تو ایک چمک پیدا ہوئی۔ آپ نے قتادہ بن نعمان کو دیکھا تو فرمایا قتادہ! نماز پڑھنے کے بعد جب تک میں حکم نہ دوں ٹھہرے رہنا۔ چنانچہ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے آپ نے انہیں ایک لکڑی سی دی اور فرمایا اسے پکڑ لو یہ تمہارے آگے بھی دس قدم تک روشنی کرے گی اور دس قدم پیچھے بھی۔

---

(۱) عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار سے تھا۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر سے پہلے اسلام لائے۔ تمام غزوات میں شامل ہوئے کعب بن اشرف کے قتل میں بھی شریک تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مختلف جنگی مہمات پر روانہ فرمایا۔ بڑے بہادر تھے۔ جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔

(۲) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے انصاری ہیں کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ حافظ قرآن اور کثیر احادیث کے راوی ہیں۔ صحابہ کرام اور تابعین نے ان سے کثرت روایات لی ہیں چوراسی سال عمر پا کر ۷۴ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے مزار کے برابر مزار بنا۔ رضی اللہ عنہ۔

(۴۹۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اندھیری رات میں حضرت حسن بن علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور آپ کو ان سے شدید محبت تھی۔ انہوں نے کہا میں اپنی والدہ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میں ان کے ساتھ جاؤں یا رسول اللہ؟ کہتے ہیں کہ اتنے میں آسمان پر ایک نور چمکنے لگا جس کی روشنی میں چلتے ہوئے وہ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔

(۴۹۵) حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور رات کا سخت اندھیرا ہونے کے باعث ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو اچانک میری انگشتیں چمکنے لگیں لوگوں نے اپنے جانور اکٹھے کر لئے اور ان میں سے کوئی ہلاک نہ ہوا۔ اور میری انگلیاں تھیں کہ برابر چمکتی چلی جارہی تھیں۔

اٹھائیسویں فصل

وہ آیات قدرت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ظاہر ہوئیں

آپ کے وصال پر حضرت خضرؑ کا بلیغ خطبہ

(۴۹۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور لوگ افسوس کناں آ رہے تھے تو ایسے میں ایک آنے والا آیا۔ جس کے قدموں کی آہٹ تو سنائی دیتی تھی مگر وجود نظر نہ آتا تھا۔ اس نے کہا اے گھر والو! تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔ اللہ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا ہے۔ وہی دنیا سے جانے والے ہر شخص کا نائب ہے اور ہر نقصان کا مداوا کرنے والا ہے تو تم اگر بھروسا کرو تو صرف اللہ پر اور رجوع لاؤ تو اسی کی طرف۔ محروم وہ ہے جو ثواب کھو بیٹھا اور مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے تہی دامن رہ گیا۔ والسلام علیکم۔

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا جانتے ہو وہ کون تھا۔ وہ یہی خضر تھے۔ ان پر اللہ کی رحمتیں برسیں اور تمام انبیاء و اولیاء پر۔

مٹی کسی نبی کا جسم کھا نہیں سکتی

(۴۹۷) اوس بن اوس ثقفیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے ایام میں سب سے افضل روز جمعہ ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی میں ان کا وصال ہوا۔ اسی میں صور پھونکا جائے گا۔ اور کڑک (۱) آئے گی۔ تو تم جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہو گا تو ہمارا درود آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

---

(۱) یہ روز محشر ایک خوفناک آواز آئے گی جس سے سب اہل محشر کے دل دہل جائیں گے۔

سعید (۱) بن مسیّب ؓ کو روضہ رسول سے اذان کی آواز آتی تھی

(۴۹۸) سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں حادثہ حرہ کی راتوں میں میں نے خود کو یوں پایا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ ہوتا تھا۔ اور جب بھی نماز کا وقت آتا مجھے قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز آتی۔ تو میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور نماز پڑھ لیتا جبکہ شامی لوگ مسجد میں گروہ در گروہ آتے اور (مجھے دیکھ کر) کہتے اس پاگل بوڑھے کو دیکھو۔

عمر فاروق ؓ نے حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش مانگی جو خوب برسی

(۴۹۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارش کی دعا کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلے اور حضرت عباس کو ساتھ لے لیا تاکہ ان کے وسیلے سے دعا کی جائے چنانچہ عمر فاروق نے یوں دعا کی اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب قحط آتا تو ہم اپنے نبی کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے۔ اور اب ہم تیرے نبی کے چچے کو تیری جناب میں وسیلہ لاتے ہیں۔ تو ہمیں بارش عطا فرما چنانچہ خوب بارش ہوئی۔ (۲)

---

(۱) سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کو سید التابعین کہا جاتا ہے۔ خلافت فاروقی کے دوسرے سال میں پیدا ہوئے علم و عمل اور زہد و ورع میں فرید وقت تھے۔ ابو ہریرہؓ کی اکثر مرویات حفظ تھیں۔ آپ کے شاگرد مکحول کہتے ہیں میں نے سارا جہان چھان مارا مگر سعید بن مسیّبؓ سے بڑا عالم نہیں پایا۔ ۹۳ھ میں وصال ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

یاد رہے واقعہ حرہ ۶۳ھ میں یزید بن معاویہؓ کے دور میں وقوع پذیر ہوا جب اہل مدینہ نے یزید کی بدکرداری اور گناہ آلود زندگی کے واقعات سن کر اس کے خلاف خروج کر دیا تھا۔ چنانچہ مدینہ پر فوج کشی کی گئی اور یزیدی فوج کے ہاتھوں ۱۰۰۰۰ مسلمان قتل ہوئے تین دن کے لئے مدینہ مباح قرار دیا گیا اس دوران مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ نماز۔

(۲) یاد رہے اس حدیث میں یہ الفاظ کہیں بھی نہیں کہ حضرت عمر فاروق نے یہ کہا ہو کہ اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چونکہ ان کا وسیلہ جائز نہیں اس لئے ہم حضرت عباس کا وسیلہ لے رہے ہیں۔ یہ الفاظ حدیث کے نہیں اور نہ ہی یہ حدیث کا منشاء ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ جس طرح پہلے ہم حیات ظاہرہ کے ساتھ موجود ذات رسول کا وسیلہ لیتے تھے اور ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے۔ آج چونکہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار حاصل نہیں اور آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہوئے آپ کے دیدار سے جو ذوق حاصل ہوتا تھا وہ اب ہمیں میسر نہیں اس لئے اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچے کو سامنے بٹھا کر ان کے چہرے میں تیرے نبی کا دیدار حاصل کر رہے ہیں اور چشم تصور سے تیرے نبی کو ہی سامنے بیٹھا دیکھ رہے ہیں اور وہی ذوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے حاصل ہوتا تھا۔ گویا حضرت عمر فاروق نے حقیقتاً حضور کے وسیلہ سے ہی دعا کی۔ کیونکہ انہوں نے بعم نبیک کہا بعباس بن عبدالمطلب نہیں کہا۔ اگر حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا ہوتی تو ان کا نام لیا جاتا مگر یہاں تو اس نسبت کو سامنے رکھا جا رہا ہے جو انہیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ (۴) کو مستجاب الدعوات بنا دیا

(۵۰۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق فرمایا تھا۔ اللھم سدد رمیتہ واجب دعوتہ۔ اے اللہ اس کا نشانہ درست کر دے اور اس کی دعا کو مستجاب بنا دے۔

صحابہ کے گستاخ پر حضرت سعد کی دعا کا اثر

(۵۰۱) سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ نے ایک آدمی کے متعلق سنا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تنقیص کرتا ہے۔ آپ نے اسے کہا۔ تم باز آتے ہو یا میں اللہ سے تم پر دعا کر دوں؟ تو وہ آدمی غصے میں کھڑا ہو گا۔ اور کہنے لگا تو ہمیں اپنی دعا سے تو یوں ڈراتا ہے جیسے تو نبی ہے! حضرت سعد نے فرمایا اے اللہ اگر ایک شخص ایسی قوم کو برا کہتا ہے جنہیں تو نے سبقت اور عظمت عطا فرمائی ہے اور اس کا مقصد ان کو رسوا کرنا ہے تو آج ہی اسے ایسی نشانی دکھا دے جو دوسروں کے لئے سامان عبرت ہو۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ کا وسیلہ لیتے تھے چند احادیث کی نشاندہی کئے دیتا ہوں۔

(۱) سنن دارمی میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی گئی تو انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کے اوپر سے حجرے کی چھت میں سے ایک پتھر نکال دو۔ چنانچہ جب ایسا ہی کیا گیا تو خوب بارش ہوئی۔

(۲) طبرانی کبیر میں ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ الفاظ حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو تعلیم کیے تھے۔ ایک شخص کو بتلائے کہ یہ الفاظ کہو تمہاری مشکل آسان ہو جائے گی۔ الفاظ یہ ہیں اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ ان تقضی حاجتی۔ ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف توجہ کرتا ہوں کہ اے اللہ میری یہ حاجت پوری کر دے۔

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے جبکہ اسلام ابھی بالکل آغاز کار میں تھا۔ لیکن طبقات بن سعد میں آپ کے بیٹے عامر سے روایت ہے کہ میرے والد کہتے تھے میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا۔ حضرت سعدؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا تیر آپ نے چلایا اسلام میں آپ کا عظیم مقام ہے، آپ عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں آپکا پیدل دریا دجلہ عبور کرنا اور لشکر اسلام کو پیدل دریا عبور کروانا بھی آگے حدیث نمبر ۴۸۹ میں آ رہا ہے۔ ۵۵ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔ رضی اللہ عنہ آپ کے حالات کو مفصل جاننے کیلئے راقم الحروف کی کتاب الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرہ کا مطالعہ کریں۔

کہتے ہیں یہ سن کر وہ آدمی غصے سے مسجد سے نکل گیا۔ اتنے میں آگے سے ایک بپھرا ہوا سانڈ آ گیا۔ وہ لوگوں کی بھیڑ کو چیرتا ہوا اس آدمی تک پہنچا اور ٹکر مار کر اسے گرا دیا اور اوپر بیٹھ گیا اسی طرح یہ عمل اس نے بار بار کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کی طرف دوڑے آ رہے ہیں اور ان کی دعا کی قبولیت پر تحسین کہہ رہے ہیں۔

ایک زبان دراز آدمی پر حضرت سعد کی دعا

(۵۰۲) عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک مسلمان آدمی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف آیا اور کہنے لگا۔

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِیَّۃِ مُعْصِمُ

ہم لڑائی کرتے ہیں تا آنکہ اللہ فتح و نصرت اتارتا ہے اور سعد تو قادسیہ کے دروازے کو پکڑے بیٹھا ہے۔

فَاُبْنَا وَقَدْ اٰمَتْ نِسَآءٌ کَثِیْرَۃٌ وَنِسْوَۃُ سَعْدٍ لَیْسَ فِیْھِنَّ اَیِّمُ

تو ہم باپ بن گئے اور بہت سی عورتیں مائیں بن گئیں اور سعد کی عورتوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ رہی (سب سے ہم نے نکاح کر لیا)

حضرت سعدؓ کو اس کی یہ ہجو پہنچی تو آپ نے ہاتھ اٹھا لئے اور کہا اے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ کو مجھ تک پہنچنے سے روک دے جیسے تو چاہتا ہے۔ تو قادسیہ کی جنگ کے روز اس کی زبان کٹ گئی ہاتھ کٹ گئے اور وہ قتل ہو گیا۔

حضرت عبداللہ (۱) بن عمر کے حکم سے سانپ واپس ہو گیا

(۵۰۳) عطا ابن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ ایک بار عبداللہ بن عمرؓ مسجد حرام میں ظہر کے وقت نہایت گرمی میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں انہیں وہاں ایک خوبصورت اور سیاہ دھبوں والا سانپ نظر آیا

---

(۱) عبداللہ بن عمرؓ حضرت عمر فاروق کے صاحب زادگان میں سب سے عالم متقی اور مقرب حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے مکہ مکرمہ میں بچپن میں اسلام لائے۔ بدر و احد میں بچپنے کی وجہ سے انہیں اذن جہاد نہ ملا پھر غزوہ خندق سے لے کر تمام غزوات میں شامل رہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے تھے ہم سب کو دنیا نے اپنی طرف راغب کر دیا سوائے عبداللہ بن عمر کے آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کئے۔ ۷۳ھ میں حج کے لئے بحالت احرام وقوف عرفہ کے لئے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے حجاج بن یوسف کے حکم سے آپ کے پاؤں میں زہر آلود تیر چبھو دیا۔ چنانچہ وہیں آپ کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

جس نے آکر بیت اللہ کے سات طواف کئے پھر مقام ابراہیمؑ پر آیا جیسے نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمر اس کے پاس آئے اور فرمایا اے مذکر یا مونث سانپ! شائد تم اپنے مناسک پورے کر چکے ہو۔ اور میں اپنے شہر کے بے وقوف لوگوں سے تیرے متعلق خطرہ محسوس کرتا ہوں (۱) تو یہ سن کر اس نے کنڈلی ماری اور آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔

حضرت عبداللہ سے ایک روایت میں ہے کہ سانپ نے میری بات پر کان لگائے تا آنکہ میری بات ختم ہو گئی۔ تو اس نے کچھ مٹی اکٹھی کی (کنڈلی ماری) پھر وہ سیدھا ہوا تا آنکہ اپنی دم پر کھڑا ہو گیا پھر آسمان کی طرف چڑھتا گیا اور میری نگاہوں سے چھپ گیا۔

شہداء کی حیات جاودانی پر چند روایات

(۵۰۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ہمیں حکم دیا گیا کہ احد کے شہداء کی نعشیں اٹھالیں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت امیر معاویہ نہر نکلوا رہے تھے۔ جب ہم نے انہیں چالیس برس کے بعد قبروں سے نکالا تو ان کے جسم بالکل نرم تھے۔

(۵۰۵) حضرت جابرؓ ہی سے روایت ہے کہ امیر معاویہؓ نے نہر کھدوانے کا حکم دیا اور وہ نہر (چلتے چلتے) مقام شہداء احد تک آگئی۔ چنانچہ انہیں قبروں سے نکالا گیا تو وہ تروتازہ تھے اور چالیس برس کے بعد بھی ان کے دست و بازو آسانی سے حرکت کر رہے تھے۔

(۵۰۶) حماد بن سلمہؓ کہتے ہیں میں نے عمرو بن دینار اور ابو زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم کو قبر کی کھدائی کے دوران کدال لگ گئی تو چالیس برس بعد بھی اس سے خون نکل آیا۔

ثابت بن قیس نے شہادت کے بعد وصیت کی

(۵۰۷) عطاء خراسانی کہتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں آیا میں چاہتا تھا کہ کوئی شخص مجھے ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کی بات بتلائے۔ تو ایک آدمی نے کہا یہ ثابت بن قیس کی صاحب زادی ہیں ان سے پوچھ لو! تو میں نے اس سے کہا اے بیٹی! اللہ تم پر رحم کرے مجھے اپنے باپ ثابت (۲)

---

(۱) کہ کہیں تجھے بے وقوف لوگ مار نہ دیں۔ اس حدیث کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا کہ وہ سانپ در حقیقت کوئی مسلمان جن تھا اور پیچھے حدیث نمبر ۲۴۰ سے لے کر ۲۴۸ تک احادیث کو آپ ایک بار پھر پڑھ لیں آپ کو معلوم ہو گا کہ جنات اکثر سانپوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں بلکہ حدیث نمبر ۲۴۰ میں یہ امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشاد سے بھی مذکور ہوا ہے۔

(۲) ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ خزرج میں سے تھے واقعہ بدر کے بعد ایمان لائے پھر احد اور دیگر تمام

بن قیس کی بات تو سناؤ! انہوں نے کہا ہاں۔ جنگ یمامہ کے دن ثابت بھی خالد بن ولیدؓ کے ساتھ شریک جہاد تھے۔ اہل اسلام اور بنو حنیفہ کا ٹکراؤ ہوا گھمسان کی جنگ ہوئی لشکر اسلام بکھر گیا، ثابت بن قیس اور سالم غلام ابی حذیفہؓ باہم کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تو ہم ایسا نہیں لڑا کرتے تھے چنانچہ دونوں نے ایک ایک گڑھا کھود لیا۔ ادھر مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں بکھیر دیا مگر ثابت اور سالم ڈٹے رہے تا آنکہ شہید ہو گئے۔

اس دن ثابتؓ نے ایک نفیس زرہ پہن رکھی تھی۔ اتنے میں ایک مسلمان ادھر سے گزرا اور ان کی لاش سے زرہ اتار لی۔ اس کے بعد ثابت بن قیس ایک آدمی کو خواب میں ملے اور اس سے کہا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں وہ یہ کہ جب میں نے گزشتہ روز شہادت پائی تھی تو ایک مسلمان مرد نے میری زرہ اتار لی۔ لشکر کے آخری حصے میں اس کا خیمہ ہے اور خیمے کے پاس ایک سیدھا دوڑنے والا گھوڑا بندھا ہے۔ زرہ کو ایک بڑی سی ہنڈیا میں چھپایا گیا ہے اور ہنڈیا کے اوپر کجاوہ رکھ دیا گیا ہے۔ تم خالد بن ولید کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے کہو کہ میری زرہ واپس لی جائے اور اسے سنبھال لیا جائے۔ پھر جب تم خلیفہ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو تو انہیں کہو کہ مجھ پر (ثابت بن قیسؓ پر) اتنا قرضہ ہے اور میں نے فلاں فلاں سے اتنا قرض لینا ہے۔ اور میرا فلاں فلاں غلام آزاد ہے۔

تو وہ آدمی یہ خواب دیکھ کر حضرت خالدؓ کے پاس آیا۔ نہوں نے زرہ تلاش کروائی تو وہ اسی طرح بر آمد ہوئی جیسے ثابتؓ بتلا چکے تھے۔ پھر جب وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں سارا قصہ سنایا تو انہوں نے وصیت جاری کر دی۔ اور ثابت کے علاوہ کسی کے متعلق بھی مذکور نہیں کہ اس نے موت کے بعد وصیت کی ہو اور اسے جاری کیا گیا ہو (۱)۔

(۵۰۸) اسماعیل بن محمد انصاریؒ سے روایت ہے کہ ایک بار ثابت بن قیسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ڈرتا ہوں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کی تعریف وصول کرنے سے منع کرتا ہے جو ہم نے کیا نہ ہو (۲) اور میں تو اپنی تعریف پسند کرتا ہوں۔ اللہ ہمیں تکبر سے منع کرتا ہے اور میں اسے پسند رکھتا ہوں۔ اللہ ہمیں آپ کی آواز سے اپنی

غزوات میں برابر شامل رہے۔ بڑے زبان آور مقرر تھے اس لئے انہیں خطیب الانصار اور خطیب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔ باقی حالات زیر نظر حدیث میں موجود ہیں۔

(۱) مگر اس سے مراد شرعی وصیت نہیں بلکہ صرف پیغام دینا مراد ہے کہ فلاں فلاں کا قرض دے دیا جائے اور فلاں سے قرض لینا ہے وہ وصول کر لیا جائے اور یہ کہ میں نے اپنی زندگی میں فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیا تھا انہیں چھوڑ دیا جائے اور جو وصیت شرعاً ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص موت کے آثار دیکھ کر یا بعد الموت کسی کو خواب میں آکر کہے کہ فلاں کو میرا ثلث مال دے دیا جائے۔ تاہم موت کے بعد خواب میں ایسی وصیت شرعاً جاری نہ ہوگی۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انتیسویں فصل

آپ کے وصال کے بعد جو آیات قدرت آپ کے صحابہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں

حضرت علاء بن حضرمیؓ کی کرامات

(۵۰۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء (۱) بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ میں نے راستے میں ان کے تین کام دیکھے۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے زیادہ حیرت انگیز کون سا ہے۔

جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تو انہوں نے کہا اللہ کا نام لے کر پانی میں اتر جاؤ۔ ہم نے اللہ کا نام لیا اور اتر گئے اور ہم نے اسے یوں عبور کر لیا کہ ہمارے اونٹوں کے تلوے بھی پانی سے تر نہ ہوئے۔

واپسی پر ہم ان کے ساتھ ایک جنگل سے گزر رہے تھے ہمارے پاس پانی نہ تھا ہم نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ سے اس صورت حال کا شکوہ کیا۔ انہوں نے دو رکعت نماز ادا کر کے دعا کی تو اچانک ایک ڈھال نما بادل گھر آیا اور خوب جم کر برسا۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔

پھر حضرت علاءؓ فوت ہو گئے۔ تو ہم نے انہیں ایک جگہ ریت میں دفن کر دیا ابھی ہم کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ہمیں خیال آیا کہ درندے آ کر ان کی لاش کو کھا جائیں گے۔ یہ سوچ کر ہم واپس آئے مگر وہاں قبر میں آپ موجود نہ تھے۔

---

(۱) حضرت علاء الحضرمی مشہور صحابی اور کاتب وحی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بحرین کا والی بنا کر بھیجا۔ خلافت صدیقی اور فاروقی میں بھی آپ وہاں کے والی رہے تا آنکہ ۱۴ھ میں آپ نے وہیں وصال فرمایا۔ زیر نظر حدیث میں آپ کی وفات کا واقعہ ۱۴ھ کا ہے۔ اگرچہ الفاظ حدیث سے بظاہر اس کے خلاف نظر آتا ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر پیدل چلتے ہوئے دریا عبور کر گیا

(۵۱۰) ابن رفیل سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے نہر شیر میں پڑاؤ کیا یہ دریائے دجلہ سے ادھر کا شہر ہے۔ آپ نے کشتیاں طلب کیں تاکہ دریا عبور کر کے دوسری طرف والے شہر (مدائن) میں اپنا لشکر لے جائیں مگر وہاں کچھ نہ ملا۔ ایرانیوں نے تمام کشتیاں قبضے میں کر لی تھیں۔

تو اہل اسلام نہر شیر میں ماہ صفر کے چند دن اقامت پذیر رہے۔ وہ دریا عبور کرنا چاہتے تھے مگر مسلمانوں کی جانیں تلف ہونے کا خطرہ اس سے مانع تھا۔ تا آنکہ ان کے پاس کچھ عجمی کافر آئے، انہوں نے بتلایا کہ دریا میں فلاں جگہ گھٹنے کی جگہ ہے (تھوڑا پانی ہے) جہاں سے وہ وادی میں اتر سکتے ہیں۔ مگر حضرت سعد نے انکار کیا اور تردد میں پڑ گئے پھر اچانک دریا میں طوفان آ گیا۔

ایک روز آپ نے خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں گھس گئے ہیں اور اسے عبور کر لیا ہے۔ اور چڑھے ہوئے دریا کے باوجود ایک عظیم معاملہ ظاہر کر دکھایا ہے تو آپ نے اس خواب کو عملی شکل دینے کی ٹھان لی۔ آپ نے لشکر کو جمع کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تمہارا دشمن اس دریا کے سبب تم سے محفوظ ہے۔ تم دشمنوں تک نہیں پہنچ سکتے مگر وہ جب چاہیں تم تک پہنچ سکتے ہیں وہ تمہیں پکڑ کر کشتیوں میں بٹھالیں گے۔ جبکہ پیچھے کی طرف سے کسی حملہ آور کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس دریا کو عبور کر کے دشمن تک پہنچنے کا عزم صمیم کر لیا ہے۔ تو سب لشکریوں نے کہا اللہ آپ کو اور ہمیں ہدایت پر گامزن رکھے، آپ اپنا ارادہ پورا کریں

تو آپ نے لوگوں کو دریا عبور کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا تم میں سے کون ہے جو لشکر کی حفاظت کے لئے پہل کرتا ہے تاکہ دوسرے بھی اس کے پیچھے چل پڑیں اور ان کے لئے اس راہ پر نکلنے سے کوئی رکاوٹ نہ رہے تو عاصم بن عمر لبیک کہتے ہوئے سامنے آ گئے ان کے ساتھ اہل نجدات کے چھ سو آدمی بھی نکل آئے۔ حضرت سعد نے عاصم بن عمر کو ان کا امیر بنایا عاصم انہیں لے کر دجلہ کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اپنے لشکر کی حفاظت کے لئے کون میرے ساتھ دریا میں کودنے کے لئے تیار ہے؟ تو ان میں سے ستر آدمی تیار ہوئے۔ انہوں نے ان کی دو صفیں بنا دیں کچھ گھوڑوں پر سوار تھے اور کچھ گھوڑیوں پر، یہ اس لئے کیا تاکہ گھوڑے آسانی سے ایک دوسرے کے پیچھے چل پڑیں۔ پھر وہ دریا میں داخل ہو گئے۔ پھر جب حضرت سعد نے دیکھا کہ باقی لشکر عاصم کی پیروی نہیں کر رہا تو آپ نے تمام لشکر کو (بیک وقت) دریا میں کود پڑنے کا آرڈر دے دیا اور فرمایا۔ یہ پڑھو۔

نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ ہمیں کافی ہے وہ سب سے بہتر ذمہ دار ہے۔ اور خدائے بلند و عظیم کے سوا کسی کی پناہ ہے نہ طاقت۔

چنانچہ تمام لشکر آگے پیچھے چلتا ہوا دریا کے وسط پر سوار ہو گیا۔ دجلہ طغیانی کے سبب ان دنوں جھاگ اڑا رہا تھا اور پانی کا رنگ سیاہ تھا مگر اہل لشکر باتیں کرتے ہوئے تیرتے جا رہے تھے، وہ باہم گفتگو کرنے کے لئے ایک دوسرے سے قریب ہو گئے تھے جیسے زمین پر سفر کرتے ہوئے ان کا طریقہ کار ہوتا تھا۔

اہل فارس یہ منظر دیکھ کر بوکھلا اٹھے یہ ماجرا تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ انہوں نے فوراً اپنا سامان اکٹھا کیا اور شہر خالی کر گئے۔ اسلامی لشکر صفر ۱۶ھ میں وہاں داخل ہوا اور کسریٰ کے محلات میں سے باقی ماندہ تین کروڑ درہم انہیں ملا۔ علاوہ ازیں شاہ فارس شیرویہ اور اس کے بعد والوں نے جو کچھ جمع کر رکھا تھا سب کچھ ان کے ہاتھ لگا۔

ہمیں شعیب نے یوسف سے اور انہوں نے ایک راوی کے ذریعے ابی عثمان نہدی سے حضرت سعدؓ کے دریا عبور کرنے کے لئے لوگوں کو دعا سکھلانے کا واقعہ روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سواروں پیادوں اور جانوروں سے دجلہ کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اور دریا سے پار کھڑا کوئی شخص دجلہ کا پانی دیکھ نہ پاتا تھا۔ گھوڑوں نے ہمیں دوسرے کنارے پر جا اتارا۔ گھوڑے گردن کے بال جھٹکتے ہوئے ہنہنانے لگے (۱) دشمن فوج نے جب یہ دیکھا تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابو بکر بن حفص بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت سعدؓ کو پانی میں حضرت سلمان فارسی ساتھ لیجا رہے تھے گھوڑے لوگوں کو لے کر پانی پر تیرنے لگے حضرت سعدؓ ایسے میں کہہ رہے تھے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ وَاللّٰهِ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ وَلِيَّهُ وَلَيُظْهِرَنَّ دِيْنَهُ وَلَيَهْزِمَنَّ عَدُوَّهُ۔ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْجَيْشِ بَغْيٌ أَوْ ذُنُوْبٌ تَغْلِبُ عَلَى الْحَسَنَاتِ۔

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی سب سے بہتر کارساز ہے۔ بخدا اللہ تعالیٰ اپنے دوست کی مدد کرتا ہے۔ اپنے دین کو غالب رکھتا ہے اور اپنے دشمن کو شکست دیتا ہے۔ اگر لشکر میں بغی اور گناہ نہ ہوں تو یہ نیکیوں پر حکمران بن جائیں۔

سلمان فارسیؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا۔ اسلام واقعتاً اسی عظمت کے لائق ہے۔ بخدا اہل اسلام کے لئے سمندر بھی ایسے ہی تابع کر دیئے گئے ہیں جیسے خشکی اور اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں سلمان

---

(۱) جیسے اپنی کامیابی پر خوش ہو رہے ہوں۔

کی جان ہے۔ یہ لشکر جس طرح دریا میں اترا تھا اسی طرح گروہ در گروہ باہر نکل جائے گا۔
چنانچہ دریا کا چہرہ چھپ گیا اور کنارے سے دریا کا پانی نظر نہ آ رہا تھا اہل لشکر خشکی کی نسبت دریا میں زیادہ باتیں کر رہے تھے تا آنکہ وہ باہر نکل گئے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں۔ کسی کا کچھ نقصان نہ ہوا اور نہ ہی کوئی پانی میں غرق ہوا۔

سیف نے ابو عمرو و ثاب سے اور انہوں نے ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ سب اہل لشکر سلامتی سے نکل گئے۔ البتہ بنی بارق کا ایک آدمی جسے عرقدہ کہتے تھے اپنے سرخ و زرد گھوڑے کی پشت سے پھسل گیا۔ آج بھی وہ منظر میرے سامنے ہے جب اس کا گھوڑا اپنے بال جھٹک رہا تھا اور آدمی پانی پر تیرنے لگا۔ قعقاع بن عمرو نے اپنے گھوڑے کی لگام اس کی طرف پھیری۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچ کر کنارے پر پہنچا دیا۔

کہتے ہیں پانی میں لشکر کی کوئی چیز نہ گری البتہ ایک آدمی کا پیالہ جس کی رسی پرانی ہو چکی تھی جو ٹوٹ گئی اور اسے پانی بہا لے گیا۔ جو شخص پیالے والے آدمی کے ساتھ دریا پر تیر رہا تھا اس نے اسے عار دلاتے ہوئے کہا قدرت کا فیصلہ پیالے کو آ پہنچا اور وہ ضائع ہو گیا (اب افسوس کس کا؟) اس نے کہا بخدا مجھے تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لشکر میں سے میرا پیالہ مجھ سے نہ چھینے گا۔ چنانچہ جب لوگ کنارے پر اترے تو ایک آدمی جو سب سے پہلے دریا میں اترنے والوں میں سے تھا وہی پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا تھا کیونکہ ہواؤں اور پانی کی لہروں نے اسے دھکیلتے ہوئے کنارے پر لا پھینکا تھا۔ جسے اس آدمی نے اپنے نیزے سے پکڑ لیا اور لشکر میں لے آیا۔ چنانچہ پیالے والے نے اسے پہچان کر لے لیا۔

سیف نے قاسم بن ولید سے اور انہوں نے عمیر صائدی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں جب حضرت سعدؓ لشکر کو لے کر دجلہ میں داخل ہو گئے۔ جبکہ ان کے ساتھ ساتھ چلنے والے سلمان فارسی تھے تو حضرت سعدؓ نے (بے اختیار) کہا ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ یہ غالب علم والے خدا کی قدرت کے سوا کیا ہے؟

حالت یہ تھی کہ پانی لشکر کو لے کر چل رہا تھا اور گھوڑے بدستور سیدھے کھڑے تھے۔ جب وہ کھڑے کھڑے تھک جاتے تو پانی میں سے ریت کی ڈھلوان سی نمودار ہو جاتی اور وہ اس پر یوں آرام کر لیتے جیسے خشکی پر کرتے ہیں۔
مدائن میں اس سے بڑھ کر اور کون سی عجیب تر چیز ہو سکتی تھی اسی لئے یوم مدائن کو یوم جراثیم کہتے ہیں۔ کیونکہ جب بھی کوئی گھوڑا تھک جاتا تھا اس کے لئے ایک جرثومہ (ریت کا تودہ) نمودار ہو جاتا جس پر وہ آرام کر لیتا۔

سیف نے اسماعیل بن ابی خالد کے واسطہ سے قیس بن ابی حازم سے روایت کی ہے کہتے ہیں جب

ہم دجلہ میں داخل ہوئے تو وہ کناروں تک بھرا ہوا تھا مگر جہاں زیادہ گہرا پانی تھا وہاں یہ حالت تھی کہ گھوڑ سوار کھڑا رہتا اور پانی اس کی زین کی رسی کو پہنچ نہ پاتا تھا۔

سیف نے اعمش کے واسطہ سے حبیب بن صبہان ابی مالک سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں یوم مدائن میں مسلمان جب دجلہ کو عبور کر رہے تھے تو اہل مدائن نے انہیں دیکھ کر فارسی میں یہ کہنا شروع کر دیا "دیوانہ آمد (۱) "۔ پاگل آ گئے۔ اور وہ آپس میں کہنے لگے بخدا تم انسانوں سے جنگ نہیں کر رہے تمہارا مقابلہ جنوں سے ہے۔ اور وہ بھاگ اٹھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی رحلت پر جنوں کے مرثیے

(۵۱۱) معروف بن معروف موصلی کہتے ہیں جب عمر فاروق کا وصال ہوا میں نے ایک آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

لِیَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا فَقَدْ اَوْشَكُوْا هَلْكٰى وَمَاقَدِمَ الْعَهْدُ

رونے والے کو آج اسلام پر رونا چاہئے۔ قریب ہے کہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ اور ابھی زیادہ وقت بھی نہ گزرا۔

وَاَدْبَرَتِ الدُّنْيَا وَاَدْبَرَتْ خَيْرُهَا وَقَدْ مَلَّهَا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالْوَعْدِ

دنیا پلٹ گئی اور اس کی بھلائی بھی جاتی رہی۔ اب دنیا کو ان لوگوں نے بھر دیا ہے جو صرف وعدے پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۵۱۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کی رحلت پر تین دن تک جن روتے رہے۔ وہ یہ کہتے تھے۔

اَبَعْدَ قَتِيلٍ بِالْمَدِيْنَةِ اَصْبَحَتْ بِهِ الْاَرْضُ تَهْتَزُّ الْعِضَاهُ بِاَسْوُقٍ

کیا مدینہ طیبہ میں قتل ہونے والے آدمی کے بعد زمین دھل اٹھی ہے اور اس کے تناور درخت لرز رہے ہیں؟

جَزَى اللهُ خَيْرًا مِّنْ اَمِيْرٍ وَّبَارَكَتْ يَدُ اللهِ فِىْ ذَاكَ الْاَدِيْمِ الْمُمَزَّقِ

اللہ تعالیٰ اس سب سے بہتر صاحب امر کو جزا عطا فرمائے اور اس استعمال شدہ مٹی میں اللہ کا ہاتھ برکت ڈالے (۲)۔

---

(۱) مگر دوسری کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے "دیو آمدند" جن آ گئے۔ اور یہ زیادہ قرین عقل ہے اور ممکن ہے کچھ یہ کہتے ہوں گے اور کچھ کی زبان پر دیوانہ آمد ہو گا۔

(۲) غالباً اس میں حضرت عمر فاروق کے جسم کی طرف اشارہ ہے۔

فَمَنْ یَسْعَ اَوْ یَرْکَبْ جَنَاحَیْ نَعَامَةٍ ۔۔۔ لِیُدْرِكَ مَا قَدَّمْتَ بِالْاَمْسِ یُسْبَقِ

اگر کوئی شخص کوشش کرے اور شترمرغ (جو بہت تیز رفتار ہوتا ہے) کے پروں پر سوار ہو کر آپ کے کارناموں تک رسائی حاصل کرنا چاہے تو ناکام ہی رہے گا۔

قَضَیْتَ اُمُوْرًا ثُمَّ غَادَرْتَ بَعْدَهَا ۔۔۔ بَوَائِقَ فِیْ اَکْمَامِهَا لَمْ تُفَتَّقِ

آپ نے معاملات کا فیصلہ کیا اور بیکار چیزوں کو ان کے چھلکوں میں ہی بند رہنے دیا انہیں باہر نکالا ہی نہیں (دوسرے حکمرانوں کی طرح بے مقصد باتوں میں نہیں الجھے)

فَلَقَّاكَ رَبِّیْ فِی الْجِنَانِ تَحِیَّةً ۔۔۔ وَمِنْ کِسْوَةِ الْفِرْدَوْسِ مَا لَمْ یُمَزَّقِ

تو میرا رب آپ کو جنتوں میں بہتر آداب عطا کرے اور فردوس کے لباس بھی، جو کبھی استعمال نہیں کیے گئے (بالکل نئے لباس ہیں)

اے ساریہ پہاڑ کے پیچھے ہو جاؤ۔ فرمان عمر فاروق

(۵۱۳) نافع سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے لشکر بھیجا اور ایک شخص کو ان کا امیر بنایا جسے ساریہ کہتے تھے۔ ایک روز عمر فاروقؓ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دوران خطبہ فرمایا یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل ''اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو'' تو لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت جمعہ کے دن ساریہ پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ حالانکہ ان کے اور عمر فاروق کے درمیان ایک مہینے کے سفر کا فاصلہ تھا۔

(۵۱۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر فاروق نے ایک لشکر بھیجا۔ جس کا امیر ساریہ نام کے ایک آدمی کو بنایا۔ کہتے ہیں اس کے بعد ایک جمعہ کو عمر فاروق لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک منبر پر بلند آواز سے پکارنے لگے یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل۔

جب لشکر کا پیغام رساں (جو فتح کی بشارت لے کر آتا ہے) مدینہ طیبہ میں پہنچا تو آپ نے اس سے جنگ کے احوال پوچھے اس نے بتایا امیر المومنین! جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہوا تو انہوں نے ہمیں بھاگنے پر مجبور کر دیا مگر اچانک ہمیں آواز آئی کوئی پکار پکار کر کہہ رہا تھا یا ساریۃ الجبل تو ہم نے پہاڑ کی پناہ لے لی۔ تب اللہ نے دشمن کو شکست دی تو لوگوں نے عمر فاروق سے کہا آپ ہی تو (فلاں دن جمعہ کے خطبہ میں) کہہ رہے تھے یا ساریۃ الجبل۔

(۵۱۵) نصر بن ظریف سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا جن کا امیر ساریہ بن زنیم کو بنایا گیا تھا۔ ایک روز دوران خطبہ جمعہ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ پکار کر کہا یا ساریہ بن زنیم الجبل الجبل۔ قد ظلم من استوعی الذئب الغنم۔ اے ساریہ بن زنیم پہاڑ کی پناہ لو پہاڑ کی

پناہ۔ جو آدمی بکریوں کی نگرانی بھیڑیئے سے کروائے تحقیق وہ بڑا ظالم ہے۔

کہتے ہیں یہ آواز ساریہ کو سنائی دی، جب حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو پتا چلا تو وہ عمر فاروقؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا آپ ایک دیہاتی آدمی ہیں دوران خطبہ تین مرتبہ چیخ چیخ کر "اے ساریہ بن زنیم پہاڑ کی اوٹ لو پہاڑ کی اوٹ لو جس نے بھیڑیئے کو بکریوں کا چرواہا مقرر کیا تحقیق اس نے بڑا ظلم کیا۔ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے یہ خوف طاری تھا کہ دشمن اسے پہاڑ کی پناہ لینے پر مجبور کر دے گا اور یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو میری آواز پہنچا دے۔ کہتے ہیں پھر ساریہ بن زنیم واپس آئے تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے فلاں جمعہ کو دن کے بارہ بجے یہ آواز سنی تھی اے ساریہ بن زنیم پہاڑ کی اوٹ لو پہاڑ کی اوٹ لو۔ تحقیق وہ بڑا ظالم ہے جس نے بھیڑیئے کو بکریوں کا نگران بنایا۔

(۵۱۶) عمرو بن الحارثؓ سے روایت ہے کہ ایک روز عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد کر رہے تھے مگر اچانک خطبہ بند کر کے دو یا تین بار یہ کہا اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ پھر خطبہ کا سلسلہ جاری کر دیا، ناظرین نے جو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہ دیکھ کر کہا ان پر جنون ہو گیا ہے۔ مجنون نظر آ رہے ہیں۔ یہ کیا ہوا کہ دوران خطبہ کہہ رہے ہیں اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ؟

تو عبدالرحمان بن عوفؓ (نماز جمعہ کے بعد) آپ کے پاس آئے کیونکہ وہی آپ سے مطمئن ہو کر بات کر سکتے تھے۔ کہنے لگے آج میں نے آپ کے بارے میں لوگوں کو بہت ملامت کی ہے۔ (انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے خاموش کیا ہے) یاد رکھئے آپ لوگوں کو اپنے متعلق باتیں کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ آج آپ دوران خطبہ آواز لگانے لگے "اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ لو، آخر یہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا بخدا میں نے یہ بے اختیار کہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں اور آگے پیچھے سے گھرے ہوئے ہیں۔ تو میں نے بے ساختہ پکار کر کہا۔ "اے ساریہ پہاڑ"! تاکہ وہ پہاڑ کی پناہ لے لیں۔

چند ہی روز بعد حضرت ساریہ کا پیغام رساں ان کا خط لے کر آ گیا۔ جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے ہمارا سامنا ہوا ہم نے نماز فجر سے لڑنا شروع کیا اور جمعہ کا وقت آ گیا اور سائے اپنا رخ بدلنے لگے۔ تو اچانک ہم نے سنا کوئی پکار کر کہہ رہا تھا۔

اے ساریہ پہاڑ! یہ آواز دو مرتبہ آئی۔ تو ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اور بڑھ کر دشمن پر حملہ کرنے لگے تا آنکہ اللہ نے انہیں شکست سے دوچار کیا اور تباہ کر ڈالا۔ تب ان اعتراض کرنے

والوں نے کہا۔ ان صاحب کو رہنے دیجئے انہیں یہ مقام واقعتاً عطا کیا گیا ہے۔

حضرت عثمان کو ایذاء دینے والے کا انجام

(۵۱۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار بلوہ کے دنوں میں جحجاہ غفاری اٹھا اور عثمان غنی (جب کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے) کے ہاتھ سے عصا چھین لیا اور ان کے گھٹنے پر دے مارا جس سے ان کا گھٹنا سخت زخمی ہو گیا۔ اور عصا ٹوٹ گیا۔

پھر ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جحجاہ کے ہاتھ میں ایک موذی پھوڑا پیدا کر دیا جس کی تکلیف سے وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت علیؓ میدان کربلا میں نشانات لگاتے ہیں

(۵۱۸) اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ہم (امام) حسین کی قبر کی جگہ (کربلا) سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔ یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی۔ یہاں ان کے کجاوے اتریں گے اور یہاں ان کا خون بہے گا وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ لوگ ہوں گے جو اس میدان میں قتل کئے جائیں گے ان پر آسمان بھی روئے گا اور زمین بھی۔

(۵۱۹) (امام) جعفرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی جھگڑا لے کر آئے تاکہ فیصلہ کیا جائے۔ آپ ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے (۱) تو اتنے میں ایک آدمی نے آکر کہا۔ امیرالمومنین! یہ دیوار ابھی گرنے والی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم جاؤ ہمارا محافظ اللہ ہی کافی ہے آپ نے ان کے درمیان فیصلہ کیا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر اس کے فوراً بعد دیوار گر گئی۔

حضرت علیؓ کو جھوٹا کہنے والے کا انجام

(۵۲۰) حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حدیث سنائی۔ اس نے آگے سے آپ کی تکذیب کی۔ لیکن ابھی وہ آپ کی مجلس سے برخاست بھی نہ ہوا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

حضرت تمیم (۲) داری آگ کو ہانک کر لے جاتے ہیں

(۵۲۱) مرزوق سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں آگ نمودار ہوئی۔ تو حضرت

(۱) تاکہ آرام سے بیٹھ کر ان کے جھگڑے کو سنا جائے اور اس کا فیصلہ کیا جائے۔

(۲) حضرت تمیم داریؓ قبیلہ بنی عبدالدار سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ پہلے عیسائی مذہب پر تھے، ۹ھ میں اسلام لائے۔

تمیم داری اسے اپنی چادر کے ساتھ دھکیلنے لگے تا آنکہ اسے ایک غار میں جا داخل کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے انہیں کہا۔ اے ابو رقیہ ہم اسی لئے تو آپ سے محبت رکھتے ہیں۔

(۵۲۲) معاویہ بن حرمل سے روایت ہے کہتے ہیں میں جب مدینہ طیبہ آیا تو تمیم داری مجھے اپنے گھر کھانے کے لئے لے گئے۔ میں نے خوب کھایا مگر زیادہ بھوک کی وجہ سے سیر نہ ہو سکا۔ کیونکہ میں مسجد میں تین دن رہا تھا جس دوران کچھ نہ کھایا۔

ایک دن ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ میدان حرہ کی طرف سے ایک آگ نمودار ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ حضرت تمیمؓ کے پاس آئے اور کہا اس آگ کو اٹھ کر سنبھالو انہوں نے کہا امیر المومنین! میں کون ہوں اور میں کیا ہوں؟ (۱) مگر وہ انہیں کو مجبور کرتے رہے بالآخر وہ تیار ہو گئے۔

راوی کہتا ہے میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ وہ دونوں آگ کی طرف چل پڑے چنانچہ حضرت تمیم آگ کو اپنے ہاتھوں سے دھکیلنے لگے تا آنکہ اسے ایک گھاٹی میں داخل کر دیا۔ اور پیچھے سے خود بھی داخل ہو گئے۔ عمر فاروق یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ جس نے دیکھا وہ نہ دیکھنے والے کی طرح کب ہو سکتا ہے (۲)۔

شیر حضرت سفینہؓ (۳) کی سواری بن گیا

(۵۲۳) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں ایک بار کشتی میں سوار ہو کر سمندر کے سفر پر روانہ ہوا۔ کشتی کا ایک تختہ ٹوٹ گیا اور وہ ہوا کے دباؤ پر لڑکھڑاتی بہنے لگی تا آنکہ اس نے مجھے ایک جزیرے میں جا پھینکا۔ جہاں ایک شیر تھا۔ میں نے اسے کہا اے ابو الحارث میں سفینہ غلام رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم، یہ سنتے ہی اس نے گردن جھکا دی اور اپنا پہلو یا کندھا میرے آگے پیش کر دیا (گویا سوار ہونے کو کہہ رہا تھا) چنانچہ اس نے مجھے صحیح راستے پر ڈال دیا (یعنی جہاں سے کسی

ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ زہد و ورع میں یگانہ روزگار تھے ساری ساری رات عبادت میں گزارا کرتے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک مدینہ طیبہ میں رہے پھر شام چلے گئے وہیں وفات پائی۔ سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ روشن کرنے والے آپ ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

(۱) یعنی میری کیا حیثیت ہے کہ اس آگ کو دھکیل سکوں۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جنہوں نے حضرت تمیم داری کی یہ کرامت دیکھی ہے۔

(۳) حضرت سفینہؓ کا نام رباح یا مہران ہے اور لقب سفینہ۔ یہ لقب انہیں اس لئے ملا کہ ایک مرتبہ دوران سفر ایک صحابی نے انہیں اپنی تلوار نیزہ ڈھال اور دوسرا سارا سامان سنبھالنے کو دے دیا جو انہوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا تم تو ہمارا سفینہ ہو یعنی ہماری کشتی ہو تو انہیں سفینہ کہا جانے لگا۔ روایات میں ہے کہ آپ ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ انہوں نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ عمر بھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں۔ چنانچہ آپ نے یہ شرط پوری کر دکھائی۔

اور کشتی پر سوار ہو کر سفر جاری رکھا جا سکتا تھا) جب وہ مجھے صحیح راستے پر ڈال چکا تو ہمہانے لگا (۱) جیسے مجھے الوداع کہہ رہا ہو۔

حضرت ربیعؒ وصال کے بعد گفتگو فرماتے ہیں

(۵۲۴) ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ ہم چار بھائی تھے ہمارا بھائی ربیع ہم سب سے زیادہ نمازی تھا وہ سخت گرمی کے دنوں میں بھی (نفلی) روزے رکھا کرتا۔ وہ فوت ہو گیا۔ ہم اس کی چارپائی کے گرد بیٹھے تھے اور کفن خریدنے کو آدمی بھیجا ہوا تھا اچانک انہوں نے اپنے چہرے سے پردہ ہٹایا اور فرمایا "السلام علیکم۔" لوگوں نے تعجب سے کہا "وعلیک السلام! اے بھائی تم موت کے بعد بھی زندہ ہو؟" انہوں نے کہا ہاں! میں تم سے جدا ہو کر اپنے رب سے واصل ہو چکا ہوں۔ اور میں نے رب کو خود پر غضبناک نہیں (بلکہ رحیم) پایا ہے اس نے مسرت و خوشبو کی باد نسیم اور ریشمی پوشاکوں سے میرا استقبال کیا ہے۔ البتہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم میرے منتظر ہیں۔ اس لئے میرے متعلق جلدی کرو دیر نہ کرو، مگر اس گفتگو کے بعد وہ پھر ایسے بے حس پڑے تھے جیسے تھالی میں پھینکا ہوا کنکر ہوتا ہے (جو ایک آواز پیدا کر کے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتا ہے)

چنانچہ جب یہ واقعہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ایک آدمی میری امت میں سے موت کے بعد کلام کرے گا۔

(اس کے بعد اسی حدیث کی ایک اور سند مصنف نے ذکر کی ہے)۔

---

(۱) ہولے ہولے غرّانے لگا۔

تیسویں (۳۰) فصل

فضائل جملہ انبیاء اور فضائل سید الانبیاء علیہم السلام کا موازنہ

اور معجزات انبیاء کا معجزات محمدیہ سے تقابل

فضائل ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

خلیل اور حبیب

اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خلیل بنایا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی علیہ وسلم کو خلیل بھی بنایا گیا اور حبیب بھی، جبکہ شان محبوبی مقام خلت سے کہیں لطیف تر ہے(۱)۔

حفاظت خلیل و عصمت محبوب

اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام نمرود سے تین حجابات میں تھے اللہ نے آپ کو تین حجابات میں نمرود سے محفوظ رکھا تو ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارادہ قتل لے کر آنے والے گروہ سے پانچ حجابات میں محفوظ و معصوم رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

اور ہم نے ان کے آگے بھی ایک دیوار کر دی ہے اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار پھر ہم نے انہیں گھیر لیا ہے۔ اس لئے وہ دیکھ نہیں پاتے۔

---

(۱) کیونکہ شان خلیل اللہ یہ ہے کہ آگ میں ڈالے جائیں تو جلیں نہیں۔ اور شان حبیب اللہ یہ ہے کہ جس رومال سے ہاتھ صاف کر لیں وہ ہمیشہ کے لئے آگ کی تاثیر سے بے نیاز ہو جائے جیسے حضرت انس کے دسترخوان کا مشہور واقعہ ہے دیکھئے خصائص کبریٰ جلد ۲ (صفحہ ۸۰) پھر نار نمرود تو شان خلت کے آگے تب سرد ہوئی جب ابراہیم علیہ السلام اس میں تشریف لے گئے اور شان محبوبی یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آتش کدہ ایران جو ہزاروں سال سے بھڑک رہا تھا ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔ حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۱۶

یہ تین حجاب ہو گئے (آگے پیچھے کی دو دیواریں اور آنکھوں پر پردہ پھر اللہ جل مجدہ کا ارشاد عالی ہے۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں۔

اسی قرآن کریم میں یہ بھی ارشاد ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُم مُّقْمَحُونَ

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ منہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

تو یہ دو حجاب اور ہو گئے اور یوں پانچ حجاب بن گئے۔

شکست نمرود اور ذلت ابی بن خلف

اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو اپنے برہان نبوت سے مبہوت کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ (۵) ۔ اللہ کی خدائی کا منکر مبہوت اور مہر بلب ہو گیا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منکر قیامت ابی بن خلف آیا اس نے ہاتھ میں چند بوسیدہ ہڈیاں اٹھا رکھی تھیں جنہیں وہ توڑ رہا اور کہہ رہا تھا مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ۔ جب یہ ہڈیاں

لے اس کا پس منظر بھی اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ ۔ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۔ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ ۔ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔

کیا تم نے وہ شخص نہ دیکھا جو ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ کہ اسے اللہ نے بادشاہی دی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا اللہ تعالیٰ سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے تم اسے مغرب سے نکال لاؤ۔ تو کافر کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بوسیدہ ہو جائیں گی تو انہیں کون زندہ کرے گا؟، تو اللہ تعالیٰ نے فوراً چمکتا ہوا برھان اعظم نازل کر دیا (۱) فرمایا قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِىٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ فرما دیں۔ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔

ابراہیمی اور محمدی شان کسر اصنام

اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام نے غیرت الہیہ بن کر قوم کے بت پاش پاش کر دیئے تھے تو کہا جا سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کے اشارہ سے کعبہ کے گرد نصب شدہ تین سو ساٹھ بت توڑ ڈالے اور وہ منہ کے بل گر پڑے۔ پیچھے اس کا ذکر گزر چکا ہے (۲)۔

فضائل موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

کمال عصا اور درختوں کی حاضری اور حنین جذع

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اللہ نے اژدہا بنا دیا۔ تو ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مثل اور اس سے عظیم تر معجزہ عطا فرمایا گیا۔ جیسے کھجور کے خشک تنے کی آواز اور اس کا رونا ہے۔ یہ حدیث تمام طرق کے ساتھ گزر چکی ہے (۳) اور یہ بہت ہی عجیب امر ہے۔ اسی طرح درختوں کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا۔ آپ کے بلانے پر ان کا اکٹھا ہو جانا اور واپسی کا حکم پا کر واپس اپنی اپنی جگہ چلے جانا بھی اپنے تمام طرق کے ساتھ گزر چکا ہے (۴)۔

پتھر اور انگشتوں سے پانی جاری کرنا

اگر تم کہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے میدان تیہ میں پتھر پر اپنا عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ تو ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی مثل اور اس سے عجیب تر معجزہ موجود

---

(۱) اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے نمرود جھگڑتا ہے تو آپ اس کا جواب خود دیتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوتا ہے تو جواب خدا دیتا ہے۔ لوگوں نے آپ کو مجنوں کہا تو اللہ نے فرمایا۔
مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔
آپ اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں۔ کفار نے آپ کو شاعر کہا تو اللہ نے فرمایا مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ یہ شاعر کا کلام نہیں۔ ابو لہب نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا ہاتھ ٹوٹ جائے۔ اللہ نے فوراً فرمایا تبت یدا ابی لہب (سورہ لہب) "ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں"۔ اسی وقت اس کے ہاتھ ٹوٹ کر نیچے جا گرے۔

(۲) دیکھئے دو حدیثیں نمبر (۴۳۵۔۴۳۶)

(۳) دیکھئے حدیث نمبر (۲۹۳) اور اس کا مابعد

(۴) دیکھئے حدیث نمبر ۲۸۰

ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی پھوٹ پڑنا انسان کے لئے جانی پہچانی چیز ہے۔ مگر گوشت ہڈی اور خون میں سے پانی کا نکل آنا اس سے کہیں عجیب تر ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ ایک بڑے برتن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتوں سے پانی بہتا رہا۔ صحابہ کرام اس سے پیتے رہے اور اس بہتے ہوئے آب شیریں سے جانوروں کو بھی پلاتے رہے۔ تا آنکہ انسانوں گھوڑوں اور اونٹوں کی ایک بڑی تعداد اس سے سیراب ہو گئی۔ اور یہ باب اپنے تمام طرق کے ساتھ گزر چکا ہے۔ اور پانی پیدا کرنے کے اور بھی کئی معجزات وہاں بیان ہو چکے ہیں (۱) ۔

انفلاق بحر اور عبور دریا

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر پھٹ گیا اور وہ اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر اس میں سے گزر گئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی امت کو اللہ نے اس کی مثل کمال عطا فرمایا البتہ انہیں سمندر کو یوں پھاڑ کر گزرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی، اس سے مراد حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ ہیں جب وہ بحرین گئے اور دریا عبور کرنے پر مجبور ہوئے تو انہوں نے پیدل چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سمیت اسے عبور کر دکھایا مگر ان کا کوئی کپڑا بھی گیلا نہیں ہوا اس کا ذکر بھی گزر چکا ہے (۲)

قوم موسوی کے عذابات اور دخان مکہ

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام سے نافرمانی کے سبب ان کی قوم پر ٹڈیوں، جوؤں مینڈکوں اور خون کا عذاب بھیجا گیا (۳) ۔ تو ہم کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے کے باعث قریش پر دھواں بھیجا گیا جو ایک کھلی اور بڑی عبرت تھی (۴) ۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

۱ ۔ دیکھئے حدیث نمبر ۳۰۲ اور اس کا مابعد

۲ ۔ دیکھئے حدیث نمبر ۵۰۹

۳ ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۔ (اعراف آیت نمبر ۱۳۳)

تو ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، اور خون بھیجا جو ہمارے کھلے دلائل تھے۔ مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

(۴) پیچھے حدیث نمبر ۳۵۹ میں گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد اہل مکہ پر قحط کا

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ

تو انتظار کرو جس دن آسمان کھلا دھواں بھیجے گا جو لوگوں کو ہر طرف سے ڈھانک لے گا، یہ بڑا دردناک عذاب ہے۔ (۱)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش پر دعا کی تو وہ قحط سالی کا شکار ہو گئے آپ نے فرمایا تھا۔ اے اللہ مضر پر اپنا عذاب سخت کر دے اور ان پر ویسے ہی قحط کے سال بھیج دے جیسے دور یوسف علیہ السلام میں بھیجے گئے تھے۔ اس کا ذکر بھی پیچھے گزر چکا ہے۔

من وسلویٰ اور حل غنائم اور تکثیر طعام

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم پر من وسلویٰ نازل ہوا۔ بادل ان پر سایہ کرتا تھا اور وہ من وسلویٰ کے سبب حصول رزق کے لئے مشقت اٹھانے سے بھی بچے رہے۔ تو ہم کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو اس سے بھی عظیم تر نعمت عطا کی گئی جو پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کو نہ دی گئی تھی، چنانچہ اللہ نے آپ کی امت کے لئے مال غنیمت حلال فرمایا جو قبل ازاں حلال نہ ہوا تھا علاوہ ازیں من وسلویٰ ہی کی طرح اللہ نے آپ کے صحابہ کو ایک جنگ میں بھوک لگنے پر ایک رزق عطا فرمایا۔ وہ یہ کہ سمندر نے ان کے آگے ایک بڑی مچھلی ڈال دی جسے انہوں نے ایک مہینہ تک کھایا اور اس کا سالن بنایا (حدیث آگے آ رہی ہے)

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے سے کھانے یا دودھ کے ساتھ بہت سے لوگوں کو شکم سیر کروا دیتے تھے۔ اور وہ اس سے پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر اٹھتے یہ باب بھی اپنے تمام طرق کے ساتھ گزر چکا ہے (۲)۔

ایک بڑی مچھلی کو صحابہ نے مہینہ بھر کھایا

(۵۲۵) عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا آپ کہہ رہے تھے کہ نبی

بدترین دور آیا سات برس تک بارش بند رہی۔ لوگ مردار کھانے لگے اور آسمان کا رنگ بدل گیا جب لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں سا نظر آتا۔ یہ دور شدید ترین ابتلاء کا دور تھا آخر ابو سفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قحط کی بربادیوں کا رونا رویا تو آپ کو رحم آیا اور آپ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح دعا فرمائی تو اسی وقت مکہ میں بارش شروع ہو گئی۔

۱۔ سورہ دخان آیت ۱۰۔ یاد رہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہو گا اور مشرق و مغرب کو بھر دے گا جس سے کافر تو مدہوش اور پاگل ہو جائیں گے مگر مسلمانوں کو صرف زکام سا محسوس ہو گا۔

۲۔ دیکھئے حدیث نمبر ۳۱۴ وغیرہ

صفحہ ۵۰۴ (تخریج) بخاری شریف جلد دوم کتاب المغازی باب غزوہ سیف البحر صفحہ ۶۲۵ اور مسلم جلد دوم کتاب الامارہ باب اباحیہ میتات البحر صفحہ ۱۴۷

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہم تین سو سواروں کو لڑائی کے لئے بھیجا اس مرتبہ ہمارے امیر ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے ہم قریش کے ایک قافلہ کا تعاقب کرنے گئے تھے۔ تو ہمیں سخت بھوک نے آ لیا تا آنکہ ہم پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اسی لئے اس لشکر کو جیش خبط (پتے کھانے والا لشکر) کہا گیا، تب سمندر نے ہمارے سامنے کنارہ سمندر پر ایک مچھلی پھینک دی جسے عنبر کہتے ہیں۔ جسے ہم نے مہینہ بھر کھایا اور اس کا سالن بنایا اور اس کی چربی سے تیل پیدا کیا تا آنکہ ہمارے جسم قوی تر ہو گئے۔

ایک دن ابو عبیدہؓ نے اس مچھلی کا ایک کانٹا کھڑا کیا۔ پھر لشکر میں سے سب سے طویل آدمی کو ایک بلند تر اونٹ پر کھڑا کر کے اس کے نیچے سے گزارا گیا تو وہ اس کے نیچے سے بآسانی گزر گیا۔ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس بچا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں۔ تو ہم نے اس میں سے کچھ حاضر خدمت کیا جو آپ نے تناول فرمایا۔

ساحران فرعون کی شکست اور ابو جہل کی مرعوبی

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا گیا تھا جو اژدھا بن کر جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا اور فرعون نے خوف و ہراس میں مبتلا ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے فریاد چاہی، تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس معجزے سے ملتا جلتا معجزہ عطا فرمایا گیا ہے اور وہ ابو جہل بن ہشام کا قصہ ہے جب اس نے خدا کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں پتھر لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتظار میں بیٹھوں گا۔ پتھر اتنا بڑا ہو گا جتنا میں اٹھا سکوں گا۔ جب وہ سجدے میں جائے گا تو میں اس کا سر کچل دوں گا اور اس کا ذکر و فکر تباہ کر دوں گا۔

چنانچہ جب آپ سجدے میں گئے تو ابو جہل پتھر لے کر آ گیا۔ مگر جب آپ کے قریب پہنچا تو ڈر کر پیچھے کو دوڑا اس کا رنگ اڑ چکا تھا اور ہاتھ پتھر کے ساتھ چپک کر رہ گئے تھے۔ بالآخر اس نے پتھر ہاتھ سے پھینک دیا اور قریش کے لوگ اٹھ کر اس کے پاس گئے اور کہا ابو الحکم کیا ہوا تمہیں؟۔ اس نے کہا میں نے جیسے کل رات تمہیں کہا تھا اس کے مطابق میں اس کی طرف بڑھا۔ مگر جب اس کے قریب ہوا تو ایک طاقتور اونٹ میرے سامنے آ گیا بخدا میں نے ایسی کوھان ایسی گردن اور ایسے دانت کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے تھے۔ وہ مجھے کھا جانے کے لئے لپکا (اور میں نے دوڑ کر جان بچائی)

جب یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اگر وہ میرے قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔ اس کی مثل واقعات پیچھے گزر چکے ہیں

فضائل صالح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کے لئے پہاڑ سے اونٹنی نکالی اور اسے ان کی قوم کے لئے ایک بہت بڑی دلیل اور حجت بنایا۔ ایک دن وہ اکیلی چشمے کا پانی پیتی تھی اور دوسرے دن ساری قوم۔

توہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کئی معجزات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر دلیل و برھان بنائے ہیں، صالح علیہ السلام کی اونٹنی بات نہ کرتی تھی اور نہ ہی آپ کی نبوت کی شہادت دیتی تھی جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگے ہوئے اونٹ آتے ہیں اور اپنے مالک کے ارادہ ذبح کے متعلق آپ سے شکایت کرتے ہیں۔ اور پیچھے یہ باب بھی گزر چکا ہے۔

فضائل داؤد علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ اور پرندے مسخر کر دیئے تھے وہ آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور اللہ نے لوھا آپ کے لئے نرم کر دیا تھا۔ توہم کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مثل اور اس سے بہتر عظمت عطا فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ کنکریوں نے آپ کے ہاتھ میں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی تاکہ آپ کی اور آپ کے صحابہ کی شان معلوم ہو۔

(۵۲۶) سائب بن یزید سے روایت ہے، کہتے ہیں میں مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا تو وہاں ابوذر غفاری کو موجود پایا۔ میں ان کی صحبت کو موقع غنیمت سمجھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ فرمانے لگے میں خلوتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، ایک بار میں مسجد میں آیا تو آپ وہاں تشریف فرما تھے۔ میں بھی آکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر تم کیسے آئے ہو؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے آیا ہوں۔ پھر وہ آپ کی دائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگئے، آپ نے فرمایا عمر کیسے آئے ہو! عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے آیا ہوں پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ آ گئے آپ نے پوچھا عثمان تمہارے آنے کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے عرض کیا خدا اور اس کے رسول کی صحبت کے لئے۔

---

(۵۲۶) (تخریج) امام سیوطی خصائص جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۰۴ میں فرماتے ہیں اسے بزار طبرانی اوسط اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں تو وہ اچانک آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں۔ اور مجھے ان سے شہد کی مکھی کی سی بھنبھناہٹ کی آواز آنے لگی پھر جب آپ نے انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئیں آپ نے انہیں اٹھا کر ابو بکر صدیق کے ہاتھ میں رکھ دیا تو پھر وہ تسبیح سے رطب اللسان ہو گئیں اور ان میں شہد کی مکھی کی سی آواز سننے لگا۔ مگر جب انہیں زمین پر رکھا گیا تو وہ خاموش ہو گئیں چنانچہ اب آپ نے انہیں اٹھا کر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر رکھ دیا وہ پھر تسبیح گویاں ہو گئیں اور مجھے شہد کی مکھی کی سی آواز سنائی دینے لگی۔ پھر جب انہیں زمین پر رکھا گیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

جبکہ دوسری روایت کے مطابق کنکریوں نے عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بھی تسبیح پڑھی تھی۔

تسخیر طیور اور اطاعت حیوانات

اگر کہا جائے کہ داؤد علیہ السلام کے لئے پرندے مسخر کئے گئے تھے تو ہم کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پرندوں کے ساتھ ساتھ خوفناک درندوں جانوروں اور اونٹوں وغیرہ نے بھی حق اطاعت کی بجا آوری کی ہے۔ اور ظاہر ہے پرندوں کے مقابلہ میں لڑائی اور خونریزی کے خوگر درندوں کا اپنی ہیبت کے باوصف اطاعت بجالانا زیادہ کٹھن اور مشکل ہے چنانچہ بپھرے ہوئے اونٹ آپ کو دیکھ کر مطیع ہو گئے اور بھیڑیا آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے اور آپ کی دعوت و رسالت کی گواہی دینے لگا۔ اس کا ذکر پیچھے گزر چکا۔

اسی طرح حضرت سفینہ نے جب شیر کو بتلایا کہ میں غلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو وہ مطیع ہو گیا اور ہمہما کر آپ کو صحیح راستے پر ڈال دیا۔

ایک پرندہ آپ کے دربار میں شکایت لاتا ہے۔

(۵۲۷) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر تھے۔ راستے میں ایک آدمی کہیں درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوا اور وہاں سے ایک پرندے حمرہ کے انڈے اٹھا لایا۔ اتنے میں وہ پرندہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پھڑپھڑانے لگا۔ آپ نے فرمایا اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ میں نے اس کے انڈے اٹھائے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس پر رحم کرو اور انڈے واپس کر دو۔

اور یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ ایک پرندہ آیا اور آپ کا جوتا لے اڑا اور اوپر جا کر اسے

پھینک دیا جس سے لمبی دم والا ایک سانپ نکل کر گر پڑا۔ (۱)۔

لوہے کا پگھلنا عجیب تر ہے یا پتھر کا؟

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا۔ آپ اس سے بلا تکلف لمبی ڈھالیں بناتے تھے۔ تو ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پتھر اور سخت چٹانیں نرم ہو گئیں اور انہوں نے غار کی شکل بنالی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مشرکین سے بچ کر چھپ سکیں۔ چنانچہ احد کے دن آپ نے پہاڑ کی طرف اپنا سر پھیرا تاکہ وہاں خود کو چھپا سکیں تو اللہ نے پہاڑ کو نرم کر دیا اور آپ نے وہاں سر چھپا لیا۔ اور یہ از حد عجیب تر ہے۔ کیونکہ لوہے کو تو آگ اکثر پگھلا دیتی ہے مگر پتھر کو نہیں پگھلا سکتی اور میدان احد میں وہ جگہ آج تک زیارت گاہ خلق خدا ہے۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں سے ایک سخت مضبوط پہاڑ کی وہ گھاٹی بھی ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے جائے استراحت تلاش کی تھی۔ تو وہاں پتھر نرم ہو گیا اور اس پر آپ کے ہاتھوں اور کلائیوں کے نشان بن گئے۔ اور یہ مشہور جگہ ہے جہاں حجاج کرام جاتے اور زیارت کرتے ہیں۔

یونہی شب معراج میں بیت المقدس کا وہ بڑا پتھر گوندھے ہوئے آٹے کی طرح بن گیا (جس میں جبریل نے انگشت ڈال کر سوراخ کیا) اور آپ کا براق اس کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ آج کے دن تک لوگ اسے بطور تبرک ہاتھ لگاتے ہیں۔

فضائل سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

اگر کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہت عطا فرمائی گئی جو ان کے بعد کسی اور کو نہ ملی (۲)

---

(۱) اسی طرح پیچھے حدیث نمبر ۲۲۹ میں گزر چکا ہے کہ جب آپ غار ثور میں جا کر پناہ گزیں ہوئے تو کبوتروں نے آ کر غار کے دھانے پر انڈے دے دیئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی تو ان کی اولاد آج تک حرم کعبہ میں رہتی ہے۔

(۲) ارشاد ربانی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ

وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ الخ

اور اے اللہ میرے لئے ایسی بادشاہت بنا دے جو میرے بعد کسی اور کے لئے نہ ہو، بے شک تو عطا فرمانے والا ہے تو ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جو انہیں ان کی خواہش کے مطابق جہاں وہ چاہتے لے جاتی تھی۔

توہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روئے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دی گئیں مگر آپ نے فقر و قناعت کو اختیار کرتے ہوئے اور دنیوی بادشاہت کو حقیر تر چیز قرار دیتے ہوئے اسے قبول نہ کیا اور لوٹا دیا۔ اس میں یہ بات بھی ہے کہ آپ اللہ کے ہاں حضرت سلیمان کے مقام و مرتبہ میں کمی نہ کرنا چاہتے تھے (۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان قناعت و استغناء

(۵۲۸) قاسم ابو امامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار دیا تھا کہ اگر میں چاہوں تو مکہ کی وادی سونے سے تبدیل ہو جائے۔ تو میں نے عرض کیا۔ نہیں اے پروردگار! بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں اور تین دن بھوکا رہوں۔ جب مجھے بھوک لگے تو تیری طرف رجوع کروں اور تیرا ذکر کرنے لگوں اور جب کھانا کھاؤں تو تیری حمد کہوں اور تیرا شکر ادا کروں۔

اگر میں چاہوں تو پہاڑ میرے ساتھ سونا بن کر چلیں (فرمان رسول)

(۵۲۹) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی کمر عمارت کعبہ کے برابر چوڑی تھی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور اختیار دیتا ہے کہ آپ چاہیں تو عبادت گزار نبی بن جائیں اور چاہیں تو شہنشاہ نبی بن جائیں۔ میں نے جبریل امین کی طرف دیکھا تو انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ اپنے لئے عاجزی پسند کریں تو میں نے عبادت گزار نبی ہونا پسند کر لیا۔

سیر سلیمانی اور سیاحت لامکانی

اگر کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں مسخر کر دی گئی تھیں وہ آپ کو لے کر خدا کی سرزمین میں چلا کرتیں۔ اور آپ صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کا سفر اور دوپہر سے شام تک بھی ایک مہینے کا سفر طے کر لیا کرتے۔

توہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی عظیم تر عظمت و رفعت عطا فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ آپ ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس گئے جو ایک مہینے کی مسافت ہے پھر آپ کو آسمانوں

---

(۱) جیسے پیچھے گزر چکا ہے کہ آپ نے ایک شیطان کو پکڑ لیا اور فرمایا اگر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے ستون کے ساتھ باندھ دیتا۔ یہ حدیث آگے نمبر ۵۱۰ پر پھر آ رہی ہے۔

کی بادشاہت تک لیجایا گیا جو پچاس ہزار برس کا سفر ہے اور یہ سب کچھ رات کے ایک حصے میں گزر گیا۔ آپ ایک ایک آسمان پر پہنچے۔ وہاں کے عجائب دیکھے۔ جنت و نار کا معائنہ فرمایا امت کے اعمال ملاحظہ فرمائے انبیاء اور ملائک آسمانی کو نماز پڑھائی حجابات نور الٰہی کو طے کیا۔ مندر فرف کے ذریعہ ذات حق سے قریب ہوئے پھر اس سے بھی قریب تر ہوئے۔ پھر رب العالمین نے آپ کی طرف جو چاہا وحی کیا۔ اللہ نے آپ کو عرش کے نیچے والے خزانہ سے سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا فرمائیں۔ اور آپ سے وعدہ کیا کہ اللہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے گا تا آنکہ زمین کے شرق و غرب میں صرف اسی کا دین باقی رہ جائے گا یا پھر دوسرے ادیان والے اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار بندوں کو جزیہ دے کر ذلت سے جئیں گے۔ پھر آپ پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں آپ موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور انہوں نے عرض کیا کہ رب کے پاس واپس جائیں اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کریں (چنانچہ آپ تخفیف کے لئے کتنی بار گئے اور کتنی بار آئے) اور یہ سب کا سب ایک رات میں واقع ہو گیا۔

سرکش جن اور جاں نثار جن

اگر کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں جن تھے۔ جب وہ سرکشی کرتے تو آپ انہیں سزا دیتے اور زنجیروں میں جکڑ دیتے تھے۔

توہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنات پوری رضا و رغبت کے ساتھ آتے تھے۔ وہ آپ کی عظمت کو تسلیم کرتے۔ آپ کی ہر بات کی تصدیق کرتے آپ پر ایمان لاتے۔ آپ کا ہر حکم بجالاتے ہمیشہ آپ کے آگے سرنگوں رہتے آپ سے فریاد چاہتے اور اپنے کھانے پینے کو کچھ مانگتے تھے۔ تو آپ نے فرمادیا کہ جو گوبر ولید انہیں ملے گا ان کے جانوروں کے لئے چارہ بن جائے گا اور ہر ہڈی ان کے لئے طعام بن جائے گی۔ اور آپ کی بارگاہ میں تو جناتی دنیا کے وہ (۹) سردار بھی حاضر ہوئے تھے جن کا تذکرہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔

(۱) وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (۲) قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

(۱) اور جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کا ایک گروہ بھیجا

(۲) فرمادیں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے (قرآن) سنا ہے۔

پھر آپ کے پاس ہزاروں کی تعداد میں جن آئے جو (صوم و صلوۃ کی پابندی کرتے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر آپ کی بیعت کرتے تھے۔ اور انہوں نے معذرت کے ساتھ کہا تھا کہ قبل ازیں ہم اللہ کے بارے میں نازیبا باتیں کہتے رہے ہیں تو پاک ہے وہ خدا جس نے ان جنوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا قائل کر دیا جو قبل ازاں شرپسند تھے اللہ کے لئے اولاد کا اعتقاد رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ کی بعثت جنوں اور انسانوں سب کو شامل ہے جن کی تعداد نظام عدد سے باہر ہے۔ یہ عظمت مقام سلیمانی سے کہیں بلند تر ہے۔ یہ واقعات بھی پیچھے گزر چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تا ابد جنوں کے لئے رہائش گاہیں مقرر فرمائیں

(۵۳۰) بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ہم ایک سفر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک جگہ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ حاجت کے لئے دور تشریف لے جاتے۔ میں پانی کا آفتابہ لے کر پیچھے ہولیا۔ آپ چلتے رہے۔ ایک جگہ میں نے کچھ لوگوں کے جھگڑے اور ان کے باہمی شور و غل کی آوازیں سنیں۔ ایسی آوازیں میں نے کبھی نہ سنی تھیں۔ حاجت سے فارغ ہو کر آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہارے پاس پانی ہے؟۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا ڈالو۔ اور پھر آپ نے پانی مجھ سے خود لے لیا اور وضو فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج میں نے آپ کے پاس کچھ لوگوں کے جھگڑے اور ان کی آوازوں کا شور و غل سنا ہے ایسی خوفناک زبانیں میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھیں۔

آپ نے فرمایا میرے پاس مسلمان اور مشرک جن دونوں آئے تھے اور مجھ سے یہ تقاضا کرتے تھے کہ میں ان کے رہنے کی جگہ تقسیم کر دوں۔ تو میں نے مسلمانوں کو جلس اور مشرکین کو غور میں ٹھہرایا ہے۔

حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن کثیر کہتے ہیں میں نے اپنے والد کثیر سے پوچھا جلس کیا ہے؟۔ انہوں نے کہا اس سے مراد بستیاں اور پہاڑ ہیں اور غور سے مراد پہاڑوں کے درمیان والی وادیاں اور سمندر ہیں۔ کثیر کہنے لگے یہی وجہ ہے کہ جس شخص کو جلس میں جن یا سائے کی شکایت ہو جائے وہ اکثر شفا پالیتا ہے مگر غور میں ایسے مرض کا شکار ہونے والا کبھی نہیں بچا (۱)۔

پیچھے ھامہ بن ہیم بن لاقیس جن اور سواد بن قارب اور اسکے جن کا واقعہ بھی گزر چکا ہے۔

جنوں پر قبضہ و اختیار

اگر کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کو جنوں پر قبضہ و تسلط حاصل تھا۔ جو جن سرکشی کرتا آپ اسے

۳۶۔ کیونکہ مسلمان جن مہربان ہوتے ہیں وہ جان چھوڑ دیتے ہیں مگر کافر جنوں کے ہاں مہربانی نہیں۔

سزا دیتے اور زنجیروں میں جکڑ دیتے، جن آپ کے تصرف میں تھے اور آپ کے لئے مختلف خدمات سر انجام دیتے تھے۔

تو ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ایک گروہ کو بھی اسی طرح جنوں پر قبضہ اور انہیں گرفتار کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ چند احادیث اس پر پیش کی جاتی ہیں۔

(۵۴۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک بڑا خبیث جن آج رات مجھ پر حملہ آور ہوا تھا تاکہ میری نماز توڑ دے اللہ نے مجھے اس پر قبضہ دیا تو میں نے اسے گردن سے دبوچ لیا اور چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب کے سب اسے دیکھ سکو مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آگئی۔

رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۔

اے اللہ مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے بے شک تو ہی تو دینے والا ہے۔

چنانچہ اللہ نے اس جن کو ناکام لوٹا دیا۔

(۵۴۲) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے روایت ہے۔ کہ میرے پاس پتھر کا ایک برتن تھا جس میں کچھ کھجوریں ہوتی تھیں۔ میرے والد (حضرت ابیؓ) اس سے کھجوریں لیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے محسوس کیا کہ کھجوریں (از خود) کم ہو رہی ہیں۔ انہوں نے ایک رات چھپ کر پہرا دیا۔ رات کے کسی پہر ایک جانور سا آیا جو شکل و صورت میں بالغ لڑکے جیسا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں نے اسے سلام کہا۔ اس نے مجھے سلام کا جواب دیا میں نے کہا تم کون ہو انسان ہو یا جن؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جن ہوں انہوں نے کہا مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ دے دیا۔ تو وہ کتے کا سا پنجہ تھا اور اس پر کتے کے سے بال تھے۔ انہوں نے اسے پوچھا کیا سارے جنوں کی شکل و صورت ایسی ہوتی ہے؟ اس نے کہا نہیں تم جانتے ہو کہ ان میں بعض مجھ سے بہت طاقتور بھی ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا تم ایسا کیوں کر رہے تھے۔ (کھجوریں کیوں نکال رہے تھے) اس نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم صدقہ دینا پسند رکھتے ہو تو ہم نے بھی تمہارے صدقہ سے کچھ لے لینا چاہا۔ حضرت ابیؓ نے اسے کہا کون سی چیز ہمیں تم سے محفوظ رکھ سکتی ہے؟ اس نے کہا آیۃ الکرسی۔ چنانچہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا اس خبیث نے سچ کہا ہے۔

(۵۴۳) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا کرتے تھے اور وہاں ایک غول (ایک قسم کا کافر جن) آیا کرتا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جب تم اسے دیکھو تو کہنا چلو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ کہتے ہیں

جب وہ دوبارہ آیا تو انہوں نے اسے یہی بات کہی اور اسے (آسانی سے) پکڑ لیا، وہ کہنے لگا میں پھر نہیں آؤں گا، انہوں نے اسے چھوڑ دیا، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا میں نے اسے پکڑ لیا تھا مگر اس نے کہا میں پھر نہیں آؤں گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے دو یا تین مرتبہ پکڑا اور ہر بار وہ کہتا تھا کہ میں نہیں آؤں گا اور وہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تو آپ پوچھتے تمہارے قیدی کا کیا بنا، وہ جواب دیتے میں نے اسے پکڑا تھا مگر اس کے یہ کہنے پر کہ دوبارہ نہیں آؤں گا میں نے اسے چھوڑ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ وہ پھر آئے گا، تو تیسری بار اس جن نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک چیز (وظیفہ) بتلاتا ہوں جب تم اسے کہہ لوگے تو کوئی چیز تمہارے قریب نہ آئے گی۔ تم (رات کو) آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور ماجرا سنایا) تو آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اگرچہ وہ بہت کذاب ہے۔

(۵۳۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ آگے اسی سابقہ واقعہ کی مثل ہے۔

(۵۳۵) ابو اسود دئلی سے روایت ہے کہ میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے شیطان والے واقعہ کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے مجھے واقعہ سناتے ہوئے بتلایا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی کھجوروں پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ میں جب بھی کمرے میں جاتا تو کھجوریں پہلے سے کم نظر آتیں میں نے اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا کوئی شیطان اس میں سے لیتا ہے۔

کہتے ہیں اگلی رات میں اس کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا۔ کچھ دیر بعد ایک بڑا سا سیاہ وجود آیا جس نے دروازے کو ڈھانک لیا۔ پھر وہ دروازے کی دراڑ میں سے اندر داخل ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک ہاتھی کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور لگا کھانے، کہتے ہیں میں نے اپنی کمر پر کپڑا باندھا (حملہ آور ہونے کے لئے مکمل تیار ہوا) اور جھپٹ کر اس کے درمیان پر اپنے بازو ڈال دیئے (بانہوں میں جکڑ لیا) اور کہا اے دشمن خدا تم کھجوریں کھانے میرے گھر میں کیوں داخل ہو گئے (۳۰)؟ اس نے کہا میں ایک بوڑھا شیخ ہوں نادار و عیالدار ہوں۔ یہ شہر (مدینہ) نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری سے پہلے ہمارا مسکن تھا جب وہ آئے تو ہمیں یہاں سے نکال دیا گیا۔ ہم نصیبین کے جن ہیں۔ مجھے چھوڑ دو میں پھر تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ ادھر جبریل امینؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ سے اطلاع دی۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد کسی نے آپ کے ارشاد پر

---

(۱)۔ یہ حضرت معاذ کی قوت ایمانی تھی کہ آپ نے اس خوفناک جن کو پکڑ لیا ورنہ کوئی ہم سا ہوتا تو مارے ڈر کے بے ہوش ہو جاتا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔

آواز دی معاذ کہاں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا تمہارے گرفتار کا کیا بنا ہے؟ میں نے آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا وہ تو پھر آئے گا تمہارے پاس! تو رات کو میں کمرے میں آیا اور دروازہ بند کر لیا، چنانچہ وہ پھر آ گیا اور کھجوریں کھانے لگا۔ میں نے پھر اسے بانہوں میں لے لیا اور کہا تم پہلے بھی کہہ چکے ہو کہ پھر نہیں آؤں گا. اس نے کہا میں تمہیں ایک چیز بتلاتا ہوں۔ جب تم اسے پڑھ لوگے تو گھر میں شیطان داخل نہیں ہو گا۔ وہ یہ ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ الیٰ آخر البقرہ

(یعنی سورہ بقرہ کی آخری آیات)

پیچھے شیطان کے ساتھ حضرت عمر فاروق کی کشتی کا واقعہ بھی گزر چکا ہے

جنوں کی دینوی خدمت اور فرشتوں کا دینی تعاون

اگر تم کہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو دینوی امور کے لئے مسخر کر رکھا تھا۔ وہ آپ کے لئے ہر کام کرتے تھے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے کہ وہ آپ کی حسب منشاء محراب بنانے اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں اور سمندروں میں (پتھروں اور چٹانوں کے) مجسمے بنایا کرتے تھے۔

تو اس بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمنا فرماتے تو شیاطین آپ کے لئے مسخر ہونے سے خود کو روک نہ سکتے تھے مگر جب آپ کو اللہ نے اختیار عطا فرمایا تو آپ نے نبوت کے ساتھ بادشاہت کی جگہ عبودیت کو پسند فرمایا جب آپ نے دنیا کو منہ کے بل پھینک دیا اور اس سے بے نیازی برتی تو خدا نے دنیا سے لاتعلق مخلوق کو آپ کے تابع فرمان بنا دیا چنانچہ مقرب فرشتے آپ کے معاون مددگار اور خدمت گزار تھے۔ جنگوں میں آپ کے حضور دشمنوں کے بالمقابل جہاد کرتے اور آپ کا دفاع کیا کرتے۔

جبریل امین نے زمین پر اپنے پر مار کر نجاشی کا جسم آپ کے سامنے کر دیا درمیان سے پہاڑ غائب کر دیئے اور آپ نے اپنے صحابہ سمیت اس کی نماز جنازہ یوں پڑھی کہ اسے دیکھ رہے تھے۔ اسی طرح معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال پر بھی جبریل ؑ نے اپنے پر مار کر ان کا جنازہ آپ کے سامنے کر دیا اور آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے (۱) ۔ اور جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے اور قید کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل ؑ نے آپ کا جس طرح دفاع کیا وہ درج ذیل حدیث میں واضح ہے۔

---

(۱) یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔ آپ تبوک میں تشریف فرما تھے اور حضرت معاویہ کا مدینہ طیبہ میں وصال ہو گیا۔

(۵۳۶) قیس بن جبیر سے روایت ہے کہ حکم کی ایک پوتی کہتی ہے میں نے اپنے دادا حکم سے کہا اے بنو امیہ! میں نے تم سے بڑھ کر کوئی قوم عاجز تر اور بدرائے نہیں دیکھی جیسے کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ناقابل فہم اور غلط رویہ اپنا رکھا تھا۔ حکم نے کہا اے بچی تو ہمیں ملامت نہ کر میں تجھے آج وہی کچھ بتلاتا ہوں جو میں نے ان آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے۔

بخدا ہم روزانہ سنتے تھے کہ قریش مسجد حرام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازیں کس رہے اور باہم معاہدہ کر رہے ہیں کہ آپ کو پکڑلیں۔ تو ہم نے ایک بار مضبوط عہد کیا اور آپ کو پکڑنے کے لئے ہم مسجد حرام میں آ گئے۔

اچانک ہم نے ایک آواز سنی۔ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے مکہ کا ہر پہاڑ پھٹ پڑا ہے۔ ہم مارے دہشت کے بے ہوش ہو گئے اور تب ہوش آیا جب آپ نماز پڑھ کر تشریف لے جا چکے تھے۔

دوسری رات ہم نے پھر وہی پروگرام بنایا مگر جب آپ کی طرف لپکے تو صفا اور مروہ دونوں پہاڑ اپنی جگہ سے چل پڑے اور باہم مل گئے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو قسم بخدا ہم نے آپ کی مخالفت سے کچھ حاصل نہ کیا تا آنکہ اللہ نے ہمیں دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

اسی طرح ابو جہل کا قصہ ہے۔ کہ اس نے کسی اور وقت میں یونہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کچل دینے کی قسم اٹھائی کہ اگر وہ آپ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لے تو، مگر وہ ڈر کر الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا میں نے اپنے اور اس کے درمیان آگ کی خندق دیکھی ہے اور بڑا رعب اور کچھ (بڑے بڑے) پر دیکھے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمائی۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (علق ۱۸) ہم اپنا لشکر لاتے ہیں۔

تو جن سلیمان علیہ السلام کے لئے اپنے کفر کے باوصف دنیوی امور میں خدمت بجالاتے تھے۔ کیونکہ وہ تھے ہی بد نہاد مجبور اور ملعون۔ وہ دنیوی امور کے لئے ہی مناسب تھے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرشتے کامل الایمان ہونے کے باوصف حق خدمت بجالاتے تھے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں سے کہتے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ

جب تم اپنے رب سے فریاد چاہتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی۔ اور (فرمادیا) کہ میں تمہاری امداد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتوں کی قطار سے۔

تو یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کی امداد کے لئے فرشتے نہیں اتارے۔ تو فرشتوں نے بدر میں صحابہ کے ساتھ مل کر کفار سے دوبدو جنگ کی جس کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ

جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کرتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو تم ایمان والوں کے قدم مضبوط کرو۔ میں جلد ہی کفار کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تو تم ان کی گردنوں پر وار کرو اور جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

پھر جب بدر میں لڑائی کے لئے فرشتے نازل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق سے فرمایا جو آپ کے ساتھ تنہا عریش میں تھے (۱) ۔ کہ اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو۔ اللہ تمہاری امداد لے آیا۔ یہ جبرئیل امین اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے اسے سرپٹ دوڑاتے آرہے ہیں اور ان کے دانتوں پر غبار لگا ہے۔

اسی طرح بنو غفار کا کافر شخص جو بدر کی (لڑائی ختم ہونے پر کسی ایک لشکر کی) شکست کا منتظر بیٹھا تھا بتلاتا ہے کہ میں پہاڑ پر بیٹھا تھا۔ کہ اچانک ایک بادل ہمارے قریب ہوا جس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آرہی تھیں اور کوئی کہہ رہا تھا حیزوم آگے بڑھو۔

اسی طرح ابو اسید ساعدی نے کہا جبکہ اس کی آنکھیں جاتی رہی تھیں کہ اگر میں بدر میں ہوتا اور میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھلاتا جس میں سے فرشتے کھلے بندوں نکل کر ہمارے پاس آئے تھے۔ مجھے آج بھی اس میں کوئی شک یا وسوسہ نہیں ہے۔

ابو داؤد مازنی کہتے ہیں جو بدر میں شریک ہوئے تھے کہ میں ایک مشرک کی گردن اڑانے کے لئے اس کا پیچھا کر رہا تھا مگر میری تلوار کا وار چلنے سے قبل ہی ناگاہ اس کا سر کٹ کر نیچے جا گرا۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ اسے کسی اور مخلوق نے قتل کیا ہے

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب کے دن خندق سے واپس آئے تو جبرئیل امین نے حاضر ہو کر کہا آپ کا اس بارے میں کیا عذر ہے۔ کیا میں آپ کو دیکھ نہیں رہا کہ آپ نے جنگی لباس اتار دیا ہے اور ہم (فرشتوں) نے ابھی تک نہیں اتارا۔ ابھی فوری طور پر بنو قریظہ پر چڑھائی کرنا ہے یہ

(۱)۔ یعنی وہ چھپر جو جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استراحت کے لئے بنایا گیا

حدیث بھی اپنے تمام طرق و روایات کے ساتھ پیچھے گزر چکی ہے۔

بدر میں فرشتوں کو دیکھ کر شیطان کی بدحالی

(۵۳۷) رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شیطان نے بدر میں فرشتوں کو مشرکین کی گردن زنی میں مشغول دیکھا تو اسے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں مجھے بھی قتل نہ کر دیا جائے۔ (شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں شریک جنگ تھا) حارث بن ہشام کے ہاتھ میں شیطان کا ہاتھ تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک سمجھے بیٹھا تھا۔ تو اس نے حارث کے سینے پر مکہ رسید کر کے اسے گرا دیا اور خود ہاتھ چھڑا کر دوڑ پڑا۔ تا آنکہ اس نے خود کو سمندر میں جا گرایا اور ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا اے اللہ! تو نے مجھے جو مہلت دے رکھی ہے اس کی تکمیل کے لئے دست بدعا ہوں۔ اس پر یہ خوف پوری طرح طاری ہو چکا تھا کہ آج اس کے قتل کی نوبت بھی آنے والی ہے تو اس کے بھاگنے پر ابو جہل نے کہا اے گروہ قریش سراقہ کے بھاگ جانے سے تم دل شکستہ مت ہو۔ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی (خفیہ) معاہدہ کر رکھا ہے۔

کلام طیور اور استجابت حیوانات

اگر کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام پرندوں اور چیونٹیوں کی بولی سمجھتے تھے اور اللہ نے انہیں آپ کے لئے مسخر کر دیا تھا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسکی مثل بلکہ اس سے عظیم تر مرتبت عطا فرمائی گئی ہے۔ پیچھے احادیث گزر چکی ہیں۔ جن میں جانوروں اور درندوں کی گفتگو کھجور کے خشک تنے کی گریہ زاری اونٹوں کا بلبلاتے ہوئے حاضر خدمت ہونا، درختوں کی کلام۔ کنکروں اور پتھروں کی تسبیح، جانوروں کو آپ کا بلانا اور ان کا اطاعت بجالانا بھیڑیئے کا آپ کی نبوت پر گواہی دینا۔ پرندوں کا آپ کی اطاعت کرنا۔ ہرنی کی آپ سے گفتگو اور اپنی حالت زار کی شکایت۔ گوہ کا آپ سے کلام اور اقرار نبوت وغیر ذالک۔ یہ سب واقعات پیچھے گزر چکے ہیں جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اہل محشر کو حکم ہو گا نگاہیں جھکالو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آتی ہے

(۵۳۸) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ جب روز قیامت بپا ہو گا تو پردوں کے پیچھے سے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ اے لوگو! نگاہیں

جھکالو اور سر خم کر دو کیونکہ فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صراط سے گزر کر جنت کو تشریف لے جا رہی ہیں۔

فضائل یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حسن یوسفی اور حسن محبوبی

اگر کہا جائے کہ سب انبیاء کی نسبت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا چرچا چار دانگ عالم میں ہے بلکہ آپ کو تمام خلق خدا سے حسین تر کہا جاتا ہے۔
تو ہم کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی تعریف جیسے آپ کے صحابہ نے کی ہے اس کے بعد حسن کا کوئی تصور ہی نہیں۔ صحابہ نے آپ کو چمکتا ہوا آفتاب اور چودھویں رات کا بدر کامل کہا ہے۔ صحابہ کی زبان میں رخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل چاند کا حسن بھی پھیکا تھا۔ بعض صحابہ کے مطابق آپ کا زریں چہرہ چمکتے ہوئے ماہتاب کی طرح ضوفشاں رہتا تھا۔ اور آپ کے پسینہ کی خوشبو مشکی کستوری سے میل کھاتی تھی۔

(۵۳۹) ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم سے کہا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بتاؤ تو وہ کہنے لگیں، اے بیٹا! اگر تم آپ کو دیکھتے تو سمجھتے کہ میری آنکھوں کے سامنے آفتاب طلوع کر آیا ہے۔

(۵۴۰) (امام) حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ہند بن ابی ہالہؓ سے کہا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ ایسے بیان کریں کہ میری آنکھوں کے سامنے آپ کا چہرہ آ جائے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ایسے دمکتا تھا جیسے چودھویں رات میں بدر کامل ضیا پاشیاں کرتا ہے۔

(۵۴۱) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی واقعہ سے مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک یوں چمک اٹھتا جیسے بدر کامل کے گرد ہالہ بن جاتا ہے۔

حضور کا پسینہ موتیوں سے حسین اور کستوری سے خوشبودار تھا

(سیدہ عائشہؓ)

(۵۴۲) (ام المومنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ آپ کے چہرے پر یوں چمکتا تھا جیسے موتی ہوں اور وہ مشکی کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہوتا تھا۔ آپ کا حسن تمام لوگوں سے بڑھ کر اور آپ کا رنگ سب سے منور تھا۔ آپ کا حلیہ مبارکہ

بیان کرنے والے کسی بھی واصف نے جب بھی لب کشائی کی ہے تو آپ کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔ اور ہند؆ تو فرماتے تھے ہماری نگاہ میں چاند بھی آپ کے حسن کے آگے وقعت نہیں رکھتا (۱)۔

فضائل یحییٰ بن زکریا علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام

اگر کہا جائے کہ یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی سے علم و حکمت کی دولت سے سرفراز کر دیا گیا تھا اور وہ کسی گناہ کے بغیر (محض خوف خدا سے) روتے رہتے اور ہمیشہ روزے رکھتے تھے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کہیں بڑی عظمت و رفعت دی گئی ہے۔ کیونکہ یحییٰ علیہ السلام بت پرستی بت گری اور جاہلیت کے دور میں پیدا نہ ہوئے تھے جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور بتوں اور جاہلیت کا دور تھا اور آپ کو بت پرستی کی خوگر آبادی میں بچپن ہی سے فہم و حکمت دے دی گئی۔ آپ بچپن سے بت پرستوں کے کسی میلے میں کبھی شریک نہ ہوئے اور نہ ہی آپ کی زبان سے کبھی جھوٹی بات سنی گئی آپ کو صدوق (نہایت سچا) امین بردبار اور رؤف و رحیم کہا جانے لگا۔ آپ پورا پورا ہفتہ مسلسل روزے کی حالت میں رہتے۔ اور فرماتے۔

اِنِّیْ اَظَلُّ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

میں اپنے رب کے ہاں رہتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (خوف خدا سے) روتے تو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی یوں تعریف فرمائی ہے وَسَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا ۔ وہ سردار تھے اور نہایت پاکباز۔ حصور اسے کہتے ہیں جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اگرچہ نبی تھے مگر وہ اپنی قوم کی طرف مبعوث نہ کئے گئے تھے۔ وہ

---

(۱) یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مستور تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ؆ الدر الثمین میں اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبد الرحیم؆ کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ حضرت یوسف؆ کو دیکھ عورتوں نے ہاتھ کاٹ لئے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے مگر آپ کو دیکھ کر کسی پر ایسی حالت کیوں طاری نہیں ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا کہ میرے حسن پر اللہ نے ستر پردے ڈال رکھے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک پردہ بھی اٹھا دیا جائے تو وہی کچھ ہو جائے جو مصری عورتوں سے ہوا تھا۔

یہاں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے حسن یوسفی اور حسن محبوبی کا خوب موازنہ کیا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اپنی ذات میں منہمک رہا کرتے۔ جب کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام نسل انسانیت کے لئے بھیجے گئے تھے تاکہ انہیں اپنے قول و عمل سے اللہ کی طرف بلائیں اور جبینِ آدمیت کو بارگاہ خدا میں جھکا دیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر مختلف احوال طاری کئے اور گوناگوں مقامات عالیہ سے سرفراز کیا تاکہ مخلوق عالم آپ کے افعال و اوصاف سے راہنمائی حاصل کر سکے۔ تو صدیقین نے اپنی جلالت شان میں آپ سے ہدایت لی۔ شہداء نے بلند ترین مقامات کا حصول آپ کے توسل سے کیا۔ اور صالحین نے اپنے مختلف احوال میں آپ ہی کی ذات سے اکتساب فیض کیا۔ گویا ہر کس و ناکس ہر راہ رو ہدایت اور منزل رفعت پر پہنچ جانے والا ہر مسافر راہ ہدایت آپ ہی کی سیرت و کردار سے اپنا حصہ لیتا جا رہا ہے۔

چنانچہ نکاح بھی نفس کا ایک اہم تقاضا اور سب سے بڑی خواہش ہے اسی لئے آپ نے نکاح کا حکم دیا اور لوگوں کی اس طرف رغبت دلائی کیونکہ اللہ نے نفوس انسانیہ کو انہی خواہشات کے ساتھ بنایا ہے اور یہ آپ نے اس لئے کیا تاکہ لوگ زنا سے بچے رہیں۔

مگر دنیا کے لوگ اگرچہ لفظ نکاح میں آپ سے شراکت رکھتے ہیں تاہم ان کی طبیعت اور آپ کی طبع مبارک میں یکسانی نہیں۔ جہاں آپ کا ارشاد ہے کہ نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ وہاں آپ کے قلب و جگر پر اللہ کی طرف سے ایک انفرادی اور مخصوص کیفیت بھی غالب تھی جیسے کہ آپ کا فرمان عالی ہے وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے آپ نے نکاح میں مشغول ہو کر بھی اللہ کی رضاجوئی کی طرف ہمیشہ توجہ رکھی چنانچہ آپ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا مجھے اجازت دو کہ میں یہ رات عبادت میں گزاروں۔ تو انہوں نے عرض کیا میں تو آپ کا قرب اور آپ کی خواہشات کی تکمیل چاہتی ہوں (۱)۔ چنانچہ آپ نے ساری رات رکوع و سجود اور گریہ میں گزار دی۔ اور بسا اوقات آپ رات کو قبرستان بقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور اہل قبرستان سے ملاقات کرتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات کو ایک آیت کی تلاوت شروع کرتے اور صبح تک اسی کو ایک ملتجی کی طرح دہراتے رہتے تا آنکہ رات گزر جاتی وہ آیت یہ ہوتی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(اے اللہ) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو غالب ہے حکمت والا۔

---

(۱) یعنی میں تو آپ کی خوشی کے ساتھ خوش ہوں اور آپ کی رضا ہی میرا مقصود حیات ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ بشری تقاضوں اور خواہشات نفس سے۔ آپ کا رابطہ اس وقت ہی کٹ گیا تھا جب آپ کا سینہ چاک کیا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھرا گیا۔ اور یہ آپ کا وہ طاقتور ایمان تھا جس کے ساتھ آپ کی ساری امت کا وزن کیا گیا مگر وہ ان سب سے بھاری رہا۔ جبکہ آپ کے دل و جان پر اللہ کی طرف سے رحمت پیہم کا نزول اسکے علاوہ تھا۔

فضائل حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ کو جو بھی فضیلت دی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامان رفعت بھی اس سے مزین ہے۔ کوئی بھی صاحب تدبر اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ اللہ نے آپ کو ایسے علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے جو عیسیٰ علیہ السلام سمیت کسی بھی دوسرے نبی کو نہ دیئے گئے۔ اور کتنے ہی وہ فتنے ہیں جو آئندہ ظاہر ہوں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں خبریں دے چکے ہیں جو کسی اور نبی نے نہ دی تھیں۔

عظمت میلاد عیسیٰ اور رفعت میلاد مصطفےٰ علیہما السلام

اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی والدہ کے پاس روح امین جبریلؑ کو بھیجا گیا جو ان کے پاس پورے بشری لباس میں آئے اور کہا۔

إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا

میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دے دوں۔

اور آگے آپ کی ولادت کا سارا واقعہ قرآن میں مذکور ہے جس کے آخر میں ہے کہ حضرت مریم نے آپ کی طرف اشارہ کیا تو آپ ماں کی گود میں بول اٹھے اور فرمایا۔

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا

بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنا دیا ہے۔

اسی طرح وہ تمام جہان کے لئے اور رہتی دنیا تک ایک آیت قدرت ٹھہرے جبکہ کسی اور نبی کی ولادت پر ایسے واقعات کا ظہور نہیں بیان کیا گیا۔

تو اس بارے میں ہمارا یہ قول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر بھی ایسی ہی آیات قدرت الہیہ کا ظہور ہوا ہے۔ حضرت آمنہ کو آپ کی آمد کی بشارت دی گئی اور ولادت کے وقت عجیب تر مظاہر قدرت کا ظہور ہوا۔

(۵۴۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحم مادر میں تشریف

لائے (آپ کی والدہ امید کے ساتھ ہو گئیں) تو اس کی علامات یہ تھیں کہ اس رات قریش کا ہر جانور بول اٹھا اور یوں گویا ہوا۔

حُمِلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ وَهُوَ اَمَانُ الدُّنْيَا وَسِرَاجُ اَهْلِهَا ۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحم مادر میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور رب کعبہ کی قسم وہ دنیا کے لئے امان اور اہل دنیا کے لئے چراغ ہدایت ہیں۔

اس رات قریش کا ہر نجومی اور عامل جنات اور عرب کا ہر قبیلہ اپنے جنوں کی ملاقات سے روک دیا گیا ان کے سینوں سے علم کہانت چھین لیا گیا دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا۔ ہر بادشاہ کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی اور وہ پورا دن کلام نہ کر سکے۔ مشرق و مغرب کے جانور ایک دوسرے کے پاس جا کر اور سمندر کی مچھلیاں باہم مبارک بادیاں دے رہی تھیں۔

پھر ہر مہینے آسمان اور زمین میں ندا کی جاتی رہی کہ مبارک ہو۔ وہ وقت قریب آ گیا جب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم برکت و رحمت کے جلو میں اہل ارض کی طرف مبعوث ہوں گے۔

سیدہ آمنہ اپنے متعلق بیان فرماتی ہیں جب مجھے امید سے ہوئے چھ ماہ گزر چکے تھے تو ایک آنے والا آیا اس نے سوتے میں مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے بیدار کیا اور کہا اے آمنہ تم نے تمام جہانوں سے برتر بچے کو بطن میں اٹھا رکھا ہے جب تم اسے جنم دو تو اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا اور اپنی حالت کو چھپائے رکھنا وہ فرماتی ہیں بالآخر مجھے اس حالت نے آ لیا جو عورتوں پر آیا کرتی ہے (وقت ولادت قریب آ گیا) اور قوم میں کسی مرد یا عورت کو میرے بارے میں معلوم نہ تھا میں اپنے حجرے میں تنہا تھی۔ حضرت عبدالمطلب طواف کعبہ کو گئے ہوئے تھے۔ فرماتی ہیں میں نے ایک زوردار دھماکہ سا سنا جس سے میں ڈر گئی۔ یہ پیر کا دن تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جیسے کچھ سفید پرندے ہیں جو میرے دل پر اپنے پر مل رہے ہیں جس سے میرا سارا رعب خوف اور درد جو پہلے محسوس ہو رہا تھا جاتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا تو میرے پاس ایک سفید سا شربت پڑا تھا میں اسے دودھ سمجھی میں چونکہ پیاس محسوس کر رہی تھی میں نے اسے اٹھا کر پی لیا تو مجھ سے ایک بلند تر نور پیدا ہوا۔

پھر میں نے دیکھا کہ کھجور کے لمبے درختوں جیسی چند قد آور عورتیں گویا وہ عبدالمطلب کی بیٹیاں ہیں مجھے گھیرے کھڑی ہیں۔ تو میں متعجب ہونے لگی اور کہنے لگی او فریاد! ان عورتوں نے میری حالت کیسے جان لی۔ پھر مجھ پر معاملہ سخت ہو گیا۔ اور میں ہر گھڑی نئے سے نیا تعجب خیز واقعہ دیکھنے لگی جو میرے لئے بہت ہی عظیم تر اور ہیبت ناک تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایک سفید ریشم زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دو۔
فرماتی ہیں پھر میں نے چند آدمی دیکھے جو فضا میں چاندی کے طباق لئے کھڑے تھے اور میری حالت یہ

تھی کہ موتیوں جیسا خوبصورت اور مشکی کستوری سے زیادہ خوشبودار پسینہ میرے وجود سے خارج ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی اے کاش عبدالمطلب میرے پاس آ جائیں اور وہ مجھ سے دور حرم میں بیٹھے تھے۔ فرماتی ہیں پھر پرندوں کا ایک غول آیا میں نہیں جانتی وہ کدھر سے آیا بہرحال انہوں نے میرے حجرے کو بھر دیا۔ ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ پھر میری نگاہ سے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ اور میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے دنیا پر لگے ہوئے ہیں۔ ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔

پھر مجھے درد زہ نے آ لیا اور میرا معاملہ سخت تر ہو گیا۔ تو میں نے محسوس کیا کہ میں عورتوں کے ہاتھوں میں پڑی ہوں اور میرے دائیں بائیں کئی ہاتھ ہیں۔ پھر مجھے کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بطن سے باہر آئے تو میں نے پہلو بدل کر انہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں اور نہایت عاجزی اور انکسار سے دعا کرنے والے کی طرح آسمان کی طرف انگلی اٹھائے ہیں۔ پھر میرے دیکھتے ہوئے آسمان سے ایک سفید بادل اترا اور اس نے آپ کو ڈھانپ لیا، آپ میری نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو میں نے سنا کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زمین کے مشرق و مغرب میں پھراؤ۔ انہیں تمام سمندروں میں لے جاؤ تاکہ تمام اہل جہاں ان کے نام، صفات اور حلیہ مبارکہ سے واقف ہو جائیں اور جان لیں کہ یہی ہیں وہ جن کا نام دنیا میں ماحی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے دور میں تمام دنیا سے شرک محو کر دیا جائے گا (۱) پھر کچھ ہی دیر بعد وہ بادل چھٹ گیا تو آپ صوف کے ایک سفید کپڑے میں جو دودھ سے بھی سفید تر تھا لپٹے ہوئے پڑے تھے۔ آپ کے نیچے سبز ریشم تھا۔ اور آپ نے ہاتھ میں تروتازہ اور سفید موتی سے بنی ہوئی تین چابیاں پکڑ رکھی تھیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح و نصرت اور ہوا اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر اور بھی بہت سی عجیب تر آیات قدرت الہیہ ظاہر ہوئیں ہیں جن کا اپنے موقع پر پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک یہودی تاجر مکے میں آیا ہوا تھا اور آپ کی ولادت کی رات وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا آج رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی (مہر نبوت) ہے جس پر سلیقے سے بال اگے ہوئے ہیں۔ وہ دو رات تک دودھ نہیں پئے گا لوگوں کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا اور (تلاش کرنے) اٹھے تا آنکہ حضرت آمنہ کے گھر داخل ہوئے۔ اور ان سے کہا ہمیں اپنا بچہ دکھاؤ۔ جب اس یہودی نے آپ کو

---

(۱) یاد رہے قیامت اور اس کے بعد تک حضور ہی کا دور ہے کیونکہ کسی نبی نے بعد میں نہیں آنا ہے تو آپ ہی کے دور میں وہ وقت ضرور آئے گا جب تمام دنیا سے شرک ختم ہو جائے گا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ہو گا۔

دیکھا اور کندھوں کے درمیان مہر نبوت ملاحظہ کی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے اسے کہا تجھے کیا ہوا اس نے کہا بخدا بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی اور کتاب ان کے ہاتھ سے نکل گئی یہ نومولود بچہ انہیں قتل کر دے گا ان کے چھپے بھید ظاہر کر دے گا اور اے گروہ عرب تم پر حکومت کرے گا۔

آپ کی ولادت کی رات شیاطین (آسمانوں کے قریب جا کر فرشتوں کی) کلام چوری کرنے سے روک دیئے گئے ان پر آگ برسائی گئی، کاہنوں اور جادوگروں نے (جیسے شق اور سطیح تھے) اس رات کسریٰ جیسے بڑے بڑے شاہوں کی خوابوں کی تعبیر میں بڑے بڑے راز افشا کر دیئے۔ کسریٰ کا ایوان لرز اٹھا آتش کدہ ایران سرد ہو گیا۔ پانی خشک ہو گیا۔ وادیاں بہ پڑیں۔ اور موبذان نے وہ خواب دیکھا جو آپ کی ولادت کے ذکر میں پیچھے گزر چکا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد وَرَحْمَةً مِّنَّا۔ وہ ہماری طرف سے رحمت تھے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اللہ نے اس سے زیادہ عام اور کامل رحمت سے کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور ہم نے آپ کو تو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جو شخص آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی رحمت کا سایہ دونوں جہانوں میں ڈالے گا جبکہ تصدیق نہ کرنے والا بھی زندگی میں آپ کے صدقے سے اس عذاب سے محفوظ رہے گا جو پہلی امتوں کے مکذبین پر آتا تھا۔ جیسے زمین میں دھنس جانا صورتوں کا بدل جانا اور پتھروں کا برسایا جانا وغیرہ ذالک۔ اس کا مکمل بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

خلق طیور

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندوں کی مورت بنا کر پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس کی مثل موجود ہے چنانچہ عکاشہ بن محصن کی تلوار میدان بدر میں لڑتے ہوئے ٹوٹ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکڑی کی ایک لاٹھی سی دی اور فرمایا اسی کے ساتھ لڑو۔ تو وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس کا لوہا مضبوط، رنگ سفید اور قامت طویل تھی۔ وہ اس کے ساتھ لڑتے رہے بالآخر اللہ نے اہل اسلام کو فتح عطا فرمادی۔ پھر وہ فتنہ ارتداد کے ظہور تک ہر جنگ میں اسی تلوار سے لڑتے رہے۔ تو جس معنی میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

لکڑی کو لوہا بنا دیا اور وہ ایک عرصہ تک لوہا رہی یہی معنیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مٹی سے پرندے بنانے میں کارفرما ہے۔ پھر آپ کے ہاتھ میں سنگلاخ پتھروں سے تسبیح و تقدیس کا سنا جانا، پتھروں اور درختوں کا آپ کی نبوت پر گواہی دینا آپ کا درختوں کو حکم دے کر ملا دینا پھر انہیں جدا کر کے واپس اپنی اپنی جگہ بھیج دینا یہ سب امور مردہ کو زندہ کرنے کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اور پرندے بنانے والا معنیٰ ان میں بھی موجود ہے۔

دم عیسیٰ اور شفا خانہ مصطفےٰ علیہما السلام

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھوں اور برص میں مبتلا مریضوں کو حکم خدا سے شفا دیتے تھے۔

تو ہم کہیں گے کہ حضرت قتادہؓ کی آنکھ روز احد چشم خانہ سے بہ گئی کیونکہ ان کی آنکھ میں نیزہ لگا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کو پھر اپنی جگہ لگا دیا۔ اور بعد میں انہیں محسوس نہ ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ نکلی تھی ہاں البتہ وہ آنکھ جو نبی علیہ السلام نے لگائی دونوں آنکھوں میں سے حسین تر اور تیز نظر تھی اس کا ذکر اپنی اسناد کے ساتھ پیچھے گزر چکا ہے۔

اندھوں کو بینائی ملتی ہے

(۵۴۴) حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد انہیں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے جبکہ ان کی آنکھیں کچھ نہ دیکھتی تھیں۔ آپ نے سوال فرمایا کہ تمہاری آنکھیں کیوں بے کار ہوئیں؟ انہوں نے کہا میں اپنے اونٹوں کا علاج معالجہ کر رہا تھا کہ اچانک (بے ارادہ) میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر آ گیا۔ جس سے میری نظر جاتی رہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں تھتھکارا تو وہ بینا ہو گئے۔

راوی کہتا ہے پھر میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اسی (۸۰) برس کی عمر میں سوئی میں دھاگا ڈال لیتے تھے مگر آنکھیں دیکھنے میں بدستور سفید تھیں۔

(۵۴۵) معاذ بن رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روز بدر میری آنکھ میں تیر آ لگا جس سے وہ پھوٹ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب دہن لگایا اور میرے لئے دعا فرمائی تو مجھے یوں لگا جیسے آنکھ کو کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی آنکھوں میں غزوہ خیبر کے دوران لعاب دہن ڈالا تھا کیونکہ ان کی آنکھیں خراب تھیں تو اسی وقت ان کی تکلیف رفع ہو گئی۔ اور پھر زندگی بھر ان کی آنکھیں خراب نہیں ہوئیں۔

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مریض اور زخمی لوگ لائے جاتے تھے۔ آپ ان کے لئے دعا فرماتے اور تکلیف زدہ حصے پر اپنا دست مبارک پھیر دیتے تو وہ فوراً تندرست ہو جاتے (۱)۔
ایک بچے کو آپ کے پاس لایا گیا جس پر سائے کا اثر تھا آپ نے فرمایا او دشمن خدا دفع ہو جا تو اس بچے نے قے کر دی جس سے ایک سیاہ سانپ سا نکلا اور بچہ ٹھیک ہو گیا۔
ایک مریض جو (بیماری کی وجہ سے سوکھ کر) پرندے کے نحیف بچے کی طرح ہو چکا تھا۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو وہ یوں طاقتور ہو گیا جیسے طاقتور جانور رسی تڑوا کر بھاگ جاتا ہے۔
ایسے ہی بے شمار واقعات ہیں کہ لوگ آپ کے پاس آئے اپنا مرض اور تکلیف بیان کی۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تو انہیں عافیت مل گئی اور تمام امراض جاتے رہے۔
(۵۴۶) ابیض بن حمال ماربی سے روایت ہے کہ ان کے چہرے پر مرض قوباء (۲) تھا تا آنکہ ان کے ناک پر بھی مرض کا اثر ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا۔ اور ان کے چہرے پر دست مبارک مل دیا۔ ابھی رات نہ پڑی تھی کہ چہرہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی مرض تھا ہی نہیں۔
(۵۴۷) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ کے گھر ہنڈیا میں گوشت پک رہا تھا مجھے اس میں سے چربی بڑی پسند آئی جو میں نے نکال کر بڑی جلدی سے منہ میں ڈال لی۔ مگر اس کے بعد میں ایک سال تک (معدے میں) اس کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ آخر میں نے اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا اس میں سات آدمیوں کا حصہ تھا (۳)۔ پھر آپ نے میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو وہ چربی تازہ حالت میں قے کے ذریعے باہر آ گئی۔ تو اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تب سے آج تک مجھے پیٹ کا کوئی بھی مرض لاحق نہیں ہوا۔

---

(۱)۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رحمت کا تو یہ عالم ہے کہ آپ کے وصال کے بعد لوگ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے پاس اپنے لاعلاج مریض لے کر آتے آپ انہیں ایک پانی پلاتیں تو وہ شفایاب ہو جاتے جب آپ سے پوچھا گیا کہ یہ آپ کے پاس کونسا آب حیات ہے جو ہر مریض کو شفا دے دیتا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تہبند شریف ہے جسے آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ میں اسے پانی میں بھگو کر نچوڑتی ہوں اور نچڑا ہوا پانی مریضوں کو پلا دیتی ہوں اللہ اپنے حبیب کریم کے جسم کی برکت سے شفا دے دیتا ہے۔ دیکھئے خصائص کبریٰ علامہ سیوطی۔

(۲)۔ یعنی چیچک اس مرض میں آدمی کی جلد پر خارش کے دانے نکل آتے ہیں اور خشک ہونے پر چھلکے اترتے ہیں۔

(۳)۔ جو ان کی اجازت کے بغیر کھایا گیا نتیجتاً معدے کی تکلیف شروع ہو گئی، اور یہ صحابہ کرام کی شان ہے کہ نامناسب غذا ان کے پیٹ میں قرار نہ پا سکی بالآخر اسے نکلنا پڑا۔

احیاء موتیٰ اور عظمت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ السلام

اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے اذن سے مردے زندہ کرتے تھے تو اس سے کہیں بڑھ کر عجیب تر شان محمدی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم، چنانچہ آپ نے جو آیہ کبریٰ دکھلائی اسے صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے دیکھا۔ اس سے مراد حضرت جابرؓ کی بکری کو زندہ کرنا ہے۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کے دور میں ایک انصاری عورت کا لڑکا مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کی دلیل کے طور پر ظاہر فرمایا (آگے حدیث نمبر۵۴۹ آرہی ہے)

حضرت جابرؓ کی بکری "ہضم ہو جانے" کے بعد زندہ ہوتی ہے

(۵۴۸) عبدالرحمان بن کعبؓ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ کو سلام کہا آپ نے سلام کا جواب دیا حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا محسوس کیا تو میں نے یہی خیال کیا کہ ایسا بھوک کی وجہ سے ہے میں اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا تمہارا بھلا ہو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ہوں۔ میں نے آپ کو سلام کہا آپ نے سلام کا جواب ارشاد فرمایا مگر آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور میرا گمان ہے کہ ایسا بھوک کی وجہ سے ہے تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا بخدا ہمارے پاس صرف یہ بکری ہے اور کچھ غلہ بچا ہے جو صرف بچوں کا ہی پیٹ پال سکتا ہے اور بس۔ میں نے اسے کہا تیرا کیا خیال ہے اگر ہم بکری ذبح کرلیں اور جو غلہ ہے اس کا تم آٹا بنالو؟ کہتے ہیں کہ پھر میں نے بکری ذبح کی۔ اور بیوی نے اپنے پاس موجود غلہ کا آٹا بنایا۔ اور روٹیاں پکائیں پھر ہم نے ایک بڑے برتن میں ثرید (۱) بنایا پھر میں نے بکری کا گوشت (بھی) لیا اور یہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ میں نے یہ کھانا آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے جابر! میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں قبل ازیں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو سلام کہا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلا دیکھا۔ تو میں نے بکری ذبح کی۔ اور (اسے پکوا کر) آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے فرمایا جابر! جاؤ اپنی قوم کو میرے پاس بلا لاؤ۔ کہتے ہیں میں مختلف قبائل عرب سے تعلق رکھنے والے صحابہ کو بلانے لگا تا آنکہ سب کو جمع کر لیا۔ پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ یہ سب انصار جمع ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں ایک ایک گروہ کر کے لاتے جاؤ۔ چنانچہ میں انہیں ایک ایک گروہ کر کے لاتا رہا۔ جب ایک گروہ سیر ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا گروہ آ جاتا۔

---

(۱)۔ یعنی شوربے میں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈالیں اور ایک پکوان سا بن گیا اسے عربی میں ثرید کہتے ہیں۔

تا آنکہ سب نے کھالیا۔ اور ابھی تک برتن میں اتنا ہی کھانا بچا ہوا تھا جتنا میں لے کر آیا تھا۔
اس دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے کھاؤ مگر ہڈی نہ توڑو بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کے بیچ میں سب ہڈیاں جمع کروائیں اور ان پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا جو میں نہ سن سکا۔ البتہ آپ کے ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اچانک بکری کان جھٹکتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا جابر! اپنی بکری پکڑ لو اللہ تمہیں اس میں برکت دے۔ میں اسے لے کر چل پڑا۔ اور وہ مجھ سے اپنے کان چھڑوا رہی تھی۔ میں اسے لے کر گھر پہنچا میری بیوی نے دیکھ کر کہا جابر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا بخدا یہ ہماری بکری ہے جو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کی تھی۔ جب آپ نے دعا فرمائی تو اللہ نے اسے زندہ کر دیا۔ وہ کہنے لگی۔ انا اشہد انہ رسول اللہ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (یہ اس نے تین بار کہا)

غریب صحابیہ کا بیٹا پھر سے زندہ ہو گیا

(۵۴۹) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری مرد کے پاس گئے جو بیمار تھا ابھی ہم وہیں تھے کہ وہ فوت ہو گیا ہم نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا۔ اس کی بوڑھی والدہ اپنے بیٹے کے سرہانے بیٹھی تھی ہم نے اسے بتلایا کہ بی بی! اس مصیبت کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھو اس نے کہا کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں، کہنے لگی کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟۔ ہم نے کہا ہاں! کہتے ہیں کہ اس نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور کہنے لگی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرے لئے اسلام لائی تھی اور تیرے رسول کی طرف ہجرت کی تھی اس امید پر کہ ہر مصیبت اور تکلیف پر تو میری مدد کرے گا۔ اے اللہ آج مجھ پر یہ مصیبت نہ ڈال، تو اس مردہ آدمی نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا (اور کھڑا ہو گیا) پھر ہم نے اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا تب ہم واپس ہوئے۔

حضرت عیسیٰ کی اخبار غیب اور حضور کی پیشین گوئیاں

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبر دیا کرتے تھے اور وہ کچھ بتلا دیتے جو لوگ گھروں میں کھا کر آتے اور جو کچھ گھر میں چھوڑ کر آتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی کہیں عجیب تر خبریں دی ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ تو یہی بتلاتے تھے کہ لوگ گھر کی دیوار کے پیچھے کیا کھاتے اور کیا چھوڑ کر آتے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ یا اس سے بھی زائد مسافت پر واقع ہونے والے حوادث سے آگاہی دے دیتے تھے۔ جیسے آپ نے نجاشی کے وصال اور غزوہ موتہ میں زید جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع دی بسا اوقات آپ کے پاس کوئی

شخص کچھ پوچھنے آتا تو آپ فرماتے اگر تم چاہو تو میں بتلا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ وغیر ذالک۔

اسی طرح آپ نے عمیر بن وہب جمحی کو بتلایا تھا کہ اس نے اور صفوان بن امیہ نے مکہ میں مقام حجر پر بیٹھ کر کیا کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ یہ بدر میں کفار کے قتل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے تو عمیر یہ دیکھ کر اسلام لے آئے۔

یونہی جب آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بدر میں گرفتار ہوئے اور آپ نے ان سے فدیہ لینا چاہا تو انہوں نے کہا میرے پاس مال نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم جنگ پر آتے ہوئے ام الفضل کے پاس چھوڑ آئے اور اسے اس کے بارہ میں وصیت کر آئے تھے۔

علاوہ ازیں جب آپ نے عبداللہ بن انیس کو ایک ہذلی کافر کے قتل کرنے کو وادی عرنہ کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا جب تم اسے دیکھو گے تو تم پر ایک گھبراہٹ سی طاری ہو گی۔

آپ کے اخبار غیب میں سے یہ بھی ہے کہ تبوک سے واپسی پر جب آپ کی سواری گم ہوئی تو منافقین نے کہا اللہ انہیں سواری کے متعلق کیوں نہیں بتلا دیتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟۔ تو اللہ نے آپ کو سواری کی جگہ اور منافق کی اس بات سے فوراً اطلاع عطا فرما دی جسے سن کر وہ اسلام لے آیا اور منافقت سے توبہ کر لی۔

انہی اخبار میں سے آپ کا وہ فرمان ہے جو آپ نے (شاہ یمن) فیروز کے دو نمائندوں کو ارشاد فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ کسریٰ نے فیروز کو خط لکھا تو اس نے آپ کے پاس دو نمائندے بھیجے آپ نے انہیں فرمایا۔ آج رات میرے رب نے تمہارے رب (کسریٰ) کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ رات نوٹ کر لی گئی۔ پھر جب وہ یمن میں فیروز کے پاس پہنچے تو وہاں یہ اطلاع آ چکی تھی کہ شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو اس رات مار ڈالا تھا۔

آپ کے ایسے فرمودات ان گنت ہیں جو اس کتاب میں اپنے مقامات پر گزر چکے ہیں۔ انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

قرآن کریم کی پیشین گوئیاں

یہاں ہم کچھ وہ اخبار و اطلاعات بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ قرآن آئندہ آنے والے واقعات کے متعلق عطا فرمائیں اور جیسے آپ نے اللہ کی اطلاع سے بتلایا ویسا ہی واقع ہوا۔ تو ان کا ایک نمونہ درج ذیل ہے۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ

اگر وہ منہ پھیرلیں تو وہ جھگڑے میں پڑے ہیں پھر انہیں اللہ کافی ہو گا۔

تو اللہ نے یہ وعدہ پورا کر دکھلایا اور کفار ذلت و بیچارگی سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو امداد سے نوازا گیا۔ جیسا کہ فرمان خدا ہے۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَہْزِءِیْنَ مسخرہ کرنے والوں کو تمہاری طرف سے ہم ہی کافی ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَہَنَّمَ

کافروں سے کہہ دیں عنقریب تم مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

چنانچہ وہ مغلوب ہو کر رہے اور قتل ہو کر واصل جہنم ہوئے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور کمزور نہ پڑو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب ہو اگر تم مومن ہو۔

تو یہ وعدہ بھی پورا کیا گیا (جو جنگ احد کے بعد مسلمانوں کو عارضی شکست سے دوچار ہونے کے بعد پیدا ہونے والی بددلی سے مٹانے، کے لئے کیا گیا تھا اور واقعتاً اس کے چند ہی سال بعد فتح مکہ پر کفر کا سر در توحید پر جھک گیا)

اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

جب اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک پر تم غالب آؤ گے۔

تو پھر (اللہ نے مسلمانوں کو قریش کے قافلہ تجارت کے بجائے ان کے لشکر جرار پر فتح دی اور) خدا نے مشرکین کو بدر میں ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ۔

اور اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔

تو اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ مال و قبیلہ کے بغیر ہی قوت عطا کی۔ اور آپ کی امت کی حکومت مشرق و مغرب پر قائم ہو گئی۔

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ

انہیں ضرور وہاں داخل کیا جائے گا جہاں وہ راضی ہوں گے۔

تو پھر مکہ فتح ہوا اور اہل اسلام وہاں فاتحانہ داخل ہو کر از حد مسرور ہوئے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اللہ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں حکومت دی جائے گی جیسے ان سے پہلے لوگوں کو دی گئی تھی۔

تو اللہ کے وعدے کے مطابق آپ کی امت کو خلافت و حکومت حاصل ہوئی جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ ایسی پیشین گوئیاں ہیں جو تخمینہ اور گمان سے نہیں دی جاسکتیں اور نہ ہی ایسے امور محض اتفاق سے واقع ہو جاتے ہیں (بلکہ یہ قادر مطلق کی تکوین ہے جو اس کے ارشاد کے مطابق واقع ہو کر رہتی ہے)

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ

الم۔ روم مغلوب ہوئے قریب کے علاقہ میں، اور وہ اس غلبہ کے بعد چند ہی سالوں میں عنقریب غالب آجائیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روم کے غالب آنے کے متعلق اطلاع دی اور اس کا وقت بھی بتلا دیا۔ اور چند سالوں میں اس کا وقوع مقرر کر دیا۔ اب عرب کے کچھ لوگ اس کی تصدیق کر رہے تھے اور کچھ تکذیب جبکہ ان سب پر لفظ بضع کی معنویت آشکارا تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کی تاکید کرتے ہوئے مزید فرمایا۔

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

تو پیشین گوئی کے عین مطابق اللہ نے روم کو فارس پر واضح فتح اور غلبہ عطا فرما دیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے گی۔

اس سے مراد فتح مکہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی جلالت قدر کے پیش نظر اسے دوسری فتوحات میں سے ممتاز کیا۔ اور یوں بھی مکہ مکرمہ ان مہاجرین کا وطن تھا جنہیں یہاں سے ظلماً نکالا گیا وہاں کے باشندے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی مخالفت میں سب لوگوں سے سخت تر تھے۔ کیونکہ اہل قرابت اور اہل وطن ہی زیادہ عداوت اور بغض سے کام لیا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس فتح سے پہلے اس کی بشارت دی اور بتلایا کہ لوگ اس کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے۔ چنانچہ اللہ نے اس بشارت کو سچ کر دکھلایا۔ اور تمام اطراف سے مدینہ طیبہ میں آپ کے پاس اسلام لانے کے لئے وفود پر وفود آنے لگے۔ جو آپ کے اور آپ کے دین کے مطیع ہوئے۔

پھر جب آپ نے وصال فرمایا تو اس وقت اسلام یمن میں عمان کے درختوں تک اور عراق میں نجد کے دور دراز علاقہ تک پہنچ چکا تھا اور مکہ و مدینہ سے نکل کر اس کے پردے اور جھنڈے تمام دنیا کے دشت و جبل پر چھا چکے تھے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا امر مکہ طائف عمان بحرین یمن اور

یمامہ پر نافذ ہو چکا تھا۔

وَأُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا

اور اللہ نے ایک اور زمین کی فتح کا بھی تم سے وعدہ کیا ہے جس پر تم (ابھی) قادر نہیں ہوئے تحقیق وہ اللہ کے علم و قدرت میں ہے۔

اس سے مراد عجم و فارس کی فتوحات ہیں جیسے کہ اللہ کا یہ ارشاد بھی ہے وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا اور خدا نے تمہیں اس زمین کا بھی وارث بنا دیا ہے جس پر ابھی تمہارے قدم نہیں پہنچے۔ اس سے مراد بھی فارس و روم کی فتوحات ہیں اور مسلمانوں نے ان علاقوں پر اسی طرح قبضہ کیا جیسے اللہ نے فرمایا تھا۔

سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ

عنقریب تم ایک نہایت طاقتور قوم سے لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے لڑو گے کہ تا آنکہ وہ سر جھکا دیں گے۔

اس سے بھی اہل فارس و روم اور بنو حنیفہ حامیان مسیلمہ مراد ہیں۔ جن سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ کی۔ اور اس سے کسی کلمہ گو کو اختلاف نہیں کہ کچھ عرب قبائل جو تبوک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ گئے تھے۔ انہیں بعد میں بھی دور صدیقی میں مسیلمہ کذاب سے لڑائی تک کسی جنگ میں لڑنے کے لئے نہیں بلایا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدائن اصطخر اور کسریٰ کے خزانے فتح کئے جانے کا بھی وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے عدی بن حاتمؓ سے فرمایا تمہیں اسلام لانے سے میرے صحابہ کی ظاہری حالت کی پراگندگی روک رہی ہے۔ تو قریب ہے وہ دور جب حیرہ سے عورت (حج کرنے) کسی پہرے کے بغیر نکلے گی۔ پھر عدیؓ نے وہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت ڈال دے۔

چنانچہ یہ وعدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور حضرت ابو سفیانؓ کے اسلام لانے سے پورا ہو گیا۔ عداوت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ محبت اور رشتہ داری نے لے لی۔

ایسی پیشین گوئیاں بے شمار ہیں اور یہ سب وہ اخبار غیب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ اسی زمرے میں آپ کا منافقین اور یہود کی متعدد سازشوں کو طشت ازبام کرنا بھی ہے علاوہ ازیں قرآنی پیشین گوئیاں اور بھی بہت سی ہیں مگر ہم مذکورہ تعداد پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

(۵۵۰) سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلے راہ خدا میں تلوار کو لہرانے والے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ شعب بطائح میں تھے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کر دیئے جانے کی افواہ سنی۔ تو انھوں نے تلوار نیام سے نکالی اور اسے لہراتے ہوئے دوڑ پڑے۔ آگے سے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے جو انہیں (ہاتھ کے اشارے سے) روک رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کیا بات ہے تمہیں؟ عرض کیا میں نے سنا تھا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے آپ نے فرمایا پھر تم کیا کرنے والے تھے؟ عرض کیا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اہل مکہ کو بلا دریغ قتل کرتا جاؤں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھ پر اور تیری تلوار پر رحمتیں برسائے۔

(۵۵۱) ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیٌّ وَّ حَوَارِی زُبَیْرٌ ہر نبی کے حواری ہیں اور میرا حواری زبیر ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاح تھے صحرا نوردی اور جنگلوں کی سیاحت کیا کرتے۔

تو اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاحت بھی اس سے کہیں زیادہ اور باعظمت ہے۔ آپ مسلسل دس برس تک سفر و حضر کی ملی جلی کیفیت سے دوچار رہے اور بیشتر قبائل فتح کئے۔ آپ تلوار کے ساتھ مبعوث کئے گئے تھے محض کلام سے آگ نہ بڑھکاتے تھے آپ راہ خدا کے مجاہد تھے جن کی ہر رات کسی نئے معرکے کے لئے ہوتی اور ہر دن کسی نئی جنگ کا پیش خیمہ ہوتا یا اقامت دین کے لئے کوئی نہ کوئی مہم روانہ کرنی ہوتی تاکہ دعوت حق کی تحریک عام ہو اور تبلیغ رسالت کا کام تکمیل کو پہنچے۔

حضرت عیسیٰ اور سید الانبیاء علیہما السلام کا زہد و ترک دنیا

اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام تارک الدنیا تھے تھوڑے سے مال پر قناعت کر لیتے زیادہ کی خواہش نہ رکھتے دنیا سے یوں اٹھ گئے کہ کسی کو دینا تھا نہ کسی سے لینا۔

تو ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے زیادہ دنیا سے کنارہ کش واقع ہوئے ہیں۔ آپ کے دسترخوان پر اتنا کھانا نہ ہوتا تھا کہ کھانے کے بعد بچ رہے۔ آپ مسلسل تین رات تک گندم کی ایک روٹی بھی ختم نہ کر پاتے۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتے۔ صوف آپ کا لباس۔ بکری کی کھال آپ کا بستر۔ اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑا آپ کا تکیہ تھا بعض اوقات دو تین ماہ تک گھر میں دیا نہ جلتا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ رہن رکھی ہوئی تھی۔ ترکے میں سونے یا چاندی کا ایک پیسہ نہ چھوڑا۔

حالانکہ آپ کو تمام خزانہ ہائے زمین کی چابیاں پیش کی گئی تھیں ایک بڑا علاقہ بھی آپ فتح کر چکے تھے اور مال غنیمت کی آمد بھی کثرت سے تھی چنانچہ آپ نے ایک دن میں تین لاکھ درہم تک بھی تقسیم کئے ہیں اور فی کس سواونٹ اور پچاس اونٹ تک بانٹے ہیں (۱) آپ دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں سے بھری ہوئی وادی راہ خدا میں لٹا دیا کرتے مگر رات یوں پڑتی کہ سائل کے مانگنے پر فرماتے اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا" آل محمد نے جو یا کھجور کا ایک صاع بھی رات کو اپنے گھر میں نہیں دیکھا۔ میں ایک دن بھوکا رہتا ہوں اور دوسرے دن سیر شکم، میں بھوکا رہوں تو اللہ کی بارگاہ میں عاجزی لاتا ہوں اور سیر ہوں تو شکر ادا کرتا ہوں۔

اور یہ صفات اس ذات میں کیوں نہ موجود ہوں جس کے بارے میں رب العالمین کا ارشاد ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۲) بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔

جناب عیسیٰ اور امام الانبیاء علیہما السلام کی رفعت آسمانی

اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا، اور یہ آپ کی شان ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے وقت دنیا ہی میں رہنے کا اختیار دیا گیا تھا مگر آپ نے قرب خداوندی میں جانے کو دنیا پر ترجیح دی۔ تو اللہ کے حکم سے آپ کی روح قبض کر لی گئی اور اگر دنیا میں رہنا پسند فرما لیتے تو آپ کا حال حضرت خضر و الیاسؑ اور آسمانوں کے مکین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مختلف نہ ہوتا۔

علاوہ ازیں امت محمدیہ میں سے کچھ لوگ آسمانوں کی طرف یوں اٹھائے گئے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت ہے۔ چنانچہ عامر بن فہیرہ غلام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو لوگوں کے دیکھتے ہوئے اٹھا لیا گیا۔ اور حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ جو خلافت صدیقی میں یمن کے اندر علاقہ دشمن میں فوت ہو گئے تھے تو لوگوں نے بعد میں خطرہ محسوس کیا کہ کہیں ان کی قبر پھوڑ کر انہیں وہاں سے نکال نہ لیا جائے تو وہ قبر پر دوبارہ آئے تاکہ انہیں کسی محفوظ جگہ دفن کریں مگر وہ وہاں نہ تھے اور کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کدھر چلے گئے (۳)

---

(۱)۔ جیسا کہ مقام جعرانہ پر آپ نے خیبر کا مال تقسیم کیا تھا جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

(۲)۔ سورہ قلم آیت ۴۔

(۳)۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ محض رفعت میں کمال کا معنی واضح نہیں جیسے ترازو کا ہلکا پلہ بلند اور بھاری پلہ نیچے ہوتا ہے اور پانی کا بلبلہ سمندر کے اوپر اور گوہر تابدار سمندر کی تہ میں ہوتا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور نبی

اکتیسویں (۳۱) فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ واوصاف جمیلہ

ہم نے اس بارے میں صرف دو حدیثیں بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے جو آپ کی عادات مبارکہ اخلاق حمیدہ اور صفات بدیعہ پر کافی شافی روشنی ڈالتی ہیں۔

آپ کے اخلاق حسنہ بروایت (امام) حسنؓ بن علیؓ

(۵۵۳) حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خالو ہند (۱) بن ابی ہالہ تمیمی سے پوچھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ بڑی عمدگی سے بیان کرتے تھے۔ اور میں یہی چاہتا تھا کہ وہ مجھے آپ کا حلیہ یوں بیان کریں کہ میرے لوح دل پر اس کا نقش ثبت ہو جائے۔
تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی نرالی تھی۔ آپ کا چہرہ یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہو۔ آپ قد آور تھے مگر زیادہ لمبے نہیں۔ سر بڑا اور بال قدرے خمیدہ تھے جو آسانی سے جدا جدا کئے جا سکتے اور وہ کانوں کی لو سے متجاوز ہوتے۔ آپ کا رنگ چمکدار، جبیں کشادہ اور ابرو باریک اور خمدار تھے جو باہم ملے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ظاہر ہو جاتی۔ ناک اونچی باریک اور نورانی تھی آپ کو بنظر غائر نہ دیکھنے والا متکبر سمجھ بیٹھتا (چہرے پر جاہ و جلال ہی ایسا تھا) داڑھی گھنی رخسار کم گوشت، ہونٹ باریک، دانت چمکتے ہوئے جن کے درمیان کچھ فراخی تھی، سینے سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اور گردن ایسی خوبصورت تھی جیسے کسی سیمیں مورتی کی ہو۔

---

(۱) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب یعنی پچھ لگ بیٹے ہیں حضرت سیدنا ام المومنین خدیجہؓ کے ہاں ان کے پہلے شوہر ابو ہالہ مالک بن نباش سے پیدا ہوئے پھر جب ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تو یہ آپ کی تربیت اور سرپرستی میں آ گئے اس لحاظ سے وہ امام حسنؓ کے خالو بنتے ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی حمایت میں لڑتے ہوئے ان کا وصال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور حلیہ مبارک کی تفصیل بیشتر محدثین نے آپ سے روایت کی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

آپ کے اندام مناسب اور جسم فربہ و قوی تھا۔ پیٹ اور سینہ ہموار تھا۔ آپ کا سینہ کشادہ کندھے پھیلے ہوئے اور پر گوشت اور جسم پر نور تھا سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دیاری کے سوا سینے اور پیٹ پر کوئی بال نہ تھا البتہ کلائیوں کندھوں اور سینے کے بالکل اوپر والی جگہ پر بال تھے کلائیوں کی ہڈیاں لمبی، ہتھیلیاں کشادہ، پیٹھ ہموار ہاتھ اور پاؤں پر گوشت۔ تمام اعضا لمبے چوڑے پیروں کے تلوے زمین سے اٹھے ہوئے اور ان کی پشت برابر اور ہموار تھی جس پر پانی کا قطرہ بھی ٹھہر نہ پاتا۔

آپ کے چلنے کی رفتار آہستہ اور ہموار تھی۔ جب چلتے تو یوں لگتا جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف مڑتے تو سارا وجود گھوم جاتا۔ نگاہ پست رہتی اور آنکھیں زیادہ تر زمین کی طرف ہی مرتکز رہتیں۔ دیکھنے کا انداز بڑا پروقار تھا۔ اپنے صحابہ سے آگے چلتے اور ملنے والے کو سلام کہنے میں سبقت فرمایا کرتے۔

میں نے (امام حسن نے) کہا آپ کی گفتگو کے متعلق بتلائیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل غم واندوہ سے دوچار رہے آپ ہمیشہ متفکر رہتے راحت و آرام آپ کے لئے نہ تھا۔ حاجت کے سوا نہ بولتے طویل سکوت رکھتے جب گفتگو شروع کرتے تو فصاحت کے ساتھ انجام کو پہنچاتے۔ مختصر اور نہایت جامع الفاظ استعمال فرماتے۔ آپ کی کلام واضح تر ہوتی جو ضرورت سے زیادہ ہوتی نہ کم۔ آپ کا انداز گفتگو نرم و شیریں تھا۔ جس میں کھردراپن اور اہانت آمیزی نہ تھی۔ نعمت خواہ حقیر سی ہوتی آپ اس کی قدر کرتے اس کی مذمت ہر گز زبان پر نہ آپاتی۔ کھانے کی برائی کرتے نہ تعریف (یعنی اگر وہ اچھا نہ ہوتا تو) دنیا اور اس کی نعمتیں آپ کو غضب میں نہ لا سکتیں مگر جب حق و صداقت سے بغاوت کی جاتی تو پھر اس وقت تک آپ کا غضب ٹھنڈا نہ ہوتا جب تک حق کو مدد نہ مل جاتی۔ اپنے نفس کے لئے کبھی غضب میں نہ آتے اور نہ ہی اپنے لئے انتقام لیتے۔ دوران گفتگو اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ کرتے اور تعجب خیزی میں ہاتھ کو الٹایا کرتے۔ اور بسا اوقات دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی اندر والی طرف پر مارتے۔ جب کسی کی ناجائز بات پر غصہ آتا تو منہ پھیر لیتے یا اس کا انکار کر دیتے اور عالم مسرت میں نگاہیں پست کر لیتے۔ آپ کی ہنسی زیادہ تر تبسم ہی کی شکل میں ہوتی اور ایسے میں دندان مبارک برف کے اولوں جیسے صاف اور آبدار دکھائی دیتے۔

امام حسنؓ کہتے ہیں میں نے ایک عرصہ تک (ہند بن ابی ہالہ کی بیان کردہ) اس حدیث کو (اپنے بھائی امام) حسینؓ سے چھپائے رکھا۔ بالآخر ایک دن انہیں بتلایا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے ان سے یہ باتیں پوچھ چکے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے والد گرامی (حضرت علیؓ) سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات اور آپ کی شکل و صورت کے بارے میں پوچھا ہوا ہے۔ جو انہوں نے

مکمل طور پر انہیں بتلایا تھا۔

رات دن کے نبوی معمولات

چنانچہ امام حسینؓ نے کہا کہ میں نے والد گرامی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (گھر) آنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لئے آنا ماذون من اللہ تھا۔ چنانچہ جب اپنے گھر تشریف لاتے تو اپنے آنے کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے دوسرا اپنے گھر والوں کے لئے اور تیسرا اپنے لئے۔ پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے تو آپ کی سیرت میں سے امت کو جو حصہ ملا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل علم و فضل کو آپ کے ہاں ترجیح دی جاتی۔ اور ان کی دینی عظمت کے مطابق انہیں نوازا جاتا۔ اور آپ کے پاس آنے والوں میں سے کسی کو ایک حاجت ہوتی کسی کو دو اور کسی کو اس سے بھی زائد تو آپ ان کی حاجت کے مطابق انہیں وقت دیتے اور ان سے معاملہ فرماتے جو صرف ان ہی کے لئے نہیں پوری امت کے لئے باعث اصلاح ہوتا۔ آپ انہیں ان کی حاجت کے مطابق ارشادات فرماتے اور یہ بھی ارشاد کرتے کہ جو شخص یہاں موجود ہے وہ یہ باتیں دوسروں تک پہنچا دے۔ مجھے ان لوگوں کی ضروریات بھی بتلایا کرو جو مجھ تک (بوجوہ) اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتے (۱) کیونکہ جس نے کسی صاحب اقتدار کو کسی مجبور شخص کی حاجت و ضرورت سے مطلع کیا جو خود اپنی حاجت اس تک پہنچا نہ سکتا تھا تو اللہ روز قیامت (صراط پر) اسے ثابت قدم رکھے گا۔ آپ کے پاس ایسی ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا۔ کسی دوسرے کے متعلق اس سے زائد بات قبول نہ کی جاتی (یعنی کسی غائب شخص کی غیبت وغیرہ نہ سنی جاتی) لوگ آپ کے پاس آتے تو تشنہ علم و عرفان ہوتے اور لوٹتے تو دولت علم و حکمت سے مالا مال ہو کر اور راہنمایان صداقت بن کر۔

کہتے ہیں پھر میں نے ان سے آپ کے (گھر سے) نکلنے کے بارے میں پوچھا کہ ایسے میں آپ کے معمولات کیا ہوتے تھے؟ تو انھوں نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان پاک کے جواہر علم محفوظ رکھتے اور انہیں وہیں خرچ کرتے جہاں لوگوں کو ضرورت ہوتی۔ آپ کی کلام لوگوں کو باہم قریب کر لاتی دور نہ کرتی۔ یا یوں کہا کہ انہیں ایک دوسرے سے متنفر نہ کرتی۔ آپ کسی بھی قوم کے صاحب اخلاق حسنہ شخص کی تکریم کرتے اور اسے ان کا امیر مقرر کر دیتے۔ لوگوں کو دوسروں کے معاملات میں پڑنے سے روکتے اور خود بھی اس سے بچتے۔ البتہ آپ کی خندہ روئی اور آپ کا خلق ہر کسی کے لئے تھا۔ اگر کوئی صحابی غیر موجود ہوتا تو اس کے بارے میں لوگوں سے سوال کرتے۔ اچھی بات کی

---

(۱) یعنی دوری مقام کی وجہ سے مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور اپنی بات سنا نہیں سکتے۔

تعریفیں فرماتے اور اسکی تائید و تقویت کرتے جبکہ بری بات کی مذمت کرتے اور اس کے خاتمہ کی کوشش فرماتے۔ آپ کے اعمال میں یکسانیت تھی تضاد نہ تھا۔ ایک لمحہ کو بھی غافل نہ بیٹھتے اس خوف سے کہ امت نہ غافل ہو جائے راہ حق سے ہٹ نہ جائے، ہر صورت حال کے لئے آپ کے پاس ایک بامقصد لائحہ عمل تھا۔ آپ جادہ حق سے سر مو آگے پیچھے نہ ہوتے آپکا قرب امت کے بہترین افراد کو حاصل ہوا۔ آپ کی نگاہ میں وہی سب سے بہتر تھا جو دوسروں کا زیادہ خیر خواہ ہو۔ اور وہی باعظمت تھا جو سب سے زیادہ امت کا غم خوار اور دکھ درد کا ساتھی ہو۔

آداب مجلس رسول

کہتے ہیں پھر میں نے آپ کی مجلس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ کی مجلس کا آغاز و اختتام ذکر الٰہی پر ہوتا تھا۔ آپ اپنے لئے کوئی خاص جگہ مقرر نہ کرتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے باز رکھتے۔ جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو مجلس کے آخری حصے میں بیٹھ جاتے اور لوگوں کو بھی یہی تلقین فرماتے (۱) مجلس میں شریک ہر شخص کو اس کا حصہ مل کر رہتا۔ اہل مجلس میں کسی کو یہ گمان نہ ہوتا کہ مجلس میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ آپ کو عزیز ہے۔ اگر کوئی آپ کے پاس بیٹھ جاتا یا گفتگو شروع کر دیتا تو آپ صبر فرماتے اور جب تک وہ خود سلسلہ کلام ختم نہ کرتا آپ وہاں سے نہ ہٹتے۔ کوئی بھی سائل آتا آپ اسے اس کی حاجت عطا فرماتے، نہیں تو وہ کم از کم آپ کی کریمانہ گفتگو سے تو حصہ لے کر ہی جاتا آپ کا دامن اخلاق و مروت سب اولاد آدم کے لئے گستردہ تھا۔ آپ ان کے لئے ایک شفیق باپ تھے۔ سب آپ کے لئے اپنے حق کے حصول میں برابر تھے۔ آپ کی مجلس حلم و حیا اور صبر و امانت کی مجلس ہوتی جس میں آوازیں بلند نہ ہوتیں عورتوں کے تذکرے نہ ہوتے اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہوتی جسے مجلس سے باہر بیان نہ کیا جا سکے۔ سب اہل مجلس ایک دوسرے کے لئے انصاف کے خواہاں تقویٰ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اور عجز و انکسار کا پیکر تھے۔ بڑوں کی عزت چھوٹوں پر شفقت، حاجت مندوں پہ رحمت اور مسافروں کی خدمت ان کا شعار تھا۔

کہتے ہیں پھر میں نے پوچھا کہ اپنے پاس بیٹھنے والوں سے آپ کا معاملہ کیسے ہوتا تو انہوں نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ جبیں نرم خو اور واسع الکرم رہتے ہر کوئی بلا تکلف آپ کے

---

(۱) چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں جائے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے (کہ اس سے اہل مجلس کو تکلیف ہوتی ہے) بلکہ جہاں اسے جگہ ملے بیٹھ جائے (کتب حدیث)

پاس بیٹھ سکتا۔ آپ سخت مزاج اور درشت رو نہ تھے بازاروں میں شوروغل بد گوئی غیبت اور (حد سے زیادہ) مزاح آپ کا شیوہ نہ تھا آپ بے مقصد بات سے اعراض کرتے، آپ کے پاس امید لے کر آنے والا ناامید نہ لوٹتا۔ آپ (مجلس میں) خود کو تین چیزوں سے دور رکھتے دکھلاوا، تکبر اور بے مقصد بات میں پڑنا۔ اور تین چیزوں کو لوگوں سے دور رکھتے۔ کسی کی مذمت نہ کرتے کسی کو شرم نہ دلاتے اور کسی کے خفیہ معاملہ میں نہ پڑتے۔ وہی بات زبان پر لاتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ آپ بات شروع کرتے تو اہل مجلس کی گردنیں (ادب سے) جھک جاتیں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تب کوئی بولتا۔ آپ کے سامنے کسی بات پر وہ تنازع نہ کرتے، اہل مجلس میں کوئی بھی آغاز گفتگو کرتا تو سب خاموشی سے سنتے تا آنکہ وہ فارغ ہو جاتا آپ کے سامنے سب کی بات وہی ہوتی جو سب سے پہلے شخص کی تھی۔ جس بات پر اہل مجلس ہنستے آپ بھی انکا ساتھ دیتے اور ان کے تعجب کرنے پر آپ بھی تعجب کرتے۔ آپ کسی انجان شخص کی روکھی اور کھردری باتیں صبر سے سنتے تا آنکہ آپ کے صحابہ مسافروں کی تلاش میں رہا کرتے (کہ کوئی مسافر مل جائے تو اس کی خدمت کی جائے) آپ فرمایا کرتے جب تم دیکھو کہ کوئی کسی حاجت میں ہے تو اس کی راہنمائی کرو آپ اپنی تعریف پسند نہ کرتے الا یہ کہ جب ہجو کا جواب دیا جاتا (۱) ۔ آپ کسی بات کرنے والے کی بات نہ کاٹتے تا آنکہ وہ ضرورت سے آگے نکل جاتا تو آپ اسے روک دیتے یا کھڑے ہو جاتے۔

کہتے ہیں پھر میں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کیسی تھی۔ توانہوں نے کہا۔ آپ کی خاموشی چار باتوں کے لئے ہوتی تھی۔ بردباری۔ احتراز۔ تدبیر اور تفکر۔ آپ کی تدبیر تو سب لوگوں کو ایک نظر سے دیکھنے اور ان کی باتیں سننے کے لئے تھی اور تفکر اس چیز کا ہوتا کہ کیا چیز باقی ہے اور کیا فانی۔ آپ کے حلم میں صبر کی آمیزش تھی۔ تو آپ کو کوئی چیز غضب ناک اور پریشان نہ کر پاتی۔ اور آپ کے احتراز میں چار باتیں تھیں۔ اچھی بات کو لے لینا تاکہ اس کی پیروی کی جائے بری بات کو چھوڑ دینا تاکہ لوگ بھی اس سے رک جائیں۔ اپنی رائے سے امت کی اصلاح کے لئے اجتہاد کرنا اور ایسے کاموں کا اجراء جو امت کے لئے دین و دنیا میں باعث فلاح ہوں۔

خدوخال رخ رسول بزبان ام المومنین سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(۵۵۴) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

---

(۱) اس سے آجکل کے ان پیروں اور سجادہ نشینوں کو درس لینا چاہئے جو اپنی عظمت کے قصیدے سن سن کر سر دھنتے ہیں اور اسے اپنے لئے بڑی کامیابی تصور کرتے ہیں۔

آپ کا قد و قامت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ یہ ہے کہ آپ حد سے زیادہ لمبے اور پتلے وجود کے نہ تھے اور نہ ہی ایسے کوتاہ قد تھے کہ نظر میں نہ جچیں۔ بلکہ قد مبارک کی کیفیت یہ تھی کہ اکیلے چلتے تو درمیانہ قد نظر آتا۔ مگر جب آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی چل رہا ہوتا تو آپ اس سے اونچے ہی دکھائی دیتے خواہ وہ کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دو آدمی آپ کے ساتھ چل رہے ہیں اور آپ کا قد ان سے اونچا ہے مگر جب وہ آپ سے جدا ہوئے تو وہ دراز قامت نظر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے ٹھہرے (۱) اور آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے بھلائی مکمل طور پر میانہ قامت میں ہے۔

آپ کے چہرے اور جسم کا رنگ

سیدہ فرماتی ہیں آپ کا رنگ خالص سفید (جس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو) نہ تھا۔ مگر آپ گندمی رنگ کے بھی نہ تھے (بلکہ آپ کے چہرے کا رنگ سرخ و سفید تھا)

اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کا رنگ چمکدار تھا جس میں زردی سرخی یا کسی دوسرے رنگ کا امتزاج نہ تھا اور آپ کی تعریف کرنے والوں میں سے بعض کا خیال بھی یہی ہے۔

اس لئے دونوں قولوں کے درمیان یوں محاکمہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے ظاہری اعضا دھوپ اور آب و ہوا سے متاثر ہو کر سرخی مائل سفید تھے مگر کپڑوں کے نیچے والے جسم کا رنگ چمکدار سفید تھا (جس میں سرخی کی آمیزش نہ تھی) لہٰذا جس نے آپ کا رنگ چمکدار سفید قرار دیا ہے وہ بھی درست ہے کیونکہ اس سے مراد کپڑوں کے نیچے کا حصہ ہے۔ جبکہ سرخی مائل سفید قرار دینے والا بھی درست کہتا ہے اس لئے کہ دھوپ اور ہوا کے تاثر سے ظاہری اعضاء میں سرخی کی آمیزش ہو گئی تھی لہٰذا آپ کا اصل رنگ چمکدار سفیدی ٹھہرا جبکہ سرخی کا امتزاج آب و ہوا کے باعث قرار پایا۔ آپ کے چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح چمکتا تھا جس کی خوشبو مہکتی کستوری سے بھی فزوں تر تھی۔

---

(۱) گویا حقیقت میں آپ میانہ قد کے تھے مگر یہ آپ کا اعجاز تھا کہ بڑے سے بڑا دراز قامت آدمی بھی جب آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تو آپ اس سے اونچے ہی نظر آتے کیونکہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور کسی کا سر آپ سے اونچا ہو۔

آپ کی زلف عنبریں

ام المؤمنین فرماتی ہیں آپ کے بال مبارک قدرے خمیدہ اور حسین تر تھے۔ جو نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ حد سے زائد گھنگھریالے۔ جب آپ کنگھی استعمال کرتے تو بالوں میں حسین لہریں سی پڑ جاتیں جیسے ریت کے میدان میں چھوٹے چھوٹے راستے بنے ہوں یا ہوا سے کسی تالاب کے سوکھ جانے پر وہاں دراڑیں پڑی ہوں مگر جب آپ کنگھی سے انہیں سر کے دائیں بائیں ڈال لیتے تو وہ لہریں ختم ہو جاتیں اور زلفیں چہرہ انور کے گرد گھیرا ڈال لیتیں جیسے انگلی کو انگشتری نے لپیٹ میں لے رکھا ہوتا ہے۔

پہلے پہل آپ بالوں کو آنکھوں کے درمیان پیشانی پر گرا لیا کرتے تھے جیسے گھوڑوں کی پیشانی پر بال لٹکے ہوتے ہیں۔ مگر جب جبریل امین بالوں میں مانگ نکال کر آئے تو آپ نے بھی مانگ نکالنا شروع کر دی۔

آپ کی زلفیں کندھوں تک پہنچتی تھیں اور کبھی کانوں کی لو تک بسا اوقات آپ کے بال خوبصورت لٹوں کی شکل میں ہوتے، ایسے میں آپ کے کان مبارک دونوں طرف بالوں کے درمیان میں سے ابھرے ہوئے یوں لگتے جیسے سیاہ آسمان میں چمکتے ستارے ہوں۔

آپ کے سفید بال سر میں زیادہ تر، مانگ کے ساتھ ساتھ دائیں بائیں تھے اور داڑھی میں ٹھوڑی کے آس پاس۔ آپ کے سفید بال، سیاہ بالوں میں ایسے لگتے تھے جیسے چاندی کی تاریں ہوں۔ اور جب آپ انہیں زرد رنگ لگا لیتے جیسے کہ آپ کا معمول تھا تو وہ سونے کی تاریں محسوس ہونے لگتیں جو سیاہی میں چمک رہی ہوں۔

آپ کا رخ بدر الدجیٰ

آپ کا رخ انور سب سے حسین تر اور رنگ سب سے روشن تر تھا۔ جب بھی کسی نے آپ کا حلیہ بیان کرنا چاہا تو آپ کو چودھویں رات کے ماہ کامل سے تشبیہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ بلکہ اسے یہ کہنا پڑتا کہ آپ تو چاند سے بھی زیادہ حسین ہیں۔

آپ کی خوشی اور غصہ آپ کے چہرے کے خطوط سے واضح ہو جاتا جب آپ خوشی اور مسرت میں ہوتے تو چہرہ آئینے کی مانند روشن ہو جاتا اور حالت غضب میں چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں آپ کی حالت مسرت و انبساط کا نقشہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوں کھینچا ہے۔

اَمِیْنٌ مُّصْطَفٰیْ لِلْخَیْرِ یَدْعُوْا ۔ کَضَوْءِ الْبَدْرِ زَایَلَهُ الظَّلَامُ

وہ برگزیدہ امین جو بھلائی کی دعوت دیتا ہے۔ اور چہرہ انور کی تابانی ایسے ہے جیسے اندھیرے میں بدر کامل ضوفشاں ہو۔

تو لوگ جناب صدیق اکبر کی تصدیق کرتے اور کہتے کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ہیں۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کا چہرہ دیکھ کر زہیر بن ابی سلمٰی کا شعر زبان پر لے آتے۔

لَوْ کُنْتَ مِنْ شَیْءٍ سِوٰی بَشَرٍ ۔ کُنْتَ الْمُنَوِّرَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ

اگر آپ آدمی نہ ہوتے تو چودھویں رات کے ماہ تاباں ہوتے۔

تو سننے والے پکار اٹھتے کہ ہاں آپ ایسے ہی ہیں۔

آپ کی پھوپھی عاتکہ (۱) بنت عبد المطلب نے بھی آپ کے ہجرت کر جانے کے بعد آپ کے فراق میں یوں کہا تھا۔

عَیْنَیَّ جُوْدَا بِالدُّمُوْعِ السَّوَاجِمِ ۔ عَلَی الْمُصْطَفٰی کَالْبَدْرِ مِنْ اٰلِ هَاشِمِ

میری آنکھو! چھم چھم آنسو بہاؤ۔ اس برگزیدہ ہستی پر جو آل ہاشم میں ایسے ہے جیسے رات میں بدر کامل ہو۔

عَلَی الْمُرْتَضٰی لِلْبِرِّ وَالْعَدْلِ وَالتُّقٰی ۔ وَلِلدِّیْنِ وَالدُّنْیَا مُقِیْمُ الْمَعَالِمِ

اس پر جو اپنے حسن کردار اور عدل و تقویٰ کے سبب پسندیدہ تر اور دینی و دنیوی علوم کا مخزن ہے۔

عَلَی الصَّادِقِ الْمَیْمُوْنِ ذِی الْحِلْمِ وَالنُّهٰی ۔ وَذِی الْفَضْلِ وَالدَّاعِیْ لِخَیْرِ التَّرَاجِمِ

اس مبارک و صادق پر جو صاحب حلم و فراست و فضیلت ہے اور خوب تر عادات کا داعی ہے۔

تو عاتکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کامل سے تشبیہ دے رہی ہیں کیونکہ اللہ نے آپ کی محبت

---

(۱) ان کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ اسلام لائیں یا نہیں۔ اس لئے کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ حضرت صفیہؓ کے سوا آپ کی کوئی پھوپھی اسلام نہیں لائی۔ یاد رہے یہ وہی عاتکہ ہیں جنہوں نے جنگ بدر سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص نے آکر حرم کعبہ میں کھڑے ہو کر اعلان کیا ہے کہ اے قریش اپنی قتل گاہوں کو پہنچو۔ جب اس خواب کا ابو جہل کو پتا چلا تو اس نے حضرت عباس سے کہا اے بنو ہاشم کیا اب تمہاری عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ شروع کر دیا ہے؟ اگر تین دن میں اس خواب کی حقیقت ظاہر نہ ہوئی تو میں سارے عرب میں تم بنو ہاشم کی رسوائی کروں گا۔ چنانچہ تین دن نہ گزرنے پائے تھے کہ ابو سفیان کا فرستادہ آگیا اور وہ حرم میں کھڑے ہو کر پکار پکار کر کہنے لگا کہ اے قریش تمہارے اموال لٹے جاتے ہیں۔ انہیں بچانے کیلئے پہنچو۔ تو مشرکین لشکر لے کر نکلے اور بدر میں قتل ہوئے۔

دلوں میں ڈال دی ہے حالانکہ وہ اپنی قوم کے مشرکانہ دین پر تھیں۔

آپ کی پیشانی داڑھی اور گردن وغیرہ

آپ کی جبین انور بہت ہی روشن تھی۔ جب آپ کی پیشانی بالوں میں سے نمودار ہوتی یا آپ کسی بند جگہ سے باہر نکلتے یا رات کے اندھیرے میں تشریف لاتے یا اچانک لوگوں کے سامنے آجاتے تو آپ کی پیشانی یوں لگتی جیسے روشن چراغ ضوفشاں ہو اور لوگ پکار اٹھتے کہ بدر کامل طلوع کر آیا۔

آپ کے رخسار ہموار تھے جن میں گوشت کی کمی بیشی نہ تھی۔ آپ کا چہرہ نہ زیادہ لمبا تھا نہ اتنا گول کہ پیشانی سکڑی ہو۔

داڑھی مبارک گھنی تھی۔ گھنی وہ ہوتی ہے جس میں کثرت سے بال اگے ہوں۔ لب زیریں کے نیچے والے بال کچھ ابھرے سے تھے اور ان کے دائیں بائیں خالی جگہ یوں چمکتی تھی جیسے ہیرے ہوں۔ اور ان بالوں کے نیچے پھر بال تھے جو داڑھی کے ساتھ جا ملے تھے۔ اور اسی کا حصہ محسوس ہوتے تھے۔

آپ کی گردن تمام بندگان خدا سے حسین تر تھی جسے لمبی کہا جا سکتا تھا نہ چھوٹی۔ دھوپ اور ہوا نے گردن کا رنگ ایسا کر دیا تھا کہ گویا وہ چاندی کی ایسی صراحی ہے جس میں سونے کی آمیزش ہو، گردن میں چاندی کی سی سفیدی اور سونے کی سی سرخی جھلکتی تھی جبکہ گردن کا وہ حصہ جو کپڑے میں چھپا تھا اور اس سے نیچے والا حصہ تو ایسا چمکدار رنگ رکھتا تھا جیسے وہ بدر کامل ہو۔

آپ کا سینہ مبارک کشادہ تھا جس پر بالوں کی ایک خوبصورت لکیر تھی جو ناف تک چلی گئی تھی۔ اور سینہ و شکم پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔ ہتھیلیاں فراخ اور پر گوشت تھیں اور انگلیاں ایسی خوبصورت کہ گویا چاندی کی شاخیں ہیں دستہائے مبارک ریشم سے زیادہ نرم تھے۔ اور ایسے خوشبودار کہ جیسے عطار کے ہاتھ ہوں۔ خواہ ان پر خوشبو لگی ہو یا نہ۔ آپ سے مصافحہ کرنے والا ایک دن تک اپنے ہاتھوں میں خوشبو محسوس کرتا رہتا۔ اگر آپ کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔ کیونکہ اس کے سر سے خوشبو آنے لگتی آپ کا تہبند کے نیچے والا حصہ یعنی ران اور پنڈلیاں بھی از حد خوبصورت تھیں (۱)۔

ا۔ یہ باتیں چونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان فرما رہی ہیں اس لئے ان کی صداقت میں کیا شک ہے ان پر اعتراض کرنا محض نادانی اور جہالت ہے۔ اس لئے کہ ایک بیوی اپنے شوہر کے بارے میں اس طرح کی خبر دے تو اسے ماننا ہی پڑتا ہے۔

آپ کے تمام اندام جسمانی تناسب تر تھے۔ آپ پورے وقار سے چلتے اور چلتے ہوئے یوں محسوس ہوتا جیسے گہرائی میں اتر رہے ہوں (کیونکہ نگاہ پست ہوتی تھی) آپ کی رفتار آہستہ مگر تکبر سے مبرا ہوتی جس میں ایک رعب اور وقار ہوتا جب کسی نیکی کی طرف جانا ہوتا تو آپ سب سے آگے ہوتے اور تیز چلتے مگر جب ایسی صورت نہ ہوتی تو آپ سب سے پیچھے رہتے۔ اور آہستہ آہستہ چلتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔ میں اپنے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ شباہت رکھتا ہوں۔ اور ابراہیم علیہ السلام صورت و سیرت میں سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے شباہت رکھتے تھے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔